تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃِ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّۃِ

فتاوٰی رضویہ

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK

www.alahazratnetwork.org

فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

اسلام میں فتویٰ نویسی ایک دینی فریضہ بھی ہے اور ایک مہتم بالشان فن بھی، لیکن یہ فریضہ جتنا نازک اور اہم ہے یہ فن اُسی قدر مشکل اور پیچیدہ ہے۔ کتاب اللہ میں اِفتاء کے منصب کی نسبت اللہ رب العزت سے بیان ہوئی ہے (قل اللّٰہ یفتیکم)۔ یہ بات بھی اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں کہ فتویٰ، اِفتاء اور مفتی کے الفاظ زبانِ نبوّت پر بھی جاری ہُوئے، اسی طرح عہدِ نبوی کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے عہدِ مبارک میں عطائے فتویٰ یا افتاء کا منصب بہت اہم اور اونچا منصب تھا۔ تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار میں فتویٰ نویسی یا افتاء اور مفتی کا منصب ہمیشہ نہایت اہم اور بلند متصور ہوتا رہا ہے لیکن یہ سب باتیں ایک اہم موضوع اور دلچسپ مطالعہ سہی مگر ان سب باتوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تاہم اس بات کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ گزشتہ بارہ تیرہ صدیوں کے دوران میں برِعظیم پاکستان و ہندوستان کے علمائے کرام نے فتویٰ نویسی کے میدان میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور منصبِ اِفتاء نے ملّتِ اسلامیہ کو جو رہنمائی مہیا کی ہے وُہ جہاں قابلِ قدر ہے وہاں باعثِ فخر بھی ہے برِعظیم پاک و ہند ان اسلامی خطوں میں شامل رہا ہے جہاں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کا دور دورہ رہا، یہاں کے علمائے حنفیہ نے فقہ اسلامی کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ سیرتِ نبوی کی طرح علومِ شریعت بھی اس خطے کے اہلِ علم کے نزدیک ایک مہتم بالشان اور نہایت مرغوب موضوع رہا ہے۔ یہاں کے علماء نے علومِ فقہیہ یعنی فقہ، اصولِ فقہ اور فتاوٰی نویسی کے علاوہ شرعی علوم کے دیگر بے شمار پہلوؤں کو اپنے مطالعہ و توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ عربی، فارسی، اُردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں شرعی علوم کا اتنا وسیع ذخیرہ تیار کیا ہے جو ملّت کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا احاطہ کرنا کسی مورخ کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ برِعظیم پاک و ہند کے اکابر احناف کے اس عظیم القدر علمی و فقہی سرمایۂ فخر میں امامِ اہلسنّت حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوٰی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ جو فتاوٰی رضویہ کے نام سے مشہور و متداول ہیں بلاشبہ ایک منفرد اور قیمتی سرمایہ ہے۔

برِعظیم جنوبی ایشیا یا پاک و ہند کے علمائے اسلام نے فقہ اسلامی کے فتاوٰی کا جو عظیم القدر ذخیرہ

عربی زبان میں مرتب کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے اور اس میں تعدد و تنوع بھی ہے اور اس میں حُسن و خوبی کے عناصر بھی موجود ہیں۔ اسی طرح اسلامی ہند کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے باعث اس زبان میں بھی لاتعداد چھوٹے بڑے فتاوٰی مرتب ہُوئے جن میں بہت سے ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ بھی نہیں ہو سکے۔ یہی حال ان فتاوٰی کا بھی ہے جو اردو عربی یا اردو فارسی کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے اور افسوسناک کوتاہی کہ ہم اپنے بزرگوں کی میراث کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ سب سے زیادہ افسوس اہلِ دولت و ثروت مسلمانوں پر ہے جو اپنی دولت کا حقیر سا حصّہ بھی کارِ ثواب سمجھ کر ہی وقف کرنے سے قاصر ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ افسوس اُن اہلِ علم پر ہے جو ابتدائی قدم اٹھانے یا عملی تحریک کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ علم کو سنبھالنے اور علمی میراث کو محفوظ کرنے کا اصل کام آخر مسلمان علماء کا ہے۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ اس علمی ورثے کی نوک پلک درست کر کے مسلمان اہلِ دولت و ثروت کو سرمایہ خرچ کرنے کی تحریک بھی کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان علمی کاوشوں پر اضافے اور ترقی کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی روشن مثال ہمارے دوست و کرم فرما حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی ہے۔ آپ بعض احباب کے مشورے اور تعاون سے لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" جیسا عظیم ادارہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جو "فتاوٰی رضویہ" کی طباعت و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، میں صمیمِ قلب سے حضرت مولانا کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہُوئے اُن کی کامیابی کے لئے دُعا گو ہُوں مجھے یقین ہے کہ وُہ اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے ان شاء اللہ!

"فتاوٰی رضویہ" کی مطبوعہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وُہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیانِ برِ عظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاوٰی اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمالِ فن، وُسعتِ نظر، عُمقِ بصیرت، ظرافتِ طبع اور جزئیات میں کلیات، اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوتِ فیصلہ اور قلب و رُوح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برِ عظیم پاک و ہند کے مفتیانِ عظام کے حصّے میں بہت کم کم آیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدارِ وافر کے ساتھ میسر ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے فتاوٰی کے مختلف ابوابِ فقہیہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، یہ رسائل جہاں بلند درجہ تحقیق و تدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداول فقہی مصادر و مآخذ کا نچوڑ بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے کہ وُہ ان مختلف و متنوع مصادر کی مختصر ترین عبارات بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انھیں کمال مہارت سے یکجا کر کے یُوں جوڑ دیتے ہیں کہ وُہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے۔ یُوں

لگتا ہے جیسے یہ عبارات کے ٹکڑے یا جملے مختلف مصنفین نے اسی غرض سے تخلیق کئے تھے کہ وہ ان فقہی موضوعات پر مشتمل رسائل کی عبارات کی زینت بنیں۔ یہ کام جہاں دقتِ نظر اور کمال ادراک و انتخاب کا متقضی ہے وہاں قوتِ حافظہ اور زبان پر کامل عبور کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفرادی امتیاز یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے تفننِ طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔ کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت و ظرافت کی یہ روش برعظیم کے علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور مولانا احمد رضا بریلوی اس میدان میں امامت و مہارت کا شرف رکھتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل جینیئس (VERATILE GENIUS) ہے اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے، فاضل بریلوی رحمۃ اللہ ارشاد نبوی العلم علمان علم الادیان و علم الابدان کی حقیقت سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے، وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم ابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور کے قائل تھے، شریعت کے علوم قرآن و حدیث سے شروع ہوئے اور عربی زبان و ادب کی جزئیات سے ہوتے ہوئے فقہ و کلام اور جدل و مناظرہ تک پہنچتے ہیں، اسی طرح سائنسی علوم کا دائرہ بھی وسعت پذیر اور لا محدود ہے اس لئے شریعت ان مفید و نافع علوم سے اعراض نہیں سکھاتی بلکہ ان میں کمال پیدا کرنے کی دعوت و تلقین اس شریعت کا امتیاز ہے۔

وقت کی رفتار تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتارِ تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے' جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتارِ تغیر کا مقابلہ نہ کر سکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان و مکان کی قید سے آزاد و ماوراء ہے اس لئے یہ شریعت ہر زمان و ہر مکان کے لئے ہے، اسی حوالے سے اسلامی شریعت کے ماہر فقیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتارِ تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں ان میں سے ایک خداداد عبقریت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علم ابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں بتمام و کمال موجود ہیں بلکہ ہر زمان و مکان کے فقیہ ہیں۔ جس طرح اسلامی شریعت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اسی طرح اس کا ماہر فقیہ جو خداداد عبقریت اور سائنسی علوم خصوصاً طب و ریاضت اور فلسفہ و ہیئت کے بھی امام ہیں وہ بھی زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" اس دعویٰ پر شاہد عادل ہیں۔ تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں، ان کے تمام فتاویٰ عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ

شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لئے نشو و نما کا سامان بھی کرتی ہے۔ اظہار و بیان کا وسیلہ زبان ہوتی ہے، فقہ اور مفتی کے لئے اظہار و بیان کی قدرت ایک لازمی اور ضروری صفت ہے ورنہ مسائل و مشاغل کی تفہیم آسان نہ ہوگی۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ اس میدان کے مردِ میداں ہی نہیں شہسوار بھی ہیں۔ عربی، فارسی اور اُردو پر انھیں جو کامل عبور تھا اس کا ایک ثبوت تو ان تین زبانوں میں ان کے شاعرانہ کمالات ہیں جو نعت و مدحِ رسول کے لئے وقف ہیں مگر "فتاوٰی رضویہ" میں بھی وُہ اظہار و بیان کے وسائل یعنی زبان کے ادبی اسلوب سے قاری کے ذہن کی چُٹکیاں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ الفاظ کو نئے معنی پہنانا اور مرکبات و کلام کو تضمین کے طور پر یوں استعمال کرنا کہ وُہ انگشتری میں نگینہ جڑ دینے کا منظر پیش کرتے ہُوئے نظر آئیں، یہ صرف قادر الکلام شاعر اور با کمال ادیب ہی کر سکتا ہے۔

اختصار سے کام لیتے ہُوئے یہاں صرف "فتاوٰی رضویہ" کی جلد اول کے دو تمہیدی عنوانات یعنی "خطبۃ الکتاب" اور "صفۃ الکتاب" کے علاوہ مستقل فقہی موضوع پر لکھے جانے والے پہلے رسالے "اَجلَی الاِعلام ان الفتوی مطلقاً علی قول الامام" کے خطبے کی طرف اشارہ کافی ہوگا۔ خطبۃ الکتاب میں فقہ حنفی کی اُمّہات الکتب کے اسماء اور فنی مصطلحات کو بطورِ تلمیح و براعتِ استہلال استعمال کر کے جو سماں باندھا ہے وُہ کچھ اُنھی کا کمال ہے، الفاظ پُرانے ہیں مگر بطورِ تلمیح استعمال ہو کر نئے معانی کا لباس بن گئے ہیں الحمد للہ هو الفقه الاکبر والجامع الکبیر لزیادات، فیضه المبسوط، الدرد الغرر به الهدایة ومنه البدایة والیه النهایة (یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے، یہی سب سے بڑی سمجھ اور اضافوں کو یکجا کرنے والی بات ہے، اس کا فیض ہے جو پھیلا ہُوا ہے جیسے چمکتے ہُوئے موتی ہوں، اسی ذات سے ہدایت وابستہ ہے، وُہی اول اور وُہی آخر ہے) یہ تو وُہ نئے معنی ہیں جو اُن پُرانے الفاظ کے لباس میں یہاں وارد ہُوئے ہیں مگر اُن کے معانی فقہ حنفی کی امہات الکتب کے نام ہیں۔ فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ کی تصنیف ہے، جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرر، غُرر، ہدایہ اور بدایہ و نہایہ یہ سب کتبِ فقہ ہیں مگر زبانِ عربی پر عبور رکھنے والے نے ان پرانے الفاظ سے دوہرا کام لے کر اپنی مہارت و عبقریت کا ثبوت دے دیا ہے۔

اسی تمہیدِ کتاب میں صفۃ الکتاب کے عنوان سے کتاب کا تعارف کراتے ہُوئے قرآنی الفاظ و تراکیب سے برکت و سعادت کا جو سماں باندھا گیا ہے وہ کسی فنا فی العربیہ اور ماہرِ کلامِ ربانی کا پتا دیتا ہے۔ رسالہ اجلی الاعلام میں بھی رنگِ کمال نظر آتا ہے، یہاں پر مصنف عربی زبان کے اسالیبِ نگارش پر عبور رکھنے کے علاوہ جدتِ تعبیر سے کام لینے میں بھی لاثانی نظر آتے ہیں، فقہ جیسے خشک مضمون میں اس جدتِ تعبیر نے جو رنگ پیدا کیا ہے اس نے دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے۔ فقہی نصوص کے صحیح ادراک، دقتِ نظر و باریک بینی، بداہتِ قول و حاضر جوابی، منطقی و مؤثر طریقۂ استدلال اور حُسنِ استنباط و استنتاج میں فاضل بریلوی کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں پر میں ایک خاص بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہُوں جو میں نے محسوس کی ہے یُوں تو برِ عظیم پاک و ہند کے نامور عربی دانوں اور علومِ اسلامیہ کے ماہرین کے

علمی کارناموں سے اپنے اور بیگانے سبھی ناآشنا اور کم آگاہ ہیں مگر ان میں سے بعض اہلِ علم تو بے قدری اور احسان ناشناسی کی حد تک گمنام چلے آتے ہیں اور لوگ ان کے حقیقی مقام و مرتبے کے منکر دکھائی دیتے ہیں۔ برعظیم کی جن ہستیوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر فراموشی و بے قدری کا مستحق گردانا گیا ان میں سے ایک کا تعلق سرزمینِ پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق علم و ثقافت کے خطے یُوپی سے ہے۔ پنجاب کی نادرۂ روزگار ہستی اور بیمثال عبقری تو مولانا عبدالعزیز پرہاروی (رحمہ اللہ) تھے جو مشہور عرب شاعر ابوالقاسم الشابی اور ایک انگریز شاعر کیٹس کی طرح جوانی میں ہی دُنیا سے کُوچ کر گئے مگر علمی کارناموں کے لحاظ سے ان کی مختصر عمر بھی طویل مدت ثابت ہوئی۔ مولانا پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ جس شہرت اور عزت کے مستحق تھے وہ نہ تو انھیں زندگی میں مل سکی اور نہ موت کے بعد گمنامی کا پردہ چاک ہو سکا۔ پنجاب کے اس عظیم عبقری اور عالمِ دین کو کما حقہٗ متعارف کرانے کا شرف اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشا ہے، ان کے متعلق خود بھی لکھا ہے اور دو مقالے پی ایچ ڈی کے بھی میری نگرانی میں ہو رہے ہیں۔

خطۂ علم و ثقافت یُوپی سے اُٹھنے والی ہستی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں جن کے علمی کارناموں سے شدید اغماض برتا گیا بلکہ ان کے فضل و کمال سے انکار کیا گیا، یہی نہیں بلکہ بدنامی کی جسارتیں بھی ہوتی رہیں، بظاہر اس کے تین اسباب نظر آتے ہیں:

پہلا سبب تو خود ان کے نام لیواؤں کی کمزوری ہے جو ان کے علمی کارناموں کو عام کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کر سکے، اِلّا ماشاء اللہ!

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عالمی ادارے یا تنظیمیں جو برعظیم میں اہلِ علم کو متعارف کرانے کے ذمہ دار تھے وہ حضرت فاضل بریلوی کی قدر شناسی اور اعترافِ فضل سے گریزاں رہے۔

میرے خیال میں اس کا تیسرا سبب حسد و رقابت کے جذبات ہو سکتے ہیں، معمولی آدمیوں کو ایسے حادثے کم پیش آتے ہیں مگر غیر معمولی ذہانت و قابلیت کے مالک انسانوں کے لئے مخالفت و عداوت اور حسد و رقابت بھی غیر معمولی نوعیت کی سامنے آتی ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کثیر الجوانب عبقریت کے مالک تھے غالباً اس وجہ سے ان کے علمی کارناموں کو پردۂ خفا میں رکھنے اور ان پر خاک ڈالنے کی کوشش بھی ہو سکتی ہے۔

بہرحال یہ بات باعثِ اطمینان ہونی چاہئے کہ اب برعظیم پاک و ہند میں ایسے افراد و ادارے وجود میں آچکے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی کے تعارف کے ضمن میں تلافیٔ مافات کے لئے کوشاں ہیں۔

فہرست مضامین

باب الامامۃ

فہرست ضمنی مسائل

اماکن الصلوٰۃ

حدود

وقف

اجارہ

حظر و اباحت

مداینات

نفقات

فوائد فقہیہ

رسم المفتی

عقائد وکلام

مسئلۂ تقلید

تجوید

باب شروط الصّلوٰۃ

(نماز کی شرطوں کا بیان)

مسئلہ ۳۸۹ از کلکتہ دھرم تلہ ۲۲ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہبند اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اس میں سے بدن کی سُرخی یا سیاہی نمایاں ہے تو اُس تہبند سے نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب

نمبر۔ فی الدرالمختار ساتر لایصف ماتحتہ[1] فی ردالمحتار بان لایری منہ لون البشرۃ[2]۔

درمختار میں ہے چھپانے والی چیز وہ ہے جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے بایں طور کہ اس سے جسم کا رنگ دکھائی نہ دے۔ (ت)

یہاں سے معلوم ہُوا کہ عورتوں کا وُہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے مفسدِ نماز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۰ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کے عضوِ عورت ہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لئے ناف سے زانو تک عورت ہے

[1] درمختار باب شروط الصّلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۶

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۲

ناف خارج گھٹنے داخل مگر جدا جدا اعضا بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ اُن میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں، مثلاً:

۱ - اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی اگرچہ اس کے بلاقصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی ۔

۲ - اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سُبحان اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی ۔

۳ - اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی چہارم بلاضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپالے، یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں ۔

۴ - اگر تکبیر تحریمہ اُسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے ۔

۵ - ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہوجائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ و سوئے ادب بیشک ہے ۔

۶ - اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو نماز ہوجائے گی اور چوتھائی ہوجائے تو بتفاصیل مذکورہ نہ ہوگی ۔

۷ - متعدد عضووں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصہ کھلا ہے تو سب جسم مکشوف ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیل سابق باطل مثلاً ران و زیر ناف سے کچھ کچھ کپڑا الگ ہے تو دونوں کی قدر منکشف اگر زیر ناف کی چہارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیر ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیر ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہئے اگرچہ زیر ناف کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چہارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصہ ہو ۔

ھذا الصحیح الذی نص علیہ محمد فی الزیادات فلاعلیك من بحث التبیین وان تبعہ الفتح والبحر واختارہ البرھان الحلبی فی الصغیر وتمام الکلام بتوفیق الملك العلام فی

یہ وہ صحیح ہے جس پر امام محمد نے زیادات میں تصریح کی ہے، تجھے تبیین کی بحث کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں اگرچہ فتح القدیر اور البحر الرائق نے اس کی اتباع کی، اور برہان حلبی نے اسے صغیر میں مختار قرار دیا، اللہ تعالٰی مالک و علام کی توفیق سے اس کی پوری

رسالتنا الطرۃ فی ستر العورۃ التی الفتھا بعد ورود ھذا السؤال لازاحۃ مافی المسائل من وجوہ الاشکال والحمد للہ المھیمن المتعال۔

تفصیل ہمارے رسالے الطرۃ فی ستر العورۃ میں مذکور ہے جسے میں نے اس سوال کے جواب میں اس کے متعلقہ مسائل میں وارد ہونے والے اشکالات کو زائل کرنے کے لئے لکھا ہے اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو محافظ و بلند ہے۔ (ت)

یہ سب مسائل درمختار و ردالمحتار وغیرہما اسفار سے مستفاد۔

وھذا نصھما ملتقطا و مختلطا ویمنع کشف ربع عضو قدر اداء رکن بسنتہ منیۃ قال شارحھا و ذلک قدر ثلث تسبیحات واعتبر محمد اداء الرکن حقیقۃ والاول المختار للاحتیاط شرح المنیۃ واقل من قدر رکن فلا یفسد اتفاقا لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمان الکثیر، وھذا فی الانکشاف الحادث فی الصلاۃ اما المقارن لابتداءھا فیمنع انعقادھا مطلقا اتفاقا بعد ان یکون المکشوف ربع العضو بلا صنعہ (فلو بہ فسدت فی الحال عندھم قنیۃ قال ح ای وان کان اقل من اداء رکن الالحاجۃ کرفع تعلہ لخوف الضیاع مالم یؤد رکنا کما فی الخلاصۃ) او تجمع بالاجزاء

ان دونوں کتابوں کے چیدہ چیدہ مخلوط طور پر الفاظ یہ ہیں: ادائے رکن کی مقدار چوتھائی عضو کا ننگا رہنا نماز سے مانع ہے (یعنی ادائے رکن جو سنّت کے مطابق ہو)، مُنیہ۔ اس کے شارح نے کہا ہے کہ یہ تین تسبیحات کی مقدار ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے حقیقۃً رکن کی ادائیگی کا اعتبار کیا ہے احتیاط کے پیشِ نظر پہلا قول مختار ہے شرح المنیہ اور جب ربع عضو کا ادائے رکن کی ادائیگی سے کم کھلا رہے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ قلیل وقت میں انکشافِ کثیر معاف ہے جس طرح کثیر وقت میں انکشافِ قلیل معاف ہے، یہ اس انکشاف کا معاملہ ہے جو دورانِ نماز عارض ہو، اگر وہ انکشاف ابتدائے نماز سے عارض ہو اور کھلنے والی جگہ عضو کی چوتھائی ہو تو ایسا انکشاف بالاتفاق مطلقاً انعقادِ نماز سے مانع ہے یہ اس وقت ہے جبکہ یہ کشفِ عورت قصدِ مصلی کے بغیر ہو (پس اگر ایسا کشفِ عورت قصدِ مصلی کے باعث ہو تو فقہاء کے ہاں نماز فی الفور فاسد ہوجائے گی قنیہ، حلبی نے کہا یعنی اگرچہ وہ ادائے رکن کی ادائیگی سے کم میں ہو، مگر یہ کہ وہ فعلِ مصلی کسی ضرورت کی بنا پر ہو جیسے مصلی کا اپنے

(وھی النصف والربع والثلث) لو فی عضو واحد والا فبالقدر (ای المساحۃ) فان بلغ (المجموع بالمساحۃ) ربع ادناھا (ای ادنی الاعضاء المنکشف بعضھا) منع (کما لو انکشف نصف ثمن الفخذ و نصف ثمن الاذن من المرأۃ فان مجموعھما بالمساحۃ اکثر من ربع الاذن التی ھی ادنی العضوین المنکشفین)[1]

جوتوں کو ضائع ہونے کے خوف سے اٹھا لینا جتنے وقت میں وُہ رکن نماز ادا نہ کرسکے۔ خلاصہ میں ایسے ہے) اور مکشوف اجزاء کو جمع کیا جائے گا (اور وہ اجزاءً مثلاً نصف، چوتھائی اور تہائی ہیں) اگر ایک عضو میں کئی کشف ہوں ورنہ مقدار یعنی پیمائش کے ساتھ اندازہ کیا جائے گا پھر اگر (وہ پیمائش کے ساتھ مجموعہ) ادنی عضو کے ربع کو پہنچ جائے (یعنی وہ اعضاء جو جزوی طور پر مکشوف ہیں ان میں کے ادنی عضو کے ربع کو پہنچ جائے) تو ایسا کشف نماز سے مانع ہے، (مثلاً عورت کی ران کے آٹھویں حصّے کا نصف اور کان کے آٹھویں حصے کا نصف اگر کھل جائے تو پیمائش کے اعتبار سے ان دونوں کا مجموعہ ان دونوں کھلنے والے اعضا میں سے چھوٹے عضو کان کے چوتھائی سے زیادہ بنتا ہے) (ت)

میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی وارجح واحوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لئے بس ہے اما ذکر الخلاف وبسط التعلیل فداع الی تفصیل یفضی الی الطویل (ذکر اختلاف اور ان کے دلائل کی تفصیل کے لئے ایک طویل بحث درکار ہے۔ ت)

بالجملہ ان احکام سے معلوم ہوگیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضاء کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے اور وُہ علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیان درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مرد میں آٹھ گنے:

(۱) ذکر مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی

---

[1] درمختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۶
ردالمحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۰
نوٹ: قوسین کے درمیان والی عبارت ردالمحتار کی ہے باہر والی درمختار کی۔ نذیر احمد سعیدی

3

چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلنا مفسدِ نماز نہیں، اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اُس میں شامل نہ کیا جائے گا، یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز ہے، وسری ذلك وتمام التحقیق فی رسالتنا المذکورۃ (اس پر تفصیلی گفتگو اور تحقیق راز ہمارے مذکورہ رسالے میں ہیں۔ ت)

(۲) انثیین یعنی بیضے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ اُن میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں،

وقد زلت ھھنا قدم العلامۃ البرجندی فی شرح النقایۃ کما نبھنا علیہ فی الطرۃ فلیتنبہ۔

اس مقام پر شرح نقایہ میں علامہ برجندی کے قدم پھسل گئے جیسا کہ ہم نے "الطرۃ فی ستر العورۃ" میں اس پر تنبیہ کی ہے اس کا مطالعہ کیجئے۔ (ت)

پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا، یہ دونوں تنہا عضو مستقل ہیں۔

(۳) دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ اُس سے بھی صرف اُس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد۔

(۴ و ۵) الیتین یعنی دونوں چُوتڑ، ہر چوتڑ مذہب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی باعثِ فساد ہے۔

(۶ و ۷) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں رکب و رفغ و مغبن اور فارسی میں پیغولۂ ران اور اردو میں چڈھا کہتے ہیں، گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے، ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے، یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پُورے کھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ربع کو نہیں پہنچتے، ہاں خلافِ ادب و کراہت ہونا جُدا بات ہے۔

(۸) کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور اُس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کمر کُولھوں کا جو ٹکڑا باقی رہا وہ سب مل کر ایک عورت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعضاء عورۃ الرجل ثمانیۃ الاول الذکر وما حولہ الثانی الانثیان وما حولھما الثالث الدبر وما حولہ الرابع والخامس الالیتان السادس والسابع الفخذان مع الرکبتین الثامن ما بین السرۃ الی العانۃ مع ما یحاذی ذلك من الجنبین والظھر والبطن[1]

مرد کا ستر آٹھ اعضاء ہیں: (۱) عضو مخصوص اور اردگرد (۲) خصیتین اور ان کا اردگرد (۳) دُبر اور اردگرد (۴ و ۵) دونوں سرین کے حصّے (۶ و ۷) دونوں رانیں گھٹنوں سمیت (۸) ناف تا زیرناف سمیت پشت پیٹ اور دونوں پہلوؤں کے اس حصّہ جو اس کے مقابل و محاذی ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱

3
3

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں:

مقام اوّل: آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصّہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے اور ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز نہ ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ بمیت ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ افسادِ نماز کے لئے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا ربع کفایت نہ کرے جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظرِ ظاہر کلمات علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تعمق اظہر و اشبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے، تو یوں سمجھئے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران وسُرین و ذکر، اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے اُن سے اُوپر اوپر ناف کے کنارہ زیریں اور سارے دور میں اس کنارے کی سیدھ تک جتنا جسم باقی رہا اُس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالٰی کا کلام مذکور ناظر کہ انھوں نے عانہ عضو جدا گانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیرِ اول پر اس قدر ٹکڑا اس میں داخل نہ تھا اور اُس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر، تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو نواں عضو شمار فرماتے، اس مقام کی تحقیق کامل بقدرِ قدرت فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرۃ فی ستر العورۃ میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالٰی اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسمِ واحد ہے کہ حقیقۃً و حساً و حکماً سب طرح متصل، تو اُسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

عندنا هما یعنی اللحیین وهما العظمان الذان علیهما منابة الاسنان من الوجه لاتصالهما به من غیر فاصلة[1]۔

ہمارے نزدیک یہ دونوں (یعنی دونوں جبڑے، یہ وہ دونوں ہڈیاں ہیں جن پر دانت قائم ہیں) چہرہ ہی کا حصّہ ہیں کیونکہ ان دونوں کا چہرے کے ساتھ اتصال بغیر فاصلہ کے ہے (ت)

---

[1] الہدایہ کتاب الدیات فصل فی الشجاج مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۵۸۸

ف: قوسین سے باہر کی عبارت ہدایہ کی ہے۔ نذیر احمد سعیدی

یہ تو بحمد اللہ دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاطی میں فرمایا:

اذا انکشف ما بین سرتہ وعورتہ ان کان ربعا فسدت صلوتہ لان ما بینھما عضو کامل ارید منہ حول جمیع البدن فاذا انکشف ربعہ کان فاحشا[1] اھ۔

اگر نمازی کی ناف اور شرمگاہ کا درمیان کھل گیا (کشف ہوگیا)، اگر وہ چوتھائی ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ ان دونوں کا درمیانی حصہ عضو کامل ہے اس سے مراد تمام بدن کا اردگرد لیا ہے، پس جب اس کا چوتھائی کھل جائے تو یہ کشف فحش ہوگا اھ (ت)

دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا، یہ نص جلی ہے اور باقی عبارات علما محتمل، تو اسی پر اعتماد، اسی پر عمل، مالم یظھر الاقوی فی المحل والعلم بالحق عند الملک الاجل (جب تک اس بارے میں اس سے قوی دلیل ظاہر نہیں ہوگی، باقی قطعی علم اس ذات کے پاس ہے جو مالک و بزرگ تر ہے۔ ت)

مقام دوم: فقیر غفر اللہ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے جامع صغیر امام محمد و قدوری امام ابوالحسن و وافی امام حافظ الدین نسفی و کنز الدقائق و وقایۃ الروایہ امام تاج الشریعۃ و نقایہ امام صدر الشریعۃ و منیۃ المصلی و اصلاح ابن کمال باشا و ملتقی الابحر علامہ ابراہیم حلبی و اشباہ علامہ زین العابدین مصری و تنویر الابصار علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی، ونور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ہدایہ امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و کافی امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد سعدی و شرح وقایہ امام عبید اللہ بن مسعود محبوبی و تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام و حلیہ امام محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی و ایضاح علامہ احمد بن سلیمن وزیر رومی و ذخیرۃ العقبی علامہ یوسف بن جنید چلپی و غنیہ علامہ برہان الدین حلبی و صغیری شرح منیۃ المصلی و شرح نقایہ علامہ عبدالعلی برجندی ہروی و جامع الرموز علامہ شمس الدین محمد قہستانی و بحر الرائق علامہ زین بن ابراہیم مصری و مراقی الفلاح علامہ ابوالاخلاص ابن عمار مصری و درمختار محقق محمد بن علی دمشقی و غمز العیون علامہ سیدی احمد حموی و مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ قاضی رومی و حاشیہ مراقی للعلامۃ السید احمد المصری و حاشیہ درمختار للعلامۃ السید الطحطاوی و ردالمحتار علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی و فتاوٰی خانیہ امام اجل ابوالمحاسن فخر الدین اوزجندی و خلاصہ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری و جواہر الاخلاطی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد حسینی و خزانۃ المفتین و فتاوٰی خیریہ و عقود الدریہ و فتاوٰی رحمانیہ و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا کتب فقہ متون

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی الفرائض الخارجیۃ عن الصلوٰۃ قلمی نسخہ ص ۲۰

وشروح وفتاوٰی جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سوا دو حاشیہ طحطاوی وشامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا، علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی بدایت ونہایت عورت کی حدیں بتا گئے اور بعض بعض اعضاء کو جُدا جُدا بھی ذکر فرما گئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کئے کسی میں چار پانچ کسی میں کوئی، مگر استیعاب نہ فرمایا، نہ پورا شمار بتایا۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجئے تو بیان میں یہی آٹھ آئے ہیں، غالبًا اسی پر نظر فرما کر علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالٰی نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے اُن کا اتباع کیا خود عبارت علامہ شامی قدس سرہ السامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی اُن سے پہلے علمائے نے ذکر نہ فرمائی، حیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورۃ فی الامۃ والحرۃ کذا حررہ ح[1] اھ (کیونکہ انھوں نے لونڈی اور آزاد عورت کے اعضاء ستر کی تعداد پر گفتگو کی تکمیل کے بعد کہا ہے اسی طرح اس تعداد کو علامہ حلبی نے تحریر کیا ہے اھ۔ ت) مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو اس شمار میں کلام ہے کہ وُہ بدن جو دُبر و اُنثیین کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا نہ اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں دو مستقل عورتیں یعنی ذکر و اُنثیین فاصل ہیں، ہدایہ میں فرمایا:

لا وجه الی ان یکون (یعنی الساعد) تبعا للاصابع لان بینهما عضوا کاملا[2]۔

اس کی کوئی وجہ (دلیل) نہیں کہ (بازو) انگلیوں کے تابع ہو کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک عضو کامل ہے۔ (ت)

امام نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

اما الساعد فلا یتبعها (یعنی الاصابع) لانه غیر متصل بها[3]۔

بازو ان (یعنی انگلیوں) کے تابع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ان کے ساتھ متصل نہیں ہے (ت)

نہ یہ صحیح کہ اسے دو حصے کرکے دُبر و اُنثیین میں شامل مانیے کہ مذہب صحیح پر تنہا اُنثیین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ دُبر عضوِ مستقل ہے کہ اُن کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا، ملتقی الابحر میں ہے:

کشف ربع عضو هو عورة یمنع کالذکر بمفرده والانثیین وحدهما وحلقة الدبر بمفردها[4]۔

ایسا عضو جو سترگاہ میں داخل ہے اس کا چوتھائی کُھل جانا نماز سے مانع ہے مثلاً عضو مخصوص تنہا، تنہا خصیتین اور تنہا حلقہ دُبر۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱
[2] الہدایہ کتاب الدیات فصل فی دیۃ اصابع الید وغیرہا مطبوعہ یوسفی لکھنؤ ۴/۵۸۹
[3] کافی شرح وافی
[4] ملتقی الابحر باب شروط صحۃ الصلٰوۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۶۶

خزانۃ المفتین میں ہے :

الذکر عضو بانفرادہ وکذا الانثیان وھذا ھو الصحیح[1]۔

ذکر تنہا عضو ہے اور اسی طرح خصیتین بھی، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے :

انکشاف ربع الذکر وحدہ اوربع الانثیین بمفردھما یمنع جوازھا[2]۔

تنہا ذکر (عضو مخصوص) کی چوتھائی یا تنہا خصیتین کی چوتھائی کا کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

حلقۃ الدبر عضو بمفردھا وکلھا لاتزید علی قدر الدرھم[3]۔

حلقۂ دُبر تنہا عضو ہے اور یہ تمام کا تمام قدرِ درہم سے زیادہ نہیں ہے۔ (ت)

غنیہ شرح کبیر منیہ میں ہے :

القبل والدبر اذا انکشف من احدھما ربعہ وان کان اقل من قدر الدرھم یمنع جواز الصلوۃ[4] اھ ملخصا۔

قبل اور دُبر میں سے کسی ایک کا جب چوتھائی حصہ کُھل جائے اگرچہ وہ قدرِ درہم سے کم ہو جوازِ نماز سے مانع ہوگا اھ ملخصاً (ت)

کافی میں ہے :

کشف ربع ساقھا یمنع جواز الصلاۃ وکذا الدبر والذکر والانثیان حکمھا کحکم الساق والکرخی اعتبر فی الدبر قدر الدرھم والدبر لایکون اکثر من قدر الدرھم فھذا یقتضی جواز الصلوۃ وان کان کل الدبر مکشوفا وھو تناقض[5] اھ ملتقطا

عورت کی پنڈلی کا چوتھائی حصہ کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے اور اسی طرح دُبر و ذکر اور خصیتین ہیں ان میں سے ہر ایک کا حکم پنڈلی کی طرح ہے، امام کرخی نے دبر میں قدرِ درہم (کے انکشاف) کا اعتبار کیا ہے حالانکہ دبر قدرِ درہم سے زائد نہیں ہوتا تو اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ تمام دبر ننگی ہو پھر بھی نماز ہوجائیگی اور یہ تناقض ہے اھ ملتقطاً (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین — فصل فی ستر العورۃ — قلمی نسخہ — ۱/۲۲

[2] و [3] صغیری شرح منیۃ المصلی — الشرط الثالث — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ص ۱۱۹

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — " — " سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۱۳

[5] کافی شرح وافی

حلیہ میں ہے :

غلطوه بان هذا التغليظ يؤدى الى التخفيف او الاسقاط لان من الغليظة ما ليس باكثر من قدر الدرهم فيؤدى الى ان كشف جميعه لايمنع وقد اجيب عنه بانه قد قيل بان الغليظة القبل والدبر مع حولهما فيجوز كونه اعتبر ذلك فلايرد عليه ما قالوا ويدفعه ما تقدم من ان الصحيح ان كلا من الذكر والخصيتين عضو مستقل وكذلك الصحيح ان كلا من الاليتين والدبر عضو مستقل فلا يتم ذلك الاعتبار[1] اھ مختصرا۔

انھوں نے غلط کہا ہے کہ یہ تغلیظ تخفیف یا اسقاط کا سبب ہے کیونکہ بعض عورت غلیظہ ایسی ہیں جو قدر درہم سے زیادہ نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایسے عضو کا تمام کا تمام ننگا ہونا نماز سے مانع نہ ہوگا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ قُبل، دُبر اور ان دونوں کا اردگرد (سب مل کر) غلیظہ ہے، پس اب امام کرخی کے قول قدر درہم کا اعتبار درست ہوگا اور فقہا نے جو اعتراض کیا ہے وُہ وارد نہ ہوگا۔ اس کا دفاع گزشتہ گفتگو سے ہوجاتا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ ذکر (عضو مخصوص) اور خصیتین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اور اسی طرح صحیح قول کے مطابق دبر اور سرین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اب وہ (قدر درہم کا) اعتبار درست نہ ہوگا اھ مختصراً (ت)

اسی طرح تبیین وغیرہ میں تصریح فرمائی، فقیر غفر اللہ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحمد اللہ تنقیح بالغ بمالا مزید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کردیا کہ افاضل ثلٰثہ قدست اسرارہم کا ذکر و دُبر و اُنثیین کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ موہم واقع ہوا اور جب ثابت ہولیا کہ یہ جسم یعنی مابین الدبر والانثیین اُن آٹھوں عورتوں سے کسی میں شامل اور کسی کا تابع نہیں ہوسکتا اور وُہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جدا گانہ شمار کیا جائے مرد میں عدد اعضائے عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدمِ ذکر ذکرِ عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب کی طرف ایما نہ کسی تعداد کا ذکر، وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرماچکے اور اتنے اعضا کے استقلال و انفراد پر بھی تصریحیں کرگئے تو جو باقی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا،

فليفهم وليتامل لعل الله يحدث بعد ذلك امرا هذا ما عندى والعلم بالحق

سمجھو اور غور کرو شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کسی آسان امر کو پیدا فرمادے، یہ میری تحقیق ہے اور

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

عندربی۔ حق کا علم میرے رب کے پاس ہے (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے سہولتِ حفظ کے لئے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکرِ اعضا میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لئے سترِ عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اس تصریح سے کہ ناف خارج اور زانو داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہبِ مختار پر مفسد ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ بالقصد کھولنے میں فوراً نماز فاسد ہوگی اور بلاقصد میں مقدار ادائے رکن تک کھلنا چاہئے، اس میں یہ بھی بتادیا گیا کہ مذہبِ مختار پر حقیقۃً ادائے رکن شرط نہیں، پھر اس مذہبِ صحیح کی طرف بھی ایما ہے کہ ذکر وانثیین ودُبر وہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہبِ صحیح بھی ظاہر کردیا گیا کہ ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع ہے، اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اُس میں یہ اشارہ بھی کردیا کہ اس جزئیہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیرِ ناف میں یہ بھی مصرح ہوگیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے ولہذا اسے بھی لفظ ظاہراً کے نیچے رکھا۔ بحمداللہ مختصر بحر کی چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف یہ ہے کہ بعنایت الٰہی کوئی حرف حشو ومصرع پر کن نہیں نہ کہیں ادائے مطلب میں ایجاز مخل واقع ہُوا والحمدللہ رب العٰلمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں :؎

سترِ عورت بمرد نہ عضوست | از تہِ ناف تا تہِ زانو
ہرچہ ربعش بقدرِ رکن کشود | یا کشودے دمے نماز مجو
ذکر وانثیین وحلقہٗ بس | دوسرین ہر فخذ بزانوے او
ظاہراً فصل انثیین ودُبر | باقی زیرِ ناف از ہر سُو

گویا یہ سارا فتوٰی ان چار شعر کی شرح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۱ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن میں کے عضوِ عورت ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زنِ آزاد کا سارا بدن سرسے پاؤں تک سب عورت ہے مگر منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبارتِ خلاصہ سے مستفاد کہ ناخنِ پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشتِ قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشت کفِ دست میں اختلافِ تصحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وُہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مستثنٰی ہوئے: منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پشتِ پا۔ ان کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس عضووں پر مشتمل کہ اُن میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں

اعضائے عورتِ مرد کی نسبت لکھا وہ تیئس عضو یہ ہیں :

(۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اُوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادةً بال جمتے ہیں۔

(۲) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔

(۳ و ۴) دونوں کان۔

(۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے۔

(۶ و ۷) دونوں شانے یعنی جانب پُشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک۔

(۸ و ۹) دونوں بازو یعنی اُس جوڑ سے کہنیوں سمیت شروع کلائی کے جوڑ تک۔

(۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے اُس جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک۔

(۱۲ و ۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت۔

(۱۴) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک۔

(۱۵ و ۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف نوخاستہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جُدا عضو کی صورت نہ بنی ہو تو اُس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب اُبھار کی اُس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جُدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ، اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل رہے گی۔

(۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارۂ زیریں تک، ناف پیٹ ہی میں شامل ہے۔

(۱۸) پیٹھ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کمر تک جتنی جگہ ہے۔

(۱۹) اُس کے اُوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹھ کے بیچ میں سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہراً جدا عورت ہے، ہاں بغل کے نیچے سے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور پچھلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کمر تک جو دونوں پہلو ہیں اُن کا اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہے۔

(۲۰ و ۲۱) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے رانوں کے جوڑ تک۔

(۲۲) فرج

(۲۳) دُبر

(۲۴ و ۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے زانوؤں کے نیچے تک دونوں زانو بھی رانوں میں شامل ہیں۔

(۲۶) زیرِ ناف کی نرم جگہ اور اُس کے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارۂ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کمر پر کھینچے اس دائرے کے اُوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سُرین اور دونوں رانوں کے شروع جوڑ اور دُبر فرج کے بالائی کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عانہ یعنی بال جمنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے۔

(۲۷ و ۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیرِ زانو سے ٹخنوں تک۔

(۲۹ و ۳۰) دونوں تلوے۔ فی تنویر الابصار والدر المختار (تنویر الابصار اور دُرِ مختار میں ہے:)

عورۃ (للحرۃ) ولوخنثی (جمیع بدنھا) حتی شعرھا النازل فی الاصح (خلا الوجه والکفین) فظھر الکف عورۃ علی المذھب (والقدمین) علی المعتمد[1] اھ وفی الخلاصۃ المرأۃ اذا لم تستر ظھر قدمھا تجوز صلاتھا وبطن الکف والوجه علی ھذا لان ھذہ الثلثۃ منھا لیست بعورۃ وبطن قدمھا ھل ھی عورۃ فیه روایتان والتقدیر فیه بربع بطن القدم فی روایۃ الاصل وفی روایۃ الکرخی لیس بعورۃ[2] اھ ملخصا وبھذا التفصیل بین ظھر القدم وبطنھا جزم المحقق علی الاطلاق فی مقدمته زاد الفقیر وقال العلامۃ الغزی صاحب التنویر فی شرحھا اعانۃ الحقیر اقول فاستفید من کلام الخلاصۃ ان الخلاف انما ھو فی

آزاد عورت اگرچہ خنثیٰ ہو اس کا ستر تمام بدن ہے حتی کہ اسکے لٹکتے ہوئے بال بھی اصح مذہب پر، مگر چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم معتمد قول کے مطابق ستر نہیں۔ ہتھیلی کی پشت صحیح مذہب پر ستر میں شامل ہے اھ خلاصہ میں ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنی پشتِ قدم کو نہ ڈھانپا تو اس کی نماز جائز ہے اور ہتھیلی کے اندرونی حصے اور چہرے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ عورت کی یہ تینوں چیزیں ستر میں شامل نہیں، عورت کے پاؤں کا اندرونی حصہ ستر ہے یا نہیں؟ اس میں دو روایتیں ہیں، روایتِ اصل میں تلووں کی چوتھائی کھلنے کو مانع نماز قرار دیا اور امام کرخی کی روایت میں ہے یہ شاملِ ستر نہیں ہے اھ ملخصا، ظاہر قدم اور باطن قدم کے درمیان اسی تفصیل پر محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے اپنے مقدمہ زاد الفقیر میں جزم کیا ہے، اس کی شرح اعانۃ الحقیر میں صاحبِ التنویر علامہ غزی نے کہا میں کہتا ہوں خلاصہ کی گفتگو سے پتا چلتا ہے کہ عورت کے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۶

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السادس فی ستر العورۃ ؍ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۷

الذی ھو عورۃ[1] اھ و فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح اما الجنب فانہ تبع للبطن کذا فی القنیۃ والاوجہ ان ما یلی البطن تبع لہ کما فی البحر یعنی وما یلی الظہر تبع لہ کما فی تحفۃ الاخیار[2] اھ و فی ط علی الدر المختار ان کانت امۃ فاعضاء عورتہا ثمانیۃ ایضا، الفخذان والالیتان والقبل والدبر وما حولہما والبطن و الظہر وما یلیہما من الجنبین و یزاد فی الحرۃ الساقان مع الکعبین و الثدیان المنکسران والاذنان والعضدان مع المرفقین والذراعان مع الرسغین والکتفان وبطنا قدمیہا فی روایۃ الاصل و الصدر والرأس والشعر والعنق وظہر الکفین فہی ثمانیۃ وعشرون عضوا[3] اھ قال ش کذا حررہ ح اھ[4]۔

حصہ جو سینے کے مقابل ہو وہ اس پشت کا ایسا حصہ نہیں جو ستر میں شامل ہے اھ۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے جانبِ پہلو بطن کے تابع ہے قنیہ میں اسی طرح ہے اور اوجہ (بہتر) یہ ہے کہ جو حصہ پہلو کا بطن کے ساتھ متصل ہے وہ بطن کے تابع ہے کما فی البحر۔ یعنی جو پشت کے ساتھ ملنے والا حصہ ہے وُہ پشت کے تابع ہے کما فی تحفۃ الاخیار اھ۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے اگر خاتون لونڈی ہو تو اس کے بھی اعضاءِ ستر آٹھ ہیں دونوں رانیں، دونوں سُرین، قُبل، دُبر اور ان کا اردگرد، پیٹ، پشت اور اُن دونوں سے متصل پہلو۔ اور آزاد عورت میں ان اعضا کا اضافہ ہے دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت، ڈھلکے ہوئے دونوں پستان، دونوں کان، دونوں بازو کہنیوں سمیت (مونڈھے تک) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک، دونوں کاندھے، اور روایتِ اصل کے مطابق عورت کے دونوں قدموں کے تلوے، سینہ، سر، بال، گردن، دونوں ہاتھوں کی پشت یہ تمام اٹھائیس اعضاء ہیں اھ شامی نے کہا کہ امام حلبی نے اسی طرح تحریر کیا ہے اھ (ت)

اقول فاتہم رحمہم اللہ تعالٰی عضوان الاول ماتحت السرۃ الی العانۃ وما یحاذیہ من کل جانب فان

اقول (میں کہتا ہوں) ان اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے دو اعضاء کا ذکر نہیں کیا پہلا جسم کا وہ حصہ جو ناف سے زیرِ ناف تک اور ہر جانب سے اس کے

---

[1] رد المحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی المتعلقات الشروط الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۱
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۱
[4] رد المحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱

باطن القدم و اما ظاهره فليس بعورة بلاخلاف[1] الخ وفى الهندية عن الخلاصة ثدى المرأة ان كانت صغيرة ناهدة فهو تبع لصدرها وان كانت كبيرة فهو عضو سليحدة[2] اھ

اقول اما ما بين الثديين فقد كان هو وموضع الثديين جميعا من الصدر قبل انكسارهما اما هما فقد انحازتا بالانكسار فبقى ما بينهما داخلا فى الصدر كما كان وهو ظاهر، اما تبعية السرة للبطن فلانا نراها تتبعه فى شمول حكم الستر وعدمه، فبطن الرجل لما لم يكن عورة لم تكن عورة، من الامة مع ظهرها وبطنها ما نصه (الشامى) البطن ما لان من المقدم والظهر ما يقابله من المؤخر كذا فى الخزائن وقال الرحمتى الظهر ما قابل البطن من تحت الصدر الى السرة "جوهرة" اى فما حاذى الصدر ليس من الظهر

پاؤں کے تلوے میں اختلاف ہے، رہا معاملہ ظاہر قدم کا تو وہ بالاتفاق ستر میں شامل نہیں الخ اور فتاوی ہندیہ میں خلاصہ کے حوالے سے ہے کہ اگر لڑکی چھوٹی نوخاستہ پستانوں والی ہو تو اس کے پستان سینے کے تابع ہوں گے اور اگر بڑی ہو تو پستان الگ مستقل عضو ہوں گے۔

اقول (میں کہتا ہوں) وہ جو دو پستانوں کے درمیان کی جگہ ہے تو اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ پستانوں کے ڈھلکنے سے پہلے پستانوں کی جگہ اور پستان کے درمیان کی جگہ سینے ہی کا حصّہ تھے پھر پستان ڈھلکنے سے جُدا عضو بن گئے تو پستانوں کے درمیان کی جگہ جس طرح پہلے سینہ میں شامل تھی ویسے ہی سینے میں داخل رہے گی یہ بات تو ظاہر ہے، باقی ناف بطن کے تابع اس لئے ہے کہ وہ ستر اور عدمِ ستر کے حکم میں شامل ہونے میں پیٹ کے تابع ہے، تو بطنِ مرد جب ستر میں شامل نہیں تو مرد کی ناف بھی ستر میں شامل نہ ہوگی لیکن لونڈی کی پشت اور بطن دونوں ستر میں شامل ہیں جیسا کہ اس بارے میں شامی نے تصریح کی ہے بطن (پیٹ) وہ ہے جو آگے کی طرف نرم حصّہ ہے اور ظہر (پشت) اس کے مقابل پچھلا حصہ ہے کذا فی الخزائن۔ شیخ رحمتی نے کہا ظہر (پشت) سے مراد جسم کا وہ حصّہ ہے جو سینے سے نیچے ناف تک پیٹ کے مقابل ہے، جوہرۃ۔ یعنی جسم کا وہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ اعانۃ الحقیر باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۸
[2] فتاوی ہندیۃ الباب الثالث فی شروط الصلوٰۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۹

هذا غیر داخل فی البطن والظھر لانہ عورۃ من الرجل دونھما ولا فی الفرجین والالیتین لکنہ عورۃ بحیالہ فی الرجل فکیف فیھا فھذا فاتھم فی الامۃ والحرۃ جمیعا و الاخر ما یحاذی الصدر من خلف الی مبدأ الظھر فان الظھر کما علمت لایشملہ ولا الکتفان ولا العنق کما لایخفی ولا شک انہ عورۃ من الحرۃ فوجب ان یکون عضوا مستقلا منھا فتمت لھا ثلثون وباللہ التوفیق۔

مد مقابل ہے، اس لئے کہ یہ حصہ بطن اور پشت میں شامل نہیں اس لئے مرد کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے، جبکہ بطن و پشت دونوں اس کے ستر میں شامل نہیں اور یہ حصہ دونوں فرجوں (قبل و دبر) اور سرین کے دونوں حصوں میں بھی شامل نہیں لیکن ہر حال میں مرد کا ستر ہے تو عورت کا ستر کیوں نہ ہوگا' ایک عضو یہ ہے جس کا ذکر لونڈی اور آزاد عورت دونوں کے بارے میں اسلاف سے رہ گیا۔ دوسرا عضو جسم کا وہ حصہ ہے جو سینے کے مقابل پیچھے سے ابتدائے پشت تک ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حصہ پشت میں شامل نہیں اور نہ ہی دونوں کاندھوں اور گردن میں شامل ہے، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے باوجود بلاشک آزاد عورت کے جسم کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے لہذا اس کو بھی عورت کا مستقل عضو شمار کرنا ثابت ہوگیا تو اب ان اعضاء کی تعداد تیس ہوگئی وباللہ التوفیق۔ (ت)

تنبیہ اول: ملاحظہ حلیہ و غنیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہا سے ظاہر کہ قدم حرہ میں ہمارے علما رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اختلاف شدید مع اختلاف تصحیح ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے، امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں اسی کی تصحیح اور حلیہ میں بدلیل احادیث اسی کی ترجیح کی، امام اسبیجابی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں۔ امام برہان الدین نے ہدایہ اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی، اسی کو محیط میں اختیار کیا اور دُرمختار میں معتمد اور مراقی الفلاح میں اصح الروایتین کہا، کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلوۃ میں اسی طرف ناظر ہیں، بعض کے نزدیک بیرون نماز عورت ہیں نماز میں نہیں، یعنی اجنبی کو اُن کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا مفسد نہیں، اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی۔ پھر کلام خلاصہ وغیرہا سے مستفاد کہ یہ اختلافات صرف تلووں میں ہیں پشت قدم بالاتفاق عورت نہیں' مگر کلام علامہ قاسم و حلیہ و غنیہ وغیرہا سے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ وغیرھا (جیسا کہ حلیہ وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوجائے گا۔ ت) تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر کی جائے تو نہ صرف تلووں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخن پا تک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے، یُوں بھی شمار اعضا

تیس ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضا اٹھائیس ہی رہیں گے۔ آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔

تنبیہِ دوم: پشتِ دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے کہ گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں۔

یظھر ذلک بمراجعۃ الحلیۃ والغنیۃ وغیرھما ونص فیہ ما عند ابی داود مرسلا من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الجاریۃ اذا حاضت لم یصلح ان یری منہا الا وجھہا ویدیہا الی المفصل[1] قال فی الغنیۃ وکذلک الاٰیۃ لان المراد من الزینۃ بالنظر الی الید ھو الخاتم وھو غیر مختص بباطن الکف بل زینتہ فی الظاھر اظھر لانہ موضع الفص والنقش[2] قال ولان الضرورۃ فی ابدائہ اشد[3] قال فکان ھذا ھو الاصح وان کان غیر ظاھر الروایۃ الخ[4] وکذلک قال فی المراقی وحاشیتھا للطحطاوی (جمیع بدن الحرۃ عورۃ الا وجھہا وکفیہا باطنھما وظاھرھما فی الاصح وھو المختار) وان کان خلاف ظاھر الروایۃ[5] اھ قال الشامی

حلیہ، غنیہ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام کا وہ ارشاد بھی بطور نص ذکر کیا گیا ہے جو امام ابوداؤد کے نزدیک مرسلاً مروی ہے، جب لڑکی حائضہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور کلائیوں تک ہاتھ کے علاوہ اس کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ غنیہ میں کہا آیتِ قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ زینت ہاتھ کے اعتبار سے ہے اور وہ انگوٹھی ہے اور وہ باطنِ کف کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ اس کی زینت ہتھیلی کے اوپر میں زیادہ ہوگی کیونکہ ظاہر ہی نگینہ و نقش کا محل ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس کے اظہار میں شدید ضرورت ہے، پھر کہا یہ اگرچہ غیر ظاہر الروایۃ ہے مگر اصح یہی ہے الخ اسی طرح مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے (اصح مذہب کے مطابق آزاد عورت کا تمام بدن ماسوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے خواہ ان کا باطن ہو یا ظاہر عورت کا ستر ہے اور یہی مختار ہے) اگرچہ یہ ظاہر الروایۃ

---

[1] کتاب المراسیل ما جاء فی اللباس حدیث ۳۹۷ مطبوعہ مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور ص ۱۷۵

[2] و [3] و [4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۱

[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی متعلقات الشروط الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۱

وکذا ایدہ فی الحلیۃ وقال مشی علیہ فی المحیط وشرح الجامع لقاضی خان[1] اھ۔

کے خلاف ہے اھ امام شامی نے فرمایا اس طرح حلیہ میں اس کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ محیط اور قاضی خان نے شرح الجامع میں اسی کی اتباع کی ہے اھ (ت)

توروایت اقوی پر ہردو پشتِ دست نکال کر اٹھائیس ہی عضوِ عورت رہے، اور اگر بنظرِ آسانی اُس قولِ مصحح پر عمل کرکے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھبیس ہی ہیں اور اصل مذہب پر تیس واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۲: از کلکتہ نل موتی گلی ۱۸ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدائے تعالٰی کی پڑھتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے اُن صاحب کے منع کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف و نامعتمد ہے، عامہ کتب میں جواز تلفظ بہ نیت بلکہ اُس کے استحباب کی تصریح فرمائی۔ دُرمختار میں ہے:

التلفظ بہا مستحب ھو المختار وقیل سنۃ یعنی احبہ السلف اوسنۃ علمائنا[2]۔

نیت زبان کے ساتھ کرنا مستحب ہے مختار قول یہی ہے بعض نے سنّت کہا یعنی اسے اسلاف پسند کرتے تھے یا ہمارے علماء کا طریقہ ہے (ت)

اور اگر یہ مراد کہ نماز کو اللہ عزّوجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشنع ہے، یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحیات للّٰہ والصلوات کہتے ہوں گے کہ سب مجرے اور سب نمازیں اللہ کی ہیں اور ظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیہ ہے، بالجملہ اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۳: از بدایوں قاضی محلہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۴ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

بجناب معلی القاب مخدوم و معظم بندہ جناب مولٰنا صاحب دام فیوضہ، خادم بے ریا عبدالحمید بعد بجاآوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتوٰی اپنا لکھا ہوا حسب ہدایت اپنے استاذ جناب مولانا حافظ بخش صاحب کے

---

[1] رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۸

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷

واسطے تصدیق جناب والا کے بھیجتا ہوں ملاحظہ فرما کر مُہر سے مزیّن فرما دیجئے، اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے تو درست فرما کر ممنون فرمائیے، زیادہ ادب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں لفظ "آج" یا "اس" کا اضافہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ مثلاً یُوں کہنا کہ نیت کرتا ہُوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی، اور اگر نہیں کرے گا تو نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

خلاصۂ جواب: صورت مستفسرہ میں فقہاء کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خان نے بلا لفظ "آج" یا "اس" کے نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے کما فی فتاواہ وھکذا فی العلمگیریة (جیسا کہ ان کے فتاوٰی میں ہے اور اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ ت) اور درمختار میں ہے کہ تعیین ضروری نہیں، پس بموجب قولین اولین کے بلا لفظ "آج" یا "اس" کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہوگی اور بموجب قول صاحب درمختار کے ادا ہوجائیگی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب ہے اور اسی دُرمختار میں نسبت تعیین کی اولویت ظاہر فرمائی ہے اور بلفظ وھو المختار ارشاد کیا ہے پس اولٰی اور مختار یہ ہی ہے کہ تعیین وقت کی لفظ "آج" یا "اس" سے ضرور کرلے ورنہ تارک اولیت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور یہ بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں تو عنداللہ مواخذہ دار رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نیّت قصدِ قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضرور نہیں نہایت کار مستحب ہے تو لفظ اس یا آج درکنار سرے سے کوئی حرفِ نیت زبان پر نہ لایا تو ہرگز کسی طرح کا حرج بھی نہیں قصدِ قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیت کرتے وقت پُوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتادے کما ذکرہ الامام الزیلعی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ (جیسا کہ امام زیلعی نے اسے تبیین الحقائق میں اور دیگر علما نے اپنی کتب میں ذکر کیا۔ ت) اور شک نہیں کہ جو شخص نمازِ وقتی میں یہ بتادے گا کہ مثلاً نمازِ ظہر کا ارادہ ہے وُہ یہ بھی بتادے گا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کئے سے یہ تو بتادے کہ ظہر پڑھتا ہُوں اور یہ سوچتا رہے کہ کب کی تو قصدِ قلب میں تعیین نوعی نماز کے ساتھ تعیین شخصی بھی ضرور ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے، ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر معین کے نیت کرے یعنی میں کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھتا ہوں چاہے وُہ کسی دن کی ہو تو اب بلاشُبہ اُس کی نماز نہ ہوگی فان التعیین فی الفرض فرض بالوفاق وانما الخلف فی عدم اللحاظ لا لحاظ العدم (فرائض میں تعیینِ وقت بالاتفاق فرض ہے عدمِ لحاظ میں اختلاف ہے لحاظِ عدم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ت) اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محلِ خلاف نہیں۔ ولہذا محقق اکمل الدین

بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا :

اقول الشرط المتقدم وھو ان یعلم بقلبہ ای صلاۃ یصلی یحسم مادۃ ھذہ المقالات وغیرھا فان العمدۃ علیہ لحصول التمیز بہ وھو المقصود[1] اھ کما نقلہ فی ردالمحتار واقرہ ھھنا و فی منحۃ الخالق وایدہ العلامۃ اسمٰعیل مفتی دمشق کما فی المنحۃ۔

میں کہتا ہوں شرطِ متقدم یہ ہے کہ نمازی دل سے یہ جانتا ہو کہ وُہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے یہ شرط ان اعتراضات وغیرہ کی بنیاد کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ حصولِ تمیز کے لئے نمازی پر قصد و نیت ضروری ہے اور یہی مقصود ہے اھ ردالمحتار نے یہاں اسے نقل کرکے مقرر رکھا ہے، اور منحۃ الخالق میں اسے نقل کیا ہے، نیز اس کی تائید مفتیِ دمشق شیخ اسمٰعیل نے کی، ملاحظہ ہو منحۃ الخالق۔ (ت)

البتہ تعددِ فوائت خصوصاً کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہوسکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کرلی اور یہ تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلافِ تصحیح مذہب اصح واحوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین روز کہاں یاد رہتی ہے لہذا علمائے اُس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے پچھلی ظہر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھے گا تو باقی میں جو سب سے پہلی یا پچھلی ہے وہ ادا ہوگی وعلی ھذا القیاس آخر تک۔

فی التنویر لابد من التعیین لفرض ولو قضاء قال فی الدر لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد والاسھل نیۃ اول ظھر علیہ او اٰخر ظھر وفی القھستانی عن المنیۃ لایشترط ذٰلک فی الاصح وسیجیئ اخرالکتاب[2] قال الشامی، نقل الشارح ھناک عن الاشباہ انہ مشکل ومخالف لما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ والاصح الاشتراط قلت وکذا

تنویر الابصار میں ہے کہ فرض نماز میں تعیین ضروری ہے خواہ وہ قضا ہی کیوں نہ ہوں درمختار میں کہا معتمد قول کے مطابق تعیین یہ ہے کہ فلاں دن کی ظہر ادا کررہا ہوں اس مسئلہ میں آسان طریقہ یہ ہے کہ یوں نیت کرے کہ پہلی ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے یا یہ کہ آخر ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے۔ قہستانی میں منیہ کے حوالے سے ہے اصح یہ ہے کہ یہ کہنا شرط نہیں، اور عنقریب کتاب کے آخر میں اس کا ذکر آئیگا

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر — باب شروط الصلوٰۃ الخ — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۳
ردالمحتار — " " " — مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸
[2] درمختار — " " " — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷

صححه فی متن الملتقی هناك فقد اختلف التصحیح والاشتراط احوط وبه جزم فی الفتح[1] هنا کما لا یخفی۔

امام شامی فرماتے ہیں کہ شارح نے یہاں اشباہ سے نقل کیا ہے کہ (تعیین شرط نہ ہونا) ناقابلِ فہم اور ہمارے علماء قاضی خان وغیرہ کی تصریحات کے خلاف ہے بلکہ شرط ہونا صحیح ہے، میں کہتا ہوں متنِ ملتقی میں اس مقام پر اس کی تصحیح کی ہے تو اس کی تصحیح میں اختلاف واقع ہوا ہے مگر شرط ہونا احوط ہے اور اسی پر فتح القدیر میں یہاں جزم کیا ہے۔ (ت)

اور اگر فائتہ ایک ہی ہے تو نیتِ فائتہ کرنے ہی میں تعیینِ یوم خود ہی آگئی

فی ردالمحتار عن الحلیۃ، لو کان فی ذمتہ ظھر واحد فائت فانہ یکفیہ ان ینوی ما فی ذمتہ من الظھر الفائت وان لم یعلم انہ من ای یوم[2]۔

جیسا کہ مخفی نہیں ردالمحتار میں حلیہ سے ہے کہ اگر کسی شخص کے ذمے ایک ظہر کی نماز قضا لازم ہے تو اس کیلئے اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ وُہ اپنی فوت شدہ ظہر ادا کررہا ہے اگرچہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کون سے دن کی فوت شدہ ہے (ت)

بالجملہ نمازِ وقتی میں صور واقعہ معلومۃ الوقوع موقع خلاف ونزاع نہیں بلا خلافیہ علماء اُس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نماز امروزہ میں تعیینِ نوعی تو کرے اور تعیین شخصی سے اصلاً ذاہل وغافل ہو کہ بحالت شعور وقصد صحیح تعیین شخصی کا ملزوم اور عدم لحاظ مفقود ومعدوم اور بقصد خلاف، عدم لحاظ نہیں بلحاظِ عدم ہے اور وہ بلاشبہہ نافیِ نماز ومنافی جواز، تو غفلت وبے خبری ایسی چاہئے کہ سوال پر یہ تو بتا دے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور بے تامل وفکر نہ بتا سکے کہ آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیت میں کیا بڑھانا چاہئے کہ وُہ تو حال ذہول وعدم شعور میں ہے بلکہ بحث یہ ہوگی کہ ایسی نیت سے نماز ہوگئی یا نہیں، اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت باقی ہے تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کما بینتہ فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار اور دیگر معتمد کتب میں اس کا بیان ہے۔ ت) غرض توسیع مسلّم اور احتیاط اسلم، یونہی اگر وقت جاتا رہا اور اُسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے۔

فی البحر الرائق شمل ما اذا نوی العصر بلا قید وفیہ خلاف ففی الظھیریۃ لو نوی الظھر لا یجوز وقیل یجوز وھو الصحیح ھذا

البحر الرائق میں ہے کہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب کوئی نمازِ عصر کی نیت بغیر کسی قید کے کرے تو اس میں اختلاف ہے، ظہیریہ میں ہے اگر کسی نے

---

[1] و [2] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

اذاکان مودیا فان کان قاضیا فان صلی بعد خروج الوقت وھو لا یعلم لایجوز وذکر شمس الائمۃ ینوی صلاۃ علیہ فان کانت وقتیۃ فھی علیہ وان کانت قضاء فھی علیہ ایضا[1] اھ وھکذا صححہ فی فتح القدیر معزیا الی فتاوی العتابی لکن جزم فی الخلاصۃ بعدم الجواز وصححہ السراج الھندی فی شرح المغنی فاختلف التصحیح کماتری اھ ملخصا وفی ردالمحتار فی النھران ظاھر ما فی الظھیریۃ انہ یجوز علی الارجح[2] اھ

ظہر کی نیت کی تو جائز نہیں، بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ نماز ادا کر رہا ہو (یعنی قضا والا نہ ہو) اگر نماز قضا پڑھنے والا ہو تو اگر وقت کے نکلنے کے بعد اس حال میں پڑھی ہے کہ اسے خروج وقت کا علم نہیں ہوا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اور شمس الائمہ کہتے ہیں اتنی نیت کافی ہے کہ میں وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اب ادا ہو یا قضا وہ یقیناً اس پر لازم تھی اھ اسی طرح فتح القدیر میں فتاوٰی عتابی کے حوالے سے اسی کی تصحیح کی ہے، لیکن خلاصہ میں عدمِ جواز پر جزم کا اظہار کیا گیا ہے اور سراج ہندی نے شرح المغنی میں اسی کو صحیح کہا تو جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں تصحیح مسئلہ میں اختلاف ہے اھ تلخیصاً۔ ردالمحتار میں نہر کے حوالے سے ہے کہ ظہیریہ کی عبارت سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ارجح قول پر جواز ہی ہے اھ (ت)

اقول بل لعل ظاھر ما فیھا انہ لایجوز علی الارجح حیث جزم بہ ولم یذبل ماذکر عن شمس الائمۃ بما یدل علی ترجیحہ وانت تعلم ان اماما من الائمۃ اذا قال لایجوز ذلک وقال فلان یجوز فان المتبادر منہ ان مختار نفسہ الاول بل الظاھر انہ الذی علیہ الاکثر خلافا لمن ذکر۔

اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ ہو سکتا ہے ظاہر ما فی الظہیریہ کے مطابق ارجح قول پر عدم جواز ہو کہ انہوں نے اس پر جزم کیا ہے اور شمس الائمہ سے اس کی جو ترجیح ذکر کی گئی ہے اس کو رد نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی امام کہتا ہے کہ یہ بات جائز نہیں اور فلاں اس کے جواز کا قائل ہے تو اس عبارت سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ ان کا اپنا مختار قولِ اوّل ہے بلکہ ظاہر یہی ہے جو مختارِ اکثر کی رائے کے مطابق ہے بخلاف اس کے جو انہوں نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق شرح کنزالدقائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۹

[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

اور اگر یہ بھی خروجِ وقت پر مطلع ہے تو ظاہر جواز ہے محشیانِ درمختار سادات ابرار حلبی وطحطاوی وشامی رحمہم العزیز الغفار نے اس مسئلہ میں روایت نہ پائی علامہ ح نے عدمِ جواز کا خیال اور علامہ ط نے ان کا خلاف اور علامہ ش نے ان کا وفاق کیا،

قال ط الظاہر الصحۃ عند العلم بالخروج لان نیتہ حینئذ القضاء خلافا لما فی الحلبی[۱] اھ وقال ش بحث ح انہ لایصح و خالفہ ط قلت وھو الاظہر لما مر من العنایۃ[۲] اھ اقول نعم ھو الاظہر لما مر عن البحر عن الظہیریۃ من تقیید عدم الجواز بقولہ وھو لایعلم اما الاستناد بما مر عن العنایۃ فعندی غیر واقع فی محلہ لما علمت ان محل ھذہ المقالات ما اذا ذھل وغفل وکلام العنایۃ فیما ھو المعتاد والمعہود من ان من شعر بالتعیین النوعی شعر ایضا بالشخصی ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش الشامی مانصہ اقول مامر عن العنایۃ فیما اذا علم بقلبہ التعیین ولاینبغی لاحد ان یخالف فیہ وھو جار فی کل صورۃ من الصور التسع بل لاتسع علیہ ولاثمان انما ھی صورۃ واحدۃ لاغیر وانما الکلام فیما اذا نوی ذلک ذاھلا عن تعیین الیوم والوقت و

امام طحطاوی نے کہا اگر اسے خروجِ وقت کا علم ہو تو صحتِ نماز ظاہر ہے کیونکہ اس وقت نیت قضا کی ہوگی بخلاف اس کے جو حلبی نے کہا اھ شامی نے کہا حلبی نے بحث کرتے ہوئے اس کی عدمِ صحت کا قول کیا ہے اور طحطاوی نے ان کی مخالفت کی، میں کہتا ہوں یہی اظہر ہے جیسا کہ عنایہ کے حوالے سے گزرا ہے اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں) ہاں یہی اظہر ہے جیسا کہ البحرالرائق سے ظہیریہ کے حوالے سے عدمِ جواز کی تقیید اس کے قول "ھو لایعلم" کے ساتھ گزری لیکن اس بات کی سند پکڑنا اس کے ساتھ جو عنایہ سے گزرا میرے نزدیک اس مقام کے مناسب نہیں، کیونکہ اس تمام گفتگو کا محل وہ ہے کہ جب انسان غافل ہوجائے اور بھول جائے اور عنایہ کی گفتگو معروف مشہور طریقہ (یعنی عدمِ غفلت) پر ہے کیونکہ جو شخص تعیینِ نوعی کا ادراک رکھتا ہے اسے تعیینِ شخصی کا ادراک بھی رہے گا، اور مجھے وہ یاد آیا جو حاشیہ شامی کے اس مقام پر میں نے لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں اقول (میں کہتا ہوں) عنایہ کی جو عبارت گزری ہے وہ اس صورت سے متعلق ہے جب دل سے اس کے تعیین

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۴

[۲] رد المحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

وح لا استظهار بما مرعن العناية۔[1]   کوجانتا ہو، اس میں مخالفت کسی کو مناسب نہیں اور یہ بات نوصورتوں میں سے ہرصورت میں جاری ہوگی بلکہ یہ نو ہیں نہ آٹھ یہ توصرف ایک ہی صورت   ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، یہاں گفتگو اس صورت سے متعلق ہے جب کسی انسان نے نماز کی نیت دن اور وقت کے تعین سے غافل ہوکر کی ہو، تو اب عنایہ کی گفتگو سے تائید نہیں لائی جاسکتی۔ (ت)

غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکلوں میں جواز کی طرف راہ ہے ولذا ارسل فی الدر ارسالا وقال انہ الاصح (اسی لئے درمختار میں اس کو مرسلاً ذکر کیا ہے اور کہا یہی اصح ہے۔ ت) اور امر عبادات خصوصاً نماز میں حکم احتیاط معروف ومعلوم ھکذا ینبغی تحقیق المقام واللّٰہ ولی الفضل والانعام واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (تحقیق مقام کے لئے یہی مناسب تھا، اللہ تعالٰی فضل و انعام کا مالک اور وہی پاک اور بہتر جاننے والا ہے۔ ت)

---

[1] جدالممتار   باب شروط الصلوٰۃ   المجمع الاسلامی مبارک پور (ہند)   ۲۱۸/۱

بابُ القِبلَۃِ

(قبلہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۳: از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ مہمان سرائے درگاہ حضرت مخدوم صاحب خورد قدس سرہٗ مرسلہ مولوی سید عظیم الدین صاحب خادم آستانہ مقدسہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ، نقشہ نظری بالا درگاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب الٰہ دیا خیرآبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہٗ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سہ دری تعمیر شدہ ۱۰۵۶ھ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوف کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تخمیناً آخر صدی دوازدہم تک اسی رُخ نماز ادا ہوتی رہی بعد ازاں فرشِ مسجد و صحنِ مسجد کو بوجہ شکستہ ہوجانے کے مرمت ہوئی چونکہ رُخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعان دہلی تعمیر شدہ ۹۹۴ھ ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرش جدید میں نشان صفوف میں موافق رخ روضہ قائم ہوکر اب تک نماز اُس رُخ ادا ہوئی اس کارروائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوف کامل کے ایک صف کامل کی گنجائش رہی اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دویم قائم کی گئی تو کامل نہ ہوسکی ناقص رہی اب پھر فرش مذکورہ خراب ہوکر مرمت ہورہا ہے بصورت ضرورت نشانات صفوف جدید قائم کئے جائیں گے، چونکہ اکثر مساجد بلاد وامصار ہند قطب رُخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے، نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے۔

فی تجنیس الملتقط القبلۃ فی دیارنا بین مغرب الشتاء ومغرب الصیف، فان صلی الی جھۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ قال الامام ابومنصور ینظر الی اقصر ایام الشتاء والی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربیھما ثم یترك الثلثین عن یمینہ وثلثا عن یسارہ ویصلی ما بین ذلك، قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز والثانی للاستحباب کما فی جامع المضمرات[1]۔

تجنیس ملتقط میں ہے کہ ہمارے علاقے کا قبلہ موسم سرما کے مغرب اور موسم گرما کے مغرب کے درمیان ہے اگر کسی نے ایسی جہت میں نماز ادا کی جو دونوں مغربوں سے خارج ہو تو نماز فاسد ہوگی، امام ابومنصور نے فرمایا موسم سرما کے سب سے چھوٹے دنوں اور موسم گرما کے سب سے بڑے دنوں کو دیکھا (غور کیا) جائے تو اس طرح ان دونوں کے مغرب کی پہچان ہوجائے گی۔ پھر اپنے دائیں طرف سے دو تہائی اور بائیں طرف سے ایک تہائی چھوڑ کر اس کے درمیان نماز ادا کرے۔ امام السید ناصرالدین نے فرمایا پہلا قول جواز اور دُوسرا استحباب کے لئے ہے، اسی طرح جامع المضمرات میں ہے۔ (ت)

عبارتِ بالا کے متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیغہ مضارع 'ینظر' 'فیتعرف' 'یترك' 'یصلی' معروف یا مجہول اور فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ کون ہے؟ اور لفظ عن یمینہ و عن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ؟ لہٰذا عبارت عربیہ پر اعراب قائم فرمائے جائیں اور فاعل وغیرہ و مرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایتاً امور ذیل کی ہدایت مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ مذکورہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رُخ رہنے دینا اور ہر دو صفوف کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل و اولیٰ ہے یا نشانات قائم کرکے جہتِ قبلہ بدل دینا افضل ہے تو قطب رخ جس میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل و اولیٰ ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حدمکان اس مسجد خاص میں بلحاظ تکمیل صفوف کی تصریح مستحب ہے یا تبدیلی جہت قبلہ کی مغرب بین شمس و مغرب بین قمر ایک ہی ہیں یا جُداگانہ؟ جواب استفتاء ہذا کی نہایت عجلت ہے کہ مرمت قریب الاختتام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بحالت تری فرش کے نشانات جیسے پائدار قائم ہوسکیں گے بعد خشکی ممکن نہ ہوگا لہٰذا توجہ خاص کا محتاج ہے اور چونکہ یہ استفتاء خاص متعدد علوم و فنون سے تعلق رکھتا ہے بدیں وجہ باوجود آگہی عدیم الفرصتی بندگان ذات بابرکات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی دوسری جگہ حصول جواب کی پوری امید نہ تھی لہٰذا اس تکلیف دہی خاص کی نسبت متر صد معافی ہوکر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بوالپسی امیدوار ہوں، جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔

---

[1] تجنیس الملتقط

الجواب

علمائے کرام نے جو خاص تخمینے جہتِ قبلہ کے لئے ارشاد فرمائے وُہ خاص اپنے بلاد کے لئے ہیں نہ کہ حکم عام، ولہذا وہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ہے۔

علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تجنیس الملتقط کی نسبت فرمایا انما یصح فی بعض البقاع[1] (یہ قاعدہ بعض جگہوں میں صحیح و درست ہے۔ ت) خیر آباد جس کا عرض شمالی ستائیس[۲۷] درجے اکتیس[۳۱] دقیقے اور گرینچ سے مشرقی اسّی درجے اڑتالیس[۴۸] دقیقے ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطۂ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف وشتا وسطِ حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا کہ پاؤ درجہ تک بھی نہیں پہنچتی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے۔

وذلك لان عرض مكة المكرمة شرفها الله تعالٰی كا الہ وطولها مح ی فما بين الطولين مد لج : لوظل عرض مكة ۹٫۶۵۹۳۵۴۲۳ ـ لوجم ما بين الطولين ۹٫۸۸۰۱۸۰۲ = ۹٫۶۷۱۳۳۶۲۰ قوسه فی جدول الظل حہ لط نہ لوجمها ۹٫۶۹۴۸۵۸۹۶ ـ، محفوظ اول، ثم فضل عرض البلد على هذه القوس ما قه لوجمها بالتدقيق ۷٫۲۵۰۸۳۹۵۸ ـ محفوظ ثانی، فلوظل ما بين الطولين ۹٫۶۹۳۳۵۴۴۶ + محفوظ اول ـ محفوظ ثانیا = ۱۲٫۳۷۳۴۲۸۴ قوس هذا الظل فسط مه الو ـ هو الانحراف الى نقطة المغرب من نقطة الجنوب لان عرض البلد الشمالی اكثر من القوس المذكورة فالانحراف من المغرب الاعتدال الى الجنوب مد قلح وهو المقصود۔

یہ اس لئے ہے کہ مکہ مکرمہ (اللہ تعالٰی اس کی بزرگی میں اضافہ فرمائے) کا عرض مثلاً کا الہ ہو اور اس کا طول مح ی ہو تو دونوں طولوں کے درمیان مد لج ہوگا کہ اگر ظل عرض مکہ ۹٫۶۵۹۳۵۴۲۳ ـ لوجم جو دونوں طولوں کے درمیان ہے ۹٫۸۸۰۱۸۰۲ = ۹٫۶۷۱۳۳۶۲۰ ہے جس کا قوس جدول میں حہ لط نہ ہوا اس کا لوجم ۹٫۶۹۴۸۵۸۹۶ ہے یہ محفوظ اول ہے۔ پھر اس قوس پر عرض بلد زائد ہوگا جو ما قہ ہے جس کا لوجم بالتدقیق ۷٫۲۵۰۸۳۹۵۸ ہے یہ محفوظ ثانی ہے۔ پس اگر ظل "جو دونوں طولوں کے درمیان ہے" ۹٫۶۹۳۳۵۴۴۶ + محفوظ اول ـ محفوظ ثانی = ۱۲٫۳۷۳۴۲۸۴ ہے اس ظل کا قوس فسط مہ لبے اور یہ نقطہ جنوب سے نقطہ مغرب کی طرف انحراف ہے کیونکہ بلد شمالی کا عرض قوسِ مذکورہ سے زائد ہے پس مغربِ اعتدال سے جنوب کی طرف انحراف مد قلح ہے اور یہی مقصود ہے۔ (ت)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۹

سوال میں وسط مغربین کو جہت قبلہ روضہ رخ لکھا اس سے معلوم ہوا کہ مزار مبارک کا منہ صحیح جانب قبلہ تحقیقی ہے تو لازم تھا کہ سرہانا تقریبًا سیدھا جانب قطب ہو کہ وسط مغربین و وسط قطبین شئ واحد ہے مگر نقشہ میں قطب شمالی کا خط دیوار روضۂ مبارکہ سے جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی اتنا انحراف ہے تو وسط مغربین کا ہرگز جہت قبلہ روضہ رخ ہونا متصور نہیں پھر یہاں امر اہم اس کی معرفت ہے کہ دیوار محراب مسجد کو قبلۂ تحقیقی سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثمن دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلاتکلف صحیح و درست ہے، اس انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تجنیس ملتقط سے گزرا :

قال الامام السید ناصرالدین، الاول للجواز والثانی للاستحباب[1]

امام ناصرالدین نے کہا: پہلی صورت میں جواز اور دوسری میں استحباب ہے۔ (ت)

اسی طرح اُس سے اور نیز ملتقط سے حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے: شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی و شرح الخلاصۃ للقہستانی۔ پھر ردالمحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کرکے فرمایا :

ولو لم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز[2]

اگر کسی نے اس طرح نہ کیا اور مغربین کے درمیان نماز پڑھی تو جائز ہوگی۔ (ت)

تو ایک امر مستحب کے لئے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا اور صفوف مسجد کو ناقص و ناتمام کردینا ہرگز مناسب نہیں۔ شرع مطہر میں تکمیل نہایت امر مہتم بالشان ہے جس کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ[3]

جس نے صف کو ملایا اللہ تعالٰی اسے ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ تعالٰی اسے قطع فرمائے گا (ت)

یہاں اگر قطع صف موجود نہیں صف بروجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہوکر تکمیل نہ کرنے دیں گی فکان کالصف بین السواری وقد نھی عنہ بنحو ذلک کما ذکرنا فی فتاونا (یہ اس صف کی طرح ہے جو ستونوں کے درمیان ہو حالانکہ اس سے اور اس طرح کی دوسری صورتوں سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ت) بیان

---

[1] تجنیس الملتقط

[2] ردالمحتار — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۳۱۶

[3] سنن ابوداؤد — باب تسویۃ الصفوف — ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۹۷

سوال اگر صحیح ہے تو یہ انحراف میں ثابت کرچکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلاشُبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلۂ تحقیقی کو مُنہ کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنّتِ مستحبہ ہے لہذا مسجد میں نماز بلاشُبہ جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں، نہ یہ دیوار سیدھی کرنا فرض البتہ بہتر و افضل ہے، ردالمحتار میں ہے:

لوانحرف عن العین انحرافا لاتزول منہ المقابلۃ بالکلیۃ جاز ویؤیدہ ماقال فی الظہیریۃ اذاتیامن او تیاسر تجوز[1]

اگر عین کعبہ سے اتنا منحرف ہُوا کہ اس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہو تو نماز جائز ہے اس کی تائید ظہیریہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ جب وہ تھوڑا دائیں یا بائیں ہو جائے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقط سے:

ھذا استجاب والاول للجواز اھ یرید ان عدم الانحراف مھما قدر مستحب والانحراف مع عدم الخروج عن الجھۃ بالکلیۃ جائز[2]۔

یہ استجاب کے لئے ہے اور پہلا جواز کے لئے ہے اھ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی قدر بھی انحراف نہ ہو یہ مستحب ہے اور اس طرح کا انحراف کہ جہت کعبہ سے بالکل خروج نہ ہو یہ بھی جائز ہے۔ (ت)

پھر اگر اس افضل کو اختیار کرنا چاہیں تو دیوار سیدھی قطب سے مشرق کو ہٹی ہوئی بنائیں اور اس کا وہ طریقہ جس میں زاویہ ناپنے کی حاجت نہ پڑے یہ ہے کہ اس دیوار قبلہ کا جنوبی گوشہ جس پر حرف "ب" لکھا ہے قائم رکھیں اور صحیح قطب نما سے ایک خط ب سے سیدھا قطب کو اتنا بڑا کھینچیں جس کا طول اس دیوار کے برابر ہو ایک رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب پر خوب جمائے رہیں کہ سرکے نہیں اور دوسرا سرا حرف ح سے ملا کر مشرق کی طرف اس طرح کھینچیں کہ رسّی میں جھول نہ پڑنے پائے، اس کی کشش سے کمان کی شکل میں زمین پر بن جائے اور پھر ایک سیدھی لکڑی سوا چھ قبضہ کی ناپ کر اس کا ایک سرا حرف ح پر رکھیں اور دوسرا اس کمان سے ملا دیں جہاں ملے اس ملنے کی جگہ کا نام حرف ۶ رکھیں، ۶ سے ب تک سیدھا خط ملادیں، یہ ٹھیک دیوارِ قبلہ ہوگی

وذلک لان فی مثلث ح ب ۶، ساقا ح ب، ۶ ب ـ کل ۱۰۶ ـ وزاویۃ ب = مح لح فکل من زاویتی القاعدۃ مح ح ل فلو جیبھا

اور یہ اس لئے کہ مثلث ح ب ۶ میں ح ب، ۶ ب کی دو ساقیں ہیں کل ۱۰۶ ہوئے اور زاویہ ب = مح لح ہے تو قاعدہ کے دونوں زاویوں کا کل مح ح ل

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۳۱۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۹٫۶۹۹۹۸۱۰۷ ولوجیب حم لم ۸٫۶۷۷۰۹۶۹۷ ولو ۱۰۶ = ۲۶۰۲۵۳۰۵۹ مجموع ھذین = ۱٫۶۷۹۶۲۷۵۶ — ۹۹۹۸۱۰۷ = ۰٫۶۷۹۶۳۶۴۹ عددہٗ = ۶۲۵۸ ھذہ قبضات خطح ء وذلک ما اردناہ۔

ہوگا اس کا اگر جیب ۹٫۶۹۹۹۸۱۰۷ ہوا اور اگر جیب ح لم کا ۸٫۶۷۷۰۹۶۹۷ ہے اور لو ۱۰۶ = ۲۶۰۲۵۳۰۵۹، ان دونوں کا مجموعہ = ۱٫۶۷۹۶۲۷۵۶ — ۹۹۹۸۱۰۷ = ۰٫۶۷۹۶۳۶۴۹ جس کا عدد = ۶۲۵۸ ہے یہ خطح ء کے قبضے ہیں اور یہی ہماری مراد ہے (ت)

اور اگر پہلے صحیح جانچ کرلی ہو تو دوبارہ قطب نما لگانے اور زیچ کا خط یعنی ح ب بنانے کی حاجت نہیں بلکہ دیوار کے ناپ کی رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب کی جگہ پر خوب جما کر رسّی میں بے خم پڑے دوسرا سرا دیوار کے حرف ا پر رکھ کر دوسرا سرا جہاں ملے کمان سے ملادیں، اس ملنے کی جگہ دیوار کے کنارہ ب تک سیدھا خط کھینچ دیں دیوار قبلہ اس خط پر اٹھائیں کہ صحیح ہوگی

لان زاویة ا ب ء = ۵ ولر کما تقدم فکل زاویة القاعدة ۸۷ ؍ مال جیبھا ۹٫۹۹۹۳۷۵۷ وجیب ۵ لر ۸٫۹۱۵۵۰۹ فاذا جمع فیه ۱۰۶ اصار ۱۲۰٫۸۶۸۵۶۸ — ۹٫۹۹۹۳۷۵۷ = ۱۱۰٫۸۷۵۸۱۱ عددہ ۱۲۶۲۳۴ وذلک ما اردناہ۔

کیونکہ زاویہ ا ب ء = ۵ ولر کے ہے جیسا کہ گزرا تو قاعدہ کے زاویہ کا کل ۸۷ ؍ مال ہوگا جس کا جیب ۹٫۹۹۹۳۷۵۷ اور جیب ۵ لر کا ۸٫۹۱۵۵۰۹ ہے تو جب اس میں اگر ۱۰۶ کو جمع کیا جائے تو یہ ۱۲۰٫۸۶۸۵۶۰ — ۹٫۹۹۹۳۰۵۷ = ۱۱۰٫۸۷۵۸۱۱ ہوگا جس کا عدد = ۱۲۶۲۳۴ ہے اور یہی ہماری مراد ہے۔ (ت)

مگر ان صورتوں میں ایک لحاظ لازم ہے جبکہ مسلمان اُسے مسجد کرچکے تو یہ گلی جو دیوار سیدھی کرنے میں چھوٹے گی اُسے ضائع چھوڑدینا جائز نہیں کہ وہ مسجد ہی کا ٹکڑا ہے اور اُس کی بے حرمتی حرام۔ تو یا تو سیدھی دیوار ہی اور چن کر اس سے ملادیں کہ زمین چھوٹی نہ رہے یا ممکن ہو تو دیوار کا گوشۂ الف برقرار رکھیں اور گوشۂ ب سے سوا بارہ قبضہ زمین مغرب کو حرف س تک بڑھا کر ا اور س میں خط ملا کر دیوار جدید اٹھائیں کہ اگلی دیوار کی زمین شاملِ مسجد رہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۵: از حیات نگر ڈاکخانہ سرائے ترین ضلع مراد آباد مرسلہ سید حبیب شاہ صاحب ۸ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

بادی مراحل تحقیق جناب مولٰینا صاحب دامت برکاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب عالی اس قصبہ حیات نگر کی مسجد سمت مغرب سے متجاوز ہے اُس کا نقشہ علیحدہ ایک پرچہ کاغذ کی پشت پر اور اس کا تمام حال کاغذ کی پیشانی پر لکھ کر حضور کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کرتا ہوں باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں سیدھے مسجد کے رُخ نماز نہیں ہوتی کمترین نے ایک صاحب کے پاس مسجد کا

نقشہ بھیج کر اُن سے دریافت کیا تھا انھوں نے رد المحتار سے یہ نشان دے کر (ج ۱ ص ۲۸۶) کچھ عربی کی عبارت لکھ کر اُس کا خلاصہ اُردو میں کیا تھا کہ انحراف قلیل جانب کعبہ سے مصلی کو مضر نہیں ہے اور اس انحراف قلیل کی حد یہ ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جزو کعبہ کے مقابل باقی رہے اس طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف سے کعبہ تک خط مستقیم کھینچا جاسکے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ خط مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے خارج ہو یا اُس کے دونوں طرف میں سے کسی طرف سے خارج ہوا ہو اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے، جو نقشہ مسجد کا آپ نے بھیجا ہے اس مسجد میں مسجد کے رُخ پر نماز پڑھنا بے شُبہ جائز ہے لہذا مسجد کے رُخ پر نماز پڑھایئے، بعض صاحب اس جواب کو پذیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اس کا انحصار رکھتے ہیں لہذا گزارش یہ ہے کہ حضور اس کاغذ کو جس پر مسجد کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرما کر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت طلب گزارشیں کاغذ کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں اُن کا جواب ارقام فرما کر کمترین کو معزز فرمایا جائے۔ واجباً گزارش ہے اس مسجد کا رُخ نقشہ مذکورہ سے بخوبی نمایاں ہے، یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے ۲۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظمہ ۲۱ درجے ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رُخ پر کی جائے یا مسجد کا خیال چھوڑ کر اور کعبہ شریف کا خیال کرکے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رُخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

ا ب ح مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام مصلی ح سمت نقطہ مغرب کہ ا سمت قطب شمالی ہے نقطہ ب سے مسجد کی دیوار قبلہ ا ح پر عمود ب ح قائم کیا تو مثلث ا ب ح کا مشابہ ہوا اُس کا زاویہ ب اُس کے زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر ایک زاویہ ح سے مل کر قائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے مساوی ہوا، یہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطہ مغرب سے جس قدر شمال کو جھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیمائش میں ۱۸ درجے ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطہ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لئے صرف عرض بلد کافی نہیں ہوتا طول بھی درکار ہے۔ وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطلس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مراد آباد کی عام آبادیاں ۷۸، ۷۹ درجے کے اندر ہیں ۲۸ درجے عرض پر اگر طول ۷۸ درجے ہو تو عمود قبلہ سمت الراس سے جنوب کو تین درجے جھکے گا، دوسری میں دو درجے ستائیس درجے، بہرحال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۳ درجے مائل ہے اور مسجد ۱۸ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعیہ حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو جھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پینتالیس درجے انحراف نہ ہو سمت قبلہ باقی رہتی ہے۔ عبارت رد المحتار وغیرہا عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف راجح ہیں نہ وہ اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حد قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دوچند جھکی ہوتی تب بھی حد سے

نہ نکلتی، تو اگر مسجد ہی کے رُخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہوجائے گی مگر بعد اطلاع قبلہ سے اتنا انحراف مکروہ و خلافِ سنّت ہے، لہذا سمتِ مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمتِ قبلہ کا، یعنی خط ب ء کی سیدھ سے بھی پونے تین درجے جنوب کی جانب اور جھکیں لیکن یہ انحراف ضعیف ہوگا اگر خط ب ء ہی کی سیدھ پر پڑھیں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ
هِدَایَةُ المُتعَالِ فِیْ حَدِّ الاِسْتِقْبَالِ ۱۳۲۴ھ

(استقبالِ قبلہ کی تعیین میں اللہ تعالٰی جل شانہٗ کی رہنمائی)

مسئلہ ۳۹۶: از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

شہر علی گڑھ کی عیدگاہ کہ صدہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء متقدمین بلاکراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے، آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلاتِ انگریزی سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی داہنے کونے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے نوّے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانانِ شہر پر بر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے، اور ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک فتوٰی چھاپا جس کی عبارت جواب یہ ہے "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو شہید کرکے ٹھیک سمتِ قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں اسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عیدگاہ میں ٹھیک سمتِ قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور اُن خطوط پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا کریں، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے:

ومن کان غائبا ففرضہ اصابۃ جھتھا ھو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع[1] انتہی

جو شخص کعبہ سے دور ہو اس پر نماز کے دوران سمت کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے یہی صحیح ہے کیونکہ تکلیف حسبِ طاقت ہوتی ہے انتہی (ت)

---

[1] الہدایۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۸۰

کتبِ معتبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ ما بین المغربین ہونا چاہیے یا کیا؟ اور اس کا سمتِ قبلہ درست کرنا فرض ہے یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل لنا الکعبۃ قبلۃ و امانًا والصلٰوۃ والسلام علی من الی افضل قبلۃ ولّانا، رسول الثقلین و امام القبلتین جعل اللہ تعالٰی بابہ الکریم فی الدارین قبلۃ امالنا وکعبۃ منانا وعلٰی اٰلہ وصحابتہ وسائر اھل قبلتہ الذین ولوا الیہ وجوھھم تصدیقا و ایمانا اٰمین اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لیے جس نے کعبہ کو ہمارا قبلہ اور پناہ گاہ بنایا اور صلٰوۃ سلام ان پر کہ جس نے ہمیں اچھے قبلہ کی طرف پھیرا، جن و انس کے رسول اور دونوں قبلوں کے امام جن کے باعزت دروازے کو اللہ تعالٰی نے جنہیں دنیا و آخرت میں ہماری تمام امیدوں کا قبلہ اور آرزوؤں کا کعبہ بنایا، آپ کی آل، اصحاب اور اُن اہلِ قبلہ پر جنہوں نے حالتِ ایمان و تصدیق میں اس کعبہ کی طرف رخ کیا آمین: اے اللہ! حق و صواب کی ہدایت فرمادے۔)

فتوائے مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق و صحت سے عاطل اور منصب افتا پر زا اجترا بلکہ شریعتِ مطہرہ پر کھلا افترا ہے۔

اولاً اگر بفرض باطل یہ عیدگاہ جہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق و مغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم کہ بحالت استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے، دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا، اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے انہدام کوئی چارہ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض مانا، عیدگاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنّت، زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مصلائے عید کفِ دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا، جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سُترہ کے لئے ایک نیزہ نصب کر دیا جاتا، زمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں بھی یونہی رہا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لئے مسجدیں بنائیں ظاہراً اُنھیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی کما استظھرہ السید نورالدین السمھودی قدس سرہ فی تاریخ المدینۃ الکریمۃ (جیسا کہ سید نورالدین سمہودی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب تاریخ المدینۃ المنورہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ ت) صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ترکز لہ الحربۃ قدامہ یوم الفطر والنحر ثم یصلی۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس کے سامنے عید الفطر اور عید الاضحٰی کے موقع پر نیزہ نصب کیا جاتا پھر آپ نماز پڑھاتے۔ (ت)

اُنھیں کی دوسری روایت میں ہے:

قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغدو الی المصلی والعنزۃ بین یدیہ تحمل و تنصب بالمصلی بین یدیہ فیصلی الیہا۔[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے نیزہ اٹھا کر لایا جاتا اور عید گاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا پھر اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھاتے تھے (ت)

سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و مستخرج اسمٰعیلی میں زائد کیا:

وذلک ان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتر بہ۔[3]

یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ عید گاہ فضاء میں تھی وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے سُترا بنایا جا سکے۔ (ت)

افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض زمانۂ رسالت و زمانۂ خلافت و زمانۂ رسالت سب میں متروک رہا۔

ثانیاً اس عیدگاہ کی عمارت موجودہ سے دین الٰہی کو کوئی ایسا ضرر شدید پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہوا یا نہیں اگر نہیں تو بحال استطاعت مالی اس کا ہدم کیوں فرض ہوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں، استطاعت مالی بنانے کو چاہئے ڈھانے میں کیا ایسا در کار ہے جس سے مسلمانانِ شہر عاجز ہوں۔

ثالثاً خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کار براری ممکن اور وہ ضرر مندفع ہے یا نہیں، اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ لغو حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی، اور اگر ہاں تو بحال استطاعت یُوں کاربراری کس نے حرام کی کہ بالتعیین ڈھا دینا ہی فرض ہوگیا، کیا یہاں متعدد ضرر مفترض الازالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو۔

رابعاً یہ عیدگاہ سمت سے یکسر خارج ہے یا حدود جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذات عین سے منحرف ہے برتقدیر اول اس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی باطل محض ہوئی لازم تھی، برتقدیر ثانی اس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدود شرع کے اندر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری باب الصلوٰۃ الی الحربۃ یوم العید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۳۳

[2] صحیح بخاری باب حمل العنزۃ او الحربۃ الخ " " " " " " "

[3] سُنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الحربۃ یوم العید مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۳

خامساً علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور حدودِ جہت میں بلا کراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابتِ عین۔ بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے:

قبلته حالة البعد جهة الكعبة وهى المحاريب لاعين الكعبة[1]۔

کعبہ سے دُوری کی صورت میں جہتِ کعبہ ہی قبلہ ہے اور وہ محرابِ مسجد ہے نہ کہ عینِ قبلہ۔ (ت)

جامع الرموز میں امام زندویسی سے ہے: الجهة قبلة كالعين[2] (جہتِ کعبہ عینِ قبلہ کی طرح ہے۔ ت) ہاں حتی الوسع اصابتِ عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملتقط و حلیہ وغیرہما کے نصوص بعونہٖ تعالیٰ آگے آتے ہیں، اور خیریہ میں فرمایا: هو افضل بلاريب ولامين[3] (بغیر کسی شک و شُبہ کے افضل ہے۔ ت) درر مولا خسرو و ردالمحتار میں ہے:

لوانحرف عن العين انحرافا لاتزول منه المقابلة بالكلية جاز ويؤيده ماقال فى الظهيرية اذا تيامن اوتياسر تجوز[4]۔

اگر عینِ کعبہ سے بالکلیہ انحراف نہ ہو (یعنی معمولی انحراف ہوا) تو نماز جائز ہے۔ اس کی تائید ظہیریہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: جب نمازی ذرا دائیں یا بائیں ہوگیا تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

اور ترکِ مستحب مستلزم کراہت تنزیہ بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز، بحرالرائق باب العیدین میں ہے:

لايلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابد لها من دليل خاص[5]۔

ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

تو اُس میں نماز مکروہ تحریمی ٹھہرانا نئی روشنی کی محض ظلماتی ساخت ہے۔

سادساً عبارت ہدایہ کہ فتوٰی مذکورہ نے نقل کی اُس کے مُدعا سے اصلاً مس نہیں رکھتی بلکہ حقیقۃً وہ اس کا رد ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مکی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معظمہ کی طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط الارکان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۸

نوٹ: بدائع میں یہ عبارت معناً مذکور ہے الفاظ بعینہٖ موجود نہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] جامع الرموز فصل شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۹

[4] ردالمحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵

[5] البحرالرائق باب العیدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۳

منہ ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہے اس سے خود ثابت ہُوا کہ غیر مکہ مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامہ کتب مذہب میں ہے پھر مسافت بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور درحق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُعد بڑھتا جائے گا انحراف زیادہ گنجائش پائے گا۔ بحرالرائق و طحطاوی علی الدر وغیرہما میں ہے:

المسامتة التقریبیة هو ان یکون منحرفا عن القبلة انحرافا لاتزول به المقابلة بالکلیة، والمقابلة اذا وقعت فی مسافة بعیدة لاتزول بما تزول به من الانحراف لوکانت فی مسافة قریبة[1]۔

مسامتت تقریبی یہ ہے کہ انحراف عن القبلہ اس طرح ہو کہ جہتِ کعبہ سے مقابلہ بالکلیۃ ختم نہ ہو اور مقابلہ جب مسافتِ بعیدہ کی صورت میں ہو تو وہ اتنے انحراف سے ختم نہیں ہوتا جتنے سے مسامت قریبہ میں مقابلہ ہو تو ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ شرح منیہ و بحر شرح کنز و فتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے:

ویتفاوت ذلك بحسب تفاوت البعد وتبقی المسامتة مع انتقال مناسب لذلك البعد[2]۔

انحراف بُعد کے اعتبار سے متفاوت ہوتا ہے اور اس بُعد کے مناسب انتقال کے ساتھ مسامتت (سمت) باقی رہتی ہے۔ (ت)

فتوٰی میں عبارتِ ہدایہ سے استناد کے لئے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد منقطہ مغرب سے تئیس گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکر عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھئے تو عبارت مستدل کے لئے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے، ہم عنقریب بعونہ تعالٰی ثابت کریں گے کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ جہت کے اندر ہے۔

سابعًا ہمارے بعض علما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیأت قیاسات و آلات کا اعتبار ہی نہیں، جامع الرموز نے اسی بحثِ سمتِ قبلہ میں لکھا:

منهم من بناه علی بعض العلوم الحکمیة الا ان العلامة البخاری قال فی بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا

فقہاء میں سے بعض نے اس مسئلہ کی بنیاد بعض علومِ حکمیہ پر رکھی ہے مگر علامہ بخاری نے کشف الاسرار میں قیاس کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷
[2] البحرالرائق شرح کنزالدقائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۴

لم یعتبروہ وبہ یشعر کلام قاضی خان اھ[1]
وایدہ فی النھر بان علیہ اطلاق المتون[2]
اھ وردہ فی ردالمحتار قائلا لم ارفی المتون
ما یدل علی عدم اعتبارھا ولنا تعلم
ما نھتدی بہ علی القبلۃ من النجوم وقال
تعالٰی والنجوم لتھتدوا بھا الخ واستظھر
ان الخلاف فی عدم اعتبارھا انما ھو عند
وجود المحاریب القدیمۃ اذ لا یجوز التحری
معھا کما قدمناہ لئلا یلزم تخطئۃ السلف
الصالح وجماھیر المسلمین بخلاف ما اذا
کان فی المفازۃ فینبغی وجوب اعتبار النجوم
ونحوھا فی المفازۃ لتصریح علمائنا وغیرھم
بکونھا علامۃ معتبرۃ فینبغی الاعتماد فی
اوقات الصلاۃ وفی القبلۃ علی ما ذکرہ العلماء
الثقات فی کتب المواقیت وعلی ما وضعوہ لھا
من الاٰلات کالربع والاصطرلاب فانھا ان لم
تفد الیقین تفید غلبۃ الظن للعالم بھا،
وغلبۃ الظن کافیۃ فی ذلک[3] الخ۔

اس کا اعتبار نہیں کیا، قاضی خاں کی گفتگو بھی اسی طرف
رہنمائی کرتی ہے اھ نہر میں اس کی تائید یُوں کی ہے کہ اسی
پر متون کا اطلاق ہے اھ ردالمحتار میں یہ کہتے ہُوئے
اس کا رد کیا کہ میں نے متون میں ایسی کوئی دلیل نہیں دیکھی
جو ان کے عدمِ اعتبار پر دال ہو، حالانکہ ہم پر اس چیز کا
تعلم ہے جس کے ساتھ ستاروں کے ذریعے ہم قبلہ پر رہنمائی حاصل
کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد بھی دلیل ہے والنجوم
لتھتدوا بھا الخ (اس نے ستارے اس لئے بنائے
تاکہ تم ان سے رہنمائی حاصل کرو) اس سے ظاہر کیا
کہ ان کے عدمِ اعتبار میں اختلاف اس صورت میں ہے
جب وہاں قدیم محراب موجود ہوں کیونکہ ان کے ہوتے
ہُوئے تحری جائز نہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے، تاکہ
سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا
لازم نہ آئے بخلاف اس صورت کے جب مصلی جنگل اور
ویران جگہ میں ہو تو وہاں ستاروں وغیرہ کا اعتبار
ضروری ہے کیونکہ ہمارے علماء وغیرہم نے ان چیزوں کے
علامتِ معتبرہ ہونے پر تصریح کی ہے، لہذا اوقاتِ نماز
اور تعیینِ قبلہ کے متعلق ثقہ علماء کے کتبِ مواقیت میں
بیان کردہ قواعد وضوابط پر اعتماد کرنا مناسب ہے اور وہ آلات مثلاً ربع، اصطرلاب وغیرہ جو اوقات کی پہچان کے لئے
انھوں نے بنائے ہیں ان پر بھی اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ اگر ان آلات سے یقین کا درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم غلبہ ظن تو اس شخص کو
جو ان آلات سے متعلق معلومات رکھتا ہو حاصل ہوجائے گا۔ اور اس مسئلہ میں ظنِ غالب ہی کافی ہے الخ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل شروط الصلٰوۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰
[2] ردالمحتار بحوالہ النھر مبحث فی استقبال القبلۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۷
[3] " " " " " " " "

اقول وھو کلام نفیس وان تحری جزاف لایکاد یرجع الی اشارۃ علم من الظن الغالب الحاصل بتلك القواعد ولولا مکان اطوال البلاد وعروضها فی امر تعیین القبلۃ ومجال الظنون فی اکثرها لکان ما یحصل بها قطعیا لامساغ لریبۃ فیہ بل لو حققت لالفیت جل المحاریب المنصوبۃ بعد الصحابۃ والتابعین رضی اللہ تعالٰی عنهم انما بنیت بناءً علی تلك القواعد وعلیها اُسست لها القواعد فکیف یحل اعتماد تلك المحاریب دون الذی بنیت علیہ نعم عند التعارض ترجح القدیم خلافا للشافعیۃ لئلا یلزم تخطئۃ السلف الصالح وجماهیر المسلمین کما ذکرہ الشامی وغیرہ ولان علم الجمیع اقوی من علم الاٰحاد وللسلف مزیۃ جلیۃ علی الخلف ولربما یخطی النظر فی استعمال القواعد والاٰلات کما هو مرئی مشاهد فهو اولی بالخطاء منهم ولذا قال فی الفتاوی الخیریۃ واما الاجتهاد فیها ای فی محاریب المسلمین بالنسبۃ الی الجهۃ فلا یجوز حیث سلمت من الطعن لانها لم تنصب الا بحضرۃ جمع من المسلمین اهل معرفۃ بسمت الکواکب والادلۃ فجری ذلك مجری الخبر فتقلد

اقول (میں کہتا ہوں) یہ نفیس گفتگو ہے علم کے کسی پہلو کو نہ چھُونے والے بے اصل اندازے کو ان آلات سے حاصل شدہ ظنِ غالب سے کیا تعلق، اگر تعیینِ قبلہ کے معاملہ میں طول البلد اور عرض البلد اور ان کے اکثر معاملات میں ظن کا دخل نہ ہوتا تو ان آلات سے حاصل شدہ علم قطعی ہوتا جس میں شک کی گنجائش نہ ہوتی۔ بلکہ اگر تو تحقیق کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ وہ بڑے بڑے محراب جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد بنائے گئے وہ انہی قواعد کی بنا پر بنائے گئے ہیں اور انہی ضوابط پر ان مساجد کے ستون بنائے گئے، تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ان محرابوں پر تو اعتماد کیا جائے مگر ان قواعد پر نہ کیا جائے جن کی بنا پر وہ محراب معرضِ وجود میں آئے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ جہاں قاعدہ و محرابِ قدیم میں تعارض ہوگا وہاں محرابِ قدیم کو ترجیح ہوگی بخلاف شوافع کے تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے جیسا کہ امام شامی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جماعت کا علم احاد کے علم سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور سلف کو خلف پر واضح فضیلت حاصل ہے نیز بعض دفعہ استعمالِ قواعد و آلات میں نظر سے خطا بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ وملاحظہ میں آیا ہے لہذا واحد کا خاطی ہونا جماعت کے خاطی ہونے سے زیادہ قریب ہے، اسی لئے فتاوٰی خیریہ میں کہا کہ جہتِ قبلہ کی تعیین

له ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۷

تلك المحاريب[1] اھ۔ کے معاملہ میں مسلمانوں کے قدیم محرابوں میں اجتہاد اور غوروفکر اس لئے جائز نہیں تاکہ طعن سے محفوظ رہا جاسکے کیونکہ یہ محراب مسلمانوں کی اُن جماعتوں نے قائم کئے ہیں جو کواکب کی سمت اور دلائل کی معرفت رکھتی تھیں، تو چونکہ خیر و بھلائی اسی میں ہے لہذا ان محرابوں کی تقلید کی جائے اھ (ت)

اقول وبه ظهر ان الحكم لايختص بالمفاوز فانهم انما صبوا فی الامصار بناءً علی تلك الادلة لاجرم ان قال العلامة البرجندی فی شرح النقاية ان امر القبلة انما يتحقق بقواعد الهندسة والحساب بان يعرف بعد مكة عن خط الاستواء وعن طرف المغرب ثم بعد البلد المفروض كذلك ثم يقاس بتلك القواعد لتحقيق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلة هراة[2] الی اٰخر ما سياتی ونقله القال فی حاشيته مقرا عليه۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ یہ حکم محض ویرانے اور جنگل کے ساتھ ہی مخصوص نہیں کیونکہ شہروں میں بھی مسلمانوں نے انہی قواعد و ضوابط کی بنا پر محراب قائم کئے ہیں، چنانچہ علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں کہا کہ قبلہ کا معاملہ قواعدِ ہندسہ و حساب کی بنا پر حل ہوتا ہے بایں طور کہ پہلے خطِ استوا سے اور مغرب کی جانب سے مکّہ کا بُعد پہچانا جائے پھر مفروض شہر کے بعد کو اسی طرح پہچانا جائے پھر ان قواعد کے مطابق قیاس کیا جائے تاکہ سمتِ قبلہ معلوم ہوسکے اور ہم ان قواعد کے ذریعے قبلہ ہرات کی سمت یونہی ثابت کرچکے ہیں آخر تک جس کا بیان آئیگا اور اس کو علامہ قال نے اپنے حاشیہ میں ثابت رکھتے ہوئے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدتوں سے بنی ہو اور اہلِ علم و عامۂ مسلمین اس میں بلانکیر نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عیدگاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات و قیاسات کی رُو سے اُس میں شک ڈالا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صدہا سال سے علماء و سائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے، بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تحری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں، ایسی تشکیک بعض مدعیانِ ہیأت نے بعض محرابات نصب کردہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ بالیقین صحابۂ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سننا بھی حلال نہیں، ہاں تحقیق معلوم ہو

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلوٰۃ ؍؍ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۹

کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یُونہی جزافاً قائم کردی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا۔ علامہ خیر الدین رملی استادِ صاحبِ دُرِمختار رحمہما اللہ تعالٰی فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں :

نحن علی علوبان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اعلم من غیرھم فاذا علمنا انھم وضعوا محرابا لایعارضھم من ھو دونھم واذا علمنا ان محرابا وضع من غیرھم بغیر علولا نعتمدہ، واذا لم نعرف شیئا وعلمنا کثرۃ المارین وتوالی المصلین علٰی مرور السنین عملنا بالظاھر وھو الصحۃ[1]

ہمیں یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم دیگر تمام افرادِ اُمت سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ محراب صحابہ نے قائم کئے ہیں تو ان کے مقابل کسی دوسرے کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا (لہذا اس محراب پر اعتماد کیا جائے گا) اور جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ صحابہ کے علاوہ کسی جاہل ناواقف نے یہ محراب بنائی ہے تو اس پر ہم اعتماد نہیں کریں گے، اور اگر کسی محراب کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہ ہوں صرف اتنا جانتے ہوں کہ یہاں کئی سالوں سے کثیر راہ گیر اور نمازی مسلسل نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم اسی ظاہر صورت پر عمل کریں گے اور یہی درست ہے (ت)

اُسی میں ہے :

مذھب الحنفیۃ یعمل بالمحاریب المذکورۃ ولا یلتفت للطعن المذکور[2]۔

احناف کا مسلک یہی ہے کہ ان محاریب مذکورہ پر عمل پیرا ہوں اور مخالف کے طعن و اعتراض مذکور کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

نھایۃ الفلکی المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لایجاوز الحد المذکور وھو علٰی تقدیر صدقہ لایمنع الجواز ولھذا قال الشارح

قولِ فلکی (ماہرِ فلکیات) مذکور کی نہایۃ یہ ہے کہ وہ اس تھوڑے انحراف کے ساتھ جو حدِ مذکور سے تجاوز نہ کرتا ہو طعن (اعتراض) کریگا حالانکہ اگر اس کا یہ قول سچا بھی ہو تاہم جوازِ نماز کے منافی نہیں اس لئے شارح

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الصلوٰۃ | مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت | ۱/ ۹
[2] " | " | " " " | ۱/ ۸

الزیلعی لا یجوز التحری مع المحاریب۔[1]

امام زیلعی نے فرمایا محاریب کے ہوتے ہوئے اجتہاد اور غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الکلام فی تحقق ذٰلک یعنی الانحراف الکثیر ولا یقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المیقاتی کما لا یخفی عند الفقہاء۔[2]

لیکن کلام انحراف کثیر کی تحقیق کے بارے میں ہے اور یہ بات بُعد کی صورت میں ماہرِ فلکیات کی رائے سے یقینی طور پر حاصل نہیں ہوسکتی جیسا کہ فقہاء پر مخفی نہیں (ت)

حلیہ میں ہے:

المحراب فی حق المصلی قد صار کعین الکعبۃ ولہذا لا یجوز للشخص ان یجتہد فی المحاریب فایاک ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق واکثر مساجدہا المبنیۃ علی سمت قبلتہ فیہا بعض انحراف اذ لا شک ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ومن صلی منہم الیہا وکذا من بعدہم اعلم واوثق من فلکی لا ندری ھل اصاب ام اخطأ بل ذٰلک یرجح خطأہ وکل خیر من اتباع من سلف۔[3]

نمازی کے لئے محراب عین کعبہ کی طرح ہے اسی لئے کسی شخص کو روا نہیں کہ وہ محاریب میں اجتہاد یا غور و فکر کرے اس بات سے تو دُور رہ (جو کہا جاتا ہے) کہ جامع اموی دمشق اور اُسکی اکثر دیگر مساجد جو اسکی سمت پر بنائی گئی ہیں ان کی سمت قبلہ کچھ منحرف ہے کیونکہ جامع اموی کے قبلہ کا تعین اُس وقت سے ہوا ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا صحابہ کرام خود بھی اسی رُخ نماز ادا کرتے رہے اور اُن سے بعد کے لوگ بھی اور وہ حضرات اس فلکی سے زیادہ عالم اور ثقہ تھے اس فلکی کے بارے میں ہمیں کیا معلوم کہ اس کی رائے درست ہے یا غلط بلکہ اس کا خاطی ہونا ہی راجح ہے اور تمام خیر اسلاف کی اتباع میں ہے۔ (ت)

پھر علماء کے یہ ارشادات اس کے بارے میں تھے جو فنِ ہیأت کا ماہر کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہ فقہ سے مس نہ ہیأت سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر، ان کی بات کیا قابلِ التفات،

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] " " " " " " ۱/۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ان کی ہیأت دانی اسی اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شانۂ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیلِ انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذاتِ قطب میں بنانا چاہتے ہیں، علمِ ہیأت میں ادراکِ سمتِ قبلہ کے لئے دو طریقے ہیں، ایک تقریبی کہ عامۂ کتبِ متداولہ میں مذکور، دوسرا تحقیقی کہ زیجات میں مسطور۔ یہاں سے واضح کہ یہ حضرات ان دونوں سے مجبور، اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اس کی رُو سے سمتِ قبلہ علی گڑھ نکالیں تو ضرور قطب شمالی شانۂ راست سے جانبِ پشت ہی پھرا رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خطِ قبلہ نقطۂ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانبِ جنوب جھکا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ نقطۂ مغرب کی طرف مُنہ کرتے تو قطب محاذاتِ شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے، قطب ضرور جانبِ پشت میلان کرے گا، اور اگر طریقہ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذی قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریقِ تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطۂ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اُتنا کہ طریقِ تقریب میں تھا ہم دونوں طریق تقریب و تحقیق ان شاء اللہ آخر کلام میں ذکر کریں گے۔

ثامنًا محاذاتِ قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہم اللہ تعالٰی کا صدقہ ہے جن کا منشا اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے زمانۂ اقدس صحابۂ کرام بلکہ حضور پُرنور سید الانام علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والسلام سے غیر مکی کیلئے جہتِ کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابتِ عین کی ہرگز تکلیف نہیں ولہذا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بلادِ متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لئے ایک ہی قبلہ قرار دیا، ملکِ عراق کے واسطے باتباعِ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و فرمانِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابہ نے بین المشرق والمغرب قبلہ مقرر فرمایا، ائمۂ کرام نے بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا، بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس وغیرہا تمام ملکِ شام کا قبلہ ستارۂ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان وغیرہا میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے ملکِ عراق میں سیدھے (دائیں) شانے ملکِ مصر میں بائیں کندھے، ملکِ یمن میں منہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا فرمایا۔ امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا۔ علمانے خراسان و سمرقند وغیرہا بلادِ مشرقیہ کے لئے جن میں ہندوستان بھی داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا۔ امام اجل فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالٰی نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی سے دربارۂ قبلہ چھ قول نقل فرمائے: بنات النعش صغری کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان پر لے کر قدرے بائیں کو پھرنا، ستارۂ قطب کو سیدھے (دائیں) کان کے پیچھے لینا، مسقط راس العقرب کی طرف مُنہ کرنا، آفتاب جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر ملحوظ رکھنا، مسقط دو نسر طائر و واقع کے درمیان بین المغربین کے فاصلے سے دو ثلث دہنے ایک بائیں کو رکھنا۔ اور فرمایا کہ یہ سب اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا مبنٰی وہی ہے کہ اعتبارِ جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی بیچارہ آلات کا پٹارا خیالات کا پشتارا کھول کر بیٹھے تو ہرگز

نہ اُن شہروں کا قبلہ ایک پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہر اسکتا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقیق آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین سمح سہل ہے والحمد للہ رب العٰلمین قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انّا امّۃ امیّۃ لا نکتب ولا نحسب[1] (تمام خوبیاں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ہم امّی اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب رکھتے ہیں۔ ت)

فتاوٰی خانیہ میں ہے:

جھۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقری المحاریب التی نصبتھا الصحابۃ والتابعون رضی اللہ تعالٰی عنھم فحین فتحوا العراق جعلوا قبلۃ اھلھا بین المشرق والمغرب لذٰلک قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان بالعراق جعل المغرب عن یمینہ والمشرق عن یسارہ وھکذا قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی وانما قال ذٰلک لقول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا جعلت المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینھما قبلۃ لاھل العراق وحین فتح خراسان جعلوا قبلۃ اھلھا ما بین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فعلینا اتباعھم وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال فی قبلۃ اھل الری اجعل الجُدَیَّ[ع] علی منکبک

جہتِ کعبہ دلیل کے ذریعہ پہچانی جاسکتی ہے اور دلیل شہروں اور دیہاتوں میں وہ محراب ہیں جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نے قائم کئے، صحابہ نے جب عراق کا علاقہ فتح کیا تو انھوں نے وہاں کے لوگوں کیلئے مشرق و مغرب کے درمیان جہتِ کعبہ مقرر کی اس لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا عراقی مغرب کو اپنی دائیں طرف اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کی اتباع میں کہا ہے جس میں ہے کہ جب تم مغرب کو اپنی دائیں اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے تو ان کے درمیان اہلِ عراق کا قبلہ ہے۔ اور جب صحابہ نے خراسان فتح کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے قبلہ موسم گرما کے مغرب اور موسم سرما کے مغرب کے درمیان قرار دیا۔ پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ انھوں نے اہلِ رے کے لئے قبلہ کا تعین کرتے ہوئے

ع بضم الجیم و فتح الدال و تشدید الیاء ای جُدَیّ الفرقد اسم النجم الثاقب السابع فی اٰخر النعش الصغرٰی ۱۲ العلامۃ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی

جیم پر پیش، دال پر زبر، یاء مشدّد کے ساتھ یعنی جُدَیّ الفرقد یہ اس ساتویں ثاقب ستارے کا نام ہے جو نعش صغرٰی کے آخر میں ہے ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

[1] صحیح مسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۷

الایمن واختلف المشائخ رحمہم اللہ تعالٰی فیما سوی ذٰلک من الامصار، قال بعضھم اذا جعلت بنات نعش الصغری علی اذنک الیمنٰی یمینک وانحرفت قلیلا الی شمالک فتلک القبلۃ، وقال بعضھم اذا جعلت الجُدَیَّ خلف اذنک الیمنٰی فتلک القبلۃ وعن عبداللہ المبارک وابی مطیع وابی معاذ وسلم بن سالم وعلی ابن یونس رحمہم اللہ تعالٰی انھم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضھم اذا کانت الشمس فی برج الجوزاء ففی اٰخر وقت الظھر اذا استقبلت الشمس بوجھک فتلک القبلۃ وعن الفقیہ ابی جعفر رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال اذا قمت مستقبل المغارب فالنسر الواقع بسقوطہ یکون بحذاء منکبک الایمن والنسر الطائر بسقوطہ فی وجھک بحذاء عینک الیمنٰی فالقبلۃ ما بینھما، قال قبلۃ بخارا ھی علی قبلتنا، وعن القاضی الامام صدر الاسلام قال القبلۃ ما بین النسرین، وعن الشیخ الامام ابی منصور الماتریدی رحمہ اللہ تعالٰی انظر الی مغرب الشمس فی اطول ایام السنۃ ثم فی اقصر ایام السنۃ دع الثلثین عن یمینک والثلث عن یسارک فالقبلۃ عند ذٰلک وھذہ الاقاویل بعضھا قریب من بعض[1] اھ مختصرا۔

فرمایا: جدی (ستارہ) کو اپنے بائیں کاندھے پر کرو۔ ان کے علاوہ دیگر شہروں کے بارے میں مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جب بنات نعش صغرٰی کو اپنے دائیں کان پر کرتے ہوئے تھوڑا سا اپنی بائیں طرف پھر جاؤ یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ جدی (ستارہ) کو جب اپنے بائیں کان کے پیچھے کرلے تو یہ تیرا قبلہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مبارک، ابومطیع، ابومعاذ، سلم بن سالم اور علی بن یونس رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ ہمارا قبلہ عقرب (ستارہ) ہے۔ اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ سُورج بُرج جوزا میں ہو تو ظہر کے آخری وقت میں جب تو سورج کی طرف اپنے چہرے کو پھیرلے تو یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا جب تم چہرہ مغارب کے سامنے کی طرف کرو تو نسر واقع تمہارے دائیں کاندھے کے برابر اور نسر طائر چہرے میں تمہاری دائیں آنکھ کے مقابل ہوگا جو ان کے درمیان ہو وہ قبلہ ہے، فرمایا اور بخارا کا قبلہ ہمارے ہی قبلہ پر ہے۔ اور امام قاضی صدر الاسلام کا قول ہے کہ قبلہ دونوں نسروں کے درمیان ہے۔ شیخ الاسلام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ تم سال کے بڑے دنوں میں سورج کے مغرب کی طرف دیکھو اسی طرح سال کے چھوٹے دنوں میں دیکھو پھر اپنی دائیں جانب سے دو تہائی اور بائیں جانب سے ایک تہائی چھوڑ دو تو یہ سمت قبلہ ہے۔ یہ تمام اقوال ایک دوسرے کے قریب ہیں اھ مختصراً (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ میں ہے:

ولذاوضع العلماء قبلة بلد وبلدين وبلاد على سمت واحد فجعلوا قبلة بخارى وسمرقند ونسف وترمذ وبلخ ومرو وسرخس موضع الغروب اذاكانت الشمس فى اٰخر الميزان واول العقرب كما اقتضته الدلائل الموضوعة لمعرفة القبلة ولم يخرجوا لكل بلد سمتا لبقاء المقابلة والتوجه فى ذلك القدر ونحوه من المسافة۔[1]

اسی لئے علماء نے ایک شہر، دو شہر بلکہ متعدد شہروں کا قبلہ ایک ہی سمت مقرر کیا ہے مثلاً بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس کا قبلہ موضع غروب (مسقط راس العقرب) قرار دیا جبکہ شمس آخر میزان اور اول عقرب میں ہو جیسا کہ معرفت قبلہ کے لئے وضع کردہ دلائل اسی کا تقاضا کرتے ہیں اور ہر شہر کے لئے الگ الگ سمت مقرر نہ کی کیونکہ اس قدر اور اسی جیسی مسافت میں مقابلہ اور توجہ الی الکعبہ باقی رہتی ہے۔ (ت)

منیہ و حلیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الجُدَىّ اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة وبغداد وهمدان وقزوين وطبرستان وجرجان وما والاها الى نهر الشاش ويجعله من بمصر على عاتقه الايسر ومن بالعراق على عاتقه الايمن وباليمن قبالة المستقبل مما يلى جانبه الايسر وبالشام وراءه۔[2]

جب کھڑا ہونے والا جدی (قطب ستارہ) کو اپنے دائیں کان کے پیچھے کرلے تو اب اس کے سامنے جہتِ قبلہ ہے اگر وہ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان اور اس کے قرب و جوار نہر شاش تک کے علاقے میں رہنے والا ہو (تمام علاقوں کا قبلہ یہی ہے) مصر میں رہنے والا جدی (ستارۂ قطب) اپنے بائیں کاندھے پر کرلے، عراقی دائیں کاندھے پر کرلے، یمنی اپنے سامنے کی اس جانب کرے جو بائیں جانب سے متصل ہے اور شامی اپنے پیچھے کی طرف کرلے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

وذكر بعضهم ان اقوى الادلة القطب فيجعله من بالشام وراءه والرملة ونابلس

بعض علماء نے فرمایا کہ سب سے قوی دلیل قطب (ستارہ) ہے تو اہلِ شام اسے پشت کی طرف کریں، رملہ، نابلس،

---

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵
[2] البحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

وبیت المقدس من جملة الشام کدمشق وحلب وجوز للکل الاعتماد علی القطب وجعله خلفه ولابد فی ذٰلک من نوع انحراف لاھل ناحیة منھا لکنه لایضر کما قررناہ۔[1]

بیت المقدس سب ملک شام کے حصے ہیں جیسا کہ دمشق اور حلب اور ان کے بعض حضرات نے ان تمام کے لئے قطب ستارے پر اعتماد کو جائز قرار دیا ہے جبکہ وہاں کے رہنے والا اسے اپنے پیچھے کرے حالانکہ اس صورت میں یہاں سے ایک جانب رہنے والوں کیلئے کچھ نہ کچھ انحراف ضرور لازم آتاہے، لیکن یہ انحراف نقصان دہ نہیں جیسے کہ ہم اس کو بیان کر آئے۔ (ت)

اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں ستارۂ قطب داہنے شانے پر لیا گیا ہے اور قدیم سے عام مساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب اعتدال تھا اور اس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اور اُس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر (قدرے انحراف) مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا' یہ مدعیان ہیأت سمجھے کہ عام بلادِ ہندیہ شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے۔ ہندوستان آٹھ درجے عرض شمالی سے پینتیس ۳۵ درجے تک آباد ہے اور طولِ شرقی چھیاسٹھ ۶۶ درجے سے بانوے ۹۲ تک۔ یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد میں اسم جلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ہم نے اپنے رسالہ کشف العلة عن سمت القبلة (۱۳۲۴ھ) میں براہین ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندیپ وغیرہا سے تئیس ۲۳ درجے چونتیس ۳۴ دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس، حاطۂ بمبئی، حیدرآباد کا علاقہ وغیرہا داخل ہیں، سب کا قبلہ نقطۂ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے ستارۂ قطب داہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انتیسویں ۲۹ درجۂ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی، بریلی، مراد آباد، میرٹھ، پنجاب، بلوچستان، شکارپور، قلات، پشاور، کشمیر وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے، قطب سیدھے کندھے سے پشت کی طرف میلان کرے گا۔ دلیل کی رُو سے یہ عام حکم ساڑھے تئیس ۲۳ درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدمِ انحراف کے لئے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس طول وعرض پر آبادی نہیں ۲۳ - ۳۴ سے ۲۸ تک جتنے بلادِ کثیرہ ہیں اُن میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی، کسی کا خاص نقطۂ مغرب کی طرف، علی گڑھ اسی قسمِ دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے۔ ہم نے اُس رسالے میں عرض اٹھائیس سے

عہ ھھنا سقط ۱۲ العلامة حامد رضا رحمه اللہ تعالٰی

یہاں کچھ عبارت ساقط ہوگئی ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریة کتاب الصلوٰة مطبوعہ دارالمعرفة بیروت ۱/ ۷

عرض ۲۴° تک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا اس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور کے مطابق ہے بایں ہمہ عام عملدرآمد اُسی حکمِ واحد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدودِ شرع سے باہر نہیں، بالجملہ یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذات قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں تو جہت اب بھی حاصل، بہرحال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل، اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل۔ غرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنائیے ہم اصل حکمِ شرع بتوفیق اللہ تعالٰی واضح کریں کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف، **فاقول** وماتوفیقی الّا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ت)

افادۂ اُولٰی: جہتِ قبلہ کی حد کیا ہے کہ جب اس سے باہر ہو جہت سے باہر ہو، اس بارے میں عباراتِ علماء متعدد وجوہ پر پائی گئیں:

اوّل جب مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی۔ فتح القدیر و بحرالرائق و خیریہ و طحطاوی و ردالمحتار وغیرہا کُتبِ کثیرہ میں یہاں اور نیز مسئلہ اقتدار بالشافعی میں ہے:

الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب[1] وفی الخیریۃ بعد ما قدمنا عنہ فی الایراد السابع وعند تحققنا بالخطأ زال الغطاء وھو فی اختلاف الجھۃ بحیث یکون متجاوز المشارق الی المغارب[2]۔

مفسدِ نماز وہ انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو۔ اور فتاوٰی خیریہ میں اس گفتگو کے بعد جو پہلے ایرادِ سابع میں بیان کرچکے) ہے۔ جب ہمیں خطاء کا تحقیقی ثبوت مل گیا تو پردہ اُٹھ گیا یعنی کوئی اشکال نہ رہا، وہ یہ ہے کہ جہتِ کعبہ مختلف ہوجاتی ہے جب مشارق و مغارب سے متجاوز ہوں (یعنی مشارق مغارب بدل جائیں)۔ (ت)

اور اُس کی تائید اُس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے حاکم نے کہا برشرطِ بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ما بین المشرق والمغرب قبلۃ[3] مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ امام مالک مؤطا اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق مصنفات

---

[1] البحرالرائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۹

[3] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۴۶

اور بیہقی سُنن اور ابوالعباس اصم اپنے جُزءِ حدیثی میں راوی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: مابین المشرق والمغرب قبلۃ[1] (مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ ت) جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام مثل امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ وحضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

اذا جعلت المغرب عن یمینك والمشرق عن یسارك فما بینہما قبلۃ اذا استقبلت القبلۃ[2]۔

جب تُو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں پر تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے، اس وقت رُوبقبلہ ہولیا۔

اقول عبارتِ مذکورہ علما سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مُنہ کرنے کے عوض پیٹھ کرنا نہ ہو کہ قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو مُنہ کرے یا بالعکس، اُس وقت تک استقبال فوت نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو منہ کرکے کھڑا ہو یعنی کعبہ معظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کروٹ پڑے تو جہت ہنوز باقی رہی اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی مُنہ کرنا نہ کہے گا یہ فَوَلِّ وَجْهَكَ (پس اپنا چہرۂ اقدس پھیریے۔ ت) کے عوض وَلِّ جَنْبَكَ (اپنا پہلو مبارک پھیریے۔ ت) رہے گا اور وہ بالاجماع باطل ہے ولہذا اقول ظہیریہ اذا تیامن او تیاسر تجوز[3] (اگر دائیں یا بائیں ہوگیا تو جائز ہے۔ ت) کی تاویل کی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا ردالمحتار میں اس کی شرح کی:

ای لیس المراد منہ ان یجعل الکعبۃ عن یمینہ اویسارہ اذ لاشك حینئذ فی خروجہ عن الجھۃ بالکلیۃ بل المراد الانتقال عن عین الکعبۃ الی الیمین اوالیسار[4] اھ ملخصا۔

یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ کعبہ کو دائیں یا بائیں کرے کیونکہ اس صورت میں وُہ بلاشک جہتِ کعبہ سے نکل جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں طرف منتقل ہوجائے اھ ملخصاً (ت)

اگرچہ یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ اپنے یہاں کے نقاطِ اربعہ جہاتِ اربعہ کے اعتبار سے افقِ بلد کے دو نصف کیے جائیں، قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزابِ رحمت ہے) تو جنوبی شمالی اور اگر مشرق یا مغرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اُس کا قبلہ بابِ کعبہ ومقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے) تو شرقی غربی،

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۹

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۴۶

[3] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵

[4] " " " " " " " ۱/۳۱۶

پھر جس نصف میں کعبہ ہے مصلّی اس میں کسی طرف مُنہ کرے استقبال ہوجائے گا اور دوسرے نصف کی طرف منہ کیا تو جہت سے نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ اس پر استقبالِ قبلہ میں نماز فاسد اور استدبارِ قبلہ میں صحیح ٹھہرتی ہے۔ فرض کرو ا ب ح ء شہری کا دائرۂ افق ہے جس میں ا نقطۂ مغرب ء نقطۂ مشرق ہے تو ب ا ح قوسِ غربی ہوئی م کعبۂ معظمہ اسی نصف میں واقع تو مصلی نقطہ ط کی طرف منہ کرے تو اس کی توجہ اسی نصف کی طرف واقع ہوئی مگر قطعاً اس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خطِ مستقیم موضعِ مصلی و محلِ کعبہ میں وصل کیا جائے اور دُوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرۂ افق تک ملا دیا جائے اس عمود سے جو افق کے دو نصف ہو۔ ئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے

پس صورتِ مفروضہ میں تصویرِ سمت یہ ہے خط ی ک خطِ قبلۂ تحقیقی اور ح ط اُس پر عمود قوس ح ک ط میں قبلہ ہے اس قدر سے وہ استحالے تو اُٹھ گئے مگر ایرادِ اوّل ہنوز باقی ہے کہ ظاہر ہے کہ نقطتین ح ط کے اندر اندر ساری قوس جہت ہے اور شک نہیں کہ ح ط درکنار ا ل کی طرف منہ کرنا بھی یقیناً تیامن تیاسر ہے نہ استقبال ولہذا علما نے اسے مشکل جانا اور تاویل و تقلید کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس سے مراد صرف وہ حصۂ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوائے کعبہ سے کچھ بھی محاذات و مسامتت باقی ہے اگرچہ تقریباً نہ یہ کہ جس نقطے کو چاہو مُنہ کرلو۔ منحۃ الخالق میں ہے:

قولہ وفی الفتاوی الانحراف المفسد ان یتجاوز المشارق الی المغارب، کذا نقلہ فی فتح القدیر وھو مشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذا لم یوصلہ الی ھذا القدر لا یفسد[1] الخ۔

اس کا قول فتاوٰی میں ہے کہ مفسدِ نماز وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو، فتح القدیر میں اسی طرح منقول ہے حالانکہ یہ صورت مشکل ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انحراف اس کو جب تک اس مقدار تک نہ پہنچائے وہ مفسدِ نماز نہ ہوگا الخ (ت)

حلیہ میں فرمایا:

م قبلۃ اھل المشرق المغرب عندنا، ش ھذا فی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم

م (متن) اہلِ مشرق کا قبلہ ہمارے نزدیک مغرب ہے ش (شرح) یہ ذخیرہ میں ہے (آگے چل کر کہا) پھر

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

الظاهر ان هذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجه من المشرق الی المغرب وبالعکس مسامتا لھواء الکعبۃ اما تحقیقا اوتقریبا علی ماذکرنا لاعلی ای وجہ کان ذلک التوجہ من احدی الجھتین الی الاخری فتنبیہ لہ وکان للعلم بہ لم یفصحوا بہ[1]

ظاہر یہ ہے یہ اس صورت میں درست ہوگا جب توجہ مشرق سے جانب مغرب یا بالعکس ہوائے کعبہ کی سمت حقیقۃً یا تقریباً باقی رہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا یہ نہیں کہ ہر صورت میں درست ہوگا یعنی جب دونوں جہتوں میں سے ایک کی توجہ دوسری کی طرف ہو۔ یہ اس کے لئے تنبیہ ہے اور گویا اس بات کا علم تھا اس لئے انھوں نے وضاحت نہیں کی۔ (ت)

یُوں ہی ردالمحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیأتی وللعبد الضعیف فیہ کلام ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی (جیسے کہ عنقریب آئیگا اور عبدِ ضعیف کو اس میں کلام ہے جس سے اِن شاء اللہ تعالٰی آگاہی ہوگی۔ ت)

دوم[2] کہ عامہ کُتب میں شہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں مُنہ یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ معظمہ رہے دو مسطح چیزوں میں مقابلہ تھوڑے انحراف سے زائل ہوجاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل وعلا نے انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے تو جب تک کوئی حصّہ رُخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پس اپنا چہرہ اقدس مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو۔ ت) کا امتثال ہوجائے گا۔

اقول اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ایک مقابلہ سے منحرف ہوا سب منحرف ہوگئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خطِ مماس پر نقطہ تماس سے جو عمود قائم ہوگا جُدا جہت رکھے گا تو اُس کا مقابلہ زائل ہوا دوسرے کا ہوگا اُس کا نہ رہا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہوجائے۔

معراج الدرایہ وفتح القدیر و زاد الفقیر وحلیہ وغنیہ والبحرالرائق وفتاوٰی خیریہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

وھذا لفظ الاخیر ثم اعلم انہ ذکر فی المعراج عن شیخہ ان جھۃ الکعبۃ ھی الجانب الذی اذا توجہ الیہ الانسان یکون مسامتا للکعبۃ اوھوائھا تحقیقا اوتقریبا ومعنی

آخری کتاب کے الفاظ یہ ہیں: پھر جان لے کہ معراج الدرایہ میں اپنے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ جہتِ کعبہ سے مراد وُہ جانب ہے کہ انسان جب اسکی طرف توجہ کرے تو انسان کا چہرہ کعبہ یا ہوائے کعبہ کی جانب تحقیقاً یا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

التقریب ان یکون منحرفا عنها اوعن هوائها بما لاتزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شئ من سطح الوجه مسامتا لها او لهوائها ملخصا۔

تقریباً باقی رہے۔ تقریب کا معنی یہ ہے کہ کعبہ یا ہوائے کعبہ سے تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ زائل نہ ہو، بایں طور کہ چہرہ کی سطح کعبہ یا ہوائے کعبہ کی سمت باقی رہے ملخصاً

جامع الرموز میں ہے :

لاباس بالانحراف انحرافا لاتزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شئ من سطح الوجه مسامتا للکعبة[2]۔

ایسے انحراف میں کوئی حرج نہیں جس سے تقابل بالکلیہ ختم نہ ہو بایں طور کہ سطح چہرہ کا کچھ حصہ کعبہ کی جانب باقی رہے۔ (ت)

درر میں ہے :

فیعلم منه انه لوانحرف عن العین انحرافا لایزول به المقابلة بالکلیة جاز ویؤیده ماقال فی الظهیریة اذا تیامن او تیاسر یجوز لان وجه الانسان مقوس فعند التیامن او التیاسر یکون احد جوانبه الی القبلة[3]۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ عین کعبہ سے اتنا تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہوتا ہو تو نماز جائز ہو، ظہیریہ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے، جب انسان متیامن متیاسر ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے تھوڑا سا دائیں بائیں ہونے سے اس کی کوئی ایک جانب قبلہ رُخ باقی رہے گی (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فعلم ان الانحراف الیسیر لایضر وهو الذی یبقی معه الوجه اوشئ من جوانبه مسامتا لعین الکعبة اولهوائها بان یخرج الخط من الوجه اومن بعض جوانبه ویمر علی الکعبة اوهوائها مستقیما ولایلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامة خارجا من

تو اس سے معلوم ہُوا کہ تھوڑا انحراف نقصان دہ نہیں وہ تھوڑا انحراف یہ ہے کہ چہرہ یا چہرہ کی کوئی ایک جانب عین کعبہ یا ہوائے کعبہ کے مقابل باقی رہے بایں طور کہ چہرے یا اس کی کسی ایک جانب سے نکلنے والا خط کعبہ یا ہوائے کعبہ کی طرف مستقیم (سیدھا) ہوکر گزرے یہ ضروری نہیں کہ نکلنے والا خط سیدھا

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

[2] جامع الرموز باب شروط الصلوٰة مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰة مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت بیروت ۱/۶۰

جھۃ المصلی بل منہا اومن جوانبہا کما دل علیہ قول الدرر من جبین المصلی فان الجبین طرف الجبھۃ وھما جبینان وعلی ماقررناہ یحمل مافی الفتح والبحر عن الفتاوی من ان الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب[1]۔

نمازی کی پیشانی سے خارج ہو بلکہ پیشانی یا پیشانی کے کسی ایک حصّہ سے خارج ہو جیسے کہ اس پر درر کے یہ الفاظ دال ہیں، وُہ خط نمازی کے جبین سے خارج ہو، کیونکہ جبین پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں اور اس کے دونوں طرف دو جبینیں ہیں۔ یہ جو ہم نے گفتگو کی ہے اسی پر اس کو محمول کیا جائے جو فتح القدیر اور بحر الرائق میں فتاوٰی سے منقول ہے، یعنی مفسدِ نماز وُہ انحراف ہے جس سے مشارق مغارب بدل جائیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں۔ ت) تمام کتب مذکورہ میں شیئ من سطح الوجہ (سطح چہرہ کا کچھ حصّہ۔ ت) کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطحِ وجہ ہے ولہذا ما بین العذار والاذن (رخسار اور کان کا درمیانی حصّہ۔ ت) کا دھونا بھی وضو میں فرض ہُوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطۂ افق کی محاذات پر کھڑا ہو تو اس کی سطحِ وجہ کی محاذات نصف دائرۂ افق کو گھیرے گی تو ربع دور تک پھرنا روا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو مُنہ کئے سے مستقبلِ کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطحِ وجہ یعنی کنپٹی کا حصّہ ہے ضرور محاذیِ کعبہ ہے حالانکہ وہ بداہۃً قطعاً نہ یامنا یا ملیا سرے سے مستقبل تو اس قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعادِ شدید لازم جو عبارت اولٰی پر تھا اور حلیہ و ردالمحتار کے اول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا

حیث قال فی الحلیۃ اوتقریبا علی ماذکرناہ وما ذکرہو ھذا القول الثانی من بقاء شیئ من سطح الوجہ مسامتا وسمعت اٰنفا قول الشامی۔

جہاں حلیہ میں کہا: یا وہ تقریباً محاذی جیسے کہ ہم ذکر کر آئے اور جو انھوں نے ذکر کیا وہ قولِ ثانی یہی ہے کہ سطحِ وجہ کا کوئی حصّہ سمتِ کعبہ میں باقی رہے۔ اور شامی کا قول ابھی آپ نے سُنا۔ (ت)

اصلاً نافع نہ ہُوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر اُتنا ہی وسیع ہے جتنا قولِ اوّل تھا اور یہ زنہار نہ قابلِ اعتبار نہ مرادِ علماء ہونے کا سزاوار، مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب و شمال کو مُنہ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھرا ہی مانیے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اُس کا منہ جنوب یا شمال کو ہے نہ کعبہ معظمہ کو، حالانکہ اُس کی سطح کی وجہ سے بعض جُز بلاشُبہ مسامت کعبہ ہے

نعم رأیت الفاضل عبد الحلیم الرومی من

ہاں میں نے دورِ عثمانی کے علماء میں سے عبدالحلیم رومی

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

علماء الدولۃ العثمانیۃ ذکر فی حاشیتہ علی الدرر تقیید عبارتھا حیث قال **قولہ** یکون احد جوانبہ الی القبلۃ لایرید بہ زوال الطرف الاخر عن المقابلۃ بالکلیۃ کما ظن بل المراد مقابلۃ طرف بکلہ مقابلۃ شیئ من سطح الاخر مسامتا کما ھو المفہوم من المنبع[1] اھ **اقول** لم یذکر عبارۃ المنبع حتی ینظر فیھا وھو مع مخالفتہ لظاھر الدرر لایلائمہ نص عامۃ الکتب المذکورۃ من الاجتزاء ببقاء شیئ من سطح الوجہ مسامتا فانہ صریح فی عدم الحاجۃ الی مسامتۃ ما فی الباقی اصلا بل **اقول** لعلک ان امنعت النظر لم تر ہ یرجع الی صحۃ فان المسامتۃ لابد لھا من مقابلۃ حقیقیۃ فی الحقیقیۃ لوسط الجبھۃ و فی التقریبیۃ شیئ من الاطراف اما اذا فاتت مقابلۃ الحقیقیۃ اصلا فلا مسامتۃ فلا استقبال فلا صلٰوۃ والمقابلۃ انما تکون باتصال الخط قوائم الاتری ا ح ء ان سطح ا یقابل ب وح یواجہ ء اما ء فلا یسامت ر لعدم الاتصال علی قوائم

کو دیکھا جنھوں نے درر پر اپنے حاشیہ میں ان کی عبارت کو مقید ذکر کیا ان کی عبارت یہ ہے **قولہ** یکون احد جوانبہ الی القبلۃ (کوئی ایک قبلہ کی طرف ہو) اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ دوسری جانب بالکل مسامتت قبلہ سے ختم ہوجائے جیساکہ گمان کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف کلیۃً محاذی ہو اور دوسری کی سطح کا کچھ مسامت رہے جیساکہ منبع سے یہی مفہوم ہوا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) انہوں نے منبع کی عبارت ذکر نہیں کی تاکہ اس پر غور کیا جاسکے اور ان کا یہ قول ظاہر درر کے مخالف ہے اور اس سے مناسبت بھی نہیں کھاتا نیز عام کتب مذکورہ کے نصوص کے بھی خلاف ہے کیونکہ کتب مذکورہ نے سطح وجہ کے کسی حصّہ کے سمتِ قبلہ میں ہونے کو کافی قرار دیا ہے یہ اس بات کی صراحت ہے کہ باقی حصّہ کا مسامت و محاذی ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ بل **اقول** (بلکہ میں کہتا ہوں) اگر تو غور وفکر کرے تو تُو اس قول کو صحیح نہیں پائے گا کیونکہ مسامتت حقیقی کے لئے حقیقۃً وسطِ پیشانی کا مقابل ہونا ضروری ہے اور مسامتت تقریبی کے لئے چہرے کی کسی ایک طرف کا مقابل ہونا کافی ہے۔ پس جب مقابلہ حقیقی اصلاً ختم ہوگیا تو اب نہ مسامتت رہی نہ استقبالِ قبلہ رہا نہ نماز درست ہوگی۔ اور مقابلہ قائموں پر خط کے اتصال سے بنتا ہے۔ آپ نہیں دیکھتے ا ح ء میں کہ سطح ا مقابل ہے ب کے اور ح ء کے مواجہ ہے لیکن ء ب ح ر کے قائموں پر عدم اتصال کی وجہ سے ر کے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی غرر للعبد الحلیم الرومی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

ب ءٍ ىٍ وهو لایکون لمقوس قط مع مسطح الا من نقطة واحدة تحقیقا وبعض نقاط مجاورة اخری تقریبا۔

مماسّت نہیں ہے اور یہ بات مسطح کے ہوتے ہوئے مقوس میں قطعاً نہیں ہوگی مگر نقطہ واحدہ سے تحقیقاً اور بعض دوسرے نقاطِ متصلہ سے تقریباً۔

فاولاً لا امکان لمقابلة طرف بکله الا مجازا۔

پس **اوّلاً** تو یہ ہے کہ ایک طرف کا مقابلہ کُلی طور پر ممکن ہی نہیں البتہ مجازاً ہوسکتا ہے۔

وثانیاً اذ تقابل طرف من قوس مسطحا استحال ان یقابله شیئ من طرفها الآخر لما قدمنا ان الاعمدة الخارجة من مماسات القوس لایکون اثنان منها الی جهة واحدة قط الم تعلم ان تلك الاعمدة کلها هی الخطوط الخارجة من المرکز الی نقاط القوس او علی سموتها وکلها تلتقی علی المرکز فان اتصل اثنان منها بمقابل کالکعبة او الخط المار بها عرضا الی الافق واحدث کل علیه قائمتین ووصلنا بینهما اجتمع فی مثلث قائمتان وهو محال فتبصر۔

وثانیاً جب ایک طرف قوس مسطح کے مقابل ہو تو اس کی دوسری طرف کے کسی حصے کا اس کے مقابل ہونا محال ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے کہ مماساتِ قوس سے جو نکلنے والے خارجی عمود ہیں ان میں سے فقط دو جہتِ واحدہ کی طرف متصل نہ ہوں گے، آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ تمام کے تمام عمود مرکز سے نقاطِ قوس کی طرف یا ان کی سمتوں پر نکلنے والے خطوط ہی ہیں اور تمام کے تمام مرکز پر مل رہے ہیں، ان میں سے اگر دو مقابل کے ساتھ متصل ہو جائیں جیسے کعبہ یا وہ خط جو کعبہ کے ساتھ عرضاً افق کی طرف گزر رہا ہے اور ہر ایک اس پر دو قائمے پیدا کردے اور ہم ان کے درمیان اتصال کردیں تو ایک مثلث میں دو قائموں کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ محال ہے پس تدبّر کرو۔ (ت)

سوم وسط راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کشاف پھر علامہ مولیٰ خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں نے اس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسطِ سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو، درر میں اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کرکے فرمایا:

اونقول هو ان تقع الکعبة فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ

یا ہم کہتے ہیں جہتِ قبلہ یہ ہے کہ کعبہ واقع ہو درمیان ان دو خطوں کے جو وسطِ راس (دماغ) میں ملتے ہوئے

فیخرجان الی العینین کساقی مثلث کذا قال النحریر التفتازانی فی شرح الکشاف[1]

دونوں آنکھوں پر گزریں جیسے مثلث کی دو ساقیں ہوتی ہیں، اسی طرح علامہ تفتازانی نے شرح کشاف میں بیان کیا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے:

معنی التوجه الی جهة الکعبة هو ان تقع الکعبة بین خطین یخرجان من العینین ویلتقی طرفاهما داخل الراس بین العینین علی زاویة قائمة کذا ذکره الامام الغزالی فی الاحیاء ثم قال البرجندی فعلی هذا لو وصل الخط الخارج من العینین الی جدار الکعبة یقع علی حادة اومنفرجة لم یکن مقابلا للکعبة وهو لایخلو عن بعد اھ[2]

جہتِ کعبہ کی طرف توجہ (منہ) کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلیں اور جہاں ان کی دونوں طرفیں وسطِ راس میں دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ملاقی ہوں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ پھر علامہ برجندی نے کہا اس بنا پر اگر آنکھوں سے نکلنے والا خط کعبہ کی دیوار کی جانب ملے گا تو زاویہ حادہ یا زاویہ منفرجہ پر واقع ہوگا تو یہ کعبہ کے مقابل نہ ہوگا اور دوری سے خالی نہیں اھ

اقول هذا عجیب من مثل ذلك الجهبذ المبرز فی الفنون الهندسیة۔

اقول (میں کہتا ہوں) فنونِ ہندسہ کے ایسے عظیم اور ماہر شخص سے ایسا قول بڑا تعجب خیز ہے۔

فاولاً انما قال الامام ان تقع الکعبة بین الخطین لا ان یصل شیئ منهما الی جدار الکعبة۔

فاولاً اس لیے کہ امام غزالی نے صرف یہ کہا کہ کعبہ دو خطوں کے درمیان واقع ہو، یہ نہیں کہا کہ آنکھوں سے نکلنے والا خط دیوارِ کعبہ سے متصل ہو۔

وثانیاً انما قال یلتقیان بین العینین علی قائمة لا علی ان یتصل احدهما بالکعبة فیحدث هنالك قائمتین ولذلك افرد

ثانیاً اس لئے کہ انھوں نے یہ کہا کہ دونوں خطوں کا اتصال دونوں آنکھوں کے درمیان زاویۂ قائمہ پر ہو، یہ نہیں کہا کہ ان میں سے ایک کا اتصال کعبہ کے ساتھ ہو کہ پھر وہاں سے دو زاویے قائمے

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دارسعادت بیروت ۱/۶۰

[2] شرح النقایۃ للبرجندی " " " نولکشور لکھنؤ ۱/۸۹

القائمۃ۔

اقول وبما قررنا ظھر قلق ما قال الفاضل الحلیمی افندی فی حاشیتہ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلا کما ھو المشاھد عند انحراف التوجہ[1] اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مساغ ثمہ لطول وقصر ولا داعی الی قطعھما علی حد وانما النظر الی الفضاء الحاصل بینھما ان تقع الکعبۃ فیہ۔

پیدا ہوں اسی وجہ سے "قائمۃ" بطور مفرد ذکر کیا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہماری اس تقریر سے وُہ اضطراب اور پیچیدگی بھی ظاہر ہوگئی جو کہ فاضل حلیمی آفندی نے اپنے حاشیہ درر میں پیدا کی ہے انھوں نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلتے ہوں اگرچہ ان دو خطوں میں ایک طویل ہو جیسا کہ انحرافِ توجہ کے وقت مشاہدہ میں آتا ہے اھ کیونکہ دونوں خط جب اُفق کی طرف ممتد ہوتے ہیں تو وہاں نہ طول وقصر رہتا ہے اور نہ ہی کسی حد پر دونوں کے قطع کا کوئی داعی ملتا ہے اس صورت میں ان دونوں کے درمیان حاصل ہونے والی فضاء میں نظر اس طرح ہوتی ہے گویا کعبہ اسی فضاء میں واقع ہے۔ (ت)

اقول اس قول پر یہ خط جو وسطِ دماغ محاذی عینین سے زاویۂ قائمہ بناتے نکلے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصولِ جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گزرے اب اگر یہاں یہ معنی لئے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہتِ کعبہ ہے اس کی طرف توجہ توجہ بجہت کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا ولو ارہ فیہ ولا فی شرحہ اتحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلاۃ (حالانکہ یہ بات مجھے احیاء العلوم اور اس کی شرح اتحاف السادہ کی کتاب اسرار الصلاۃ میں نہیں ملی۔ت) کہ ان دونوں خطوں کا بیان کرکے فرمایا فما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فھو داخل فی الجھۃ (پس جو دونوں آنکھوں سے نکلنے والے خطوط کے درمیان واقع ہوگا وہ جہتِ قبلہ میں داخل ہے۔ت) تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اُتنی ہی وُسعتِ بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی الغرر للفاضل الحلیمی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

ایک خط سے کعبہ متصل ہوسکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوّے ۹۰ درجے انحراف جائز ہُوا اور وہی ایک خفیف ناقابلِ احساس مقدار کم ایک سَو اسّی ۱۸۰ درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نص و اجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ معظمہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تنصیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہوا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہو جائے گا کما لایخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہو جائے گا اور طرفین میں پینتالیس ۴۵ پینتالیس ۴۵ درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف و صحیح بے غبار ہے۔

چہارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے،

قال فی الدرر جہتہا ان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبۃ علی استقامۃ بحیث یحصل قائمتان[1] اھ وھذا ھو الوجہ الاول واختلف الانظار فی محلہ فحملہ العلامۃ الشامی فی ردالمحتار علی بیان المسامتۃ الحقیقیۃ حیث ذکر اولا عن المعراج عن شیخہ ان معنی التحقیق انہ لو فرض خط من تلقاء وجہہ علی زاویۃ قائمۃ الی الافق یکون مارا علی الکعبۃ اوھوائہا[2] اھ ثم نقل کلام الدرر ثم قال قولہ فی الدرر علی استقامۃ متعلق بقولہ یصل لانہ لو وصل الیہ معوجا لم تحصل قائمتان بل تکون احدھما حادۃ والاخری منفرجۃ کما بینا ثم ان الطریقۃ

دُرر میں کہا ہے کہ کعبہ کی جہت یہ ہے کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے سیدھا اس طرح ملے کہ اس سے دو ۲ زاویے قائمے حاصل ہو جائیں اھ اور یہ وہ پہلی وجہ ہے۔ اور اس کے محل میں اختلاف ہے علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کو حقیقی سمت پر محمول کیا ہے، جہاں اس نے اولاً معراج کے حوالے سے ان کے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ تحقیقی معنٰی یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی طرف زاویہ قائمہ پر سیدھا خط اُفق کی طرف فرض کیا جائے تو وہ خط کعبہ یا ہوائے کعبہ پر سے گزرے اھ۔ پھر علامہ شامی نے درر کا کلام نقل کرتے ہُوئے کہا کہ دُرر کا قول "علی استقامۃ" کا تعلق اس کے قول "یصل" سے متعلق ہے اس لئے کہ اگر وہ خط ٹیڑھا ہو کر کعبے کو ملے تو پھر "قائمتین" (دو قائمے) حاصل نہ ہوں گے بلکہ ان میں سے ایک حادہ اور دوسرا منفرجہ ہوگا

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام " " " احمد کامل الکائنہ دارسعادت بیروت ۱/۶۰

[2] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

التی فی المعراج ھی الطریقۃ الاولی التی فی الدرر الا انہ فی المعراج جعل الخط الثانی مارا علی المصلی علی ما ھو المتبادر من عبارتہ وفی الدرر جعلہ مارا علی الکعبۃ[1] اھ ثم صور الذی فی المعراج ھکذا،

جیسے ہم بیان کر آئے، پھر معراج والا طریقہ یہ دُرر میں ذکر کردہ پہلا ہی طریقہ ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ معراج میں دوسرے خط کو نمازی پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے جیسا کہ اس کی عبارت سے سمجھا جا رہا ہے۔ اور دُرر میں اس کو کعبہ پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے اھ۔ اس کے بعد علامہ شامی نے (دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے) ایک معراج والی اور دوسری دُرر والی تصویر بنائی۔ (ت)

ثم صوّر الذی فی المعراج ھکذا

(معراج والی صورت)

و الذی فی الدرر من الوجہ الاول ھکذا

(دُرر کی پہلی وجہ والی صورت)

قلت وقد یؤید ھذا الحمل ان اصل الکلام للامام حجۃ الاسلام وھو کما فی شرح النقایۃ ھکذا معنی التوجہ الی عین الکعبۃ ھو ان یقف المصلی بحیث لو خرج خط مستقیم من عینیہ بحیث یتساوی بعدہ عن العینین الی جدار الکعبۃ تحصل من جانبیہ زاویتان متساویتان[2] اھ
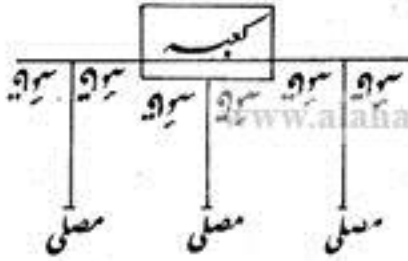
میں کہتا ہوں علامہ شامی کے اس حقیقی سمت پر حمل کی تائید یُوں ہوتی ہے کہ امام حجۃ الاسلام کی اصل کلام جو کہ شرح النقایہ میں ہے یُوں ہے کہ عین کعبہ کی طرف توجہ کا معنٰی یہ ہے کہ نمازی یوں کھڑا ہو کہ اگر اسکی دونوں آنکھوں سے ایک سیدھا خط اس طرح نکلے کہ جس کا بعد دونوں آنکھوں سے دیوارِ کعبہ تک اس طرح متساوی ہو کہ نمازی کی دونوں جانب دو متساوی اوپنے بن جائیں اھ، اس کے بعد انھوں نے جہتِ کعبہ کی

---

[1] ردالمحتار — مبحث فی استقبال القبلۃ — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۲۸۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۸۸

ثم ذکر معنی التوجہ الی الجھۃ بما قدمنا فی القول الثالث۔

اقول اولاً لکن یلزم العلامۃ المحشی بھذا الحمل حمل الجبین فی عبارۃ الدر علی الجبھۃ ولاغرو ففی تاج العروس عن شیخہ قد ورد الجبین بمعنی الجبھۃ لعلاقۃ المجاورۃ فی قول زھیر کما صرحوا بہ فی شرح دیوانہ[1] ثم ذکر شعرا مثلہ للمتنبی لکن العلامۃ المحشی رحمہ اللہ تعالٰی قد استدل بوقوع لفظ الجبین فی عبارۃ الدر علی انہ لایلزم خروج الخط من وسط الجبھۃ فان الجبین طرفھا وھما جبینان کما تقدم فیکون ھذا مناقضا لذلک۔

واقول ثانیا زاد فی التصویرین مصلیین عن یمین وشمال غیر محاذیین للجدار الذی بازائہ المصلی الوسطانی واقام احدٰھما فی التصویر الاول علی المار بذلک المصلی عرضا
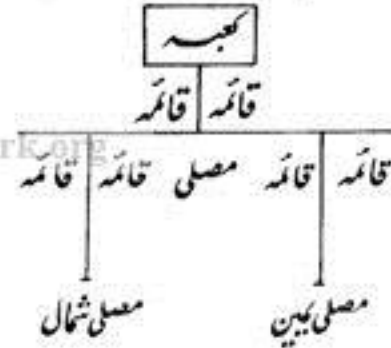
طرف توجہ کا معنی وہی ذکر کیا ہے جو ہم قول ثالث میں ذکر کر آئے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اولاً لیکن علامہ محشی کے اس حمل میں درر کی عبارت میں جبین کو الجبھۃ (پیشانی) کے معنی میں لینا لازم ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ تاج العروس والے نے اپنے شیخ کے حوالے سے کہا ہے کہ جبین پیشانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں قریب کا تعلق ہے زہیر کے قول میں یہ استعمال پایا گیا ہے جیسا کہ زہیر کے دیوان کے شارحین نے تصریح کی ہے پھر ایسا ہی ایک شعر متنبی کا انھوں نے ذکر کیا۔ لیکن علامہ محشی نے دُرر کی عبارت میں جبین کا حقیقی معنیٰ مراد لیتے ہوئے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ جبین سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ خط نمازی کی پیشانی کے وسط سے نکلے کیونکہ جبین، پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں، اور اس کے دونوں اطراف دو جبینیں ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، لہٰذا علامہ کی یہ استدلال والی عبارت جبین کو پیشانی کے معنی میں لینے والی عبارت کے مناقض ہے۔

اقول، ثانیا مذکورہ دونوں تصویروں میں کعبہ کی دیوار کے متوازی درمیانے نمازی کے دائیں اور بائیں مزید دو نمازی رکھے گئے ہیں جو اس دیوارِ کعبہ کے متوازی نہیں ہیں، اور پہلی تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو درمیانے نمازی پر سے عرض میں گزرنے والے خط

---

[1] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الجیم من باب النون مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۱۵۹

ولا شك انهما لاينتهيان الى الكعبة بل يتزوران عنها ذات اليمين وذات الشمال كما صور وانما كان شرط فى المعراج ان يمر الخط بالكعبة، و فى التصوير الثانى اقامهما على الخط المار فى امتداده بالكعبة غير واقعين على نفس البيت بل متزاورين عنها كما مر ولم يرد الدر خطا يمر على الكعبة ممتدا عن جنبيها الى الافق انما اراد خطا مقتصرا عليها ليقع مرور خط الجبين على نفس الكعبة كما فى المعراج والا كيف تكون مسامتة حقيقية مع كون المصلى بمعزل عن محاذاتها فهذان المصليان لامدخل لهما فى تصوير الحقيقية وكانه رحمه الله تعالٰى اراد ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصوير التقريبية وقد كان سهلا علينا ان نفرض المصلين المزيدين منتقلين بعدة فراسخ بحيث لا تزول المقابلة لكنه رحمه الله تعالٰى سبق الى خاطره ان الشرط فى التقريب ان يقف المصلى على ذلك الخط المار عرضا بالمصلى الوسطانى او نقول يقوم بحذاء ذلك الخط العرضى المار فى امتداده بالكعبة بحيث يكون خط جبهته عمودا على

پر ملایا جبکہ یقیناً یہ دونوں خطوط کعبہ کے متوازی نہیں ہوتے بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گرتے ہیں جیسا کہ تصویر سے واضح ہے (حالانکہ یہ تصویر معراج والی ہے) جبکہ معراج میں خط کا کعبہ پر واقع ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، اور دوسری تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملایا جو عین کعبہ پر نہیں بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گزر جاتے ہیں جیسا کہ گزرا حالانکہ دُرر نے کعبہ سے گزر کر اس کے دونوں جانب سے اُفق کی طرف نکل جانے والے خط کو ذکر نہیں کیا اس نے صرف وہ خط مراد لیا ہے جو کعبہ پر ختم ہوتا کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط کا گزر نفس کعبہ پر واقع ہو جیسا کہ معراج میں ہے، ورنہ نمازی کے متوازی نہ ہونے کے باوجود حقیقی سمت کیسے ہو سکتی ہے، پس معلوم ہوا کہ دائیں اور بائیں جانب والے دونوں نمازیوں کا حقیقی سمت کی تصویر میں کوئی دخل نہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ گویا محشی رحمہ اللہ تعالٰی نے سمت حقیقی کے ساتھ ساتھ قریبی سمت کی تصویر بھی زائد بنائی ہے' (قریبی سمت بنانے کے لئے) ہمیں یہ کہہ دینا آسان تھا کہ (حقیقی سمت والے نمازی) کے علاوہ ہم دو نمازی اس سے چند فرسخ کے فاصلہ پر اس طرح فرض کر لیں کہ کعبہ سے ان کا تقابل زائل نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالٰی ان پر رحم کرے محشی رحمہ اللہ تعالٰی کے دل میں یہ بات آئی کہ قریبی سمت کے لئے یہ شرط ہے کہ درمیانے حقیقی سمت والے نمازی پر عرض میں گزرنے والے خط پر کوئی نمازی کھڑا ہو یا یوں کہیں کہ کعبہ پر سے گزرنے والے عرضی خط کے متوازی یوں کھڑا ہو کہ اس کی

احدهما اى فى التصوير وعليهما جميعا
فى التقدير وبعد تحقق هذا الشرط
لا تقدير بمسافة فليحفظا جهتهما
وينتقلا ما بدا لهما فاذن يكون
الخط القائم عليه او اليه المصليات
غير محدود على ما زعم كما ياتى
تنصيصه وهاتان زلتان عظيمتان
يجب التنبه لهما فان الامر دين
وحاش لله لا يزرى بالعلماء
وقوع بعض زلات من
اقلامهم لاسيما مثل هذا
المحقق الذى استنار
مشارق الارض ومغاربها
بنور تحقيقاته السنية و
تطفل الوف مثلى على موائد
عوائد فوائده الهنيئة
جزاه الله تعالى جزاء العز
والاكرام جمع بيننا وبينه
فى دار السلام بفضل رحمته
به وبسائر العلماء الكرام على سيدهم و
مولاهم وعليهم وعليه وعلينا الصلوة والسلام
امين امين يا بديع السموات والارض
يا ذا الجلال والاكرام فانا اذكر فى سياق
ذلك ما عرض للمحشين من الوهم و
الايهام فى فهم كلام المدقق العلائى العلام ليتضح

پیشانی سے نکلنے والا خط عمود بنے خواہ نمازی یا کعبہ پر سے
گزرنے والے ایک خط پر یعنی تصویر میں بنے، یا ان
دونوں پر عمود بنے فرضی طور پر، اس شرط کے پائے جانے
کے بعد مسافت فرض کرنے کی ضرورت نہیں، وہ دونوں
نمازی اپنی جہت کو محفوظ رکھیں اور بس، دائیں یا بائیں
جتنا چاہیں وہ منتقل ہوجائیں، اور جس پر خط قائم ہے
یا جس خط کی طرف دونوں نمازی متوجہ ہیں اس کی محشی رحمہ اللہ کے خیال
میں کوئی حد نہیں (بشرطیکہ وہ ان خطوط پر قائم رہیں) جیسا کہ
خود ان کی نص اس پر آئے گی، حالانکہ (قریبی سمت کی
بیان کردہ شرط اور اس کے بعد مذکورہ خطوط کی مسافت
کو غیر محدود رکھ کر دونوں نمازیوں کا ان خطوط پر حسب
خواہش منتقل ہونا) یہ دونوں عظیم غلطیاں ہیں ان پر تنبیہ
ضروری ہے کیونکہ دینی معاملہ ہے، حاش للہ! علماء
کو ان کے قلموں کی غلطیاں زیب نہیں دیتیں، خصوصاً
یہ محقق جس کی قیمتی تحقیقات کے نور سے زمین کے مشرق
ومغرب منور ہو رہے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں لوگ اس
کے بے مثل اور اہم فوائد کے دسترخوان کے خوشہ چین ہیں،
اللہ تعالٰی اس کو عزت واکرام کی جزا عطا فرمائے، ہمیں اور
اُسے جنت میں جمع فرمائے اپنی رحمت کے فضل سے جو
اُن پر اور تمام علماء کرام پر ہو، اور ان سب کے مولٰی وآقا
پر اور ان پر اور ہم پر رحمت وسلام ہو، آمین آمین!
اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے!
یا ذا الجلال والاکرام! میں تو اس بیان کے سیاق میں
علامہ علائی کے کلام کو سمجھنے میں حاشیہ لکھنے والوں کو جو
وہم اور ابہام واقع ہوا ہے کو ذکر کروں گا تاکہ مقصود واضح

الغرام وينجلي بدر السداد من تحت الغمام **فاعلم** ان الجهبذ المدقق الذی قلما اکتحل عین الزمان بمثلہ فی الاخیرین اعنی العلامۃ علاء الدین محمد الحصکفی عاملہ اللہ تعالٰی بلطفہ الوفی اثر ھھنا عن المنح کلاما قصر مبناہ واستتر معناہ فقال اصابۃ جھتھا بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ اولھوائھا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلھا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اٰخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتبصر اھ۔[1]

اقول اراد العلامۃ الغزی من تلقاء وجہ مستقبلھا حقیقۃ فی ای بلد کان فعبر ھذا التنکیر بتنکیر بعض ولو قال کقول المعراج فی ھذا البلد ای البلد المطلوب الجھۃ لکان اولٰی، قال العلامۃ السید احمد المصری الطحطاوی فی حاشیتہ **قولہ**

ہوسکے اور بادل کے نیچے سے درستگی کا روشن چاند نمودار ہوسکے۔ واضح ہو کہ وہ ماہر، مدقق جن کی مثل متاخرین میں زمانے نے نہ پائی، میری مراد علامہ علاء الدین محمد حصکفی ہیں، اُن سے اللہ تعالٰی اپنے کامل لطف وکرم کا معاملہ فرمائے، نے یہاں پر منح سے ایک ایسی کلام نقل کی جو مختصر ہے اور اس کا معنی مخفی ہے۔ پس کہا کہ جہتِ کعبہ کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی سطح کا کوئی حصہ کعبہ یا اس کی فضاء کی سمت میں اس طرح ہوجائے کہ کعبہ کا حقیقی استقبال کرنے والے کے چہرہ سے ایک سیدھا خط زاویہ قائمہ پر سے افق کی طرف اس طرح نکلے کہ بعض بلاد میں وہ کعبہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط اس طرح فرض کیا جائے جو پہلے خط کو قطع کرتے ہوئے دو زاویے قائمے دائیں اور بائیں طرف بنائے، منح۔ میں کہتا ہوں کہ دُرر میں مذکور التیامن والتیاسر کا یہی معنی ہے غور کر، اھ

اقول (میں کہتا ہوں) علامہ غزی نے (اپنی عبارت) "من تلقاء وجہ مستقبلھا حقیقۃ فی بعض البلاد" میں "بعض البلاد" سے کوئی بھی بلد ہو، مراد لیا ہے اور اس تنکیر کو لفظ "بعض کی تنکیر" سے تعبیر کیا ہے، اور اگر معراج کے قول کی طرح یہ بھی "ھذا البلد" کہہ کر وہ علاقہ مراد لیتے جس کی جہت مطلوب ہوتی تو بہتر ہوتا۔ علامہ سید احمد مصری الطحطاوی نے (علامہ الحصکفی کی عبارت کی) تشریح کرتے ہُوئے کہا کہ اس کا

---

[1] درمختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۸

منح اختصر عبارتها، وهی فلو فرض خط من تلقاء وجه المستقبل للکعبة علی التحقیق فی بعض البلاد وخط اٰخر یقطعه علی زاویتین قائمتین من جانب یمین المستقبل وشماله لاتزول تلك المقابلة بالانتقال الی الیمین والشمال علی ذلك الخط بفراسخ کثیرة ولهذا وضع العلماء قبلة بلد وبلدین وبلاد علی سمت واحد اھ (قوله قلت فهذا معنی الخ) لیس کما فهمه فان المتبادر من المتبادر فی عبارته هو الخط وفی عبارة الدر الشخص الخ وعزاه للعلامة السید ابراهیم الحلبی محشی الدرر، وقال السید العلامة محمد الشامی فیه ان عبارة المنح هی حاصل ما قدمناه عن المعراج ولیس فیها قوله مار اعلی الکعبة بل هو المذکور فی صورة الدرر ویمکن ان یراد انه مار علیها طولا لاعرضا، فیکون هو الخط الخارج من جبین المصلی والخط الاخر الذی یقطعه هو المار عرضا علی المصلی او علی الکعبة

قولہ "منح" علامہ نے منح کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ عبارت مفصّل ہے جس کو علامہ حصکفی نے مختصر کر کے لکھا ہے اس کی عبارت یُوں ہے بعض بلاد میں کعبہ کی طرف تحقیقی طور پر چہرہ کرنے والے کی پیشانی سے ایک خط فرض کیا جائے، اور کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں و بائیں ایک اور خط فرض کیا جائے جو پہلے خط کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرتے ہُوئے کئی فرسخ تک اس طرح دراز ہو کہ اس خط پر سے کئی فرسخ تک دائیں بائیں انتقال کرنیوالے کا کعبہ سے تقابل زائل نہ ہو۔ اس بناء پر علماء نے ایک ہی سمت پر کئی بلاد کے قبلے وضع کئے۔ علامہ حصکفی کا قول "قلت فهذا معنی الخ" علامہ کا یہ فہم درست نہیں ہے کیونکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں اور بائیں ہونے والی چیز خط ہے، حالانکہ دُرر کی عبارت میں "وہ شخص ہے الخ"۔ علامہ طحطاوی نے اس بیان کو محشی دُرر علامہ سید ابراہیم حلبی کی طرف منسوب کیا ہے۔ علامہ حصکفی کی عبارت پر علامہ شامی نے کہا کہ منح کی عبارت یہ معراج کی عبارت (جو ہم ذکر کر آئے) کا خلاصہ ہے حالانکہ معراج میں "مارّا علی الکعبة" (کعبہ پر سے گزرنے والے خط) کا ذکر نہیں ہے، بلکہ یہ دُرر کی تصویر میں مذکور ہے ممکن ہے اس سے عرض کی بجائے طول میں گزرنے والا خط مراد ہو تو یہ ایک نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط اور دوسرا خط جو پہلے کو قطع کرے وہ نمازی پر سے عرض (چوڑائی) میں گزرنے والا ہوگا یا کعبہ پر گزرنے والا ہوگا"

ل حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷

فیصدق بما صوّرناہ اولاً وثانیاً ثم ان
اقتصارہ علی بعض عبارة المنح
ادی الی قصر بیانه علی المسامتة تحقیقاً و
ھی استقبال العین دون المسامتة تقدیراً
وھی استقبال الجھة مع ان المقصود
الثانیة فکان علیه ان یحذف
قوله من تلقاء وجه مستقبلھا حقیقة
فی بعض البلاد[1] اھ فھذا کل ما اوردہ وتمام
ما ارادہ۔

تو اس سے ہماری پہلی اور دُوسری دونوں تصویریں (ان کی
تصدیق ہوگی) درست ہوں گی، پھر علامہ کا منح کی کچھ
عبارت پر انحصار کرنا، حقیقی سمت پر انحصار کو ظاہر کرتا
ہے اور وُہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہے نہ کہ فرضی
سمت پر انحصار کیونکہ وہ جہت قبلہ کی طرف استقبال ہے
حالانکہ سمت فرضی یعنی کعبہ کی جہت کی سمت استقبال
کرنا ہی مقصود ہے اس لئے ان کو عبارت سے "بعض
بلاد میں حقیقی طور پر کعبہ کو پیشانی کرنے" کو حذف کرنا
ضروری تھا اھ، یہ علامہ شامی کی مکمل عبارت ہے اور
یہی ان کی مراد ہے۔

اقول وباللہ التوفیق شرح نظم
الدر ھکذا (یفرض من تلقاء وجه)
ای وسط جبھته (مستقبلھا حقیقة)
بحیث لو رفعت الحجب لرئیت الکعبة بین
عینیه (فی بعض البلاد) ای ای
بلد یراد (خط) مستقیم قائم (علی
الخط المار بجبھته معترضاً من
وسطه الی یمینه او شماله بحیث
یحدث معه (زاویة قائمة) عند
الجبھة ولو یقل قائمتین لانه
لا یجب فرض المعترض ماراً
الی الجھتین بل یکفی اد فی خط
الی ایة جھة منھما

اقول اللہ کی توفیق سے، دُرمختار کی عبارت
کی شرح یُوں ہے (وجہ کی طرف) وجہ سے مراد وسطِ پیشانی ہے
(حقیقۃً کعبہ کا استقبال کرنے والے) مراد یہ ہے کہ
اس طرح سیدھا استقبال ہو کہ اگر درمیان سے پردے
اُٹھا دیے جائیں تو کعبہ دونوں آنکھوں کے درمیان
نظر آئے، (بعض بلاد میں) سے مراد کوئی بھی علاقہ ہو
(خط فرض کیا جائے) سے مراد سیدھا خط قائم کیا جائے،
ایک دوسرے خط پر جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر
عرضی (چوڑائی) طور پر اس کے درمیان سے دائیں اور
بائیں طرف پھیلا ہوا ہو، ایک خط دوسرے سے اس
طرح ملے کہ اس سے وسطِ پیشانی پر زاویہ قائمہ پیدا ہو،
یہاں ایک زاویہ قائمہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ پیشانی پر خط کا
دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں بلکہ خط ان سے کسی

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

فلا یحدث بالفعل الا قائمة واحدة و ذلك من ایجازات هذا الفاضل المدقق فان زاویة قائمة اخصر من زاویتین قائمتین وفیها الکفایة فاختار ما قل وکفی (الی الافق) مقابل من فی قوله من تلقاء وجه ای یبتدئ من وسط الجبهة وینتهی الی الافق ویکون فی امتداده هذا (مارا علی) نفس (الکعبة) الی ههنا تم بیان المسامتة الحقیقیة ثم شرع فی بیان التقریبیة فقال (و یفرض خط اخر) مستقیم (یقطعه) عند جبهة المستقبل (علی زاویتین قائمتین مارا بالعرض یمنة ویسرة) ای یمین المستقبل ویسارہ و لم یکتف بالخط الاخر المشار الیه فی قوله علی زاویة قائمة لان ثمه کان یکفی ادنی ما ینطق علیه اسم الخط فی احد الجانبین وان لم یستوعب نصف جبین ذلك الجانب ولا ربعه والآن یحتاج الی خط ممتد یمینا وشمالا الی فراسخ کثیرة لیکون محل الانتقال یمنة ویسرة ولذا اتی ههنا بتثنیة القائمة

ایک طرف بھی ظاہر ہو تو کافی ہوگا، لہذا بالفعل دونوں خطوں سے ایک ہی زاویہ قائمہ پیدا ہوگا اسی لئے یہاں دو زاویوں کو ذکر نہیں کیا۔ اس فاضل مدقق کا یہ ایک اختصار ہے کیونکہ ایک زاویہ قائمہ دو قائم زاویوں کے مقابلہ میں مختصر ہے اور اس ایک زاویے سے مطلوب میں کفایت بھی پائی جاتی ہے اس لئے انھوں نے مختصر اور کافی کو پسند کیا ہے (افق کی طرف) یہ لفظ "من تلقاء وجہ" میں من کا مقابل ہے، یعنی پیشانی کے وسط سے نکل کر افق کی طرف پہنچا ہو جس میں لمبائی ہو (وہ گزر رہا ہو) نفس (کعبہ پر سے) یہاں تک مسامتت حقیقی کا بیان تام ہوگیا، اس کے بعد سمت تقریبی کا بیان شروع ہوا، تو کہا اور دوسرا سیدھا خط فرض کیا جائے جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر پہلے خط کو اس طرح قطع کرے کہ اس سے دو زاویے قائمے پیدا ہوں اور یہ دوسرا خط پیشانی پر عرض میں دائیں اور بائیں پھیلا ہوا ہو، مراد یہ ہے کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دراز ہوا ہو، اور یہاں پہلے کی طرح ایک زاویہ قائمہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دو زاویوں کو ذکر کیا، کیونکہ وہاں پر پیشانی پر ظاہر والے خط کا پیشانی کے دائیں اور بائیں دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں تھا بلکہ وہاں برائے نام ہونا کافی تھا جس پر لمبا خط آگرے، اگرچہ اس جانب پیشانی کے نصف بلکہ چوتھائی کو بھی نہ گھیرا ہو، لیکن یہاں پیشانی پر ظاہر ہونے والے خط کا دائیں اور بائیں کئی فرسخ تک بڑھا ہونا ضروری ہے تاکہ سمت کعبہ سے دائیں اور بائیں انتقال کا محل بن سکے، اسی لیے یہاں دو قائموں

فاذا انتقل المصلی علی ھذا الخط فی ای جھۃ الی فراسخ کثیرۃ حسب ما یقتضیہ بعد البلد من الکعبۃ لا یخرج عن الجھۃ واشار الی ذلک بقولہ (قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر) المسوغین للمصلی (فی عبارۃ الدرر) فان الدرر انما ذکر تیامن المصلی و تیاسرہ وکان یحتمل ان معناہ یجعل الکعبۃ علی یمینہ او یسارہ ولیس مرادا قطعا فرسم الخط یمنۃ ویسرۃ واشار بطرف خفی کعادتہ رحمہ اللہ تعالٰی فی غایۃ الایجاز الی ان ذلک التیامن والتیاسر للمصلی انما ھو علی ھذا الخط المخرج یمنۃ و یسرۃ لا ما یتوھم (فتبصر[1]) کیلا تزل وقد ظھر لک من ھذا الشرح بتوفیق اللہ تعالٰی:

اولاً سقوط ما زعموا ان بیانہ قاصر علی الحقیقۃ کیف ولو کان کذلک لما احتاج الی قولہ وخط اٰخر الخ

کو ذکر کیا، پس جب نمازی اس دائیں بائیں پڑھنے والے خط پر منتقل ہو خواہ کئی فرسخ دائیں یا بائیں جس قدر بھی کعبہ سے شہر کا بُعد ہو اس کے مطابق منتقل ہونے سے جہتِ کعبہ سے خارج نہ ہوگا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب الدر نے کہا میں کہتا ہوں (دائیں اور بائیں طرف ہونے کا یہی معنیٰ ہے کہ) دونوں خط نمازی کی دونوں جانب بنیں گے (جو مذکور ہے دُرر میں)، کیونکہ دُرر نے نمازی کے دائیں اور بائیں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا تھا کہ نمازی کعبہ کو اپنے دائیں اور بائیں کرے۔

لیکن یہ احتمال قطعاً مراد نہیں ہو سکتا ——— اس لئے انھوں نے دائیں اور بائیں خط بناکر ایک مخفی اشارہ دیا جیسا کہ ان رحمہ اللہ تعالٰی کی اختصار کی عادت ہے نمازی کے تیامن و تیاسر میں بھی اختصار سے کام لیا ہے وُہ یُوں کہ نمازی کا دائیں بائیں پھیلنے والے خط پر قائم رہتے ہُوئے سے دائیں یا بائیں ہونا مراد ہے، نہ وُہ کہ جو بعض کو وہم ہُوا، (پس غور کر) تاکہ تُو پھسلے نہیں۔ اللہ تعالٰی کی توفیق سے تجھ پر اس شرح سے چند امور ظاہر ہُوئے:

اوّلاً یہ کہ بعض محشی حضرات کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی نے صرف سمت حقیقی کو ہی بیان کیا ہے، یہ خیال ساقط ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر علامہ کو "وخط آخر" الخ

---

[1] ف: یہاں تک قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے وُہ دُرِمختار کی ہے باقی عبارت شرح کی صورت میں اعلیٰحضرت کی اپنی ہے۔

لان بیان الحقیقة قد تم الی قوله مارا علی الکعبة۔

ثانیاً سقوط ما اعترض به العلامتان الحلبی والطحطاوی من التخالف بین کلامی الدر والدرر فی معنی التیامن والتیاسر کما علمت۔

وثالثاً سقوط ما زعم العلامة الشامی من التغایر فی تصویره وتصویر المنح ومن العجب انه رحمه الله تعالٰی معترف بان عبارة المنح حاصل ما قدمناه عن المعراج وقد تقدم فی المعراج مروره علی الکعبة فمن این نشأ التغایر وانما عبارته عین عبارة المعراج لا تفاوت بینهما الا ان المعراج ذکر المرور عن الکعبة فی الجزاء والدرر اورده حالا لانه کان بصدد بیان التقریبیة فاخذ الحقیقة فی الفرض والتصویر۔

ورابعاً اعجب منه قوله کان علیه ان یحذف قوله من تلقاء وجه الی اٰخر الخ ولا ادری کیف یتم بیان التقریب باسقاط هذه الکلمات مع عدم ذکره عند کم الانتقال علی ذلك الخط یمینا وشمالا وان استنبط هذا

کہنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ حقیقی سمت کا بیان "مارا علی الکعبۃ" پر تام ہوجاتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی کا یہ اعتراض بھی ساقط ہوگیا کہ الدُّر یعنی حصکفی کا کلام تیامن اور تیاسر کے معنیٰ کے تعین میں دُرر کے کلام کے مخالف ہے جیسا کہ تمھیں معلوم ہے۔

ثالثاً یہ کہ علامہ شامی کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی اور منح کی تصویر میں تغایر ہے۔ یہ خیال ساقط ہوا۔ اور تعجب ہے کہ علامہ شامی خود معترف ہیں کہ منح کی عبارت معراج کی بیان شدہ عبارت کا ماحصل ہے، جبکہ معراج کی گزشتہ عبارت میں خط کا کعبہ پر سے گزرنا مذکور ہے پھر تغایر کہاں پیدا ہوا حالانکہ ان کی اور معراج کی عبارت ایک ہے، دونوں کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ معراج نے کعبہ پر سے خط گزرنے کو بطور جزاء ذکر کیا ہے اور دُرر نے اس کو بطور حال ذکر کیا ہے کیونکہ وہ صرف سمت تقریبی کو بیان کر رہے ہیں اور حقیقی سمت کا اظہار انھوں نے صرف فرضی طور پر اور تصویر میں کیا ہے۔

رابعاً اس سے بھی عجیب ان کا یہ قول ہے کہ علامہ حصکفی کے لئے ضروری تھا کہ وہ کعبہ کے حقیقی استقبال کرنے والے کی پیشانی سے الخ والی عبارت کو حذف کرتے (تاکہ سمت تقریبی کا بیان درست ہوتا) مجھے معلوم نہیں کہ ان کلمات کے حذف سے سمت تقریبی کا بیان کیسے تام ہوسکتا تھا، جبکہ آپ کے خیال میں دائیں اور بائیں نکلنے والے خط پر انتقال کو

من قولہ فھذا معنی التیامن کما فعلت فلیت شعری ماذا یضرہ ذکر الاخراج من تلقاء وجہ المستقبل حقیقۃ فلیس الا بفرض التحقیق اولا ثم تقدیر الانتقال عنہ۔

انھوں نے ذکر نہیں کیا اگرچہ یہ معنی اُن کے قول "فھذا معنی" الخ "تیامن وتیاسر کا یہ معنی ہے" سے حاصل کیا جا سکتا ہے تاہم مجھے معلوم نہیں "حقیقی مستقبل کعبہ کی پیشانی سے خط نکلا" کے ذکر سے ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے صرف یہی کہ اس سے سمتِ حقیقی کے تعین کے بعد سمت تقریبی کا بیان ہو رہا ہے۔

وخامسًا لئن اسقط ھذا کلہ لبقی مخرج الخط مھملا لم یتبین ولم یتعین فلا تقریب ولا تحقیق واللہ الھادی الی سواء الطریق۔

خامسًا اگر بقول علامہ شامی اس کلام کو حذف کر دیا جائے تو پھر خط کا مخرج کیا ہوگا۔ جب مخرج مذکور نہ ہوا تو نہ بیان صحیح ہوگا اور نہ ہی کعبہ کا تعین ہو سکے گا۔ اس طرح نہ سمت تقریبی ثابت ہوگی اور نہ ہی تحقیقی ثابت ہوگی۔ اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

قال الشامی قولہ قلت الخ قد علمت انہ لو فرض شخص مستقبلا من بلدہ لعین الکعبۃ حقیقۃ بان یفرض الخط الخارج من جبینہ واقعا علی عین الکعبۃ فھذا مسامت لھا تحقیقا، ولو انہ انتقل الی جھۃ یمینہ او شمالہ بفراسخ کثیرۃ وفرضنا خطا مارا علی الکعبۃ من المشرق الی المغرب[1] (قلت قالہ بالنظر الی بلدہ الشامی لان قبلۃ الشام الجنوب ویقال فی بلادنا من الشمال الی الجنوب وبالجملۃ المراد الخط المعترض

علامہ شامی نے کہا قولہ، قلت الخ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے علاقہ سے عینِ کعبہ کی طرف استقبالِ حقیقی کرتے ہوئے یوں فرض کیا جائے کہ اس کی پیشانی سے نکلنے والا خط عین کعبہ پر واقع ہو رہا ہے، تو یہ تحقیقی سمت ہوگی اور اگر وہ شخص دائیں یا بائیں کئی فرسخ منتقل ہو جائے اور ہم ایک خط فرض کریں جو کعبہ پر سے مشرق سے مغرب کی طرف گزرے (قلت علامہ شامی کا یہ قول ان کے اپنے علاقہ شام سے متعلق ہے کیونکہ وہاں سمتِ قبلہ جنوباً ہے (اس لئے کعبہ پر عرض میں فرض کردہ خط مشرق سے مغرب میں گزرے گا) ہمارے علاقہ میں یوں کہا جائے کہ شمال سے جنوب کی طرف بڑھنے والا خط (کعبہ پر عرض میں گزرنے والا ہوگا) غرضیکہ عرض میں پھیلنے والا خط

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۸

قال) وكان الخط الخارج من جبين المصلى يصل على استقامة الى هذا الخط المار على الكعبة فانه بهذا الانتقال لاتزول المقابلة بالكلية لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر يمينا اويسارا عن عين الكعبة يبقى شئ من جوانب وجهه مقابلا لها اھ[1]۔

اقول فهم رحمه الله تعالٰى ان وصول خط الجبهة عمودا على الخط المعترض المار بالكعبة عند الانتقال لليمين والشمال شرط بقاء الجهة عندهم وقد افصح عنه بعيد هذا حيث قال "بل المفهوم مما قدمناه عن المعراج والدرر من التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبة يمينا اويسارا انه لايصح لوكانت احدٰهما حادة والاخرى منفرجة بهذه الصورة

كعبة — مصلى

اھ[2] وفيه:

اولًا ليس فى عبارة الدرر ذكر الانتقال ههنا اصلا فضلا عن حصول قائمتين بعد الانتقال وما ذكر بعد فى التفريع

مراد لیا ہے علامہ شامی نے کہا) کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط سیدھا کعبہ پر سے گزرنے والے خط کو ملے گا تو اس صورت میں دائیں اور بائیں انتقال کرنے پر نمازی کا کعبہ سے تقابل کلیۃً زائل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے لہٰذا وہ جتنا بھی عین کعبہ سے دائیں یا بائیں پھرے گا اس کے چہرے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور کعبہ کے مقابل رہے گا اھ۔

اقول علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ سمجھا کہ دائیں یا بائیں منتقل ہوتے وقت نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کا عمودی شکل میں کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملنا کعبہ کی جہت کے بقاء کے لئے ان کے ہاں شرط ہے اس کے کچھ بعد انھوں نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہا، بلکہ درر اور معراج سے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کا دائیں یا بائیں انتقال کرتے ہوئے دو زاویے قائمے حاصل ہونے کی جو ہم نے قید ذکر کی ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر انتقال کرتے ہوئے دو قائموں کی بجائے ایک زاویہ حادّہ اور دوسرا منفرجہ اس صورت پر

کعبہ — مصلی

حاصل ہوا تو جہتِ کعبہ کا استقبال صحیح نہ ہوگا اھ۔ اس بیان میں چند اشکال ہیں:

اولًا یہ کہ دُرر کی عبارت میں سرے سے انتقال کا ذکر ہی نہیں ہے چہ جائیکہ انتقال کے بعد وہاں دو قائموں کے حصول کا ذکر ہو، اور اس نے بعد میں تفریع

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

[2] " " " " " " "

من التيامن والتياسر فليس فيه ايضا اثر من ذلك ولا هو يستلزم الانتقال بل ولا يحصلان لك بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامك وبه عبر في الدرر حيث قال فيعلم منه انه لو انحرف عن العين انحرافا[1] الخ

وثانيًا المعراج وكل من ذكرنا من متابعيه انما فرضوا خطا من جبين مستقبل العين مارا الى الكعبة وآخر قاطعا له على قائمتين ثم فرضوا الانتقال يمينا ويسارا بفراسخ كثيرة على هذا القاطع ولم يشترط هو ولا احد منهم حدوث القائمتين بعد الانتقال۔

وثالثًا لو شرط ذلك لم يصح لان الانتقال لا يمكن على خط مستقيم فان القاطع انما يمر في جانبي المستقبل بعد موضع قدمه في الهواء لكون الارض كرة وانما ينتقل المنتقل على دائرة فهو ان حفظ توجهه حين استقباله عين الكعبة وانتقل على تلك الدائرة يمينا وشمالا فلا شك ان الخط الخارج من جبهته

کے طور دائیں اور بائیں ہونے کا جو ذکر کیا ہے اس میں بھی اس کا کوئی نشان نہیں اور نہ ہی وہ انتقال کو مستلزم ہے بلکہ جب تو اپنی جگہ کھڑا رہ کر محاذات سے انحراف بھی کرے تب بھی دو قائمے حاصل نہیں ہوسکتے ۔ اسی بات کو دُرر نے تعبیر کرتے ہوئے کہا "پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر عین کعبہ سے کچھ انحراف کرے الخ

ثانیًا یہ کہ معراج اور اس کے مذکورہ متبعین حضرات نے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کی جبین سے خط نکل کر کعبہ کی طرف جائے اور دوسرا خط جو اس کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرنے کو ذکر کیا ہے اور پھر ان لوگوں نے اس قاطع خط پر دائیں بائیں کئی فرسخ تک انتقال کو فرض کیا ہے، اس کے باوجود معراج اور اس کے متبعین نے انتقال کے بعد دو قائمہ زاویوں کی شرط نہیں لگائی۔

ثالثًا یہ کہ اگر یہ شرط لگائی جائے تو درست نہیں ہوگی کیونکہ انتقال خط مستقیم پر ممکن نہ ہے اس لئے کہ قطع کرنے والا خط کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دونوں طرف فضا میں ایک قدم کے فاصلے سے گزرے گا کیونکہ زمین کروی یعنی گول ہے اور انتقال کرنے والا صرف ایک دائرہ پر انتقال کرے گا، اب اگر وہ عین کعبہ کا استقبال کرتے ہوئے اپنی جہت کو محفوظ رکھتے ہوئے اس دائرہ پر دائیں یا بائیں انتقال کرے تو یقینًا اس کی پیشانی سے نکلنے والا

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار السعادت مصر ۱/۶۰

لا یقطع الخط المار بالکعبۃ عرضا علی قائمتین کما لایخفی۔

ورابعاً یصح ذلك اولا یصح فلن یصحن قوله مھما تاخر یمینا او یسارا وانما ذکر المعراج ومن معه بقاء الجھۃ بالانتقال علیه بفراسخ کثیرۃ وھذا صحیح ولم یدعوا انه مھما انتقل لم یتبدل کیف والواغل فی الانتقال علیه لایبقی مواجھا للکعبۃ لاشك و سیستبین لك۔

وخامساً لما ارتکز فی ذھنه رحمه اللہ تعالٰی ان شرط بقاء المواجھۃ وصول خط الجبھۃ الی ذلك الخط المعترض بالکعبۃ عمودا توھم ان لو ترك المنتقل تلك الوجھۃ وانحرف قلیلا یمینا او شمالا لم یصح لکون الزاویتین اذ ذاك حادۃ ومنفرجۃ کما قدم فزعم ان کلام المعراج والدرر ھذا مخالف لاجازۃ الانحراف القلیل المصرح بھا فی غیر ما کتاب وصرح به اذ قال، والحاصل ان المراد بالیتامن و التیاسر الانتقال عن عین الکعبۃ الی جھۃ الیمین او الیسار لا الانحراف،

خط کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو دو قائموں پر قطع نہیں کرے گا، کما لایخفی۔

رابعاً یہ شرط صحیح ہو یا نہ ہو مگر شامی کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں ہوگا کہ "جتنا بھی دائیں بائیں ہٹ جائے" معراج اور اس کے متبعین نے صرف یہ ذکر کیا ہے دائیں بائیں کئی فرسخ تک منتقل ہونے والے کی جہت باقی ہوگی اور یہ بات صحیح ہے، کیونکہ انھوں نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ جتنا بھی منتقل ہوجائے تب بھی جہت نہ بدلے گی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب انتہائی طور پر انتقال ہوگا تو یقیناً وُہ کعبہ کی جہت پر نہ رہے گا، اور عنقریب یہ تجھ پر واضح ہوجائیگا۔

خامساً یہ کہ جب محشی رحمہ اللہ تعالٰی کے ذہن میں یہ بات مرکوز ہوچکی ہے کہ کعبہ کی جہت کی بقاء کیلئے یہ شرط ہے کہ نمازی کی پیشانی سے نکلنے والا خط، کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو عمودی شکل میں قطع کرے تو ان کو وہم ہوا کہ اگر منتقل ہونے والے نے مذکورہ معیار والی جہت کو چھوڑدیا اور تھوڑا سا بھی دائیں بائیں اس نے انحراف کیا تو استقبال صحیح نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں (مذکورہ دونوں خطوں کے ملنے سے) دو قائمہ زاویے نہیں بلکہ ایک حادہ اور ایک منفرجہ حاصل ہوں گے، جیسا کہ قبل ازیں وُہ ذکر ہوچکے ہیں۔ اور انھوں نے یہ گمان کرلیا کہ معراج اور درر کا یہ کلام اس قلیل انحراف کی اجازت کے خلاف ہے جس کا صراحۃً متعدد کتب میں ذکر ہے۔ اور اُنھوں نے اس کی یہ کہہ کر تصریح کردی کہ دائیں بائیں ہونے سے مراد کا حاصل یہ ہے کہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں جہت انتقال کرنا ہے نہ کہ

لکن وقع فی کلامھم ما یدل علی ان الانحراف لایضر[1] ثم نقل کلام القھستانی وشرح العلامۃ الغزی لزاد الفقیر ومنیۃ المصلی عن امالی الفتاوی والعجب انہ نسی مانقل بنفسہ من الدرر فان الذی نقل ھھنا عن القھستانی عین ماقدمہ عن الدرر من ان الانحراف الیسیر الذی لاتزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ لایضر فکیف یکون کلام الدرر مخالفا لہ۔

انحراف کرنا مراد ہے۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء کی کتب میں ایسا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحراف قلیل مضر نہیں ہے، اس پر پھر انھوں نے قہستانی، زاد الفقیر کی شرح علامہ غزی اور امالی الفتاوٰی کے حوالہ سے غنیۃ المصلی کی عبارات نقل کیں۔ تعجب ہے کہ علامہ شامی (محشی) رحمہ اللہ تعالٰی دُرر سے خود اپنی نقل کردہ بات کو بھول گئے، کیونکہ اُنھوں نے یہاں قہستانی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ایسا قلیل انحراف جس سے کعبہ کا مقابلہ کلیۃً زائل نہ ہو مضر نہیں ہے۔ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جس کو وُہ خود پہلے دُرر سے بیان کرچکے ہیں، تو دُرر کا کلام قہستانی کے خلاف کیسے ہوگا۔

سادسًا لیس الامر کما فھم بل انحراف وسط جبھۃ المستقبل عن مسامتۃ الکعبۃ لازم الانتقال والخروج عن سطح الجدار الشریف ولو حفظ فی انتقالہ تلک الوجھۃ لاتی علی مایخرجہ عن الجھۃ بالکلیۃ، ولو انحرف عن تلک الوجھۃ انحرافا مناسبا لحفظ التوجہ الی الکعبۃ فکلامہ منقوض طردا وعکسا، ولیکن لبیان ذلک موضع شرقی مکۃ المکرمۃ بین طولیھما نحو من ثلثمائۃ

سادسًا یہ کہ معاملہ وُہ نہیں جیسا کہ انہوں نے سمجھا بلکہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کی وسطِ پیشانی کا سمتِ کعبہ سے انحراف، دائیں بائیں انتقال اور کعبہ کی دیوار کی سطح سے خروج کو لازم ہے، اب اگر محشی رحمہ اللہ تعالٰی نمازی کے دائیں بائیں انتقال میں اس زاویہ قائمہ والی توجہ پر قائم رہتے ہیں تو اس صورت میں ان سے نمازی کو جہتِ کعبہ سے بالکلیہ خارج کردینے والی بات صادر ہورہی ہے، اور اگر وہ منتقل ہونے والے کے لئے (اس زاویہ قائمہ والی بات) سے انحراف کرکے کعبہ کی طرف توجہ کی حفاظت کے لئے (منتقل ہونے والے کا کعبہ کی طرف) انحراف مراد لیں تو

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

وخمسين ميلا اعني خمس درج و
عرضها كالحط نحوا من عرض
مكة المكرمة على ماثبت بالقياسات
الجديدة كالحط فاذن تكون قبلته
نقطة المغرب سواء بسواء
كما لا يخفى على المهندس
وذلك لان في اللوغارثميات
ظل عرض مكة ٩،٥٩٣٥٤٢٣ جيب تمام
مابين الطولين ٩،٩٩٨٣٣٤٢ = ٩،٥٩٥١٥٨١
ظل عرض موقع العمود
الواقع من نقطة المغرب على
نصف نهار البلد مار إلسمت راس
مكة المكرمة قوسه كالحط مساوية لعرض
البلد فيكون العمود نفسه دائرة سمتية
مرّ بسمتي راس البلد و مكة ثم نقول
ظل ما بين الطولين ٨،٩٣١٩٥١٨ +
جيب تمام عرض موقع العمود ٩،٩٦٤٤٢٧٦ =
١٨،٩٦٠٦٧٩٣ نجعله محفوظا وننتقل
على نصف النهار هذا يمينا و
شمالا مع حفظ الوجه اعني بقاء القطب الشمالي
على المنكب الايمن فليكن :

اوّلاً موضع على خط الاستواء
فعرض الموقع هو الفضل بينه وبين
عرض البلد لانتفائه جيبه
٩،٥٦٣٧٥٤٦ ويبقى بتفريقه من

اس صورت میں ان کا کلام جامع اور مانع نہ رہے گا، اس
کا بیان یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مشرق میں واقع ایسا مقام
کہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے دونوں طولوں میں ساڑھے تین سو
میل یعنی پانچ درجے ہو، اور اس مقام کا عرض کالحط
مکہ مکرمہ کے عرض جتنا ہوگا جیسا کہ جدید قوانین میں ثابت
ہے کہ وہ کالحط ہے، تو اس صورت میں اس مقام کا
قبلہ ٹھیک نقطۂ مغرب ہوگا، جو کہ ریاضی دان حضرات پر
مخفی نہیں، یہ اس لئے کہ لوگارثم میں عرض مکہ مکرمہ کا
ظل ٩،٥٩٣٥٤٢٣ دونوں طولوں میں مکمل جیب
٩،٩٩٨٣٣٤٢ = ٩،٥٩٥١٥٨١ ہے نقطہ
مغرب سے گزرنے والے عمود کے مقام کا ظل، نصف النہار
کے وقت عین مکہ مکرمہ کی سمت پر سے گزرے گا، تو
اس کا قوس کالحط ہوگا جو عرض بلد کے مساوی ہوگا
اس طرح خود عمود ایک دائرہ سمتی ہوگا جو راس البلد
اور مکہ مکرمہ کی دونوں سمتوں سے گزرے گا۔ پھر ہم
کہیں گے کہ دونوں طولوں کا ظل ٨،٩٣١٩٥١٨ +
عمود کے موقع کے تمام عرض کا جیب ٩،٩٦٤٤٢٧٦ =
١٨،٩٦٠٦٧٩٣ ہے جس کو ہم محفوظ کرلیں گے اور
ہم دائیں کندھے پر قطب شمالی کو باقی رکھ کر اپنی جہت
کو محفوظ بنا کر اس نصف النہار پر دائیں اور بائیں
منتقل ہوں تو :

اوّلاً خط استواء پر ایک موضع ہو تو عمود کے
وقوع کی جگہ کا عرض منفی ہونے کی وجہ سے اس کے اور
عرض البلد کے درمیان زائد ہوگا، جس کا جیب
٩،٥٦٣٧٥٤٦ ہوگا، اس کو محفوظ سے تفریق

المحفوظ ظل الانحراف الشمالی ٩٠٣٣٤٦٩٢٤٨
قوسہ مـ لـ تمامها عہ لح فمن حفظ
الوجهۃ فقد انحرف عن القبلۃ اکثر
من سبع وسبعین درجۃ وهو بان
یسمی مجانبا احق من ان یسمی
مواجها اذ لم یبق بین جنبہ الحقیقی و
بین الکعبۃ الا اقل من ثلث عشرۃ درجۃ و
بینها وبین وجهہ اکثر من ٧٧ درجۃ وان
انحرف عن تلك الوجهۃ الی یمینہ
اعنی الشمال اکثر من ٧٧ درجۃ فقد
اصاب القبلۃ بهذا الانحراف العظیم فانتقض
ذلك طردا وعکسا فی انتقال اقل من اثنتین
وعشرین درجۃ۔

ولکن **ثانیاً** موضع عرضہ
مـ غـ شمالیا لیکون انتقال الشمالی مثل ذلك
جنوبی فتفاضلہ مع عرض الموقع مثلہ
فجیبہ جیبہ والعمل العمل یکون
انحراف القبلۃ هنا من نقطۃ المغرب
الی الجنوب عہ لح ولزم ما
لزم۔

ولکن **ثالثاً** عرضہ الجنوبی
مـ غـ فمجموعہ مع عرض الموقع
سل الرجیبہ ٩٠٦٩٥٥٣٠٧٣ مفروقا
من المحفوظ = ٨٠٦٩٥٥٣٧٢١ قوس
فالظل کط تمامها قدنا فقد انحرف

کرنے پر شمالی انحراف کا ظل ٩٠٣٣٤٦٩٢٤٨ باقی رہے گا
جس کا قوس مـ لـ مکمل عہ لح ہوگا، پس اب
جس نے اپنی جہت کو محفوظ رکھا اس کا قبلہ سے ٧٧ درجے
سے زائد انحراف ہوگا تو اس کو قبلہ رُو قرار دینے کی بجائے
قبلہ سمت سے پہلو پھیرنے والا قرار دینا بہتر ہے کیونکہ اس
کے حقیقی پہلو اور کعبہ کے درمیان صرف ١٣ درجے سے
بھی کم باقی رہے گا، اور کعبہ اور اس کے چہرے کے
درمیان ٧٧ درجے سے زائد ہوگا، اب اگر وہ اس
جہت سے اپنے دائیں یعنی شمال کی طرف ٧٧ درجے
سے زیادہ انحراف کرے تو تب بھی اس عظیم انحراف سے
کعبہ کی جہت کو پائے گا، تو یوں ٢٢ درجے سے کم
انتقال سے اس کی جامعیت اور مانعیت ختم
ہوجائیگی۔

ثانیاً ایک ایسا موضع جس کا عرض مـ غـ
شمالی ہو تاکہ شمالی اور جنوبی انتقال ایک جیسا ہوجائے
تو اس کا تفاضل عمود کے موقع کے عرض سمیت اسی
کے برابر ہوگا تو دونوں کا جیب اور عمل ایک ہی ہوگا
تو یہاں سے قبلہ کا انحراف مغرب کے نقطہ سے جنوب
کی جانب عہ لح ہوگا اور وہی خرابی لازم آئے گی
جو آئی۔

ثالثاً ایک ایسا موضع ہو جس کا جنوبی عرض
مـ غـ ہو تو اس کا مجموعہ عمود کے موقع کے عرض سمیت
سل ار ہوگا جس کا جیب ٩٠٦٩٥٥٣٠٧٣
محفوظ سے تفریق شدہ = ٨٠٦٩٥٥٣٧٢١ قوس ہوگا
یہ ظل کط جس کا کل قدنا ہوگا اس صورت میں

نقطة المغرب خمس و
ـــ درجة ولم يبق الى نقطة الشمالى
خمس درج فان حفظ الوجهة
بطلت صلاته قطعا وان توجه الى
القطب الشمالى صحت يقينا وان اخذنا
مابين الطولين اصغر من ذلك يظهر
التفاوت اكبر من ذلك وبالجملة
فتلزم استحالات لاتحصى فالحق ان
ليس فى عبارة الدرر ولا المعراج شئ مما
ذكر ولا ما فهم من جواز الانتقال على
ذلك الخط مهما شاء ولا ما فهم من
مخالفتهما لتجويز الانحراف اليسير
ولا ما فهم من اشتراط حفظ الوجهة
لبقاء الجهة ولا ما فهم من افادتهما
فساد الصلوة ان احدث الخطان
زاويتين مختلفتين بل الامر فيه
كما **اقول** انهم انما فرضوا الانتقال
على القاطع له على قائمتين اى
على نصف نهار الموضع المفروض
المسامت حقيقة ليحصل بالانتقال
الانحراف على عكس ما فهم
العلامة المحشى رحمه الله تعالٰى
وذلك لانه لو جعلت الكعبة مركزا
ورسمت ببعد مستقبلها دائرة و
انتقل هو عليها حتى طاف الدنيا

نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف ۸۵ درجے ہوگا، اور
نقطہ شمالی کی طرف صرف پانچ درجے باقی رہے گا،
پس اگر وہ اپنی اس توجہ کو محفوظ رکھے تو اس کی نماز
لازمی طور پر باطل ہوگی، اور اگر وہ قطبِ شمالی کی طرف
پھر گیا تو اس کی نماز یقیناً درست ہوگی اور اگر ہم
دونوں طولوں میں اس سے بھی کم فاصلہ فرض کریں تو
تفاوت اس سے بھی بڑھ جائے گا۔ خلاصہ یہ
کہ اس سے بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی۔ تو حق یہ
ہے کہ دُرر اور معراج کی عبارت میں محشی علیہ الرحمۃ کے
ذکر کردہ امور میں سے کچھ بھی نہیں، نہ اس خط پر حسبِ
خواہش انتقال کا جواز، اور نہ ہی معمولی انحراف کے
جواز کی ان دونوں سے مخالفت اور نہ ہی بقائے جہت
کے لئے توجہ کے محفوظ رہنے کی شرط اور نہ ہی مختلف
زاویے والے دو خطوں کے پیدا ہونے سے ان دونوں
حضرات کی طرف سے نماز کے فساد کا افادہ، غرضیکہ
محشی علیہ الرحمۃ کی فہم کردہ ان مذکورہ چیزوں میں کوئی
بھی ان دونوں حضرات کی عبارت میں موجود نہیں، بلکہ
معاملہ یُوں ہے جیسے میں کہتا ہوں (اقول) انہوں
نے دو قائموں کی شکل میں اس کو قطع کرنے والے خط
پر سے انتقال فرض کیا جس کا مطلب یہ ہے کعبہ سے
حقیقی سمت والے مقام مفروض پر خاص نصفِ نہار
کے وقت قاطع خط سے ایسا انتقال ہو جس سے سمت میں
کچھ انحراف حاصل ہو سکے بالعکس اس کے جو علامہ
محشی علیہ الرحمۃ نے سمجھا، یہ اس لئے کہ اگر کعبہ کو
مرکز قرار دے کر اس کی طرف استقبال کرنے والے

وعاد الی مقامہ الاول ای علی الفرض لم یزل الاستقبال الحقیقی ولم یحصل انحراف ما اصلا ومقصودھم ان ینبھوا علی جواز الانحراف الیسیر ففرضوا الخط کما مر وذکروا انہ لایجاوز الجھۃ بالانتقال علیہ الی فراسخ کثیرۃ وقد صدقوا فی ذلک ولم یقدروا الفراسخ لانھا تتبدل بتبدل البعد کما تقدم ولو ارادوا تسویغ الانتقال مطلقا لما قیدوا بفراسخ وقالوا لایزول بالانتقال کم ما کان قلتم فھذا ما کان یجب التنبہ لہ وباللہ التوفیق ولیرجع الی ما کنا فیہ۔

کے فاصلہ کو ملحوظ رکھتے ہُوئے دائرہ بنایا جائے اور نمازی اس دائرہ پر انتقال کرتا چلا جائے حتی کہ ساری دنیا کا چکر بھی لگائے اور پہلے مقام یعنی فرضی مقام پر لوٹ آئے تب بھی اس کا استقبال حقیقی باقی رہے گا اور ذرا بھی انحراف نہ ہوگا اور مذکورہ انحراف کے ذکر سے ان کا مقصد معمولی انحراف کے جواز پر تنبیہ کرنا ہے تو اس لئے انھوں نے مذکورہ خط کو فرض کرکے یہ ذکر کیا کہ اس مذکورہ دائرہ والے خط پر کئی فرسخ تک انتقال کرنے والے کی جہت تبدیل نہ ہوگی اور یہ بات انھوں نے درست فرمائی، ساتھ ہی انھوں نے فرسخ کی تعداد معین نہ فرماکر یہ واضح کیا کہ یہ تعداد کعبہ سے دائرہ والے خط کے بُعد پر موقوف ہے یعنی بُعد کی تبدیلی سے فرسخ کی تعداد بدل جائیگی جیسا کہ گزر چکا، اور اگر وُہ عام ہر طرح کا انتقال مراد لیتے تو پھر بیان میں فراسخ کی قید ذکر نہ کرتے بلکہ یُوں کہتے "جتنا تم چاہو انتقال کرو اس سے جہت میں تبدیلی نہ ہوگی" یہ وہ ہے جس پر تنبیہ ضروری تھی، جبکہ توفیق صرف اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ اب ہمیں اپنی بحث میں واپس لوٹنا چاہئے۔

فاقول ثالثا بقی فی شرحہ عبارۃ الدر رشئ وھو جعل "علی استقامۃ" متعلقا "بیصل" وانت تعلم انہ کما یجب الاستقامۃ بھذا المعنی فی الخط الخارج من الجبھۃ کذلک فی الخط المار بالکعبۃ عرضا وعلی جعلہ متعلقا

فاقول، ثالثا (نوٹ: یہ ثالثا اس اوّلاً سے متعلق ہے جو صفحہ ۸۸ پر گزرا)

دُرر کی عبارت کی شرح کرتے ہُوئے محشی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا اس میں ابھی کچھ امر باقی ہے وُہ یہ کہ انھوں نے فرمایا کہ دُرر کی عبارت میں "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" کے لفظ سے ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط میں جس معنی میں استقامت ضروری ہے

بیصل لا یبقی ایماء الی استقامۃ المار و یصیر قولہ بحیث تحصل قائمتان مجرد بیان لقولہ علی استقامۃ فالاصوب عندی جعلہ متعلقا بالمار لیتم البیانان ولیصیر تاسیسا ولیتعلق بالقریب ھذا ما کان یتعلق بالحمل الاول وحملہ الفاضل الحلیمی فی حواشی الدرر علی بیان التقریبیۃ حیث قال (قولہ بحیث یحصل قائمتان) اطلقہ فشمل ان تینک القائمتین یتساوی بعدھما عن العینین الی جدار الکعبۃ اولا فالاول ھو المراد فی التوجہ الی العین، والثانی فی التوجہ الی الجھۃ وھو المراد ھنا فقط" ثم قال " حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین[1] الی اٰخر ما قدمنا عنہ فصرح بالمراد و جعل حاصل الوجھین واحدا۔

اسی معنی میں کعبہ پر سے عرضی طور پر گزرنے والے خط میں بھی استقامت ضروری ہے اور "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" سے کرنے میں کعبہ پر سے سیدھے گزرنے والے خط کی طرف اشارہ باقی نہ رہے گا اور اسی طرح دُرَر کی عبارت میں "بحیث تحصل قائمتان" کو دیکھا جائے تو وہ صرف "علی استقامۃ" کا بیان بن کر رہ جائیگا، لہٰذا میرے نزدیک بہتر یہ ہوگا کہ "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" کی بجائے لفظ "المار" سے کیا جائے تاکہ دونوں بیان تام ہوجائیں اور تاسیس یعنی نیا فائدہ بھی حاصل ہوجائے نیز اس کا تعلق قریب سے بھی ہوجائیگا، یہ مذکورہ ساری گفتگو پہلے محمل سے متعلق ہے۔ جبکہ فاضل حلیمی نے دُرر کی شرح کرتے ہوئے اس کی عبارت کا محمل سمتِ حقیقی کی بجائے سمتِ تقریبی قرار دیا (یعنی عین سمتِ کعبہ کی بجائے انھوں نے اس کو جہتِ کعبہ پر محمول کیا ہے) جہاں انھوں نے کہا "قولہ بحیث تحصل قائمتان" اس کو عام رکھا ہے لہٰذا وہ دونوں قائمے جن کا فاصلہ دونوں آنکھوں سے جدارِ کعبہ تک مساوی ہوگا یا نہ ہوگا، مساوی ہو تو اس سے عین کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے اور اگر مساوی نہ ہو تو اس سے جہتِ کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے، اور یہاں یہی آخری یعنی فقط جہت کی طرف توجہ مراد ہے، پھر انھوں نے فرمایا کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ دونوں خطوں کے درمیان واقع ہو الخ جہاں تک ہم نے پہلے ان سے ذکر

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولیٰ عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

اقول وهذا اولى بوجوه لقوله فی صدره استقبال عین الکعبة لمکی وجهتها لغیره ان یصل[1] الخ فافاد انه الآن بصدد بیان التقریبیة لا الحقیقة الواقعة علی العین ولانه قال بعده اونقول هو ان تقع الکعبة الی آخر ما تقدم فی القول الثالث ولا شك انه للتقریب وظاهر قوله اونقول ان محصلهما واحد و لان الجبین یکون علی هذا بمعناه الحقیقی وکذلك فهم العلامة الطحطاوی فصور بیان الدرر هکذا۔

الکعبة

جبین المصلی جبین المصلی

اقول ولیس المراد حدوث الخطین فی حالة واحدة حتی یرد علیه انه مع حمل الجبین علی طرفی الجبهة عدل الی جعله لبیان التحقیق حیث اوصل الخطین الی الکعبة عمودین وانه قد علمت مما قدمنا ان

کردیا ہے غرضیکہ انہوں نے مراد کی تصریح کردی ہے اور دونوں وجہوں کا ماحاصل انہوں نے ایک ہی قرار دیا۔

اقول ان کا یہ بیان کئی طرح سے بہتر ہے ایک وجہ تو ماتن کا یہ قول ہے کہ مکی کے لئے عین کعبہ کا استقبال اور غیر مکی کے لئے جہتِ کعبہ کا استقبال ہے الخ لہذا وہ بتارہے ہیں کہ اب سمتِ تقریبی کو بیان کررہے ہیں (یعنی وجهتها لغیره الخ) نہ کہ سمتِ حقیقی جس کا وقوع عین کعبہ پر ہے، اور اس لئے بھی کہ انہوں نے بعد میں یہ کہا "یا ہم یوں کہیں کہ ان تقع الکعبة الخ" جیسا کہ تیسرے قول میں گزرا ہے، اس بیان کے بارے میں شک نہیں کہ یہ سمتِ تقریبی سے متعلق ہے، نیز ماتن کا قول "او نقول" ظاہراً بتاتا ہے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہے اور نیز اس مراد پر جبین کا حقیقی معنی مراد ہوگا۔ علامہ طحطاوی نے اسی کو اسی طرح سمجھا اور انہوں نے درر کے بیان کے مطابق تصویر یوں بنائی۔

کعبہ

جبین المصلی جبین المصلی

اقول علامہ طحطاوی کے بیان میں، دونوں خطوں کا ایک شکل پر ہونا ضروری نہیں، ورنہ یہ اعتراض پیدا ہوگا کہ انہوں نے جبین کا حقیقی معنی یعنی پیشانی کی دونوں طرفیں (پہلو) مراد لینے کے باوجود جبین سے نکلنے والے خطوں کو عین کعبہ پر بصورت عمود (سیدھا) گرا کر سمتِ حقیقی کو بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے پہلے

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولی عبد الحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبعہ عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/ ۵۲
حاشیۃ الدرر لملا خسرو " " " مطبعۃ احمد کامل الکائنہ ۱/ ۶۰

الخط الخارج من الجبین لا یخرج علی استقامۃ الجبھۃ بل منحرفا من الجبین الایمن یمینا ومن الایسر یسارا وانہ لا یمکن ان یکون کلا الخطین الخارجین من الجبینین عمودا علی خط مستقیم بل المراد عندی تصویر التیامن والتیاسر فالاول مثلاً جبین المصلی الایمن عند انحرافہ عن الکعبۃ یسارا والثانی جبینہ الایسر حین انحراف یمینا، وایضاح تصویرہ ھکذا ینبغی ان

الکعبۃ

جبین المتیامن جبین المتیاسر

یفھم ھذا المقام، اما قولہ رحمہ اللہ تعالٰی فی بیان تصویرہ نقلا عن بعض الافاضل، فقد حصل من الخط المار بالکعبۃ قائمۃ ومن الخط الخارج من جبین المصلی قائمۃ اخری وحدث منھما زاویتان متساویتان اھ؎۔

فاقول ھذا وان کان

بیان سے آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جبین (پیشانی کے پہلو) سے نکلنے والا خط پیشانی کے وسط سے سیدھا نہیں نکلتا بلکہ دائیں جبین سے نکلنے والا خط دائیں طرف اور بائیں جبین سے نکلنے والا بائیں طرف نکلے گا اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں جبینوں سے نکلنے والے خطوط عمودی طور پر خطِ مستقیم پر نکلیں بلکہ میری رائے میں ان کا یہ بیان التیامن اور التیاسر کی صورت کا بیان ہے کہ مثلاً التیامن یہ ہے کہ نمازی کی دائیں جبین کا کعبہ سے بائیں طرف انحراف ہوجائے اور التیاسر یہ ہے کہ اس کی بائیں جبین کا کعبہ سے دائیں طرف انحراف ہوجائے تو اس صورت میں دونوں جبینوں کے خط مستقیم شکل میں کعبہ کی طرف ہوں گے ان کی تصویر کو یوں سمجھنا مناسب ہے
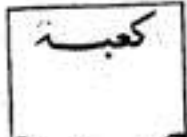
کعبہ

قوس دائیں جبین قوس بائیں جبین

ایسے مشکل مقام کو یُوں سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی کا وُہ قول جو انھوں نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کے بارے میں ایک فاضل سے نقل کرتے ہُوئے فرمایا کہ کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے زاویہ قائمہ حاصل ہوا اور اسی طرح نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط سے دُوسرا قائمہ حاصل ہُوا اور ان دونوں خطوں سے دو مساوی زاویے پیدا ہُوئے اھ۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) اگرچہ ان کے اس تکلف

؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۷

فی حکایتہ غنی عن نکایتہ لکن لا ازراء فیہ بھم فانھم رحمھم اللہ تعالٰی لم یکن لھم اشتغال بتلك الفنون وقد کانوا معتنین ببیان مھمھم ویعنی فرحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم رحمتہ تکفی وتغنی اٰمین!

کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس سے ان پر طعن نہیں آتا کیونکہ ان حضرات کا اس فن سے خاص شغل نہیں ہے وُہ صرف اپنے مقصد اور ضروری مراد کو بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر اپنی کفایت کرنے والی رحمت فرمائے، آمین!

ثم اعلم ان الجبینین منتھیان فی الجانبین الی محاذاۃ الحاجبین، قال فی القاموس الجبینان حرفان مکتنفا الجبھۃ من جانبیھا فیما بین الحاجبین مصعدا الی قصاص الشعر[1]۔

پھر واضح ہو کہ دونوں جبینیں دونوں ابروؤں کے برابر جانبین پر ختم ہوتی ہیں۔ قاموس میں ہے: "جبینیں پیشانی کو دونوں طرف سے گھیراؤ کرنے والی دو طرفیں ہیں جو دونوں ابروؤں سے بلند ہو کر پیشانی کے بالوں تک پہنچتی ہیں اھ۔ (ت)

بالجملہ ہماری تحقیق پر قولِ چہارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذاتِ حقیقیہ سے دونوں طرف جُھک سکتا ہے کہ جبین یعنی کنارہ پیشانی محاذی کنارہ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر اُفق کی طرف جائے سطح کعبہ معظمہ پر زاویہ قائمہ بناتا گزرے **اقول** (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ اس کی پر جبین سے دوسری تک یعنی ما بین دو ابرو اگر سر کو مدوّر فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جبہہ سے ہر طرف ثمن دَور ہے صفتِ مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذاتِ حقیقیہ ہوتی، اب اُس سے ثمن دَور پھرنا صحیح ہُوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵ - ۴۵ درجے آئے، قول سوم کا بھی یہی محصل تھا، اور کیوں نہ ہو کہ عبارتِ دُرر سے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قدمنا وباللہ التوفیق۔

پنجم اہلِ مشرق کا قبلہ مغرب ہے، اہلِ مغرب کا مشرق، اہلِ جنوب کا شمال، اہلِ شمال کا جنوب۔ تو جب تک ایک جہت دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے، یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف منہ کرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی۔ **اقول** اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلی سے محاذاتِ حقیقیہ کا خط کعبہ معظمہ پر گزرتا ہُوا دونوں طرف کے افق تک ملادیں اور وہیں سے دُوسرا خط اُس پر عمود گرائیں کہ افق کے چار حصّے مساوی ہوجائیں، پھر ہر حصّے کی تنصیف کرکے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کردیں ان اخیر خطوط سے جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وُہ ربع جس کے منتصف پر کعبہ معظمہ ہے جہت

---

[1] القاموس المحیط فصل الجیم باب النون مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۲۱۰

استقبال ہے اور اُس کے مقابل جہتِ استدبار اور باقی دو ربع جہاتِ یمین وشمال بایں صورت کہ ہ مصلی ہے اور س کعبۂ معظمہ، ا ب خط محاذاتِ حقیقیہ ج ء اس پر عمود، ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی پھر ربع ا ج کو ح اور ربع ا ء کو ط پر تنصیف کرکے خط ح ط ملادیا، یونہی ط ک ء ک ی۔ ی ح تو قوس ح ا ط جہتِ قبلہ ہے اور ی ب ک جہتِ استدبار، ی ج ح جہتِ یمین، ک ء ط

جہتِ شمال۔ ہ اگر ا کی طرف مُنہ کرے عین کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور روا ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی، جب قوس ح ا ط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو وہی دونوں جانب ۴۵ - ۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا۔ یہ قولِ نفیس خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی المشرق قبلۃ اھل المغرب والمغرب قبلۃ اھل المشرق والجنوب قبلۃ اھل الشمال و الشمال قبلۃ اھل الجنوب۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ مغرب والوں کا قبلہ مشرق ہے اور مشرق والوں کا مغرب ہے۔ شمال والوں کا جنوب اور جنوب والوں کا شمال ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

قال الزندویسی ان المغرب قبلۃ لاھل المشرق و بالعکس والجنوب لاھل الشمال و بالعکس فالجھۃ قبلۃ کالعین۔[2]

زندویسی نے کہا کہ مشرق والوں کا مغرب قبلہ ہے اور اس کے برعکس، اور شمال والوں کا جنوب قبلہ ہے اور اس کے برعکس۔ پس جہت بھی عین کعبہ کی طرح قبلہ ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قد قطع الزندویسی فی روضتہ بالتفریع المذکور[3] الخ قالہ بعد ما ذکرانہ بناہ علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردد

زندویسی نے اپنی کتاب "روضہ" میں مذکورہ تفریع پر یقین کا اظہار کیا ہے الخ، انھوں نے یہ بات کعبہ کو وسطِ زمین پر قرار دینے کے بعد کہی اور اس کے اثبات

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] جامع الرموز فصل شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

فی ثبوتہ ثم ایدہ بکلام الامام الرازی فی التفسیر وانہ من القضایا المتلقاۃ بینہم بالقبول اقول لا محل للتردد فان الارض کرۃ فلك ان تقدر ایۃ نقطۃ منہا شئت وسطا والکعبۃ احق بذلك فان اللہ تعالٰی جعلہا مثابۃ للناس ثم التفریع لایتوقف علیہ الاتری انا صورناہ بفرض موضع المصلی وسطا۔

میں انھوں نے تردد کیا ہے، پھر انھوں نے اس کی تائید امام رازی کے کلام سے جو ان کی تفسیر میں ہے سے فرمائی یہ بات مسلّمہ قضایا میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں تردد کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ زمین کے جس نقطہ کو وسط قرار دیں وہ کعبہ ہے اس لئے کہ زمین گول ہے اسی لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو "مثابۃ للناس" فرمایا ہے پھر یہ تفریع کعبہ کے وسط ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ آپ نے خیال نہیں کیا کہ ہم نے نمازی کی جگہ کو وسط فرض کرتے ہوئے اس کی تصویر بنائی ہے۔ (ت)

نظم زندویسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں ہے:

قبلۃ اھل المشرق الی المغرب عندنا وقبلۃ اھل المغرب الی المشرق وقبلۃ اھل المدینۃ الی یمین من توجہ الی المغرب وقبلۃ اھل الحجاز الی یسار من توجہ الی المغرب[1] اھ

ہمارے ہاں مشرق والوں کا قبلہ مغرب اور مغرب والوں کا مشرق ہے، اور مدینہ والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی دائیں طرف ہے، اور حجاز والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب ہے اھ (ت)

اقول کانہ اراد بالحجاز نحو الیمن والا فالمدینۃ السکینۃ سیدۃ الحجاز وسیدۃ بلاد العالم ثم من المعلوم قطعا ان قبلتہا الی یسار من توجہ الی المغرب اعنی الجنوب فکانہ انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من ھذا القبیل واللہ تعالٰی اعلم ما وقع من الخانیۃ من ان القبلۃ لاھل الھند ما بین الرکن

اقول انھوں نے حجاز سے گویا دایاں حصہ مراد لیا ہے ورنہ مدینہ منورہ حجاز کا مرکز اور سردار ہے بلکہ پورے عالم کا سردار ہے۔ پھر قطعاً یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورہ کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب یعنی جنوب ہے، گویا انھوں نے بیان میں (غلطی سے) یمین کی جگہ یسار کو ایک دوسرے سے بدل دیا، یا پھر مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے سے بدل دیا واللہ تعالٰی اعلم، ہوسکتا ہے کہ جو خانیہ میں مذکور ہے وہ بھی اسی طرح کی تبدیلی پر مبنی ہو کہ ہند والوں کا

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

اليمانی الی الحجر[1] وکتبت علیہ **اقول** ھذا جھۃ الجنوب ولا یصح الا لبعض بلاد الھند الی عرض الح تقریبا الا ان یقرأ الحجر بالکسر وھو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الجدار الیمانی تماما ویخرج الغایتان فیبقی الجدار الشرقی الذی فیہ الباب الکریم او یقرأ الرکن علی معناہ ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الھند متوزعۃ بین الجنوب و الشرق والشمال وھذا لبعید بعد قولہ ثم تعین لکل قوم منھا ای "من الکعبۃ" مقام فلاھل الشام الرکن الشامی ولاھل المدینۃ موضع الحطیم والمیزاب و لاھل الیمن الرکن الیمانی ولاھل الھند[2] الخ فلیتامل واللہ تعالٰی اعلم

قبلہ رکن یمانی اور حجر کے مابین ہے۔ اور میں نے اس پر حاشیہ لکھا کہ یہ جنوبی جہت ہے، اور یہ صرف بعض ہند جو کہ عرض الح تقریباً ہے کا قبلہ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر حَجر کی بجائے حِجر کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے، یعنی حطیم کعبہ مراد لیا جائے۔ اور "رکنِ یمانی" سے مراد ساری یمانی دیوار مراد لی جائے اور پھر (خانیہ کی بیان کردہ لمبائی میں سے) دونوں انتہاؤں یعنی یمانی دیوار، اور حطیم کو خارج کر دیا جائے اور صرف ان دونوں حدوں کا درمیانی یعنی کعبہ کی شرقی دیوار جس میں کعبہ کا دروازہ ہے مراد لیا جائے، یا پھر یوں کہا جائے کہ رکنِ یمانی اپنے اصل معنی پر باقی رہے اور دونوں حدیں یعنی رکنِ یمانی اور حطیم کو شمار میں داخل مان کر ہند کے قبلہ کو پھیلا دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ ہند کا قبلہ جنوب مشرق اور شمال میں پھیلا ہوا ہے لیکن یہ احتمال ان کے اس بیان کے بعد بعید ہے کہ پھر کعبہ کا ہر حصہ ایک قوم کے لئے متعین ہے، شام والوں کے لئے رکنِ شامی اور مدینہ والوں کے لئے حطیم اور میزاب کا حصہ، یمن والوں کے لئے رکن یمانی اور ہند والوں کے لئے الخ مذکورہ، یعنی رکنِ یمانی اور حجر کا درمیان ہے، غور سے کام لو، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول یہی قول نقل وعقل وشرع وعرف سب سے مؤید اور یہی اضبط الاقوال واعدل واصح و اظہر واسد۔

اوّلاً یہ خود امام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہے) ع

اذا قال الامام فصدقوہ

فان القول ما قال الامام

(جب امام فرمائے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ صحیح قول وُہی ہے جو امام نے فرمایا ہے)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — کتاب الصلٰوۃ — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۳۳

[2] حواشی الفتاوی الخانیۃ

ثانیاً امام احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولھا ظھرہ ولکن شرقوا او غربوا[1]۔ — جب تم میں سے کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو منہ کرے نہ پیٹھ ہاں پورب پچھم منہ کرو۔

مدینہ طیبہ کا قبلہ جانبِ جنوب ہے لہذا شرقاً غرباً منہ کرنا فرمایا، ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا۔ حدیث میں جنوب شمال کے کسی حصے کو رُو یا پُشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حصے کا استثناء نہ فرمایا تو دائرہ اُفق کے صاف چار حصے ظاہر ہوئے جن میں ایک جہتِ استقبال ہے۔

ثالثاً عرفِ عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال، اور بدنِ انسان بھی چار ہی رُخ و پہلو رکھتا ہے قدام، خلف، یمین، شمال۔ انھی میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں جہاتِ ستہ مشہور ہیں ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں، کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دُوسری کا صرف ۴۰ تک، تو دائرہ افق چار ربع متساوی ہی پر منقسم ہونا چاہیے۔

رابعاً دائرہ اُفق میں چار نقطے مفروض ہوئے اُن میں ایک نقطہ استقبال حقیقی ہے، دوسرا استدبار حقیقی، دو باقی یمین و شمال حقیقی، تو جو ان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم راجح بقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب، لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی ثمن ثمن دور اُس کا حصہ پڑے گا۔

خامساً تمام اقوالِ مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دُوسری طرف راجح نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں اور فائدہ مستمرہ ہے کہ توفیق القائے خلاف سے اولٰی ہے اور محتمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے، قولِ سوم و چہارم کا یہی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اور قولِ اوّل میں عبارتِ منیہ قبلۃ اھل المشرق والمغرب عندنا[2] (ہمارے نزدیک اہلِ مشرق و اہلِ مغرب کا قبلہ۔ ت) کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم میں وجہ سے جبہہ مراد لینا چاہیے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اُوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں

---

[1] صحیح البخاری — باب لا تستقبل القبلۃ بغائط الخ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۶
سنن ابوداؤد — باب کراہیۃ استقبال القبلۃ الخ — " آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۳
[2] منیۃ المصلی — شرط الرابع استقبال القبلۃ — مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور — ص ۱۸۵

تو جہتین یمین و شمال بھی داخلِ استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کنپٹیوں کی جہت یقیناً جہتِ چپ و راست ہے، دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جا رہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ اُن میں ایک کا منہ دُوسرے کی طرف ہے۔ بالجملہ کعبے کو اپنی دہنی یا بائیں کنپٹی پر لینا لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح استقبال نہیں۔

سادساً یہ تو قطعاً معلوم کہ قولِ اوّل و دوم اور ایک توہم پرسوم کا جو ارسال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہوسکتا، اب اگر تقیید میں اسی تربیع جہات کی طرف رجوع کیجئے تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حدِ فاصل معیّن و مرجح للاعتبار نہیں اور ترجیح بلامرجح باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف روا اور اُس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب۔

سابعاً اس میں وسعتِ جہت اُن سب سے تنگ تر، تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوالِ مذکورہ پر یقیناً جہتِ قبلہ ہے اور جو اس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامنضبط ہے تو اخذ متفق و ترکِ مشتبہ و اختلاف ہی مناسب، لاجرم اسلامی علمائے ہیأت نے بھی شرع سے اخذ کرکے جہتِ قبلہ کے لئے یہی ضابطہ باندھا، فتاوٰی خیریہ کے ایک سوال میں ہے:

من القواعد الفلکیۃ اذا کان الانحراف عن مقتضی الادلۃ اکثر من خمس و اربعین درجۃ یمنۃ او یسرۃ یکون ذلك الانحراف خارجا عن جہۃ الربع الذی فیہ مکۃ المشرفۃ من غیر اشکال علی ان الجہات بالنسبۃ الی المصلی اربعۃ۔[1]

فلکی قواعد میں ہے کہ جب دلائل کے مقتضٰی سے انحراف ۴۵ درجے سے زیادہ دائیں یا بائیں ہوجائے تو نمازی کیلئے مسلّمہ چار جہات میں سے، وہ ایک چوتھائی جہت جس میں مکہ مکرمہ واقع ہے بغیر کسی اشکال کے یہ انحراف اس سے خارج قرار پائے گا۔ (ت)

اقول اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ یہ قول امام زندویسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے متقید کیجئے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اسے اس سے متقید کرنا چاہئے

فما وقع من الامام الحلبی فی الحلیۃ مما قدمنا نقلہ لیس فی موضعہ وھذا اتمام انجاز ما وعدناك فی القول الاول۔

پس امام حلبی کا وہ کلام جو حلیہ میں واقع ہے جس کو ہم پہلے نقل کرچکے ہیں وُہ مناسب محل نہیں ہے، قولِ اوّل میں جو ہم نے وعدہ کیا تھا یہ اس کی تکمیل ہے۔ (ت)

رہی حدیث مرفوع مابین المشرق والمغرب قبلۃ[2] (مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ ت)

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۹

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۶

اور اُس کے مثل ارشاداتِ امیر المومنین فاروقِ اعظم و عبداللہ بن عمرو غیرہما صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلّم نہیں نہ ممکن التسلیم کہ شرق سے غرب تک نصف دَور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انھی دو جہتوں نے گھیر لیا، اب ارشاد اقدس و لکن شرقوا او غربوا (لیکن پورب اور پچھم کی طرف منہ کرو۔ ت) کا کیا محل رہے گا، مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنٰی ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھے یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط ساتھ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تعیین نقاط سے قاصر ہیں، اگر کہئے عرفاً جہاں تک جہتِ مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنٰی ہے فان بین اذا اضیف الی غیر الاعداد لم یدخل فیہ الغایتان کما فی الفتح (لفظ "بین" جب غیر عدد کی طرف مضاف ہو تو ابتداء اور انتہاء دونوں غایتیں اس میں داخل نہ ہوں گی جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت)

اقول اب ٹھکانے سے آگئے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وہ وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۴۵-۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں ان کے حصے میں رہ کر مستثنٰی ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہتِ قبلہ رہیں گے وھو المطلوب (اور یہی مطلوب ہے۔ ت) (معتمد) ایک جماعتِ علماء نے یہاں بین بمعنی وسط لیا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے۔

اقول اور اُس کے مؤید قول مذکور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا منہ قبلے کو ہے،

وکانہ رضی اللہ عنہ لذا زاد قولہ اذا استقبلت بعد قولہ فما بینھما قبلۃ لکون ھذا محتملا لخلاف المراد ھذا وحمل الامام الاجل عبد اللہ بن المبارک علی ان ھذا لاھل المشرق وکذا قال الشیخ البغوی فی المعالم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اراد بقولہ مابین المشرق والمغرب قبلۃ فی حق اھل المشرق[1] اھ ولا ادری ما الحامل

ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے قول "فما بینھما قبلۃ" کے بعد "اذا استقبلت" کا لفظ اسی لئے بڑھایا ہو کہ فما بینھما قبلۃ میں اس مراد کے خلاف کا احتمال تھا۔ امام عبداللہ بن مبارک نے مابین المشرق والمغرب والی حدیث کو اہلِ مشرق کے لئے قرار دیا ہے۔ امام بغوی نے اس کو یُوں بیان کیا اور معالم میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قول "مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے" اہل مشرق کے حق میں فرمایا ہے" اھ مجھے معلوم نہیں کہ ان حضرات

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیر آیۃ وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

ذلک بل الاظھر کما افادالامام الحلبی فی الحلیۃ وعلی القاری فی المرقاۃ ان المراد لاھل المدینۃ وماوافق قبلتھا۔

اقول ومعلوم ان المدینۃ السکینۃ علی شمالیتھا من مکۃ المکرمۃ مائلۃ قلیلا الی المغرب دون المشرق ثم ان البغوی فی التفسیر والرازی فی الکبیر والمناوی فی التیسیر حملوا المشرق علی اقصر یوم فی الشتاء قال فی المناوی وھو مطلع قلب العقرب[1]۔

اقول ولایستقیم الا بفرق عدۃ درج ولا فی زمانہ اذکان اذ ذاک بعد القلب[عہ] الہ لو جنوبیا والمغرب علی مغرب اطول یوم فی الصیف قال

نے یہ کیوں فرمایا ———— جبکہ زیادہ ظاہر وہ معنٰی ہے جس کا افادہ امام حلبی نے حلیہ میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ اس سے مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد والوں کا قبلہ مراد ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) مدینہ منورہ کا مکہ مکرمہ سے شمال میں تھوڑا سا مغرب کی طرف مائل ہونا واضح طور معلوم ہے نہ کہ مشرق کی طرف، پھر امام بغوی نے اپنی تفسیر امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور امام مناوی نے التیسیر میں مشرق سے مراد سردیوں میں سب سے چھوٹے دن کا مطلع مراد لیا ہے، امام مناوی نے یوں فرمایا کہ وہ عقرب کے قلب کا مطلع ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان چند درجوں کے فرق بغیر درست نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی ان کے زمانے میں یہ درست تھا کیونکہ اس وقت قلب کا بُعد الہ لو جنوبی تھا، اور ان حضرات نے مغرب کو گرمیوں

عہ طول القلب فی زمان المناوی ح ہ تقریبا فالبعد عن الاعتدال الاقرب شہ جیبہ فی اللوغارثمیات ۹٬۰۹۵۲۷۵٬۷ × ظل المیل الکلی ذالک لم الظ تقریباً ۹٫۶۵۹۵۲۳۳۰=۹٫۶۲۴۷۹۵۶۳ قوسہ کا الظل ھو المیل الثانی للقلب ثم بعد درجۃ القلب عن الانقلاب الاقرب الہ جیبہ ۹٫۶۶۲۵۹۴۸۳ + جیب المیل الکلی

علامہ مناوی کے زمانہ میں طول القلب تقریباً ح ہ تھا تو اعتدالِ اقرب سے اس کا بُعد شہ جس کا جیب لوگارثم میں ۷٬۵۲۷۵۰۹٬۰۹ × اس کے میل کل کا ظل لم الظ تقریباً ۹٫۰۵۹۵۲۳۳۰=۹٫۶۲۴۷۹۵۶۳ ہوگا اس کے قوس کا الظل ہوگا جو کہ قلب کے لئے میل ثانی ہے پھر انقلاب اقرب سے قلب کے درجہ کا بُعد الہ ہوگا جس کا جیب ۹٫۲۶۲۵۹۴۸۳ + میل کلی کا جیب

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مابین المشرق الخ کے تحت۔ مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/۳۴۵

وھو مغرب السماك الرامح۔

کے طویل ترین دن کا مغرب قرار دیا ہے، اور امام مناوی نے فرمایا کہ وہ "سماك رامح" کا مغرب ہے (ت)

اقول ھذا ابعد و ابعد فان عہ بعد السماك اذ ذاك لوك شمالیا

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ اس وقت "سماک" کا بُعد لوک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لو الط ۹،۶۶۰۰۴۰۹۰ = ۹،۲۲۶۳۵۷۳ قوسہ طما مح ھو المیل الکلی المنکوس لہ وعرضہ ءل کمیلہ الثانی جنوبی فمجموعھما الہ نطل حصۃ البعد جیبہ ۹،۶۶۴۱۷۱۲۴ + جیب تمام المیل المنکوس ۹،۹۹۳۷۵۲۴ = ۹،۶۲۳۵۴۶۴۸ قوسہ الہ لو بعد القلب ای میلہ الاول و معلوم ان المیل الاعظم کان اصغر منہ باکثر من درجتین فکیف یتساوی سعتا مشرقھما ۱۲ منہ (م)

عہ طول السماك اذ ذاك و نط تقریبا بعدہ عن الاعتدال الاقرب نط جیبہ ۹،۵۱۲۶۴۱۹ + ظل المیل الاعظم = ۹،۱۵۰۵۹۸۲ قوسہ ح ح ھو میلہ الثانی وبعد درجتہ عن راس الجدی عا جیبہ ۹،۶۹۷۵۶۷۰۱ + جیب المیل الاعظم = ۹،۵۷۶۰۷۹۱ قوسہ الـح میلہ المنکوس وعرضہ لالج شمالیا + ح ح = لطمو حصۃ البعد جیبہ ۹،۸۰۵۹۵۱۰ + جیب سٰں نب ۹،۹۶۶۷۵۶۲ = ۹،۷۷۲۷۰۷۲ قوسہ لوك بعد السماك ۱۲ منہ (م)

لو الط ۹،۶۶۰۰۴۰۹۰ = ۹،۲۲۶۳۵۷۳ ہوگا اور اس کا قوس طما مح ہوگا، یہی اس کا منکوس میل کلی ہوگا جس کا عرض ءل ہوگا جو اس کے جنوبی میل ثانی جیسا ہوگا پس ان کا مجموعہ الہ الطل جو بُعد کا حصّہ ہوگا اس کا جیب ۹،۶۶۴۱۷۱۲۴ + میل منکوس کے کل کا جیب ۹،۹۹۳۷۵۲۴ = ۹،۶۲۳۵۴۶۴۸ ہوگا جس کا قوس الہ لو بُعد قلب یعنی اس کا میل اول ہوگا اور یہ بات معلوم ہے کہ میل اعظم اس سے دو درجے کم ہوگا، تو اس سے دونوں مشرقوں کی وسعت کیسے مساوی ہوگی ۱۲ منہ (ت)

سماک کا طول اس وقت و نط تقریباً ہو تو اس کا اعتدال اقرب سے بُعد نط ہوگا جس کا جیب ۹،۵۱۲۶۴۱۹ + ظل میل اعظم = ۹،۱۵۰۵۹۸۲ ہوگا جس کا قوس ح ح جو اس کا میل ثانی ہوگا اور راس جدی سے اس کے درجے کا بُعد عا جس کا جیب = ۹،۶۹۷۵۶۷۰۱ + میل اعظم کا جیب ۹،۵۷۶۰۷۹۱ ہوگا جس کا قوس الـح اس کا میل منکوس ہوگا اور اس کا شمالی عرض لالج + ح ح = لطمو بُعد کا حصہ ہوگا جس کا جیب سٰں نب ۹،۹۶۶۷۵۶۲ = ۹،۷۷۲۷۰۷۲ ہوگا جس کا قوس لوک سماک کا بُعد ہوگا ۱۲ منہ (ت)

زائد اعلی المیل الکلی بنحو ۱۳ درجة قال البغوی فمن جعل مغرب الصیف فی ھذا الوقت علی یمینه ومشرق الشتاء علی یسارہ کان وجھه الی القبلة[1] اھ قال الرازی و ذلك لان المشرق الشتوی جنوبی متباعد عن خط الاستواء بقدر المیل و المغرب الصیفی شمالی متباعد عن خط الاستواء بمقدار المیل والذی بینھما ھو سمت مکة[2] اھ

اقول ولا ادری کیف یحمل المطلقات علی ھذین المقیدین وای قرینة علیه بل وای حاجة الیه فان الظاھر من الاطلاق ارادة مغرب الاعتدال ومشرقه ولا شك ان بینھما قبلة المدینة السکینة ومایلیھا بل ان ارید زیادة التقریب کان العکس اولی وھو اخذ مغرب الجدی و مشرق السرطان لان قبلة المدینة الکریمة علی جنوبیتھا میلا ما عن نقطة الجنوب الی الشرق بعدة درج۔

ثم اقول فی قول الامام الرازی متباعد عن خط الاستواء

شمالی تھا، اور یہ بُعد "میل کلی" سے تقریباً ۱۳ درجے زائد تھا۔ امام بغوی نے فرمایا، جس نے اس وقت گرمیوں کے مغرب کو اپنی دائیں طرف اور سردیوں کے مشرق کو اپنی بائیں طرف کیا تو اس شخص کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا اھ اور امام رازی نے فرمایا یہ اس لئے ہے کہ سردیوں کا مشرق جنوبی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور گرمیوں کا مغرب شمالی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ سمتِ مکہ ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) معلوم نہیں مطلق مشرق ومغرب کو کیونکر مقید کردیا گیا اور اس پر قرینہ کیا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ مشرق و مغرب سے اعتدال کا مشرق و مغرب علی الاطلاق مراد ہے۔ اور یقیناً ان دونوں کے درمیان مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کا قبلہ ہے بلکہ (عین قبلہ کی بجائے) صرف تقریبی سمت مراد ہو تو پھر اس بیان کا عکس بہتر ہے وُہ یہ کہ "الجدی" کا مغرب اور "السرطان" کا مشرق لیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ کا قبلہ اس سے جنوب میں تھوڑا سا نقطۂ جنوب سے مشرق کی طرف چند درجے ہٹ کر ہے۔ (ت)

ثم اقول کہ امام رازی کے قول "کہ گرمیوں کا مغرب اور سردیوں کا مشرق، خطِ استواء سے

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیرآیت وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

[2] التفسیر الکبیر زیرآیت فولّ وجھك الخ مطبوعہ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۴/۲۲۲

بمقدار المیل تسامحا ظاهرا فان
ذلک انما هو فی الافق المستوی اما فی
غیرہ فسعۃ المشرق والمغرب لراسی
الجدی والسرطان اکبر دائما من المیل
الکلی کیف وھی وتر القائمۃ من مثلث
کروی یحدث من قوس المعدل بین
الافق والمیلیۃ وقوس من المیلیۃ واخری
من الافق کلتاھما بین المعدل والجزء و
زاویتاہ الباقیتان حادتان اما کون
ھذہ قائمۃ فلانھا من میلیۃ وقعت علی
المعدل واما حدۃ البواقی فلان وتر
القائمۃ وھی السعۃ والمیل کلاھما اقل
من الربع واحدی الزوایا غیر حادۃ
فتمت شرائط [من اولی اکر وجب]
عظیمۃ وتر العظمٰی بالسابع منھا وھی
السعۃ فھی اعظم من المیل الاعظم
ومن قوس المعدل الباقیۃ ایضا اما فی
افق المستوی فتنطبق المیلیۃ علی الافق
فلا مثلث ولم یکن بین الجزء ونقطۃ
الاعتدال حینئذ الا المیل وذلک ما اردناہ
واللہ تعالٰی اعلم۔

میل کی مقدار دور ہوتا ہے میں کھلا تسامح ہے کیونکہ یہ مستوی
افق میں ہے لیکن اس کے غیر میں مشرق و مغرب کی وسعت
راس جدی اور راس سرطان پر ہمیشہ میل کل سے بڑی ہوتی
ہے، ان کا قول کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ یہ وسعت،
مثلث کروی کے قائمہ کا وتر ہے اور یہ مثلث کروی افق
اور میلیۃ کے درمیان معدل کے قوس اور میلیۃ کے قوس
اور ایک دوسرے' جو کہ افق کا قوس ہے' سے پیدا
ہوئی۔ یہ دونوں معدل اور جزء کے درمیان ہیں اس کے
باقی دونوں زاویے حادہ ہیں، اس کا قائمہ ہونا تو اس
لئے ہے کہ یہ میلیۃ سے معدل پر گری ہے، اور دوسرے
زاویوں کا حادہ ہونا اس لئے ہے کہ قائمہ کا وتر جو کہ
وسعت اور میل ہے یہ دونوں چوتھائی سے کم ہیں اور
ایک زاویہ جو کہ غیر حادہ ہے تو اس طرح کروں میں سے پہلے کی
"ل" کے شرائط مکمل ہوگئے تو اب ان کے ساتویں
کی وجہ سے وتر عظمٰی کی بڑھائی ضروری ہوگئی اور یہ وہی
وسعت ہے تو یہ میل اعظم سے اور باقی معدل کے
قوس سے بھی بڑی ہے لیکن مستوی کے افق میں میلیۃ
افق پر منطبق ہوجاتی ہے اس لئے وہاں مثلث نہیں ہے
اور جزء اور نقطۂ اعتدال کے درمیان اب صرف اس
کا میل ہے اور یہی ہماری مراد ہے، اللہ تعالٰی بہتر
جانتا ہے۔ (ت)

تذییل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادۂ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورۃً بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلاً صالح عموم نہیں بلکہ اُنھیں علامات خاصہ سے ہے جو بلاد مخصوصہ کے لئے اقوال فقیہ ابوجعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جاڑوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن

دونوں موضعِ غروب کے اندر سمتِ قبلہ ہے۔ ردالمحتار میں بحوالہ شرح زادالفقیر للعلامۃ الغزی بعض کتبِ معتمدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامۃ القہستانی میں ہے:

ینظر مغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فلیدع الثلثین فی الجانب الایمن والثلث فی الایسر والقبلۃ عند ذلک ولولم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز[1]۔

گرمیوں کے طویل ترین دن کے مغرب اور سردیوں کے چھوٹے دن کے مغرب کو ملحوظ رکھ کر دائیں جانب ۳۰ اور بائیں جانب ۳ درجے چھوڑے تو یہ نمازی کا قبلہ ہوگا، اور اگر وہ یہ احتیاط نہ کرے اور دونوں مغرب کے درمیان سیدھا نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقط و تجنیس ملتقط سے ہے:

وقال ابو منصور ینظر الی اقصر یوم و اطول یوم فیعرف مغربیھما ثم یترك الثلثین عن یمینہ قال صاحب الملتقط ھذا استحباب والاول للجواز[2] اھ وھذا ما وعدناك صدر الکلام فی الایراد الخامس۔

اور ابو منصور نے کہا سب سے چھوٹے اور سب سے بڑے دن کے مغرب کو معلوم کرکے پھر ۳۰ درجے دائیں طرف چھوڑے۔ صاحبِ ملتقط نے کہا کہ پہلا بیان جواز کیلئے اور یہ دوسرا استحباب ہے اھ اور یہی صدر کلام میں پانچویں اعتراض میں ہمارا وعدہ تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو بلادِ مکہ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہوسکتا آخر نہ دیکھا کہ قبلہ مدینہ سکینہ قبلہ قطعیہ یقینیہ ہے، بین المغربین درکنار خود جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلادِ شرقیہ و غربیہ کو بھی عام نہیں ہوسکتی، آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چہارم مکالمۂ علامہ شامی میں جو شہر مکہ معظمہ سے پانچ درجے طول مشرقی زائد خاص خطِ استوار پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین سے چونسٹھ (۶۴) درجے شمال کو ہٹا ہوا ہے،

لان السعۃ العظمی فی الافق المستوی لح الر و قد کان انحراف قبلۃ عن نقطۃ المغرب عہ لح۔

کیونکہ مستوی افق میں بڑی وسعت لح الر ہے جبکہ نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف عہ لح تھا۔ (ت)

تو قبلہ تقریباً ننانوے (۹۹) درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے، لاجرم امالی الفتاوٰی میں اس قول کو اپنے بلادِ سمرقند وغیرہا سے خاص کیا، غنیہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار بحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

[2] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ حلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

ذکر فی امالی الفتاوی حد القبلۃ فی بلادنا یعنی فی سمرقند مابین المغربین مغرب الشتاء ومغرب الصیف[1]۔

امالی الفتاوٰی میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے سمرقند کے علاقہ میں قبلہ کی حد گرمیوں اور سردیوں کے دونوں مغربوں کے درمیان ہے۔ (ت)

انھیں بلادِ شرقیہ سے ہرات ہے، علامہ برجندی فرماتے ہیں، ہم نے اس کا قبلہ تحقیق کیا، بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا۔ اور اسی کے مطابق امام عبداللہ بن المبارک مروزی و امام ابومطیع بلخی کا ارشاد آیا، شرح نقایہ میں ہے:

نحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلۃ ھراۃ فظھر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصر ایام السنۃ حیث یغرب کواکب العقرب وھو الموافق لما ذکرہ عبداللہ بن المبارك وابومطیع فما وقع فی تجنیس الملتقط انہ لوصلی الی جھۃ خرجت ممابین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع[2] (ملخصاً)۔

ہم نے ان قواعد سے ہرات کے قبلہ کی سمت تحقیق کی ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ سال کے چھوٹے دن کے مغرب سے بائیں جانب جہاں عقرب کے ستارے غروب ہوتے ہیں یہاں کا قبلہ ہے، عبداللہ بن مبارک اور ابومطیع کے بیان کے یہی مطابق ہے اور جو تجنیس الملتقط میں ہے کہ اگر نمازی نے گرمیوں کے مغرب اور سردیوں کے مغرب سے خارج کسی جہت میں نماز پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہوگی، تو یہ بات بعض علاقوں میں درست ہوسکتی ہے ملخصاً (ت)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ معظم معمورہ میں اکثر بلادِ شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سرطان سے مغرب جدی تک ہے اور بہ نسبت درجات اور اک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قُربِ بحقیقت دونوں منافع حاصل، لہٰذا علماء نے اُن بلاد میں عامہ کو مابین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں، اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز فاسد ہو، مگر شرح خلاصہ قہستانی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتمدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اس میں پائی، بعد عبارت مذکور ہے، واذا وقع توجھہ خارجا منھا لایجوز بالاتفاق[3] (اگر اس کی

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشور بالسرور لکھنؤ ۱/ ۸۹

[3] رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۸

توجو اس جگہ سے خارج ہو جائے تو اس کی نماز بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔ ت) دونوں کتابوں میں عبارت بلفظ منہا بضمیر مؤنث ہے نہ منہما بضمیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع ہو تو شک نہیں کہ جہت سے خروج مفسد صلوٰۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اسی معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہۃ ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوالِ خمسہ مذکورہ ائمہ مشہورہ دوارہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یوں ہے :

فان صلی الی جہۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ[1] — اگر نمازی نے کسی ایسی جہت میں نماز پڑھی جو مغربین سے خارج ہو تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ (ت)

اور تجنیس الملتقط کی نقل گزری علامہ برجندی کا ارشاد سُن چکے کہ انہوں نے ہراۃ کے لئے یہ حکم نہ مانا بلکہ اس کا تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کہا **اقول** بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپّن درجے کہ ان کی سعۃ المغرب ۴۵ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہوا تو سعۃ المغرب ۴۵ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کم و بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد السعتین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض انحراف مفسد نماز ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورتِ عام میں بیان کرنا کیونکر رَوبصحت ہوگا خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دُور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمورہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰° ۲۰' تک ختم ہوگئیں۔ ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اس قول پر کتنے نقض وارد ہیں۔

اولاً عرب و عجم و ہند و سندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعۃ المغرب ۴۵ درجے نہیں اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہاں تک انحراف باجماع جمیع اقوال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے تنگ تر قول ہے تو عامہ معمورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطۂ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مذکورہ ان میں ما بین المغربین سے بھی انحراف روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو۔

ثانیاً وہ بلاد کہ ہیں جن کا قبلہ خاص نقطۂ اعتدال ہو، اکثر میں کم یا زیادہ انحراف ہے اب تین حال سے خالی نہیں یا تو انحراف اعنی تمامہ ای من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال (میری مراد

---

[1] منیۃ المصلی — الشرط الرابع استقبال القبلۃ — مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵

اس کا تمام ہے یعنی نقطۂ اعتدال سے جنوب وشمال کی طرف ۔ ت) سعۃ المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد بر تقدیر اول جس سمت انحراف ہے اُدھر کی سعۃ المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۲۴ درجہ سعت ہے اگر انحراف نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا، اب فرض کیجئے ۲۰ درجے انحراف ہے یہ تو بین المشرقین ۴۱ درجے عدول صحیح ہوگا۔

ثالثاً جس سمت سے انحراف ہوا اگر انحراف وسعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک انحراف مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا۔

رابعاً فرض کیجئے ۲۰ درجے جانب جنوب انحراف ہے اور وسعت ۲۴° تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے انحراف جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴۴ درجے تک انحراف روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالاجماع غلط ہے قبلہ حقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجہہ نہیں جاتا واجب کہ دُوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرۂ انسان کے دونوں رُخ یکساں ہیں یہ چار چوالیس کا تفرقہ کدھر سے آیا۔

خامساً وسادساً بر تقدیر ثانی استحالے ظاہر تر ہیں فرض کیجئے سعت و انحراف جنوب دونوں رُخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت داں کو عمل تعکیس کا اجرا بتا دے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سعت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا مفسد نماز ہوگا اور اس قول پر اس کے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھر ہٹنا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعتِ مطہرہ کا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

سابعاً تقدیرِ ثالث تو خود استحالۂ حاضرہ ہے کہ جب انحراف سعت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفسد نماز ہوا۔

ثامناً دنیا میں کوئی سعت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۹۰° ۴۵َ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جو فسادِ نماز کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہُوئی اور جو جواز بلکہ اعلیٰ استحباب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ ہوگا۔

تاسعاً فرض کیجئے ایک شہر مکہ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دُوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض، تو قطعاً اوّل کی سعۃ المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھیاسٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمتِ قبلہ بہت دُور والے شہر کی سمت سے ہزارہا میل زیادہ دُور تک پھیلی ہو، یہ عکس قضیہ معقول ومنقول ہے۔

عاشراً ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں بہ نسبت دیگر اقوال کے تضییق ہے کہ معظم معمورہ میں سعت ۵۴ درجے سے بھی کم ہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجئے تو اس کی وسعت ظاہر قولین اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۹۶ - ۲۲ کے عرض پر مجموع سعتین کے پُورے ایک سو اسّی درجے ہیں۔

اقول والبرھان علیہ تساوی المیل الکلی وتمام عرض البلد فتساوی جیوبھما وفی المثلث الکروی نسب جیوب الزوایا الی جیوب اوتارھا متساویۃ فیتساوی جیوب السعۃ والقائمۃ وبہ یظھر فی کلام المدقق الرومی فی شرح الجغمینی حیث قال سعۃ المشرق والمغرب تزید بزیادۃ العرض الی ان تبلغ قریبا من الربع مالم یبلغ العرض ربعاً اھ

اقول (میں کہتا ہوں) اس پر دلیل میل کل اور تمام عرض بلد کا متساوی ہونا ہے تو اس طرح ان دونوں کی جیبیں بھی متساوی ہوں گی اور مثلث کروی میں جیوبِ زوایا کو اس کے جیوبِ اوتار کی طرف متساوی نسبت کیا گیا ہے تو اس طرح جیوب سعۃ وقائمہ دونوں متساوی ہوں گے اور اسی سے شرح چغمینی میں فاضل رومی کے دقیق کلام میں جو ابہام ہے واضح ہوجاتا ہے جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا: سعۃ مشرق ومغرب عرض کے بڑھنے سے بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ سعۃ قریب ربع کو پہنچ جائے جبکہ عرض بلد ربع کو نہ پہنچی ہو اھ (ت)

بلکہ حسم مناقشہ کے لئے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجئے کہ وہاں سعت ۵۲° ۴۴' ہوا، اور فرض کیجئے کہ انحراف جنوبی ۲۲° ۱۱' ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اُوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۵۲° ۴۴' شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ قبلہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پُورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے قولین اولین کے ظاہر پر تو قبلے کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اس سے بھی گزر کر پیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود، بالجملہ اس پر وہ استحالات ہائلہ وارد ہیں جن کا شمار دشوار، تو یہ قول اس طور پر نقلاً عقلاً اصلاً قابلِ قبول نہیں اور خود اسی قدر اُس کی غرابت وناسموعی کو بس تھا کہ تمام کتب معتمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے، ہاں اُس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرور صحیح ونجیح ہے وباللہ التوفیق، الحمدللہ کہ جہتِ قبلہ کا یہ کافی وافی شافی صافی بیان اُس جلالتِ شان وایضاح صواب واحاطہ وتحقیق وکشف حجاب کے ساتھ واقع ہُوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون رب اوزعنی ان اشکر نعمتک

---

[1] شرح چغمینی الباب الثالث من المقالۃ الاولٰی فی الدوائر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۶۹

التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صٰلحا ترضٰہ واجعلنی من التائبین وادخلنی برحمتک فی الصٰلحین آمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

افادۂ ثانیہ علی گڑھ میں القلابین کی سعت المغرب کیا ہے۔ الحمدللہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہوگئے اور معلوم ہولیا کہ جب تک حدود جہت کے اندر ہے جواز واباحت ہے حتی الوسع اصابتِ عین صرف مستحب ہے۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ مقامِ عیدگاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدودِ جہت کے اندر ہے یا نہیں، اس کے لئے اُس ظاہری وسعت اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول پنجم جسے ہم محقق ومنقح کر آئے اُس سے بھی تنزل کریں اور اُس بین المغربین ہی کی تحدید کو لیں کہ ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فتوٰی دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لئے اوّلاً علی گڑھ میں راس الجدی وراس السرطان کی سعۃ المغرب معلوم کرنی ضرور ہے **فنقول** اب ح ء افق علی گڑھ ہے ا ء قوس معدل، ہ قطب شمالی ح راس الجدی وقت غروب ہ ح، دائرۂ میلیہ س ح میل کلی ۲۳° ۲۷ ا ح سعۃ المغرب مثلث ا س ح قائم الزاویہ مثلث ا تمام عرض البلد یعنی ۶۲° ۳ ہے کہ زاویہ تقاطع معدل و افق ہمیشہ تمام عرض بلد ہوتا ہے الاتری ان قیاسہا قوس ط ح وی سمت راس البلد فکان ی ط عرضہ وط ح تمامہ بحکم شکل مغنی جیب میل ÷ جیب تمام عرض = جیب اح مجہول ۲ ء ∴ بلوگارثم جیب اول ۹٫۶۵۹۹۸۱۷۰ - جیب دوم ۹٫۶۹۴۶۲۰۳۲ = جیب سوم ۹٫۶۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ کو مو۔ معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطۂ مغرب سے ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے شمال کو اور راس الجدی اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے۔

افادۂ ثالثہ یہ عیدگاہ نقطۂ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔ اب وضوحِ مقصد میں صرف اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا، اگر ثابت ہو کہ اس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس سب سے تنگ تر قول پر بھی جہتِ قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز مکروہِ تحریمی بتانا اور اسے ڈھانا فرض ٹھہرانا سب جہل وافترا، اس کے ادراک کو عیدگاہ مذکور کی دیوارِ قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا، دریافت کئے پر تحریر آئی کہ ساڑھے بیاسی گز ہے، اگر یہ پیمائش اور معترضوں کا وہ دعوٰی کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے نوّے فٹ جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں **فاقول** ء نقطۂ قطب ہے اور اب دیوارِ قبلہ، بحالتِ موجودہ ب سے ٹھیک سمت ء پر خط ب ح غیر محدود کھینچا اور ب کو مرکز فرض کرکے ا کے بعد پر قوس ا س ح رسم کی جس نے خط کو نقطہ ح پر قطع کیا تو ب ح اُس حالت پر دیوار ہوگی جس پر معترضین اُسے لانا چاہتے ہیں،
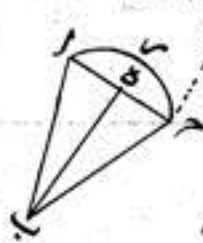
وتر ا ح وصل کیا کہ حسبِ بیان معترضین ۹۰ فٹ یعنی ساٹھ ذراع شرعی ہے اور اب، ح ب دونوں ضلعے یعنی نصف قطر کہ ایک مرفوع ہے حسبِ بیان سائلان ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ ذراع شرعی ہے ۱۶۵ : ۶۰ :: درجات وتر ا ح ۶۰۰×۶۰ = ۳۶۰۰ ÷ ۱۶۵ = ۲۱۸۱۸۱۸۱۸ ء ۲۱ یعنی کا مط ہ اگر مقدار وتر ہوئی اُس کا نصف ی ند ل مد جدول جیب میں اس کی قوس ی الط تو قوس ا ح یعنی زاویہ اب ح = ک نح یعنی اس کی سمت قبلہ قطب شمالی سے دو دقیقے کم اکیس درجے جانب غرب ہے **وَبِوَجْہٍ اٰخَرَ** کہ بیان میں رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سے سمت ح پر خطِ غیر محدود کھینچا اور ب ح مساوی اب قطع کرکے اور بحکم شکل ہشتم بلکہ پنجم و چہارم مقالۂ اولیٰ زاویۂ ب کا منصف ہوا اور بحکم حدود ا ح پر عمود ا ہ حسبِ بیان معترضان ۳۰ ذراع شرعی ہے تو بحکم شکل نافع لو ۳۰ × ع = ۱۲۱۳ ۴۷۷ ۱۱۶ ء ۱ ـ لو ۱۶۵ = ۲۲۱۷۴۸۳۹ ء ۲ = ۹۶۲۵۹۶۳۷۴ ء ۹ لو جیب زاویۂ اب ہ یعنی ی ند لط مد۔ قوس ی الط تو کل زاویہ وہی ۲۰ ء ۵۸ ک ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمالی جانب غرب سے ہے اُتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً اب پر اس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب و شمال پر س ب خط اعتدال عمود ہے تو اب ح ح ب س قائمتین سے اب س مشترک ساقط کیا ح ب س برابر اب ح کے رہا، پس دائرۂ قطعہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر قول پر بھی عیدگاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدودِ قبلہ میں داخل ہے اور قولِ محقق و منقح پر ۲۶ درجے سے بھی زائد اندرونِ حد ہے کما سیظھر ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا۔ت) یعنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان و فتوے سب ظلمت جہل وا ہوا ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔
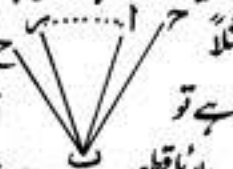
افادۂ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی

کتب متداولہ ہیأت میں جو طریقہ معرفت سمت کا لکھا جسے سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر یہاں معرفتِ سمت یوں ہے۔ ہ مرکز دائرۂ ہندیہ ہے افق علی گڈھ میں ا ح خط اعتدال ل ب خط جنوب و شمال اس آنجا کہ علیگڈھ مکہ معظمہ سے شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ شرقی طول علی گڈھ عج و ما بین الطولین لح نو عرض مکہ کا الہ عرض علیگڈھ کح نو ما بین العرضین و لا لہذا نقطتین جنوب و شمال سے نقطہ مغرب کی طرف ل ء ب ح بقدر لح نو وصل کیا اور نقطتین مشرق و مغرب سے

ـــــــــــــــ

[1] زیرا کہ تحویل لوگارثم مذکور بجیب اصلی عشری ۱۸۱۸۱۸۲ ء ۰ و تحویلش بہ ستینی ی نز لب مد ۱۲ منہ (م)

نقطۂ جنوب کی طرف اہ ح بقدر دلا س ح ملایا جس نے ءح کو ط پر قطع کیا ہ سے ط پر گزرتا خط ہ سہ کھینچا کہ سمتِ قبلہ ہے یعنی نقطۂ مغرب سے بقدر قوس اسہ جانبِ جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو مکتب ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود دائرۂ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اسی قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ہ سہ سمتِ قبلہ ہوئی ہ ف اس پر عمود گرایا یہ شانۂ راست کی جہت ہوگی تو عہ کہ قطبِ شمالی ہے دہنے شانے سے جانبِ پشت ہی مائل ہوگا یا یوں سمجھئے ہ ق دیوار قبلہ بحالتِ موجودہ ہے اور ق صہ محاذاتِ قطب سے تفاوت کے فیٹ۔ خیر یہ تو استخراج خط تھا مگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجوں دقیقوں میں اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی۔ **اقول** سک یعنی بحکم توازی صرط جیب تفاضل عرض ہے اس کی مقدار وصح لد ط مربع مو الـ ما ب الجا۔ حی صرہ جیب تفاضل طول مقدار لو نجم مد مربع الـ صر الجہ لحی والدنو مجموع مربعین الجہ الوبہ مط مح ب ر اس کا جذر لرل الجہ لط کہ بحکم عروسی مثلث قائم الزاویہ ہ صرط میں مقدار وترہ ط ہے اب بحکم شکل نافع ہ ط : ع :: صرط جیب صرہ ط مجہول ء وصحو لد مط ÷ لہ ل الجہ لط منحط = یٰ نجم لد لہ قوس ی الجہ یعنی دش درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہیے وباللوغارثمیات خط صرہ یعنی فرق طول ۷۵°۴۳ کی جیب لوگارثمی ۹۶۷۸۸۶۹۴۳ = لو مربع ۹۶۵۷۷۳۸۸۸ یعنی ۸۸۸۳۸۸۸ ۹۲۵۷۷۳۸۸۸ T۶ = مربع ۳۲۷۷۹۱۳۳ ۶ خط صرط یعنی فرق عرض ۱۹°۴ کی جیب لوگارثمی ۹۶۰۵۴۹۶۶۱ ؛ لو مربع ۳۲۲ ۱۰۹۹ ۸۶۱ یعنی ۲۶۱۰۹۹۳۲۲ :: مربع ۵۸۸۱۲ ۶۰ مجموع مربعین ۳۸ ۷۹۳ ۰ ۲۳۹ ۰ لوگارثم ۵۹۱۹۴۷۶ T۶ لو جذر ۷۹۵۹۷۳۸ T۶ :: لو مط ۹۶۰۵۴۹۶۶۱ ــ ۹۶۷۹۵۹۷۳۸ = ۹۰۲۵۸۹۹۲۳ قوس وہی ۱۰°۲۸َ۔

افادۂ خامسہ علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی۔ **اقول** اب ح ء

افق شمالی علی گڑھ ب نقطہ مغرب ء معدل النہار ح قطب شمالی ط سمت راس مکہ مکرمہ ح ط ک نصف نہار مکہ ح س نصف نہار علی گڑھ ہ سمت راس علیگڑھ ہ ط ل خط سمت قبلہ علی گڑھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف از نقطۂ مغرب بجنوب اس کی معرفت مقدار کے لئے **اولاً** نقطۂ مغرب سے سمت راس مکہ معظمہ پر گزرتا ہوا نصف النہار علی گڑھ پر عمود ب ط صرڈالا کہ سمت راس علی گڑھ ہ سے جنوب گزرا لما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالیٰ صر س عرض موقع العمود ہوا مثلث ط ک ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلیۃ والمعدل اور سب ضلعیں ربع سے کم ہیں لان کلا قطعۃ من ب س ب صر ح ک الاسباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس صر س ہے فان کل زاویۃ علی کرۃ من عظیمتین قیاسہا قوس غایۃ الفصل بینہما اور ط ک عرض مکہ ب ک تمام فرق طول ہے تو بحکم ظلی ظل ب مجہول : ظل ط ک :: ع : جیب ب ک :: لو ظل عرض مکہ ۹۶۵۹۳۵۴۲۳ لو تمام مابین الطولین

لُرنو ۹٫۸۹۶۹۲۶۵ = ۹٫۶۹۶۶۱۵۸ قوس این ظل الوالو لحہ عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ الرنو سے
بقدر ا ط لب کم ہے لہٰذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہٹے گا اور ازانجا کہ علی گڑھ
بھی شمالی العرض ہے لو جیب تفاضل لیں اور ازانجا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم بشدت ہے محض تعدیل
مابین السطرین مساہلت کثیرہ لاتی ہے اُسے بطریق دقیق نکالیں ۸٫۴۱۵۶۶۱۸ یا اسے محفوظ رکھیں۔

ثانیاً مثلث ح مط قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس ک س مابین الطولین ہے اور ح مہ
تمام عرض عمود سح لحہ لب ∴ ظل ح : ظل ط مہ مجہول :: ع ، جیب ح مہ ∴ لو ظل تفاضل طول ۹٫۸۹۱۷۶۷۹ +
لو تمام عرض عمود ۹٫۹۵۲۰۱۳۴ = ۹٫۸۴۳۷۸۱۳ = ظل ط مہ ۔

ثالثاً مثلث ط مہ ۃ قائم الزاویہ میں زاویہ ۃ کا قیاس قوس آل ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطۂ جنوب
سے غروب کو اور ظل زاویہ ۃ مجہول ، ظل ط مہ :: ع : جیب ۃ مہ محفوظ ∴ ۸٫۴۱۵۶۶۱۸ — ۹٫۸۴۳۷۸۱۳
= ۱۱٫۴۲۸۱۹۵ جدول ظل میں اس کی قوس ۲ ۸ ہے اُس کا تمام ہے ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی
دو درجے آٹھ دقیقے نقطۂ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ معظمہ کے مواجہ ہوں۔

وبوجہ اخر فرق طول لُرنو کی جیب ۹٫۷۸۸۶۹۴۴ + لو تمام عرض حرم محترم سح لہ ۹٫۹۶۸۹۲۶۲ ۱
= ۹٫۷۵۷۶۲۰۶ قوس لرنی لحہ تمام ما نہ کا الف محفوظ اول جیبش ۹٫۹۱۳۸۳۸۴ ∴ لو جیب عرض مکہ مکرمہ
۹٫۵۶۲۴۶۸۵ — لو جیب محفوظ اول = ۹٫۶۴۸۶۳۰۱ قوسہ الوالولح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڑھ سٹ ۶
= مح ل لحہ محفوظ سوم جیبہ ۹٫۹۹۹۸۵۲۶ + لو جیب محفوظ اول = ۹٫۹۱۳۶۹۱ قوسہ نہ ۲ سے محفوظ چہارم
تمام لُرنو لحہ بعد علی گڑھ از مکہ معظمہ یعنی تقریباً دو ہزار چار سو میل کا فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب
۹٫۷۵۷۹۲۲۹ ∴ لو تمام محفوظ اول ۹٫۷۵۷۶۲۰۶ — لو جیب بعد = ۹٫۹۹۹۶۹۷۷ قوسہ فرنب تمامہا
ب ح وہی دو درجے آٹھ دقیقے جنوب کو آئے وذلک ما اردناہ ان کو انحراف دیوار گے لحہ سے تفریق کیا
تو قبلہ حقیقی سے صرف مح م انحراف رہا اسے ۴۵ سے کم کیا باقی الوی یعنی ابھی چھبیس درجے سے بھی کچھ
زیادہ اور انحراف ہوتا ہے جب بھی حدود قبلہ کے اندر تھی یا یوں سمجھئے کہ قبلہ حقیقی قطب شمالی سے ۲ درجہ ۸ دقیقے
غرب کو ہے اور قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے تک انحراف روا تو قطب سے ۴۷ ہوگا ۸ دقیقے چھوڑ کر ۴۷ درجے
ہی انحراف رکھئے میں وتر ا ح کی مقدار ۰٫۰۴۹۸۸۸۳ ۴۷ کہ ۲۳ ۳ ۰ کی جیب لحہ نہ الطاس نو
ہے اعشاریہ میں کسور درجہ کی تحویل سے ۰٫۹۲۴۹۴۳۱۴ ۲۳ ہوئی جس کا دوچند یہ وتر ہے
اور ضلع ا ب کی ۱۶۵ ذراع شرعی ہے = ۹۰ پس تناسب یہ ہوا ۹۰ : ۱۶۵ :: ۰٫۰۴۹۸۸۸۳ : ۴۷ مجہول
∴ سطح وسطین ۷٫۸۹۵۶۲۳۱۵۶۹۵ ÷ ۹۰ = ۰٫۰۸۷۷۳۱۶ یہ ا ح کے ذراع شرعی ہوئے ۱½ میں ضرب

دے سے ۴۴، ۱۹ فٹ آئے یعنی نوّے فٹ یہ اور ۷۰ فٹ اور یہ جملہ ۱۹۰ فٹ بھی اگر یہ دیوار قطب شمالی سے پھری ہوتی حدود سے باہر نہ تھی ھکذا اینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

تنبیہ قول محقق و منقح کہ کعبہ معظمہ کے دونوں جانب ۴۵ درجے تک انحراف روا ہے اس پر عمل قبلہ تحقیق برہانی نکال کر کرنا چاہیے کہ طریق تقریبی میں خود کئی کئی درجے کا تفاوت آتا ہے۔ اب یہیں دیکھئے کہ ۸ درجے ۲۰ دقیقے کا تفاضل ہے واللہ الہادی الی الصواب، الحمد للہ کہ اس تحریر میں افادہ اولٰی غایت نفع و افاضت پر واقع ہوا مناسب اُس کے لحاظ سے اس کا تاریخی نام ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال ہو کہ اس کی تصنیف اواخر ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی، اور اگر یہ لحاظ کریں کہ تبییض میں اوائل محرم ۱۳۲۵ھ کی تاریخیں آئیں گی تو حد الاستقبال کے عوض جہۃ الاستقبال کہنا مناسب، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

باب اماکن الصلٰوۃ

(مقاماتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۳۹۷: از شہر کہنہ ۲۷ ربیع الآخر شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز مسجد کے دَر میں جائز نہیں ہے چاہے اکیلا ہو چاہے امام ہو۔ عمرو کہتا ہے کہ دَر میں بلاکراہت جائز ہے اکیلا ہو یا امام، البتہ صفوں کا دروں میں قائم کرنا مکروہ ہے یا مسجد کے محراب میں اکیلا ہو یا امام۔ اس مسئلہ میں زید کا قول سچا ہے یا عمرو کا؟ بیّنوا توجروا حکم اللہ اور نقشہ مسجد کا واسطے ملاحظہ کے لکھ دیا ہے۔

۱ در   ۲ در   ۳ در

۱ در   ۲ در   ۳ در
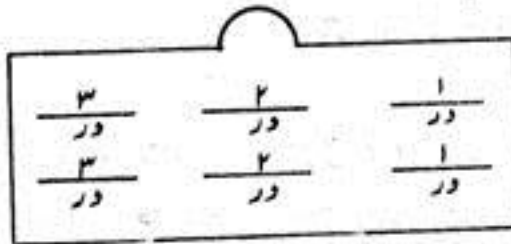
الجواب

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا دَر میں کھڑا ہونا یہ بھی مکروہ مگر اسی طرح کہ پاؤں باہر اور سجدہ دَر میں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ در کی کرسی بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چار گرہ سے زیادہ اونچی ہوئی تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی اور چار گرہ یا کم بلندی ممتاز ہوئی تو کراہت سے خالی نہیں، اور بے ضرورت مقتدیوں کا دَر میں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ باعثِ قطعِ صف ہے اور قطعِ صف ناجائز، ہاں اگر کثرتِ جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لئے مقتدی دَر میں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں۔ یونہی اگر مینہ کے

باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات (سخت ضرورت ممنوعات کو مباح کردیتی ہے۔ ت) رہا اکیلا اس کے لیے ضرورت، بے ضرورت محراب میں، دَر میں، مسجد کے کسی حصہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا۔ دُرمختار میں ہے:

کرہ قیام الامام فی المحراب لاسجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم[1]۔

امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، اگر قدم باہر ہوں اور سجدہ محراب میں ہو تو یہ مکروہ نہیں کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

فی الولوالجیۃ وغیرھا اذا لم یضق المسجد بمن خلف الامام لاینبغی لہ ذلک لانہ یشبہ تباین المکانین انتھی یعنی وحقیقۃ اختلاف المکان تمنع الجواز فشبھۃ الاختلاف توجب الکراھۃ والمحراب وان کان من المسجد فصورتہ وھیأتہ اقتضت شبھۃ الاختلاف اھ ملخصًا[2]۔

ولوالجیہ وغیرہا میں ہے جب امام کے پیچھے والے نمازیوں کے لئے مسجد تنگ نہ ہو تو امام کو محراب میں قیام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ دو جگہوں کے الگ الگ ہونے کا شبہ پیدا کرے گا انتہی یعنی مکان کا حقیقۃً اختلاف جوازِ نماز سے مانع ہے اور جہاں اختلافِ مکان کا شبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور محراب اگرچہ مسجد ہی سے ہے مگر محراب کی صورت اور ہیئت اختلافِ مکان کا شبہ پیدا کرتی ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں معراج الدرایہ سے ہے:

حکی الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[3]۔

حلوانی نے ابواللیث سے نقل کیا کہ ضرورت کے وقت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں جبکہ نمازیوں پر مسجد تنگ ہو۔ (ت)

اُسی میں کتابِ مذکور سے ہے:

الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم

اصح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی مروی ہے کہ امام کا دو ستون کے درمیان

---

[1] درمختار | باب ما یفسد الصلٰوۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۹۲/۱
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۴۷۷/۱
[3] " | " | " " " | ۴۷۸/۱

بین الساریتین[1] کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لوکان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز وان اکثر لا[2]

اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ سے دو کھڑی اینٹوں کے برابر بلند ہو تو نماز جائز، اور اگر اس سے زیادہ بلند ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

مقدار ارتفاعھما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی[3]

ان دونوں کا بلند ہونا نصف ذراع ہے جو کہ بارہ انگلیوں کی مقدار ہے۔ حلبی نے اسے ذکر کیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ جاز سجودہ الظاھر انہ مع الکراھۃ لمخالفتہ للماثور من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]

قولہ جاز سجودہ یعنی سجدہ تو جائز ہوگا مگر بظاہر کراہت ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فعلِ منقول کے خلاف ہے۔ (ت)

سُنن ابن ماجہ میں ہے:

عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا ننھی ان نصف بین السواری علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونطرد عنھا طردا[5]

یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دو ستونوں کے بیچ میں صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ (ت)

مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح حاکم میں ہے:

عن عبد المجید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس فصلینا

یعنی ایک تابعی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دو ستونوں میں نماز

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] و [3] درمختار شرح تنویر الابصار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۹

[4] ردالمحتار " " " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۲

[5] سُنن ابن ماجہ باب الصلوٰۃ بین السواری فی الصف " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۱

بین السواری یتین فلما صلینا قال انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نتقی ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	پڑھنی ہوئی (جب ہم نماز پڑھ چکے تو) انس بن مالک نے فرمایا ہم زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے۔

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قبیل باب الصلوٰۃ الی الراحلۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا: لاتصفوا بین الاساطین و اتموا الصفوف[2]۔ ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کرو۔ اور اس کی وجہ قطع صف ہے اگر تینوں دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صف کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من قطع صفا قطعہ اللہ[3]۔ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ اور اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دے جب بھی قطع صف ہے کہ صف ناقص چھوڑ دی، کاٹ دی پوری نہ کی، اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اتموا الصفوف[4] (صفوں کو مکمل کرو۔ ت) اور اگر اس وقت اور زائد لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان مہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالٰی تلک حدود اللہ فلا تقربوھا[5] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے یہ اللہ تعالٰی کی حدود ہیں پس ان کو توڑنے کے قریب مت جاؤ۔ ت) اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صف نہ سمجھنا محض خطا ہے۔ علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صف ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ[6] (باب جماعت کے علاوہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کا۔ ت) امام علامہ محمود عینی کہ اجلۂ ائمہ حنفیہ سے ہیں اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

قید بغیر جماعۃ لان ذلک یقطع الصفوف و تسویۃ الصفوف فی الجماعۃ مطلوبۃ	بغیر جماعت کی قید اس لئے ہے کہ یہ (نمازی کا دو ستونوں کے درمیان ٹھہرنا) صفوں کو توڑتا ہے حالانکہ صفوں کا

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الصف بین السواری مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۳۱

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۶

[3] سنن ابی داؤد باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[4] صحیح مسلم " " " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[5] القرآن ۲/۱۸۷

[6] صحیح البخاری باب الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۲

بعینہٖ[1] — محل و برابر ہونا جماعت میں مطلوب ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی، پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہما میں ہے نیز فتح الباری میں محب طبری سے ہے :

محل الکراھۃ عند عدم الضیق[2] — جب تنگی نہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ابن حبیب سے ہے :

لیس النھی عن تقطیع الصفوف اذا ضاق المسجد وانما نھی عنہ اذا کان المسجد واسعا[3] — جب مسجد تنگ ہو تو اس وقت صفوں کو توڑنا منع نہیں، یہ اس وقت منع ہے جب مسجد کشادہ ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے :

قال مالک فی المدونۃ لاباس بالصلاۃ بینھما لضیق المسجد[4] اھ ثم ذکر قول ابن حبیب اقول ولا یخفی انہ مستقیم علی قواعد مذھبنا۔

امام مالک، مدوّنہ میں فرماتے ہیں جب مسجد تنگ ہو تو دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے میں حرج نہیں اھ پھر انہوں نے ابن حبیب کا قول نقل کیا ہے۔ اقول۔ مخفی نہ رہے یہ ہمارے مذہب کے قواعد پر درست ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے :

ھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ[5]۔

یہ تمام (یعنی کراہت) اس وقت ہے جب عذر نہ ہو عذر کی صورت میں مثلاً جمعہ اور عید کے بھیڑ کے موقع پر بھی اگر مسجد تنگ ہو اور بعض نمازی رفوف (ف) دروازے کے تختے پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں ہو تو کراہت نہیں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۴

[2] فتح الباری شرح البخاری 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۴

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۶

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[5] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۲

ف: رفوف جمع رف کی ہے اس کے کئی معانی ہیں ایک معنی یہ ہے "وہ لکڑی جس کے دونوں کنارے دیوار میں لگا کر اس پر گھر کا سامان رکھتے ہیں" یہاں مراد دروازے کے درمیان بلند جگہ بھی ہوسکتی ہے اور زمین سے بلند مقام بھی ہوسکتا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

عمدۃ القاری میں ہے:

اذاکان منفردا لاباس فی الصلاۃ بین الساریتین اذالم یکن فی جماعۃ۔[1]

جب تنہا نماز ادا کر رہا ہو تو دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کرنے میں حرج نہیں جبکہ وہ جماعت میں نہ ہو۔ (ت)

اس بیان سے واضح ہُوا کہ زید و عمرو دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید نے در میں نماز ناجائز بتائی یہ زیادت ہے، ناجائز نہیں، ہاں امام کو مکروہ ہے۔ یُونہی منفرد کو اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کعبہ معظمہ تشریف لے گئے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی کما ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جیسا کہ صحاح میں حضرت ابن عمر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلاکراہت جائز ماننا صحیح نہیں، یونہی منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جاننا کہ یہاں جو وجوہِ کراہت علماء نے لکھے ہیں یعنی شبہ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال یا تشبہ اہل کتاب ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لئے متحقق نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۳۹۸: از دہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسئولہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی ۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں، مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم اسلام ۳ کے صفحہ ۸ پر جو جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں؟ اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر؟ میں اس میں تفصیلی بحث چاہتا ہوں آج کل اس کے جملہ مسائل کی اہلِ اسلام کو سخت ضرورت ہے، جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے ج چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکے چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف نہ رہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہیے ورنہ نماز نہ ہوگی بلفظہٖ، اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا ایک حکم ہے یا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنتِ فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلوٰۃ بین السواری الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۴

وقت نماز دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے، تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہو ان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر، ولہذا دابہ پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دابہ تابع زمین نہیں، ولہذا گاڑی پر جس کا جُوا بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہ ہُوا ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اترنا متیسر ہو کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول متیسر نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر، لہذا سیر و وقوف برابر، لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی، انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہُوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔ دُرمختار میں ہے:

لوصلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لاتجوز الصلاۃ علیھا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ و اما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر او لا تسیر فھی صلاۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرھا وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلھم بانھا کالسریر ھذا کلہ فی الفرض و الواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافھا للقبلۃ ان امکنہ و الا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرھا المکان و اما فی

اگر کسی نے کھڑے چارپائے پر کجاوے میں نماز ادا کی حالانکہ وہ اُترنے پر قادر تھا تو نماز نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں نماز ہو جائے گی جب کجاوے کی لکڑیاں زمین پر ہوں بایں طور کہ اس کے نیچے لکڑی گاڑی ہو۔ رہا معاملہ گاڑی (مثلاً بیل گاڑی وغیرہ جس کو جانور کھینچتے ہیں) پر نماز کا، تو اگر گاڑی کا ایک حصہ چوپائے کے اوپر ہے خواہ وہ چلتی ہے یا نہیں تو یہ چوپائے پر نماز سمجھی جائے گی تو تیمم میں بیان کردہ عذر کی وجہ سے نماز ادا ہو جائے گی، اس کے علاوہ میں نہیں۔ اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چارپائے پر نہیں تو نماز ہو جائے گی اگر بیل گاڑی کھڑی ہو کیونکہ فقہا نے اسے تخت کی مثل قرار دیا ہے۔ یہ تمام گفتگو فرائض، واجبات کی تمام انواع اور فجر کی سنتوں میں ہے بشرطیکہ

النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا[1] قبلہ رُخ کھڑی کی ہو، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بقدر الامکان قبلہ رُخ کھڑا کرنا شرط ہے تاکہ اسکے چلنے سے مکان میں تبدیلی نہ ہوجائے باقی نوافل کجاوے اور بیل گاڑی میں پڑھنا مطلقاً جائز ہیں۔ (ت)

خود ردالمحتار میں ہے:

الحاصل ان کلا من اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لایسقط الا بعذر فلو امکنہ ایقافہا مستقبلا فعل بقی لو امکنہ الایقاف دون الاستقبال فلاکلام فی لزومہ لماذکرہ الشارح من العلۃ[2] (ملخصا)

حاصل یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو نوافل کے علاوہ نماز میں اتحادِ مکان اور استقبالِ قبلہ دونوں شرط ہیں تو شرط عذر کے بغیر ساقط نہ ہوگی، پس اگر سواری کو قبلہ رُخ کھڑا کرسکے تو کرنے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کرسکتا ہے مگر قبلہ رُخ کھڑا نہیں کرسکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے جیسا کہ شارح نے اس کی علت ذکر کی ہے (یعنی تاکہ اتحادِ مکان سب نماز میں حاصل رہے) (ملخصاً)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الفرض والواجب بانواعہ لایصح علی الدابۃ الالضرورۃ، فیومی علیہا بشرط ایقافہا جہۃ القبلۃ ان امکنہ، واذا کانت تسیر لاتجوز الصلاۃ علیہا اذاقدر علی ایقافہا والا بان کان خوفہ من عدو یصلی کیف قدر کما فی الامداد وغیرہ اھ[3] اقول فثبت ان المانع شیئان الاول کون الصلاۃ علی الدابۃ ولو بواسطۃ عجلۃ طرفہا علی دابۃ والثانی السیر واختلاف المکان الاتری انہما اوجبوا الایقاف وابطلوا

فرض اور واجبات کی تمام انواع کو بغیر ضرورت کے چارپائے پر ادا نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر ضرورت وعذر کے وقت اس پر اشارے سے نماز ادا کرے بشرطیکہ امکانی حد تک دابہ کو قبلہ رُخ کھڑا کرے جب دابہ کھڑا کرنے پر قادر ہو تو ایسی صورت میں چلتے ہوئے دابہ (جانور) پر نماز جائز نہیں البتہ کھڑا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً اگر اسے دشمن کا خوف ہے تو جس طرح ممکن ہو نماز ادا کرے۔ امداد وغیرہ میں اسی طرح ہے اھ میں کہتا ہوں یہ ثابت ہوا کہ کہ مانع دو چیزیں ہیں، پہلی چیز نماز کا جانور کے اوپر پڑھنا اگرچہ بواسطہ بیل گاڑی کے جس

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۸/۱
[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۴۷۲/۱
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۴۷۰/۱

بالسیر الا لمن یخاف فلو لم یکن المانع الا الاول فقد وجد عذر یبیح الصلٰوۃ علی الدابۃ لکان واجبا ان تجوز من دون فرق بین سیر و وقوف لکنھم فرقوا فتبین ان السیر بنفسہ مفسد الا لعذر یمنع الایقاف ولا یکفی مجرد عذر یمنع النزول لا الایقاف فان کانت العجلۃ کلھا علی الارض وجرتھا دابۃ بحبل فھھنا انما فقد المانع الاول دون الثانی فوجب الفساد الا بعذر فلا نظر الی ما اراد ش استنباطہ من مفھوم لیس علی عادۃ ذلک الزمان بمفھوم فافھم وتثبت ۔

جس کی ایک طرف چوپائے پر ہو، دوسری چیز چوپائے کا چلنا اور مکان کا مختلف ہونا، کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ فقہا نے چوپائے کے کھڑا کرنے کو لازم قرار دیا ہے اور چلنے کی حالت میں اس پر نماز کو باطل قرار دیا ہے سوائے اس کے جسے دشمن وغیرہ کا خوف ہو، پس پہلی چیز کے علاوہ کوئی مانع نہیں تو پھر ایسا عذر موجود ہے جو چارپائے پر نماز کو مباح بنا دے تو اب چلنے اور کھڑے ہونے کے فرق سے بالاتر ہو کر نماز کے جواز کو ماننا لازم ہوگا لیکن فقہا نے ان کے درمیان فرق کیا ہے تو واضح ہوگیا کہ چلنا بذاتِ خود مفسدِ نماز ہے مگر اس صورت میں جب کھڑا کرنا ممکن نہ ہو محض اتنا عذر کافی نہیں جو نزول سے مانع ہو بلکہ وہ عذر جو کھڑا کرنے سے مانع ہو معتبر ہے، اب اگر بیل گاڑی کلی طور پر زمین پر ہو اور جانور اسے رسّی کے ذریعے لے جا رہا ہے تو اب یہاں پہلا مانع (نماز کا چارپائے پر ہونا) موجود نہیں البتہ دوسرا مانع (جگہ کی تبدیلی) موجود ہے لہذا اس صورت میں عذر کے بغیر نماز فاسد ہوگی پس اسے نہیں دیکھا جائے گا کہ جو شارح نے مفہوماً استنباط کرلیا ہے کیونکہ اس دور کی عادت مفہوم کو قبول نہیں کرتا، اسے سمجھ لے اور اس پر قائم رہ۔ (ت)

نیز اسی میں غنیہ سے ہے:

ھذا بناء علی ان اختلاف المکان مبطل ما لم یکن لاصلاحھا۔[1]

یہ اس بنا پر ہے کہ جگہ کا مختلف ہونا (نماز کو) باطل کرنے والا ہے جبکہ یہ اس کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔ (ت)

اُسی میں بحوالہ بحرالرائق فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

ان جذبتہ الدابۃ حتی ازالتہ عن موضع سجودہ تفسد[2] ۔

اگر جانور نے اسے اتنا کھینچا کہ اس کے سجدہ کی جگہ بدل گئی تو نماز فاسد ہوگی۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲۱

[2] " " " " " " ۱/۴۲۲

اُسی میں ہے :

ظاھر ما فی الھدایة وغیرھا الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولا وصرح فی الایضاح بمنعه فی الثانی حیث امکنه الخروج الحاقا لھا بالدابة نھر واختارہ فی المحیط والبدائع بحر وعزاہ فی الامداد ایضا الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم به فی نور الایضاح وعلی ھذا ینبغی ان لا تجوز الصلاۃ فیھا سائرۃ مع امکان الخروج الی البر وھذہ المسألة الناس عنھا غافلون[1] شرح المنیة ۔

ہدایہ وغیرہا سے ظاہر یہی ہے کہ کشتی میں کھڑے ہوکر مطلقاً نماز جائز ہے یعنی خواہ وُہ زمین پر مستقر ہو یا نہ ہو۔ ایضاح میں تصریح ہے کہ جب زمین پر مستقر نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی جبکہ اس سے اترنا ممکن ہو کہ اس کا حکم دابہ (چارپایہ) کی طرح ہوگا، نہر۔ بحر میں ہے کہ محیط اور بدائع نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ اور امداد میں بھی ہے کہ اسے مجمع الروایات میں مصفٰی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے اور نور الایضاح میں اسی پر جزم ہے۔ اسی بنا پر چلتی کشتی پر نماز جائز نہیں ہونی چاہئے جبکہ خشکی پر اترنا ممکن ہے۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں شرح المنیۃ۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

فی الایضاح فان کانت موقوفة فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما جاز لانھا اذا استقرت علی الارض فحکمھا حکم الارض فان کانت مربوطة ویمکنه الخروج لم تجز الصلٰوۃ فیھا لانھا اذا لم تستقر فھی کالدابة انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانھا حینئذ کالسریر[2]۔

ایضاح میں ہے اگر کشتی دریا کے کنارے پر کھڑی ہو اور زمین پر مستقر ہو اور نمازی نے نماز کھڑے ہوکر ادا کی تو جائز ہے کیونکہ استقرار کی صورت میں اس کا حکم زمین والا ہی ہے اگر کشتی باندھی ہُوئی ہو، اور اس سے نکلنا ممکن ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہوگی کیونکہ جب مستقر نہیں تو وُہ چارپائے کی طرح ہے انتہی بخلاف اس کے جب مستقر ہو کیونکہ اس صورت میں وہ تختہ کی طرح ہے (ت)

محیط امام سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

لو صلی فیھا فان کانت مشدودۃ علی الجد مستقرۃ علی الارض فصلی قائما اجزاہ وان لم

اگر کشتی مضبوط باندھی ہوئی ہو اور زمین پر مستقر ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی نے کھڑے ہوکر نماز ادا کی تو جائز

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱۲
[2] فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۶۲

تکن مستقرۃ ویمکنہ الخروج عنہا لم تجز الصلٰوۃ فیہا[1] اھ اقول واطلاق الہدایۃ واجب الحمل علی ہذہ النصوص الصریحۃ المقیدۃ وکم لہ من نظیر کما صرح بہ الجم الغفیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوگی اور اگر مستقرنہ ہو اور اس سے نکلنا بھی ممکن ہو تو اب اس میں نماز صحیح نہ ہوگی اھ اقول ہدایہ کے اطلاق کو ان صریح مقید نصوص پر محمول کرنا واجب ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ جم غفیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹۹ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالتِ مجبوری ومعذوری میں بیٹھ کر پڑھی گئیں جیسے سفرِ حج میں جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خوفِ جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں اُن کا اعادہ حالتِ قرار واقامت میں واجب ولازم وضروری ہے یا نہیں؟ نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شغدف وغیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بڈھے آدمی کو اُتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خوفِ جان ومال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالتِ طغیانی میں جہاز پر بیٹھ کر مجبوراً پڑھی گئیں اُن سب کا اعادہ بصورتِ اقامت واطمینان کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

اُن کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ وممایتصل بذلک الصلٰوۃ علی الدابۃ والسفینۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۳

باب صفۃ الصلوٰۃ

(طریقۂ نماز کا بیان)

مسئلہ ۲ از خیرآباد مرسلہ شیخ حسین بخش صاحب رضوی فاروقی ۲۹ رجب ۱۳۰۵ھ

چہ می فرمایند عالمانِ شرع شریف وحاکمان صدر نشین دار لطیف دریں امر کہ بمذہب حنفیہ لطیفہ مرداں بحکم حدیث دستہا زیر ناف مے بندند وزناں بالائے ناف می بندند آیا ایں عمل دست بندی زناں حین نماز موافق شرع نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است یانہ یا اتفاق علمائے کرام

علماءِ شریعت اور دارِ روحانیت کے سربراہ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں جو علماءِ احناف نے بتایا ہے کہ مرد ناف کے نیچے اور خواتین ناف کے اوپر ہاتھ باندھیں، خواتین کا اس طرح ہاتھ باندھنا موافق شرع نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے یا نہیں؟ یا علماءِ کرام یا مفتیانِ عظام کا

مفتیانِ عظام است اگر از احادیث رسول انام علیہ الصلوٰۃ
والسلام ثابت است یا باتفاق امامان حنفیان راجح
است برایں استفتا مُہر و دستخط بحوالہ کتاب ثبت نمایند
واجورِ سَنی از خدائے تعالٰی شانہٗ یابند، بینوا توجروا
بحوالۃ الکتاب بجواب الصواب۔

احناف ہے یہ مسئلہ اسی طرح ہے؟ اگر احادیث
رسولِ انام صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے
یا ائمہ احناف کے اتفاق کی بنا پر مسئلہ اس طرح ہے؟
جو بھی ہو اس استفتاء پر کتاب وسنت کے حوالے
سے اپنی مہر و دستخط ثبت کردیں اور اللہ تعالٰی سے
اجر وثواب پائیں، کتاب کے حوالے سے درست جواب دیں۔ (ت)

الجواب

زناں را نزد حنفیہ کرام عمہم اللہ باللطف والاکرام حکم
آنست کہ دست در نماز بر سینہ بندند و ایں مسئلہ باتفاق
ائمہ ما ثابت است جمِ غفیر از علماء در تصانیف خود ہا
بروجہ بے حکایت خلافے تنصیص کردہ اند علامہ محمد بن محمد
ابن محمد الشہیر بابن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالٰی در
شرح منیہ فرمود، الموضع الثالث فی محل الوضع
فقال اصحابنا محلہ تحت السرۃ فی حق
الرجل والصدر فی حق المرأۃ اھ ملخصاً[1]
ونیز فرمود: المرأۃ تضعھما علی صدرھا
کما قال الجم الغفیر۔[2] لاجرم علامہ ابراہیم بن محمد
بن ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالٰی در غنیہ ایں مسئلہ را
متفق علیہا گفت وحدیث اگر بموافقت معلوم نیست

علماء احناف (اللہ تعالٰی ان پر لطف وکرم عام فرمائے)
کے نزدیک حکم یہ ہے کہ خواتین نماز میں سینے پر ہاتھ
باندھیں اس مسئلہ پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔
علماء کے جمِ غفیر نے یہ بات اپنی اپنی کتب میں بغیر اختلاف
نقل کی ہے، چنانچہ علامہ محمد بن محمد بن محمد المعروف
ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی نے منیہ کی شرح
میں فرمایا: تیسرا مقام ہاتھ رکھنے کے بارے میں ہے
ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ مرد ناف کے نیچے اور عورت
سینہ پر ہاتھ باندھے اھ ملخصاً۔ اور یہ بھی فرمایا عورت اپنے دونوں ہاتھ
سینہ پر رکھے جیسا کہ جمِ غفیر نے تصریح کی ہے اور علامہ ابراہیم بن محمد بن
ابراہیم حلبی رحمہ اللہ نے غنیہ میں اس مسئلہ پر اتفاق علماء کی تصریح کی ہے اور اگر
کوئی حدیث اس کے موافق نہیں ملتی تو اس کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] " " " "

بمخالفت ہم وارد نیست ومن ادعی فعلیه البیان ولہذا محقق حلبی درحلیہ فرمود ثم انما قلنا ان المرأة تضع یمناها علی یسرها علی صدرها لانه استرلها فیکون ذلك فی حقها اولی لما عرف من ان الاولی اختیار ما هو استرلها من الامور الجائزة لکل منها لها من غیر منع شرعی عنه وخصوصا فی الصلٰوة[1] این است آنچہ دربادی النظر رونماید وانما اقول وباللہ التوفیق میرسد کہ این مسئلہ را بحدیثے جید الاسناد رنگ اثبات دہیم تقریرش آنچنان کہ درمحل وضع از سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوصورت مروی است یکے زیرناف بستن ودروے احادیث عدیدہ وارداست اجلہا ماروی ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه قال حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه رضی اللہ تعالٰی عنه قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلاة تحت السرة[2]۔ امام علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالٰی درتخریج احادیث اختیار شرح مختار فرماید سندہ جید ورواتہ کلہم ثقات[3] دوم برسینہ نہادن ودریں باب ابن خزیمہ

مخالفت میں بھی وارد نہیں، اگر کوئی دعوی کرتا ہے تو دلیل پیش کرے، اسی لیے محقق حلبی نے حلیہ میں فرمایا: ہم نے جو یہ کہا کہ عورت اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اپنے سینے پر باندھے یہ اس لیے کہ عورت کیلئے اس میں زیادہ ستر ہے لہذا یہ اس کے حق میں اولٰی ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ عورت کے حق میں جتنے بھی امور جائز ہیں ان میں سے اسی کو اختیار کرنا بہتر ہے جو سب سے زیادہ ستر کا سبب ہو خصوصاً حالتِ نماز میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے، یہ تو وہ ہے جو ظاہر نظر میں آیا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ کی توفیق سے کہ اس مسئلہ پر ایک حدیث جید الاسناد پیش کروں اس کی تقریر یوں ہے کہ حضور علیہ السلام سے ہاتھ باندھنے کی دو صورتیں مروی ہیں ایک صورت زیر ناف کی ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں سب سے اہم روایت وہ ہے جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا کہ ہمیں وکیع نے موسٰی بن عمیر سے علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے دورانِ نماز نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے باندھے دیکھا ہے۔ امام علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالٰی اختیار شرح مختار کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید اور تمام راوی ثقہ ہیں۔ دوسری صورت سینے پر ہاتھ باندھنے کی ہے اس بارے میں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] مصنف ابن ابی شیبہ وضع الیمین علی الشمال من کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۹۰

[3] تخریج احادیث شرح مختار للقاسم بن قطلوبغا

حدیثے است در صحیح خودش ہم از وائل ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسرٰی علی صدرہ[1] واز انجا کہ تاریخ مجہول است وہر دو روایت ثابت ومقبول ناچار کار بترجیح افتاد چوں نیک نگریم بنائے ایں امر بلکہ تمام افعال صلاۃ بر تعظیم است و معہود ومعلوم عند التعظیم دست زیر ناف بستن است، ولہذا امام محقق علی الاطلاق در فتح فرماید فیحال علی المعہود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاھد منہ تحت السرۃ[2] پس دربارۂ مرداں روایت ابن ابی شیبہ راجح تر آمد و درامر زناں شرع مطہر را کمال نظر بر ستر وحجاب است و ولہذا فرمودند خیر صفوف الرجال اولہا وشرہا اٰخرہا وخیر صفوف النساء اٰخرہا وشرہا اولہا[3] اخرجہ الستۃ الا البخاری عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم وفرمودند صلاۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا[4] اخرجہ ابوداؤد عن ابن مسعود والحاکم عن

ابن خزیمہ اپنی صحیح میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت لائے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھنے کا شرف پایا تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھے چونکہ ان کی تاریخ کا علم نہیں کہ کون سی روایت پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی، اور دونوں روایات ثابت و مقبول ہیں تو لاجرم دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح ہوگی۔ جب ہم نماز کے اس فعل بلکہ نماز کے تمام افعال پر نظر غائر ڈالتے ہیں تو وہ تمام کے تمام تعظیم پر مبنی نظر آتے ہیں اور مسلّم ومعروف تعظیم کا طریقہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے لہذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا ہے: قیام میں بقصدِ تعظیم ہاتھ باندھنے کا معاملہ معروف طریقے پر چھوڑا جائے اور قیام میں تعظیماً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی معروف ہے لہذا مردوں کے بارے میں ابن ابی شیبہ کی روایت راجح ہے اور چونکہ خواتین کے معاملہ میں شرع مطہر کا مطالبہ کمال ستر وحجاب ہے اسی لئے فقہا نے فرمایا: مردوں کی پہلی صف افضل اور آخری غیر افضل اور خواتین کی آخری صف افضل اور پہلی غیر افضل یہ حدیث صحاح کی تمام کتابوں میں ہے سوائے بخاری کے۔

---

[1] صحیح ابن خزیمہ باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ١/٢٤٣

[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ " نوریہ رضویہ سکھر ١/٢٤٩

[3] سنن ابی داؤد باب صف النساء والتاخر عن الصف الاول مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ١/٩٩

[4] " " کتاب الصلاۃ باب التشدید فی ذلک " " " ١/٨٤

امسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صالح
وعبداللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخروھن
من حیث اخرھن اللہ[1] اخرجہ عبدالرزاق
فی المصنف ومن طریقہ الطبرانی فی المعجم
وزناں را حکم شد کہ در سجدہ بزمین چسپند با آنکہ سنت
در مرداں خلاف آنست ابوداؤد فی المراسیل
عن یزید بن حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان
فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی بعض
الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل[2]
ویروی موصولا بوجہین قال البیہقی ھو
احسن منہما وسنت مر ایشاں را تورک شد رواہ
الامام ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما وفی الباب عن علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ قال اذا صلت المرأۃ فلتحتفز قال
الجوھری تضام اذا جلست واذا سجدت[3]
واگر جماعت خواہند امام آنہا میاں آنہا ایستد،
قال الامام محمد فی الآثار اخبرنا
ابوحنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمٰن عن
ابراھیم النخعی ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کانت تؤم النساء فی شہر رمضان

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر
میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے، یہ بھی فرمایا عورت کی
نماز کمرے میں گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل اور
خاص چھوٹے کمرے میں اس سے بھی افضل ہے۔
اسے ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود سے، حاکم نے
حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سند صالح سے روایت
کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے
انھیں اسی طرح پیچھے رکھو جیسے انھیں اللہ نے پیچھے
رکھا ہے، اسے امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور
اسی سند سے طبرانی نے معجم میں ذکر کیا ہے نیز خواتین
کے لئے حکم ہے کہ بوقتِ سجدہ زمین کے ساتھ چمٹ جائیں
حالانکہ مردوں کے لئے اس کے خلاف کرنا سنت ہے
ابوداؤد نے المراسیل میں یزید بن حبیب سے روایت
کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو خواتین کے
پاس سے گزرے جو نماز ادا کر رہی تھیں فرمایا جب تم
سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ
سجدہ کی حالت میں عورت مرد کی طرح نہیں اور یہ روایت
دو سندوں سے متصل مروی ہے۔ بیہقی فرماتے ہیں یہ
سند دونوں سے احسن ہے، خاص کر عورتوں کے لئے
تورک (حالتِ قعدہ میں زمین کے ساتھ چمٹ کر بیٹھنا)

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب شہود النساء الجماعۃ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۹
[2] کتاب المراسیل لابی داؤد باب ماجاء فی من نام علی الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ العلمیۃ لاہور ص ۵۵
[3] الصحاح باب الزاء فصل الحاء مطبوعہ دار العلم للملایین بیروت ۳/۸۷۴

اختیار کردند لانہ اشق وافضل الاعمال اشقہا و درزناں بتورک رفتند لانہ استر وایسر ومبنی امرھن علی الستر والیسر بخلاف مسلک شافعیۃ ومن وافقھم کہ دست بر شکم بستن است نہ بر سینہ کما فی المنہاج والمیزان وغیرھما کہ ہرگز دریں باب حدیثے یافتہ نمی شود خود ائمہ ایشاں رحمہ اللہ تعالٰی علیہم درخلاصہ ومنہاج امام وبلوغ المرام حدیثے مؤید مذہب خودشاں نیاوردند جز حدیث ابن خزیمہ ومن فقیر در عجبم از استدلال ایشاں بانچہ مساسے تدارد بمذہب ایشاں کہ در تحت الصدر وعلی الصدر فرقے ہست کہ پیداست وقد فصلنا الکلام فی محل اٰخر وفی ما ذکرنا کفایۃ لمن امعن النظر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رکھی گئی ہے۔ ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورت تمام کی تمام قابلِ ستر وحجاب ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کے حق میں سینے پر ہاتھ باندھنا، زیرِ ناف باندھنے سے زیادہ حجاب اور حیا کے قریب ہے۔ اور خواتین کا تعظیم کرنا ستر وحجاب کی صورت میں ہے کیونکہ تعظیم ادب کے بغیر اور ادب حیا کے بغیر اور حیا حجاب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا لہذا خواتین کے حق میں حدیثِ ابن خزیمہ زیادہ راجح ثابت ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ دونوں مسائل میں ایسی حدیث موجود ہے جس کی سند جید ہے اور ماہر علماءِ حدیث نے دونوں مقامات پر حدیث وترجیح پر ہی عمل فرمایا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس کی ایک نظیر مسئلہ قعود ہے کہ اس کے دونوں طریقے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں ہمارے علمائے نے مردوں کے لئے دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں پر بیٹھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ شاق ہے اور بہتر عمل وہی ہوتا ہے جس میں مشقت ہو اور خواتین کے لیے تورک کا قول کیا کیونکہ اس میں زیادہ ستر اور آسانی ہے اور خواتین کا معاملہ ستر اور آسانی پر مبنی ہے بخلاف شوافع اور ان کے موافقین کے کہ ان کے ہاں عورت شکم پر ہاتھ باندھے نہ کہ سینہ پر۔ جیسا کہ منہاج، میزان وغیرہما میں ہے کہ اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی، خود ان کے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی نے خلاصہ، امام نووی کی منہاج اور بلوغ المرام میں اپنے مذہب کی تائید میں سوائے حدیث ابن خزیمہ کے کوئی حدیث ذکر نہیں کی مجھ فقیر کو ان کے استدلال پر تعجب ہے کہ یہ حدیث ان کے مذہب کی دلیل کیسے بن سکتی ہے! کیونکہ تحت الصدر (سینے کے نیچے) اور علی الصدر (سینے کے اوپر) میں نمایاں فرق ہے ہم نے دوسرے مقام پر اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، ہماری یہ مذکورہ گفتگو ہر اس شخص کے لیے کافی ہے جو دقتِ نظر رکھتا ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشتِ شہادت سے التحیات میں اشارہ کیسا ہے اور ہمارے فقہا سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

فقوم وسطا[1] عبد الرزاق فی المصنف و الدارقطنی ثم البیھقی فی سننھما واللفظ لعبد الرزاق عن ریطۃ الحنفیۃ ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا امتھن وقامت بینھن فی صلاۃ مکتوبۃ[2] وفی الباب عن ام سلمۃ و ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم و یروی فیہ حدیث مرفوع لیس بذلك بالجملہ زناں را عورتے مستورہ داشتہ اند وبنائے کار آنہا بر ستر نہادہ الترمذی بسند حسن عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المرأۃ عورۃ[3] وشک نیست کہ درحق آنہا دست برسینہ بستن استر و اقرب بحیاست از دست زیر ناف نہادن و تعظیم نیز درایناں ہم بتستر واحتجاب باشد اذ لا تعظیم الا بالادب ولا ادب بالحیاء ولا حیاء الا بالتستر پس درباب زناں حدیث ابن خزیمہ ارجح برآمد و ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیثے جید استناد دارد و اصحاب ما ہر دو جا بحدیثے و ترجیحے عمل فرمودہ اند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بہر دو وجہ از نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منقول است و علمائے ما درمرداں نصب یمنٰی وجلوس علی الیسری

سنّت ہے، اس کو امام ابوحنیفہ نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اس مسئلہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے یہ مروی ہے کہ جب عورت نماز پڑھے تو وہ رانوں پر سرین کے بل بیٹھے۔ جوہری نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ سجدہ کی حالت میں زمین سے چمٹ کر بیٹھے، اگر خواتین جماعت کروانا چاہیں تو ان کی امام خاتون ان کے درمیان کھڑی ہوجائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں کہا امام ابوحنیفہ حماد بن ابی سفیان سے انھوں نے ابراہیم نخعی سے ہمیں حدیث بیان کی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا رمضان کے مہینہ میں عورتوں کی جماعت کرواتیں تو وسط میں کھڑی ہوتیں، امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور دارقطنی و بیہقی نے سنن میں یہ روایت کی، الفاظ عبدالرزاق کے ہیں کہ ریطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا خواتین کی امامت کرواتیں تو فرائض کی نماز میں ان کے درمیان کھڑی ہوتیں، اس بارے میں حضرت ام سلمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے، ایک حدیث مرفوع بھی مروی ہے جو اس کی طرح نہیں ہے بالجملہ خواتین عورتِ مستورہ کی مالک ہوتی ہیں اور ان کے تمام افعال کی بنا پردہ و حجاب پر

---

[1] کتاب الآثار للشیبانی باب المرأۃ تؤم النساء الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴

[2] المصنف لعبد الرزاق 〃 〃 〃 〃 〃 المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۱

[3] جامع الترمذی ابواب الرضاع 〃 امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۴۰

الجواب

اخرج مسلم فی صحیحہ عن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال فیہ کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع (یرید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی و قبض اصابعہ کلہا واشار باصبعہ التی تلی الابہام[1]۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تشہد میں اپنا دہنا ہاتھ دہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کرکے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

واخرج ابن السکن فی صحیحہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاشارۃ بالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید[2]۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھاردار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے۔

وعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی مذعرۃ للشیطان[3]۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے۔

واخرج ابوداؤد والبیہقی وغیرہما عن سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عقد فی جلوس التشہد الخنصر والبنصر ثم حلق الوسطی بالابہام واشار بالسبابۃ[4]۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا۔ وبمعناہ اخرج ابن حبان فی صحیحہ (ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسی طرح کی حدیث ذکر کی ہے۔ ت)

اور اس باب میں احادیث وآثار بکثرت وارد، ہمارے محققین کا بھی یہی مذہب صحیح ومعتمد علیہ ہے صغیری میں ملتقط وشرح ہدایہ سے اس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولانا کمال الدین محمد بن الہمام و علامہ ابن امیر الحاج حلبی وفاضل بہنسی و باقانی وملا خسرو وعلامہ شرنبلالی وفاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر نے اعتماد فرمایا اور انھیں کا صاحب درمختار فاضل مدقق علاء الدین حصکفی وفاضل اجل سید احمد طحطاوی وفاضل ابن عابدین شامی وغیرہم اجلہ نے اتباع کیا، علامہ بدرالدین عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحب محیط و

---

[1] صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۶/۱
[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن عمر " دارالفکر بیروت ۱۱۹/۲
[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من روی انہ اشار بہا الخ " دار صادر بیروت ۱۳۲/۲
[4] " " باب ماروی فی تحلیق الوسطی بالابہام " " " ۱۳۱/۲

ملا قہستانی نے سنت کہا فقی الدر المختار (در مختار میں ہے۔ ت) :

لکن المعتمد ما صححه الشراح ولا سیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبھنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرھم انه یشیر لفعله علیه الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحه غرر الاذکار المفتی به عندنا انه یشیر الخ وفی الشرنبلالیة عن البرھان الصحیح انه یشیر الخ واحترز بالصحیح عما قیل لایشیر لانه خلاف الدرایة والروایة الخ وفی العینی عن التحفة الاصح انھا مستحبة وفی المحیط سنة انتھی ملتقطاً[1]۔

لیکن معتمد وہی ہے جسے شارحین نے صحیح کہا خصوصاً متاخرین علماء کمال، حلبی، بھنسی، باقانی اور شیخ الاسلام الجد وغیرہم نے اشارہ کرنے کو صحیح قرار دیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل ہے اور انھوں نے اس قول کی نسبت امام محمد اور امام صاحب کی طرف کی ہے، بلکہ متن درر البحار اور اس کی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ اشارہ کرنا ہمارے نزدیک مفتی بہ قول ہے الخ اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی اشارہ کرے الخ لفظِ صحیح کہہ کر متوجہ کیا ہے کہ وہ قول کہ اشارہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ درایت و روایت دونوں کے خلاف ہے، اور عینی میں تحفہ کے حوالے سے ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ سنت ہے انتہی ملتقطاً۔ (ت)

اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں ائمہ کرام سے روایتیں وارد جس نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اُس میں عدم روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض ناواقفی یا خطائے بشری پر مبنی تھا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کتاب المشیخۃ میں دربارۂ اشارہ ایک حدیث رسول اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرکے فرماتے ہیں :

فنفعل ما فعل النبی صلی اللہ علیه وسلم ونصنع ما صنعه وھو قول ابی حنیفة وقولنا[2]۔ ذکرہ العلامة الحلبی فی الحلیة عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا اور ہمارا۔ اس کو علامہ حلبی نے حلیہ میں بدائع سے نقل کیا ہے۔

ویروی عنه رحمه اللہ تعالٰی ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفة[3]۔ اثرہ العلامة عن الذخیرة

---

[1] درمختار | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۷۷

[2] بدائع الصنائع | فصل فی سنن الصلوٰۃ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۲۱۴

نوٹ، کتاب المشیخۃ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بدائع الصنائع سے حوالہ نقل کیا ہے۔

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

وشرح الزاھدی صاحب القنیۃ اور انہی سے مروی ہے پھر امام محمد نے فرمایا اشارہ کرنا میرا قول ہے اور قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا۔ علامہ حلبی نے ذخیرہ اور شرح الزاہدی صاحبِ قنیہ سے اسے نقل کیا۔

حلیہ مذکورہ اور کبیری اور ردالمحتار میں اسے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا یہاں تک کہ شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی :

ھو منقول عن ائمتنا الثلثۃ[1]۔ (یہ ہمارے تینوں ائمہ سے منقول ہے۔ ت)

اور اسی میں ہے :

ھذا ما اعتمدہ المتأخرون لثبوتہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ ولصحۃ نقلہ عن ائمتنا الثلثۃ فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارہ) خلاف الدرایۃ والروایۃ۔ وفیہ عن القھستانی وعن اصحابنا جمیعا انہ سنۃ فیحلق ابھام الیمنی ووسطاھا ملصقا راسھا براسھا ویشیر بالسبابۃ[2]۔

اسی پر متاخرین نے اعتماد کیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے اور ہمارے تینوں ائمہ سے اس کا منقول ہونا صحیح ہے اسی لئے فتح میں کہا پہلا (یعنی اشارہ نہ کرنا) درایت وروایت کے خلاف ہے اور اسی میں قہستانی سے ہے کہ ہمارے تمام احناف کے نزدیک یہ سنّت ہے لہذا دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے سروں کو ملا کے حلقہ بنا کر سبابہ سے اشارہ کرے (ت)

کبیری میں ہے :

قبض الاصابع عند الاشارۃ وھو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارۃ وعن کثیر من المشائخ انہ لایشیر اصلا وھو خلاف الدرایۃ والروایۃ فعن محمد ان ما ذکرہ فی کیفیۃ الاشارۃ ھو قولہ وقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ملخصا[3]۔

اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرلے، طریقہ اشارہ میں امام محمد سے یہی مروی ہے اور متعدد مشائخ کا قول ہے کہ اشارہ اصلاً نہ کیا جائے یہ درایت وروایت کے خلاف ہے۔ امام محمد سے منقول ہے کہ کیفیتِ اشارہ میں جو کچھ ذکر کیا ہے یہ ان کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے ملخصاً (ت)

---

[1] و [2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلوٰۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۸

اور اسی طرح محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا۔ بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں، احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید، بعد اس کے اگر کتب متاخرین مثل تنویر الابصار و ولوالجیہ وتجنیس وخلاصہ بزازیہ و واقعات وعمدۃ المفتی وغنیۃ المفتی وتبیین وکبری و مضمرات وہندیہ وغیرہا عامہ فتاوٰی میں عدم اشارہ کی ترجیح وتصحیح منقول ہو تو قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتی علماء نے ان اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلافِ عقل ونقل ٹھہرایا کما سمعت مرارا، والحمد للہ لیلا و نہارا و جہرا واسرارا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: محرم الحرام ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے کیا؟ اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرماکر مشکور وممنون فرمایئے، فقط۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے، نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور۔ ہاں حدیثیں اس کے فعل وترک دونوں میں وارد ہیں، سنن ابی داؤد وسنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد۔[1]

یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے، یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہُوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے (ت)

ترمذی نے کہا:

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من

یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء منجملہ

---

[1] سنن النسائی باب رفع الیدین للرکوع الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۲۳
جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع ” امین کمپنی دہلی ۱/۳۵

اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان و اھل الکوفۃ[1]۔

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تابعین کرام و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے،

مسندِ امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرفع یدیہ الاعند افتتاح الصلٰوۃ ولایعود لشیئ من ذلک[2]۔

ہمیں حماد نے ابراہیم سے علقمہ و اسود سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابی بکرۃ قال ثنا مؤمل ثنا قال ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلٰوۃ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع فقال ان کان وائل رآہ مرۃ یفعل ذلک فقد رآہ عبد اللہ خمسین مرۃ لایفعل ذلک[3]۔

ابوبکرہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہا ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی سے مغیرہ سے اور مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع — مطبوعہ امین کمپنی دہلی — ۱/۳۵

[2] مسند الامام اعظم اجتماع الاوزاعی وابی حنیفۃ — " نور محمد کتب خانہ کراچی — ص ۵۰

[3] شرح معانی الآثار باب التکبیر عند الرکوع — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۵۴

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ۔[1] | کیا ہوا کہ میں تمھیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور حاظر مبیح پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے، شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کی پیروی کریں کوئی محلِ نزاع نہیں، ہاں وہ حضرات تقلید ائمہ دین کو شرک وحرام جانتے ہیں اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء اپنے لئے منصبِ اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین واثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں اُن کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دُور رہنا چاہئے۔ مانا کہ احادیث رفع ہی مرجح ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ بُرائی نہیں، مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا دو گروہ کردینا نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

والفتنۃ اشد من القتل[2] | فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدہا گناہ کبیرہ کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا، اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا (ہرگز نہیں) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہدایت فرمائے آمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰۳: از اُجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں، یہ میں نے کعبۃ اللہ میں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور مذہب حنفیہ میں چار انگشت کے فاصلہ پر ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہئے یہی ادب اور یہی سنت ہے اور یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۸۱
[2] القرآن ۲/۱۹۱

منقول ہے۔

قال فی رد المحتار ینبغی ان یکون بینھما مقدار اربع اصابع الید لانہ اقرب الی الخشوع ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انہ کان یفعلہ کذا فی الکبرٰی[1] اھ اقول بل فی نورالایضاح و شرحہ مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی یسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع لانہ اقرب الی الخشوع[2] اھ قال السید الطحطاوی فی حاشیتہ نص علیہ فی کتاب الاثر عن الامام ولم یحک فیہ خلافا[3] اھ۔

ردالمحتار میں ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔ ابونصر دبوسی سے اسی طرح منقول ہے کہ وہ یہی کرتے تھے کذا فی الکبرٰی اھ اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی میں ہے کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کو چار انگلیوں کے فاصلہ پر کھلا رکھنا سنّت ہے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اھ سید طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ کتاب الاثر میں امام صاحب نے اس پر نص کی ہے، اور اس میں اختلاف بیان نہیں کیا اھ (ت)

امام علامہ جمال الدین یوسف اردبیلی شافعی نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتمدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی؛

حیث قال یکرہ الصاق القدمین ویستحب التفریق بینھما بقدر اربع اصابع[4]۔

قدموں کو ملا کر رکھنا مکروہ ہے ان کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھنا مستحب ہے۔ (ت)

ہاں سیدی علامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا۔ حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے؛

قولہ بقدر اربع اصابع لعلھا متفرقۃ کان فی شرح الروض بقدر شبر[5]۔

اس کا قول "چار انگلیوں کی مقدار" شاید متفرق طور پر مراد ہوں کیونکہ شرح روض میں ہے کہ فاصلہ ایک بالشت ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۹۹

[2] و [3] مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ کراچی ص ۱۴۳

[4] الانوار لعمل الابرار لیوسف اکتاب الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ۱/۶۱

[5] حاشیۃ الکمثری علی الانوار

مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرا نہ کسی طرح قابلِ قبول ہوسکتا ہے کہ بداہۃً طرز و روش ادب و خشوع سے جُدا ہے، جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید ناواقفی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال و افعالِ علما کا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اُٹھیں یا نہیں؟ درصورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جُھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ کمال و طریقہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہوجائے گا۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فی حاشیۃ الفتال عن البرجندی ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبھتہ قدام رکبتیہ لیحصل الرکوع اھ قلت ولعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصل طأطأۃ الراس ای مع انحناء الظھر[1] تامل انتھی۔

حاشیہ شامیہ میں ہے: برجندی کے حوالے سے حاشیہ فتال میں ہے اگر کوئی بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہو تو وہ اپنی پیشانی کو گھٹنوں کے برابر جُھکائے تاکہ رکوع حاصل ہوجائے اھ قلت شاید یہ تمام رکوع پر محمول ہو کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ رکوع سر کو صرف جُھکا دینے سے یعنی ساتھ کچھ پیٹھ کو جُھکانے سے ادا ہوجاتا ہے، غور کرو انتہی

اور نماز میں جو ایسا فعل کیا جائے گا لااقل ناپسند و مکروہ تنزیہی ہوگا۔

وفی الدرالمختار ویکرہ ترك کل سنۃ[2] انتھی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے انتہی ملتقطاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۰۵ مرسلہ محمود حسین ۵ محرم الحرام ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہوکر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷۷

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

لیکن اس قدر طاقت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر باندھ لے اور باقی نماز بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ ادا کرسکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کرلے، دوسری شق میں نماز اس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؛ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیشک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے۔ یہی صحیح ہے، بلکہ ائمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر اٰیۃ او تکبیرۃ علی المذھب لان البعض معتبر بالکل[1]۔

اگر نمازی قیام پر قدرے قادر ہو اگرچہ وہ عصا یا دیوار کے ذریعے ہو تو اس پر حسبِ طاقت قیام کرنا لازم ہے خواہ وہ ایک آیت یا تکبیر کی مقدار ہو۔ مختار مذہب یہی ہے کیونکہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامۃ الزیلعی میں ہے:

ولو قدر علی بعض القیام دون تمامہ بان کان قدر علی التکبیر قائما او علی التکبیر وبعض القراءۃ فانہ یؤمر بالقیام ویأتی بما قدر علیہ ثم یقعد اذا عجز[2]۔

اگر کچھ قیام پر قادر ہو تمام پر نہ ہو، مثلاً کھڑے ہو کر تکبیر یا تکبیر اور کچھ قرأت پر قادر ہو تو اسے قیام کا حکم دیا جائے اور وہ حسبِ طاقت قیام کے ساتھ بجالائے پھر جب عاجز آئے تو بیٹھ جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ولو قدر علی ان یکبر قائما ولا یقدر علی اکثر من ذلک یکبر قائما ثم یقعد[3]۔

اگر کھڑے ہو کر صرف تکبیر کہنے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قادر نہیں تو کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے۔ (ت)

---

[1] دُرمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۴
[2] تبیین الحقائق " " " مطبعۃ امیریۃ کبرٰی مصر ۱/۲۰۰
[3] فتاوٰی قاضی خان " " " نولکشور لکھنؤ ۱/۸۲

غنیہ شرح المنیہ للعلامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لوقدر علی بعض القیام لاکلہ لزمہ ذلك القدر حتی لوکان لایقدر الاعلی قدر التحریمۃ لزمہ ان یتحرم قائما ثم یقعد[1]

اگر کچھ قیام پر قادر ہے تمام پر نہیں تو اس پر اسی کی مقدار قیام لازم ہے حتی کہ اگر کوئی صرف تکبیر تحریمہ کے مقدار پر قادر ہو تو وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے پھر بیٹھ جائے۔ (ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے:

قال سراج الائمۃ الحلوائی ھو المذھب الصحیح[2]

سراج الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہی صحیح مذہب ہے۔ (ت)

بحرالرائق پھر حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے:

لایروی عن اصحابنا خلافہ[3]۔

ہمارے اصحاب سے اس کے خلاف مروی نہیں (ت)

پھر اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی۔

لقول الغنیۃ لزمہ وقول الدر لزوما ھو قول العلامۃ الشرنبلالی عبرت باللزوم لکونہ اقوی لان ھذا یفوت الجواز بفوتہ الخ ولقول المحقق العلائی وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔

کیونکہ غنیہ میں ہے اسی پر لازم ہے۔ در میں ہے: لازم ہے۔ اور علامہ شرنبلالی کی تصریح "باللزوم" کے ساتھ ہے، وہ کہتے ہیں میں نے "باللزوم" سے تعبیر اس لیے کیا ہے کہ یہ اقوی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہوجاتا ہے الخ اور محقق علائی وغیرہ نے کہا کہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے (ت)

فقیر غفر اللہ لہ کو اللہ تعالی تحقیق حق القاکرے علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرطِ نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل تو جبکہ تحریمہ کے لئے قیام کرسکتا ہے اور نہ کیا شرطِ تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہوگئی تو مشروط از خود فوت ہوجائے گا۔ ت) درمختار میں شرح الوہبانیہ للعلامہ حسن بن عمار سے ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الثانی القیام مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۲

[2] خلاصۃ الفتاوی الحادی والعشرون فی صلوۃ المریض مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۹۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوۃ المریض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱۸

شروط لتحريم حظيت بجمعها ﴿ مهذبة حسامدى الدهر تزهر ﴿ دخول لوقت واعتقاد دخوله ﴿ وستر وطهر والقيام المحرر[1]

تکبیر تحریمہ کے لئے کچھ شرطیں ہیں ان کو اکٹھا کر دینے سے بہرہ ور ہوا، حالانکہ وہ شرطیں خوب آراستہ اور زمانہ بھر چمکتی ہیں (وہ یہ ہیں)، وقتِ فرض کا داخل ہونا، اور دخول وقت کا اعتقاد، سترِ عورت، بدن مکان اور کپڑے کی طہارت اور قیام محرر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المحرر بان لاتنال يداه ركبتيه كما مر فلوادرك الامام راكعا فكبر منحنيا لم تصح تحريمته[2] اھ۔

قیام محرر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں جیسا کہ گزر چکا، اگر نمازی نے امام کو رکوع میں پایا اور جھک کر تکبیر تحریمہ کہہ کر شامل ہُوا تو اس کی تحریمہ صحیح نہیں ہے اھ (ت)

شرح التنویر للعلائی میں ہے:

من فرائضها التی لاتصح بدونها التحريمة قائما[3]

ان فرائض میں سے جن کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی ایک کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا بھی ہے۔ (ت)

حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے:

قوله قائما هو احد شروطها العشرين الأتية[4]

اس کا قول "قائما" ان بیس شروط میں سے ایک ہے جن کا ذکر آرہا ہے (ت)

آج کل بہت جُہّال ذرا سی بے طاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اوّلاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پُورے فرض کھڑے ہو کر ادا کرسکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنھوں نے بحیلہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اُتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کرلیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی

---

[1] دُرمختار | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۷۱
[2] ردالمحتار | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۳۳۴
[3] درمختار | " " " | " مجتبائی دہلی | ۱/۷۰
[4] ردالمحتار | " " " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۳۲۶

اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پُورے فرض قیام سے ادا کریں۔ کافی شرح وافی میں ہے:

ان لحقہ نوع مشقۃ لم یجز ترك القیام[1] اگر ادنٰی مشقت لاحق ہو تو ترکِ قیام جائز نہ ہوگا (ت)

ثانیاً مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظرِ صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بظن غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبۂ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے یہ ابتداء سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفسد ہُوا۔

ثالثاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کُل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کر سکے بجالائے، کُل تو کُل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔ فقد مر من الدر ولو متکئا علی عصا او حائط[2] (در کے حوالے سے گزرا اگرچہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے۔ ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لو قدر علی القیام متکئا (قال الحلوانی) الصحیح انہ یصلی قائما متکئا ولا یجزیہ غیر ذلك وکذلك لو قدر ان یعتمد علی عصا او علی خادم لہ فانہ یقوم ویتکئ[3]

اگر سہارے سے قیام کر سکتا ہے (حلوانی نے کہا) تو صحیح یہی ہے کہ سہارے سے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اس کے علاوہ کفایت نہ کریگی اور اسی طرح اگر عصا یا خادم کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے تو قیام کرے اور سہارے سے نماز ادا کرے۔ (ت)

یہ سب مسائل خُوب سمجھ لئے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور و اہم کہ آج کل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیانِ علم بھی ان احکام کا خلاف کرکے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب گناہ و تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں۔ وباللہ العصمۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] کافی شرح وافی

[2] دُرمختار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۴

[3] تبیین الحقائق باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مطبعۃ امیریہ کبرٰی مصر ۱/۲۰۰

11
11

مسئلہ ۱۰۶: ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اُس پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اس لیے کہ ضمِ سورت واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہُوا فصل ہوگیا، یہ قول ان کا کیسا ہے؟

الجواب

ہمارے علمائے محققین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کتب معتمدہ میں روشن تصریحیں فرمارہے ہیں کہ ابتدائے سُورت پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی مطلقاً مستحب و مستحسن ہے، خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ۔ اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خُوب و بہتر جانتے ہیں اختلاف صرف سنّیت میں ہے کہ جس طرح سرِ فاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشُبہہ سنت ہے یُونہی سرِ سُورت پر بھی سنّت ہے یا مستحب۔ امام محمد کے نزدیک سریہ میں سنت ہے، محیط و مضمرات و عتابیہ و مستصفی وغیرہا میں اسی کی تصحیح فرمائی اور مذہب امام نفی استنان ہے اور اسی پر فتوٰی اور یہی کلماتِ متون "لا یاتی" و "لا یسمی" (نہ لائے اور نہ بسم اللہ پڑھے۔ ت) سے مراد بہرحال اس کی خُوبی و حُسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید عمرو کو اپنی رائے لگانے اور اتفاقِ ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش اور وُہ بات بھی تو کچھ ٹھکانے کی جسے تنے چند حرف فقہ کے پڑھے یا کسی عالم کی صحبت پائی وہ خُوب جانتا ہے کہ ضمِ سورت جو واجب ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خاص سُورت ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ بعد فاتحہ وسطِ سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا ناجائز و موجب ترکِ واجب ٹھہرے کہ سُورت بمعنی معروف کا ملانا اُس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآنِ عظیم کی بعض آیات ملانا ہے کہ خواہ سورت ہو یا نہ ہو بسم اللہ شریف خود ایک آیتِ قرآنِ عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآنِ عظیم ہی کا ملانا ہُوا نہ کسی غیر کا، جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں اُنھیں احکامِ شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے، اب تصریحاتِ علمائے کرام سُنئے،

دُرمختار میں ہے:

(لا تسن (بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا) ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا۔[1]

(نہیں ہے) بسم اللہ پڑھنا سنت (فاتحہ اور سورت کے درمیان مطلقاً) اگرچہ نماز سری ہو اور نہ مکروہ ہے اتفاقاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی

ذخیرہ اور مجتبٰی میں اس بات کی تصریح ہے کہ فاتحہ اور

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۵

بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سرا اوجھرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ ورجحہ المحقق ابن الھمام وتلمیذہ الحلبی لشبھۃ الاختلاف فی کونھا اٰیۃ من کل سورۃ بحر[1]

اس سے ملائی جانے والی سورت کے درمیان بسم اللہ آہستہ یا بلند پڑھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک حسن ہے۔ امام ابن الہمام اور ان کے شاگرد حلبی نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ بسم اللہ کے ہر سورت کا جزء ہونے میں اختلاف کا شبہہ ہے۔ بحر (اس لئے پڑھ لینا ہی بہتر ہے)۔(ت)

طحطاوی میں ہے:

قولہ ولا تکرہ اتفاقا بل لاخلاف فی انہ لو سمی لکان حسنا فھر[2]

اس کا قول کہ "بالاتفاق مکروہ نہیں" بلکہ اگر بسم اللہ پڑھی تو اس کے حسن ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، نہر۔(ت)

امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عن الذخیرۃ عن المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم (ذخیرہ سے معلی سے ابو یوسف سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ــــــ ت) روایت فرمایا:

انہ اذا قرأھا مع کل سورۃ فحسن[3]

اگر نمازی ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

لاتسن التسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا عندھما وقال محمد تسن اذا خافت لاان جھر وصحح فی البدائع قولھما والخلاف فی الاسنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ و

شیخین کے ہاں فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مطلقاً سنّت نہیں۔ امام محمد کہتے ہیں کہ سری نماز میں سنّت ہے مگر جہری میں سنّت نہیں، بدائع میں شیخین کے قول کو صحیح کہا گیا لیکن یہ اختلاف سنّت ہونے میں ہے پڑھ لینا مکروہ نہیں اس پر اتفاق ہے، اسی لئے ذخیرہ

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ ۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

والمجتبٰی[1] الٰی اٰخر مامر۔

اور مجتبٰی میں اس کی تصریح کی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ (ت)

علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں :

المراد نفی سنیۃ الاتیان بہا بعد الفاتحۃ و ھذا عندھما وقال محمد یسن الاتیان بہا فی السریۃ بعد الفاتحۃ ایضا للسورۃ واتفقوا علی عدم کراھۃ الاتیان بہا بل ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا سواء کانت الصلاۃ جھریۃ او سریۃ[2]۔

اس سے مراد فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے کی سنیت کی نفی ہے اور یہ شیخین کے نزدیک ہے۔ امام محمد کا قول یہ ہے کہ نماز سری میں فاتحہ کے بعد سورت کے لئے بسم اللہ پڑھنا بھی سنّت ہے لیکن اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو اس کے مکروہ نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے، بلکہ فاتحہ اور سورت کے درمیان اگر پڑھ لیتا ہے تو یہ حسن ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے :

لاکراھۃ فیہا ان فعلہا اتفاقا للسورۃ سواء جھر او خافت بالسورۃ[3]۔

سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا بالاتفاق مکروہ نہیں خواہ سورت جہراً پڑھے یا سراً۔ (ت)

رحمانیہ و برجندی وغیرہما میں محیط سے ہے :

ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا قرأھا مع کل سورۃ فحسن[4] وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیہ ابو جعفر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ از اٹاوہ متصل کچہری منصفی مرسلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

حامداً و مصلیاً مخلص نواز زادکم اللہ مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب شل حیات الموات و شاح الجید النہی الحاجز، ازالۃ العار وغیرہا کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی شکریہ

---

[1] البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۲
[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ در سعادت بیروت ۱/۶۹
[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۵۴
[4] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نولکشور بالسرور لکھنؤ ۱/۱۰۴

اس کا حوالہ قلم نہیں ہو سکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا اوروں سے نرالا ہے اور بہمہ وجوہ سب سے اعلیٰ ہے آپ نے پایۂ تحقیقِ مسائلِ نزاعیہ میں مراتبِ عالیہ کو پہنچا دیا ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

اس عریضہ کی تسطیر کی بالفعل یہ ضرورت درپیش ہے کہ وقتِ رکوع دُرِ مختار میں الصاق کعبین کو مسنون دو مقام پر تحریر کیا ہے شامی نے ثبوتِ مسنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور لحاظ نہیں فرمایا، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ نے احادیث اور ظاہر الروایۃ میں وارد ہونا تحریر کرکے الصاق کو بمعنی قرب و اتصال تصریح کرکے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا، دریافت طلب امر صرف امور ذیل ہیں:

(۱) مسنونیت الصاق کعبین فی الرکوع کہاں سے ثابت ہے، کون حدیث دلیل قول صاحبِ درمختار ہے اور وہ کہاں تک قابلِ عمل اور اعتماد ہے، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ کا بیان بنسبت اس مسئلہ کے بجمیعہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متونِ معتمدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے تساہل بعض فقہا نے کیوں گوارا فرمایا۔ عبارت فتاوی درمختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوٰۃ بقید صفحہ ذیل میں درج ہے، غایۃ الاوطار ترجمہ دُرِ مختار صفحہ ۲۱۹ و ۲۳۰ سنن نماز و طریق ادائے نماز و تکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ وینصب ساقیہ (تکبیر رکوع اور اسی طرح رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا اس میں تین دفعہ تسبیح پڑھنا، ٹخنوں کا متصل ہونا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا الخ)

مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۹۴:

مجتبیٰ کہ تصنیف امام زاہدی است از مسنونات رکوع الصاق کعبین با ستقلال انگشتاں بسوئے قبلہ مسنون گفتہ است لیکن در حدیث صحیح و در کتب ظاہر الروایۃ ظاہر نمی شود ظاہر مراد امالہ کعب بسوئے کعب دیگر باشد چنانکہ صاحبِ قاموس معنی لصوق گفتہ است زیرا کہ اگر الصاق در وقتِ رکوع کند حرکت کثیر لازم مے آید باآنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند و سنت قیام مے رود کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است و مؤید امالہ قول نحویین است الباء للالصاق یعنی القرب و در حدیث نیز الصاق الکعب بمعنی القرب والمقابلہ واقع است پس

امام زاہدی کی کتاب مجتبیٰ میں سنن رکوع کی بحث میں ٹخنوں کو متصل کرنا اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کرنا سنت بیان کیا گیا ہے لیکن حدیث صحیح اور کتب ظاہر الروایۃ میں یہ وارد نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اتنا ملتا ہے کہ ایک ٹخنے کا دوسرے ٹخنے کی طرف میلان ہو، جیسا کہ صاحبِ قاموس نے اس کا معنی لصوق بیان کیا ہے ورنہ رکوع میں اتصال کی صورت میں حرکت کثیرہ لازم آئے گی باآنکہ اس کے ساتھ انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف نہیں رہے گا، اور سنت قائم نہ ہوگی کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار کا فاصلہ سنت ہے، یہاں

مقابلہ کعب بکعب نیز ارادہ می تواں نمود چنانکہ تحقیق ایں مسئلہ در حواشی بحرالرائق کاتب بتفصیل مذکورہ نمودہ۔ واللہ اعلم۔

الصاق کے معنی امالہ پر نحویوں کا قول بھی تائید کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں با الصاق یعنی قُرب کے لئے ہے' اور حدیث میں بھی الصاق الکعب کا معنی قُرب اور مقابلہ واقع ہُوا ہے، لہذا یہاں کعب کا کعب کے مقابل ہونا مراد لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق راقم نے البحرالرائق کے حواشی میں ذکر کی ہے۔ واللہ اعلم (ت)

الجواب

مکرمی کرم فرمایا اکرم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاتم المدققین علامہ علائی دمشقی صاحب درمختار اعلی اللہ تعالٰی مقامہ اس مسئلہ میں متفرد نہیں اُن سے بھی پہلے علما نے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین و ناظرین نے تقریر و توضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

السنۃ ایضا فی الرکوع الصاق الکعبین و استقبال الاصابع القبلۃ۔[1]

رکوع میں ٹخنوں کا اتصال اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا بھی سنّت ہے۔ (ت)

شرح نقایہ للعلامۃ الشمس القہستانی میں ہے:

ینبغی ان یزاد مجافیا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانہا سنۃ کما فی الزاھدی[2]

یہاں اس بات کا اضافہ کرنا مناسب ہے کہ بازو پیٹ سے جُدا اور ٹخنے متصل اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا علامہ بحرالفقہ زین الفقہا بحرالرائق میں شرح قدوری سے نقل فرماتے ہیں:

والسنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع للقبلۃ۔[3]

رکوع میں ٹخنوں کا متصل ہونا اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے۔ (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۵

[2] جامع الرموز فصل صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۵۲

[3] البحرالرائق فصل واذا اراد الدخول الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۵

ومن ابعاد مرفقیه عن جنبیه والصاق کعبیه فیه واستقبال اصابعہ القبلۃ ای اصابع رجلیہ کذا فی القہستانی عن الزاہدی[1]

رکوع میں کہنیوں کا پہلوؤں سے دُور ہونا اور ٹخنوں کا متصل ہونا اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے۔ قہستانی میں زاہدی کے حوالے سے اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے:

والصاق کعبیه حالة الرکوع ھذا ان تیسر لہ والا فکیف تیسر لہ علی الظاھر[2]

حالت رکوع میں اگر آسانی ہو تو ٹخنوں کو ملالیا جائے ورنہ جس طرح آسانی ہو ویسے کرلیا جائے ظاہر الروایۃ پر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

والصاق کعبیه ای حیث لا عذر[3]

ٹخنوں کو ملانا اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ (ت)

مسائل ظاہر الروایہ میں محصور نہیں نہ ظاہر الروایۃ خواہ متونوں میں عدم ذکر عدم متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظاہر پر مقتصر زیادت۔ شراح معتمدین اگر مسلم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے تتبع بتائے گا کہ سنن درکنار بعض واجبات وفرائض ومفسدات ونواقض تک عامہ متون میں نہیں۔ رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے، نہ ہمارا عدم وجدان وجدان عدم ہمارے لئے نصوص فقہیہ بس ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول، اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول نامقبول، الصاق کے معنی حقیقی وصل وچسپانیدن چیزے بچیزے (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا) ہے، نہ مجرد محاذات یا امالہ (محض متقابل یا مائل ہونا نہیں)۔ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا۔

وان کان فھو من المجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کما ذکرہ العلامۃ الزرقانی فی عدۃ مواضع من شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ انه یذکر المعانی المجازیۃ ای فیوھم الوضع لھا لان موضوع کتب اللغۃ بیان المعنی الموضوع له اللفظ۔

اور اگر یہ معنی قاموس میں ہے تو یہ معنیٰ مجازی ہوگا، اہل علم نے قاموس کے عیوب تحریر کئے ہیں مثلاً زرقانی نے شرح المواہب میں متعدد جگہ پر اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے کہ صاحب قاموس الفاظ کے مجازی معنی ذکر کرتے ہیں جس سے ان کے حقیقی ہونے کا وہم ہوتا ہے، کیونکہ ان لغت کی کتب کا موضوع الفاظ کے ان معانی کو بیان کرنا ہے جس کے لئے ان کی وضع ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۴۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۱۳

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۲

زبانِ عرب میں استعمال "ب" مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح وامسحوا برؤسکم میں اپنی حقیقت پر ہے یونہی "مررت بزید" میں تو الباء للالصاق کا بطریق عموم مجاز معنی قرب پر حمل واجب، یوں ہی حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ[1]

میں نے دیکھا کہ ہم سے کوئی شخص اپنے ٹخنے کو دوسرے کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر صف میں کھڑا ہوتا ہے۔(ت)

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ[2]

ہم میں سے ہر ایک اپنے کاندھے کو دوسرے کے کاندھے سے اور اپنے قدم کو دوسرے کے قدم سے ملاتا تھا۔(ت)

میں دربارۂ کعاب واقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہوسکتا کہ قیام میں سنت تقریب قدمین ہے، خود صاحبِ مفتاح رحمہ الفتاح کو مسلّم کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است (چار انگل کا فاصلہ مسنون ہے۔ت) اگرچہ اس تجدید کی بھی سند پُوچھئے تو کتاب الاثر میں امام سے روایت ملے گی یا امام اقطع کا قول، نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ ومتون کی تصریح بہر حال ایسی تفریج کہ زید کا کعب اِدھر عمرو اُدھر بکر کے کعب سے ملصق ہو صراحۃً شانِ ادب کے بھی خلاف وشنیع ہے تو قیام دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہر گز تجوز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہوسکتا یہاں مجرد محاذات مرادلینے کا تو کوئی محل ہی نہیں یہ علماء سے خاص سنّت رکوع بتاتے ہیں اور محاذات ہر گز اس سے خاص نہیں، قیام خواہ سجود میں کب چاہئے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو اور صرف امالہ مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں، الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے بالفرض اگر قیام میں تفریج تام مسنون ہوتی جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صف کی قدر چلنا بھی حرکتِ قلیلہ ہے نہ کہ صرف قدمین کا ملا لینا کثیرہ ہو ھذا عجیب جدا (یہ نہایت ہی عجیب ہے۔ت) درمختار میں ہے،

مشی مستقبل القبلۃ ھل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف کذلک وھکذا لا تفسد وان کثر مالم یختلف المکان[3] الخ

نمازی اگر قبلہ رُخ چلا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں، اگر وہ صف کی مقدار چلا پھر رکن کی مقدار کھڑا رہا اور پھر چلا اور رکن کی مقدار کھڑا رہا نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ یہ عمل

---

[1] صحیح البخاری | باب الزاق المنکب بالمنکب الخ | مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۰۰

[2] " | " " | " " " | ۱/۱۰۰

[3] درمختار | باب یفسد الصلوٰۃ الخ | " مجتبائی دہلی | ۱/۹۰

وتمام تفصیلہ وتحقیقہ فی ردالمحتار۔ کثیر مرتبہ کرے جب تک جگہ تبدیل نہ ہوالخ اور اس مسئلہ کی تمام تفصیل وتحقیق ردالمحتار میں ہے (ت)

اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہیہ مراد نہ لیجئے تو وہاں ہرگز کثیرہ لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفی سنیت پر اس سے استدلال از قبیل مصادرہ ہوگا کہ تحصیل سنت کے لیے حرکت قلیلہ قطعاً مطلوب، اگرچہ بالاضافۃ لغۃً کثیرہ ہو، تو اس فعل پر بوجوہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنیت مصرحۂ فقہا باطل ہو کر فعل عبث وخارج عن افعال الصلوٰۃ قرار پائے اور حقیقتِ امر پر نظر کیجئے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہرگز نہ مسنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلق کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح طولاً ہرگز ہموار نہیں تو پنجوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر متصور بلکہ قطعاً مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرجہ حاصل کرنے کے لیے انھیں دہنے بائیں ہٹائے، پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنجوں میں فصل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے، جتنا فصل پنجوں میں رکھئے اور پاؤں وضع فطری پر رہنے دیجئے تو ایڑیوں میں یقیناً اس سے فصل کم ہوگا اور کعبین میں کہ بلند وبرآمدہ ہیں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے خود جمے رہنے کے ساتھ ایک خفیف امالۂ کعبین میں تختے بلاتکلف مل جائیں گے جس پر کم از کم ہر روز بیسیوں بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر تصریحات مذکورہ علما دیکھئے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنیت لکھ رہے ہیں ان میں تنافی ہوتی تو کیا متنافیین کو معاً مسنون بتاتے، ہاں جسے فربہی مفرط وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنجوں ہی میں چار انگل فصل نہ رکھ سکے بلکہ معتدبہ زیادت پر مجبور ہوا مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملا سکے گا جب تک پنجوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب بیشک تحریک بھی پائی جائے گی اور استقبالِ اصابع بھی نہ رہے گا غالباً یہی صورۃ خاصہ اس وقت صاحبِ مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لئے الصاق کعبین مسنون کہیں۔ علامہ طحطاوی کا ارشاد سن چکے کہ ھذا ان تیسر (یہ آسانی کے وقت ہے۔ ت) علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ ای حیث لاعذر (یعنی جہاں عذر نہ ہو۔ ت) اس قدر کلام کا جواب تو بہ توفیقہ تعالٰی بنگاہ اولیں معاً حاضرِ خاطر فاتر ہوا باقی ان کا حاشیہ بحر اگر ملے دیکھا رہا مگر بعونہٖ تعالٰی امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ۔

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ

بعض مقلدین وغیر مقلدین عموماً قومہ وجلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب

قومہ وجلسہ کے اذکارِ طویلہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انھیں مسنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلافِ سنّت ہے اور امام کے لئے تو قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو، ہاں منفرد بعض کلماتِ ماثورہ بڑھائے تو حرج بھی نہیں، یونہی امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں، رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباعِ امام کرے گا، اگر امام کہے کہے ورنہ نہیں۔

وفی الدر المختار یجلس بین السجدتین مطمئنا ولیس بینھما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذھب وما ورد محمول علی النفل[1]

درمختار میں ہے نمازی دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں اطمینان سے بیٹھے، دو سجدوں کے درمیان کوئی ذکر سنت نہیں۔ اسی طرح رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں کوئی دعا مسنون نہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں تسبیح کے علاوہ کوئی دُعا نہ کرے، یہ صحیح مذہب یہی ہے اور جو روایات میں آیا ہے وہ نوافل پر محمول ہے۔ (ت)

محررمذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف سألت اباحنیفۃ عن الرجل یرفع راسہ من الرکوع فی الفریضۃ ویقول اللھم اغفرلی قال یقول ربنا لک الحمد ویسکت (کذلک) بین السجدتین یسکت[2]۔

امام ابویوسف بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا جو فرائض میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ کہتا ہے اللھم اغفرلی (اے اللہ مجھے معاف فرما)۔ آپ نے فرمایا، وہ صرف ربنا لک الحمد (اے رب ہمارے! تیرے لئے حمد ہے) کہے پھر خاموش ہوجائے اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بھی خاموش رہے (ت)

حلیہ میں زیرِ قول متن ولا یزید علی ھذا (اس پر اضافہ نہ کرے ۔ ت) فرمایا:

ان اراد الزیادۃ ما ورد فی السنۃ فینبغی ان یکون ھذا فی حق الامامۃ اذا خاف التثقیل

اگر زیادتی سے مراد وہ اذکار ہیں جو سنت میں وارد ہیں تو یہ حقِ امامت کے بارے میں ہوگا جبکہ مقتدی بوجھ

---

[1] دُرمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۶

[2] الجامع الصغیر امام محمد بن الحسن الشیبانی باب فی تکبیر الرکوع والسجود مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۲-۱۱

علی القوم وفی حق المقتدی اذا لم یفعل الامام ذلک اما المنفرد او الامام اذا کان لایثقل علی القوم اتیانه بذلک او المقتدی اذا کان امامه قد اتی به فلیسوا بممنوعین من زیادتهم به علی ذلک ولاسیما المنفرد فی النوافل ومن ادعی ذلک فعلیه البیان[1]۔

محسوس کریں اور مقتدی کے حق میں اس وقت ہے جب امام یہ نہ پڑھ رہا ہو، رہا معاملہ منفرد یا وہ امام جس کے مقتدی اس کے پڑھنے کو بوجھ محسوس نہ کریں یا وہ مقتدی جس کا امام پڑھ رہا ہو تو ایسی صورت میں ان کے لئے ان اذکار کا اضافہ ممنوع نہیں، خصوصاً وہ منفرد جو نوافل پڑھ رہا ہو اور جو اس کا مدعی ہو وہ اس پر دلیل لائے۔(ت)

اسی میں دو ورق بعد ہے:

صرح مشائخنا یحمل ما فی حدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ علی النوافل علی انه ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد وفی حالة کونه اماما والماموون محصورون لایثقلون بذلک کما نصت علیه الشافعیة ولاضیر فی الالتزامه[2] الخ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

ہمارے مشائخ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کو نوافل پر محمول کیا جائیگا علاوہ ازیں فرائض میں ثابت ہے تو اس وقت جب نمازی تنہا فرائض ادا کر رہا ہو یا امامت کی حالت میں اس وقت جب مقتدی محصور رہوں جو بوجھ محسوس نہ کریں جیسا کہ شوافع نے تصریح کی ہے اور اس کے التزام میں کوئی نقصان نہیں الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹: از مدرسہ مصباح التہذیب مسئولہ مولوی محمد سلطان الدین صاحب بنگالی ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب؟ اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور راجح کون ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح وضعیف ہونے کی کیا دلیل؟ مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جائے بینوا توجروا عند الجلیل۔

الجواب

باجماعِ اُمت دونوں سجدے فرض ہیں، اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی و راجح بتایا جائے، اس کا منکر اجماعِ امت کا منکر ہے۔ دو روز ہُوئے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پُوچھا تھا فقیر نے عرض کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] 〃 〃 〃 〃

دونوں فرض ہیں، رات مسموع ہُوا کہ مدرسین مدرستین مصباح التہذیب واشاعت العلوم سے مولوی محمد عثمان صاحب ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدۂ اولیٰ کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اور اس کی سند شرح وقایہ و ہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبندی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل فقیر کا اپنا اجتہاد علیل قرار دیتے ہیں یہ سُن کر نہ صرف تعجب بلکہ نام علم پر سخت افسوس، انا للہ وانا الیہ راجعون - فقیر غفرلہ اللہ بلا مبالغہ دو سو کلماتِ علمائے کرام سے اس کی سندیں پیش کرسکتا ہے جن سے ثابت ہو کہ مخالفین مسئلہ کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب ملالت لہٰذا صرف دس نصوص صریحہ پر قناعت :

نص اوّل : بحرالرائق میں کنزالدقائق کے قول فرضہا التحریمۃ والقیام والقراءۃ والرکوع والسجود[1] (نماز کے فرائض تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع اور سجود ہیں۔ ت) کی شرح میں فرمایا :

(لقولہ تعالٰی) ارکعوا واسجدوا وللاجماع علی فرضیتھما ورکنیتھما والمراد من السجود السجدتان فاصلہ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع[2]

اس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے : ارکعوا واسجدوا (رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ ت) نیز ان دونوں کے فرض اور رکن ہونے پر اجماع ہے اور سجود سے دونوں سجدے مراد ہیں اور سجدہ کی اصل کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور سجدہ کا ہر رکعت میں دو دفعہ ہونا سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ (ت)

نص ثانی : امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

م والخامسۃ السجدۃ ش ای والفریضۃ الخامسۃ من الفرائض الست المشتمل علی فرضیتہا الصلاۃ السجدۃ والاولی السجدتان فی کل رکعۃ ثم اصل السجدۃ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع ولا خلاف فی کونھما من ارکان الصلاۃ[3]۔

متن : پانچواں فرض سجدہ ہے، شرح : یعنی وہ چھ فرائض جن پر نماز مشتمل ہے ان میں پانچواں فرض سجدہ ہے اور (السجدتان فی کل رکعۃ) کہنا بہتر تھا یعنی ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں پھر سجدہ کی اصل کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا ہر رکعت میں دو دفعہ ہونا سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور ان دونوں کے رکنِ نماز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں (ت)

---

[1] کنزالدقائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰

[2] البحرالرائق " " " " " ۲۹۳/۱

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ایضاً یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکنار دونوں سجدے بالاجماع رکنِ نماز ہیں۔

نص ثالث : مبسوط امام شیخ الاسلام پھر حلیہ[1] میں دو سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی:

ھذا ما روی فی الاخبار ان اللہ تعالٰی لما اخذ المیثاق من ذریۃ اٰدم علیہ الصلوٰۃ والسلام حیث قال عزوجل واذ اخذ ربك من بنی اٰدم من ظھورھم ذریتھم الاٰیۃ امرھم بالسجود تصدیقا لما قال فسجد المسلمون کلھم وبقی الکفار فلما رفع المسلمون رؤسھم وراٰوا الکفار لم یسجدوا فسجدوا ثانیا شکرا لما وفقھم اللہ تعالٰی علی السجود الاول فصار المفروض سجدتین لھذا والرکوع مرۃ[1]۔

یہ اس بنا پر ہے جو روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے جب اولادِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد لیا جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے اس آیت میں کیا ہے: اور یاد کرو اس وقت کو جب اے حبیب! آپ کے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں میں ان کی اولاد سے عہد لیا الاٰیۃ، تو انھیں بطور تصدیق کے سجدے کا حکم دیا تو اللہ کے حکم پر تمام مسلمان سجدہ ریز ہوگئے لیکن کافر کھڑے محروم رہ گئے جب مسلمانوں نے سجدے سے سر اٹھایا اور دیکھا کہ کفار نے سجدہ نہیں کیا تو وہ دوبارہ اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوگئے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں سجدہ اوّل کی توفیق دی، لہذا نماز میں دو سجدے فرض و لازم ہوگئے اور رکوع ایک ہی رہا۔ (ت)

نص رابع : مراقی الفلاح میں تھا:

یفترض السجود[2] (سجدہ فرض کیا گیا ہے۔ ت)

علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا:

المراد منہ الجنس ای السجدتان[3] (مراد اس سے جنسِ سجدہ یعنی دو سجدے ہیں۔ ت)

نص خامس : درر الحکام شرح غرر الاحکام للعلامہ مولٰی خسرو میں ہے:

فان قیل فرضیۃ الرکوع والسجود ثبتت بقولہ تعالٰی ارکعوا واسجدوا والامر لایوجب التکرار

اگر یہ سوال ہو کہ رکوع وسجود کی فرضیت اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے ثابت ہے ارکعوا واسجدوا (رکوع کرو اور سجدہ کرو)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " " " "

ولذالویجب تکرار الرکوع فیما اذا ثبت فرضیۃ تکرار السجود (ولما اذا تکرر) قلنا قد تقررات اٰیۃ الصلٰوۃ مجملۃ وبیان المجمل قد یکون بفعل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد یکون بقولہ وفرضیۃ تکرارہ تثبت بفعلہ المنقول عنہ تواترا اذ کل من نقل صلٰوۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نقل تکرار سجودہ۔[1]

یہ امر ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ۔ یہی وجہ ہے کہ رکوع میں تکرار ثابت نہیں تو تکرار سجود کس سے ثابت ہے، جب تکرار ثابت ہوگیا تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ بھی ثابت ہے کہ نماز والی آیت مجمل ہے اور مجمل کا بیان کبھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عمل سے ہوتا ہے اور کبھی قول سے ، تکرار سجود کی فرضیت متواتر آپ کے عمل سے ثابت ہے کیونکہ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو نقل کیا ہے اس نے یہ ضرور بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر رکعت میں دو سجدے فرماتے تھے۔ (ت)

نص سادس : نقایہ میں تھا :

فرضھا التحریمۃ (الی قولہ) والسجود۔[2]

نماز کا فرض تکبیر تحریمہ ہے (آگے چل کر کہا) اور سجدہ بھی ۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے :

ای السجدتان فان اسم الجنس یدل علی العدد[3] الخ۔

یعنی دو سجدے کیونکہ اسم جنس عدد پر دلالت کرتا ہے الخ (ت)

نص سابع : اسی کے واجبات میں ہے :

(ورعایۃ الترتیب) بین ارکان کل رکعۃ فوجب ان یکون السجود بعد الرکوع والسجدۃ الثانیۃ بعد الاولٰی۔[4]

(اور رعایت ترتیب) ہر رکعت کے ارکان کے درمیان پس اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ رکوع کے بعد ہوگا اور دوسرا سجدہ پہلے کے بعد ہوگا ۔ (ت)

یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں ۔

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ در سعادت مصر ۱/۷۰

[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ نور محمد کارخانہ بازار کراچی ص ۱۳، ۱۴

[3] جامع الرموز " " " " " " " ۱/۱۴۰

[4] " " " " " " " " ۱/۱۴۲

نص ثامن: فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں ہے :

السجدتان (لانهما) فرضان فی کل رکعۃ[1]
کیونکہ دو سجدے ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں۔ (ت)

نص تاسع: علامہ شرنبلالی اپنے متن نور الایضاح اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

(و یفترض (العود الی السجود) الثانی لان السجود الثانی کالاول فرض باجماع الامۃ[2]۔
(اور) فرض ہے (لوٹنا سجدہ کی طرف) یعنی دوسرے سجدے کی طرف کیونکہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح ہی فرض ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے (ت)

نص عاشر: مجتبٰی شرح قدوری پھر ہندیہ میں ہے :

السجود الثانی (فرض) کالاول باجماع الامۃ[3]۔
اس پر اجماعِ اُمت ہے کہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح فرض ہے۔ (ت)

ہدایہ کی طرف اس زعم باطل و وہم عاطل کی نسبت تو محض غلط و بے منشا ہے اور شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھنا عدم تدبر و سوءِ فہم سے پیدا ہوا امام صدر الشریعۃ کی عبارت یہ ہے :

فی الهدایۃ ومراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال، وذکر حواشی الهدایۃ نقلا عن المبسوط کالسجدۃ فانه لو قام الی الثانیۃ بعد ما سجد سجدۃ واحدۃ قبل ان یسجد الاخری یقضیها ویکون القیام معتبرا لانه لم یترك الا الواجب[4]۔
ہدایہ میں ہے ان افعال میں رعایت ترتیب واجب ہے، جن میں تکرار مشروع ہُوا ہے، اور حواشی ہدایہ میں مبسوط کے حوالے سے مذکور ہے مثلاً سجدہ پس اگر نمازی دوسری رکعت کی طرف صرف ایک سجدہ کے بعد کھڑا ہوا اور دوسرا سجدہ نہیں کیا تو اس سجدہ کی قضا کرے اور اس کا قیام معتبر ہوگا کیونکہ نمازی نے صرف واجب (یعنی ترتیب) کو چھوڑا ہے (ت)

قلت فہم نے یہ سمجھا کہ لم یترك الا الواجب (اس نے واجب ہی ترک کیا ہے۔ ت) میں واجب سے

---

[1] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۹
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فی فرائض الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۰
[4] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشید دہلی ۱/۱۶۱

سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفساد ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرمادیا یقضیھا (اس سجدہ ثانیہ کی قضا کرے۔ ت) آگے فرمایا ویکون القیام معتبرا (اس کا قیام معتبر ہے۔ ت) جب سجدہ ثانیہ مراد ہو حالانکہ اس کی تو قضا کرچکا پھر سجدہ متروک کب ہوا موخر ہوا، ترک و تاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے ترکِ فرض مبطلِ صلاۃ ہے اور تاخیر موجب سجودِ سہو بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ و تقدیم قیام ترتیب متروک ہوئی یہ خود نفس کلام سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتداء میں بشمار واجبات فرمایا تھا "ورعایۃ الترتیب فیما تکرر" کلام مذکور کے بعد فرمایا:

اقول قولہ "فیما تکرر" لیس قیدا یوجب نفی الحکم عما عداہ فان مراعاۃ الترتیب فی الارکان التی لایتکرر فی رکعۃ واحدۃ کالرکوع ونحوہ واجبۃ ایضا[1]

میں کہتا ہوں اس کا قول فیما تکرر (وہ افعال جن میں تکرار ہے) یہ ایسی قید نہیں جو دوسروں کی نفی کرے کیونکہ رعایت ترتیب ان افعال میں بھی واجب ہے جو ایک رکعت میں متعدد نہیں ہوتے مثلاً رکوع وغیرہ (ت)

اخیر میں اس تمام کلام پر تفریع فرمائی فعلم ان رعایۃ الترتیب واجبۃ مطلقا[2] (پس واضح ہو گیا کہ رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے۔ ت)

دیگر علمائے کرام نے مراد کو خوب واضح کردیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا نہ کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اکمل الدین بابرتی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

(مراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا) یعنی فی الرکعۃ الواحدۃ کالسجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی فان ترکھا ساھیا وقام واتم صلاتہ ثم تذکر فان علیہ ان یسجد السجدۃ المتروکۃ ویسجد للسھو لترک الترتیب[3]۔

(متکرر افعال میں رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے) یعنی رکعت واحدہ میں مثلاً پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ، جس نے اسے بھول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کی طرف کھڑا ہو گیا اور نماز پوری کرنے کے بعد متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے کہ پہلے متروکہ سجدہ کرے پھر سجدۂ سہو کرے کیونکہ ترتیب باقی نہ رہی۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

لو ترک السجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی

اگر بھول کر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ چھوڑ کر دوسری

---

[1] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۶۱
[2] " " " " ۱/۱۶۲
[3] العنایۃ مع فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۱

سهوا وقام الی الرکعۃ الثانیۃ ثم تذکرھا فی اٰخر صلاتہ لو تفسد صلاتہ بل یسجد المتروکۃ ثم یسجد للسھو لترک الترتیب لان ترک الواجب الاصلی ساھیا یوجب سجود السھو بالاتفاق۔[1]

رکعت کا قیام کیا پھر آخر نماز میں (متروکہ سجدہ) یاد آگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ پہلے چھوڑا ہوا سجدہ کرے پھر ترکِ ترتیب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے کیونکہ واجب اصل کو بھول کر چھوڑنے سے بالاتفاق سجدہ سہو لازم آتا ہے (ت)

جوہرۂ نیرہ میں ہے :

لو ترک السجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی ساھیا وقام وصلی تمام صلاتہ ثم تذکرھا فعلیہ ان یسجد المتروکۃ ویسجد للسھو لترک الترتیب فیما شرع مکررا۔[2]

اگر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ بھول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا آخر میں نماز پوری کرنے پر متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے پہلے متروکہ سجدہ ادا کرے پھر سجدہ سہو کرے کیونکہ ان افعال میں ترتیب متروک ہوگئی جو متکرر مشروع ہوئے تھے (ت)

فتح القدیر و غنیہ شرح منیہ و بحر الرائق و حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے :

وھذا لفظ الغنیۃ مختصرا اعلم ان المشروع فرضا فی الصلاۃ اربعۃ انواع ما یتحد فی کل الصلاۃ کالقعدۃ او فی کل رکعۃ کالقیام و الرکوع وما یتعدد فی کلھا کالرکعات او فی کل رکعۃ کالسجود فالترتیب شرط بین ما یتحد فی کل الصلاۃ وبین جمیع ما سواہ من الثلثۃ الاخری حتی لو تذکر بعد القعدۃ قبل السلام او بعدہ قبل ان یاتی بمناف رکعۃ او سجدۃ صلبیۃ او سجدۃ تلاوۃ فعلھا و اعاد القعدۃ و سجد للسھو[3] والترتیب بین

یہ اختصاراً غنیہ کے الفاظ ہیں نماز میں مشروع فرائض چار انواع کے ہیں، ایک وہ جو پوری نماز میں ایک ہو مثلاً قعدہ یا پوری رکعت میں ایک ہو جیسے قیام و رکوع۔ اور کچھ وہ ہیں جو پوری نماز میں متعدد ہیں مثلاً رکعتیں۔ یا پوری رکعت میں متعدد ہوں جیسے سجود، بہرحال وہ فرض جو پوری نماز میں ایک ہو اور اس کے ماسوا مذکورہ تینوں انواع کے درمیان ترتیب شرط ہے حتی کہ قعدہ کے بعد سلام سے پہلے یا بعد بشرطیکہ ابھی اس نے نماز کے منافی کوئی عمل نہ کیا ہو کسی کو متروکہ رکعت یا چھوڑا ہوا سجدۂ نماز یا سجدۂ تلاوت یاد آگیا تو پہلے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الجوہرۃ النیرۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۵۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۷

مایتکرر فی کل رکعة کالسجود وبین مابعدہ واجب حتی لو ترك سجدة من رکعة ثم تذکرھا فیما بعدھا من قیام اورکوع اوسجود فانہ یقضیھا ولایقضی ما فعلہ قبل قضائھا مما ھو بعد رکعتھا من قیام اورکوع اوسجود بل یلزمہ سجود السھو فحسب لکن اختلف فی لزوم قضاء ما تذکر فقضاھا فیہ کما لو تذکر وھو راکع اوساجد انہ لم یسجد فی الرکعة التی قبلھا فانہ یسجدھا وھل یعید الرکوع او السجود المتذکر فیہ ففی الھدایة انہ لایجب اعادتہ بل تستحب معللا بان الترتیب لیس بفرض بین مایتکرر من الافعال وفی فتاوی قاضی خان انہ یعیدہ و لولم یعدہ فسدت صلاتہ معللا بانہ ارتفض بالعود الی ما قبلہ من الارکان لانہ قبل الرفع منہ یقبل الرفض بخلاف مالو تذکر السجدة بعد مارفع من الرکوع لانہ بعد ماتم بالرفع لایقبل الرفض۔[1]

اسے بجالائے پھر قعدہ لوٹائے اور سجدۂ سہو کرے (اس طرح نماز ہوجائے گی) اور پوری رکعت میں جو متکرر افعال ہیں مثلاً سجود میں، اور ان کے بعد والے افعال میں ترتیب لازم ہے حتی کہ اگر کسی نے ایک رکعت کا سجدہ ترک کردیا اور بعد میں قیام، رکوع یا سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ کو قضا کرے اور اسکی قضا سے پہلے اور اس سجدہ والی رکعت کے بعد جو کچھ قیام، رکوع یا سجدہ کرلیا ہے اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ آخر میں صرف سجدۂ سہو کرے کافی ہے لیکن چھوٹا ہوا سجدہ جس رکن میں قضا کیا مثلاً رکوع یا سجدہ میں چھوٹا ہوا سجدہ یاد آیا تو وہاں اس نے وہ سجدہ قضا کرلیا تو کیا یہ رکوع یا سجدہ قضا کرنا پڑے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے، تو ھدایہ میں ہے کہ اس رکن کا اعادہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے انہوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ تکرار والے افعال میں ترتیب فرض نہیں ہے۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ اس رکن کا اعادہ ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا نماز فاسد ہوجائے گی۔ انھوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس رکن کو چھوڑ کر ماقبل کی طرف لوٹنے سے وہ رکن (درمیان میں چھوٹ گیا اور مکمل نہ ہوا) کیونکہ رکن کو مکمل کرکے اُٹھنے سے پہلے وہ مکمل نہیں ہوتا بخلاف جبکہ رکن کو مکمل کرکے اُٹھنے کے بعد چھوٹا ہوا سجدہ یاد آئے اور قضا کرے تو رکوع کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ رکوع سے اٹھنے پر رکوع مکمل ہوگیا تو اب رکوع کے چھوٹنے کا احتمال نہ رہا۔ (ت)

اب ان عبارات میں اُس فائدے کے علاوہ دو فائدے زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا، معلوم ہوا کہ دونوں سجدے فرض ہیں، دوم وہ تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ معاً اس کی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۷

قضا کرلی تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کان لم یکن یعنی کالعدم ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ سجدۂ ثانیہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف مستحب جانا اور یہی راجح ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جو فرض ایک رکعت میں مکرر ہے یعنی سجدہ اُس میں اور اس کے بعد فرائض مثلاً قیام و رکوع وسجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی بسجدۂ سہو حاصل غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مدرسین سے بنظر خیر خواہی گزارش کہ فرض قطعی و اجماع اُمت کا انکار سہل نہیں لہذا اگر مناسب جانیں کلمہ اسلام و نکاح کی تجدید فرمالیں آئندہ احتیاط و ما التوفیق الا باللہ العزیز الغفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: مرسلہ مظہر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسپور۔ سی۔ پی۔ دکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرچنٹ ۲۷ محرم ۱۳۳۰ھ

زید نماز میں صرف بحالتِ رکوع وسجود الصاق کعبین کرتا ہے عمرو کہتا ہے کہ یہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب الترک ہے حنفی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی؟

الجواب

حاشا للہ نہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب الترک بلکہ رکوع میں الصاق کعبین غنیہ شرح منیہ جامع الرموز ومجتبٰی شرح قدوری وبحرالرائق ودرمختار وحاشیہ حموی وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وعلی درمختار وغیرہا میں سنّت لکھا۔ وقد ذکرنا نصوصھا جمیعا فی فتاوٰنا (ہم نے ان سب کی عبارات ونصوص کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ ت) دُرمختار میں ہے:

سننھا تکبیر الرکوع والتسبیح فیہ ثلثا والصاق کعبیہ[۱] — نماز کی سنتیں تکبیر رکوع اس میں تین مرتبہ تسبیح اور ٹخنوں کا متصل کرنا ہے۔ (ت)

اسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے:

یفرج اصابعہ ویسن ان یلصق کعبیہ[۲] — انگلیاں کشادہ رکھے، اور ٹخنوں کا ملانا سنّت ہے۔ (ت)

اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سید ابومسعود ازہری نے حواشی کنز میں سنّت بتایا۔ سنن میں فرمایا:

الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ[۳] (سجود میں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ ت)

---

[۱] دُرمختار — باب صفۃ الصلوٰۃ — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۷۳

[۲] ؎ ؎ — ۱/۷۵

[۳] فتح اللہ المعین — مبحث سنن الصلاۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۷۷

صفۃ الصلاۃ میں فرمایا:

کمایسن الصاق الکعبین فی الرکوع فکذا فی السجود ایضا[1]۔

جیسا کہ رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنّت ہے اسی طرح سجدہ میں بھی سنّت ہے۔(ت)

ہاں دربارۂ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اُن کا اتباع کیا اور شرح علائی کا حوالہ سہواً واقع ہُوا اس میں صرف دربارۂ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محلِ کلام ہے۔ طحطاوی علی الدر میں ہے:

قولہ یسن ان یلصق الخ ای فی الرکوع والسجود ابوالسعود[2]۔

اس کا قول "یسن ان یلصق" الخ (الصاق سنّت ہے یعنی رکوع اور سجدہ میں، ابوالسعود۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال السید ابوالسعود وکذا فی السجود (ایضا) وسبق فی السنن ایضا اھ والذی سبق ھو قولہ الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ، در اھ ولایخفی ان ھذا سبق نظرفان الشارح لم یذکر ذلک لافی الدرالمختار ولا فی الدرالمنتقی ولم ارہ لغیرہ ایضا فافھم نعم ربما یفھم ذلک من انہ اذا کان السنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین ولم یذکروا تفریجھما بعدہ فالاصل بقاؤھما ملصقین فی حالۃ السجود ایضا تامل[3] اھ ما فی الشامی و رأیتنی کتبت علیہ مانصہ (اقول) تاملنا فلم نجدہ وافیا فان الحرکۃ الانتقالیۃ

سید ابوالسعود کہتے ہیں اسی طرح سجود میں بھی، اور بیانِ سُنن میں بھی گزر چکا ہے اور گزرنے والے قول کے الفاظ یہ ہیں کہ سجدہ میں الصاقِ کعبین سنّت ہے دراھ واضح رہے کہ ان کے اس قول (جو پیچھے گزر چکا ہے) میں نظر کی خطا ہے کیونکہ یہاں شارح نے اسے نہ تو درمختار میں ذکر کیا اور نہ ہی درمنتقی میں، اور میں نے کسی غیر کی عبارت میں بھی یہ نہیں دیکھا اسے سمجھو، ہاں اکثر اوقات اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنّت ہے اور اس کے بعد ان کا کشادہ رکھنا انھوں نے بیان نہیں کیا تو اصل یہی ہے کہ حالت سجود میں بھی ٹخنے متصل ہی رہیں، غور سے سمجھ لو اھ شامی کا حاشیہ ختم۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی شامی

---

[1] فتح المعین فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸۹
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۲۰
[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۴

الی السجود ان خلی فیھا الطبع اتی بالتفریج الا ان یحافظ علی الالصاق بالقصد الخاص ومثل ھذا لایحتاج الی البیان بل الاختصاص علی ذکرہ فی الرکوع دلیل علی انہ لایطلب الا فیہ والا لذکروہ فی السجود ایضا فاعرفہ فان الامر واضح[1]

پر کچھ لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں (اقول) ہم نے تأمل کیا مگر ہم کما لا اس مسئلہ کو نہ پاسکے کیونکہ حرکت انتقال سجدہ کی طرف اگر طبعاً و فطرتاً ہو تو اس صورت میں کشادگی ہوگی مگر اس صورت میں جب اتصال کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور اس طرح کے مسائل کے بیان کی احتیاج نہیں بلکہ صرف رکوع میں اس کا تذکرہ ہونا دلیل ہے کہ صرف اسی میں اس کا مطالبہ ہے ورنہ اس کا تذکرہ سجدہ میں بھی کیا جاتا، اسے جان لے کیونکہ معاملہ واضح ہے (ت)

اور بعض متاخرین علما نے دربارہ رکوع بھی سنیت میں کلام کیا،

ولہ فی ذٰلک رسالۃ عندی واقصی مایقال ھنا ان عامۃ کتب المذہب خالیۃ عنہ وانما انہ بینہ الزاھدی والباقون انما تبعوہ و قد بینت فی کتابی "کفل الفقیہ الفاھم" ان الغرابۃ لاتندفع بکثرۃ الناقلین اذا لم یکن مرجعھم الا واحدا لاسیما مثل الزاھدی۔

اس مسئلہ سے متعلق میرے پاس ایک رسالہ ہے، زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ عامہ کتب مذہب اس سے خالی ہیں صرف زاہدی نے اسے بیان کیا اور باقی فقہاء نے ان کی اتباع کی ہے اور میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" میں یہ بیان کیا ہے کہ کثرت ناقلین کی وجہ سے غرابت ختم نہیں ہوجاتی جبکہ ان سب کا مرجع ایک ہو خصوصاً زاہدی جیسا آدمی (ت)

بہرحال اسے حرام و فعل وہابیہ کہنا نادانی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ مسئولہ از نجیب آباد ضلع بجنور ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

نماز میں سبحانک اللّٰھم پڑھنا فرض ہے یا واجب، مقتدی سبحان ختم نہ کرنے پایا تھا کہ امام نے قرأت شروع کردی اس کو ناتمام چھوڑ کر خاموش ہوجانا پڑے یا فوراً ختم کرکے خاموش ہوجانا چاہئے، ایک وہابی واعظ نے سبحٰنک اللّٰھم کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر امام نے قرأت شروع کردی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل ہو تو اس کو چاہئے کہ سبحٰنک اللّٰھم اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رُکے اس وقت ایک ایک کلمے بول کرکے سبحٰنک اللّٰھم کو پڑھ لیا جائے مثلاً جب اول مرتبہ رُکا تو فوراً کہے سبحانک اللّٰھم پھر جب دوسری مرتبہ ٹھہرا تو کہے وبحمدک پھر جب تیسری بار سانس لے تو کہنا چاہئے وتبارک اسمک غرض اسی طرح ختم کرلیا جائے ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحٰنک اللّٰھم تیسری رکعت میں اور عشاء

[1] جد الممتار کتاب الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارک پور ہند ۲۴۳/۱

میں تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں، کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ بغیر سبحٰنک اللّٰھم کے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سبحٰنک اللّٰھم اسی وقت پڑھ سکتے ہیں کہ امام قراءت باآواز شروع نہ کرلے جب قراءت جہری شروع کردی اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے، وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف وغیر مختار، اور وہ جسے استثنا کیا کہ ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اس کی اپنی ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اس کی اجازت نہیں فجر ومغرب وعشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہوا ہو وہ تیسری یا چوتھی میں سبحٰنک پڑھ سکتا ہے، سبحٰنک اللّٰھم کی جگہ ابتدائے نماز ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے نماز کب ہے کہ اس میں سبحٰنک پڑھے، ہاں وہ جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد سلام امام جب اسے پڑھنے کھڑا ہو اس کی ابتدا میں پڑھے کہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے سبحٰنک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز ہوجاتی ہے مگر بلاضرورت ترکِ سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گنہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور قراءت شروع ہوجانے کے باعث سبحٰنک نہ پڑھ سکا اس پر کوئی الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک اداے فرض خاموشی کے لئے بحکم شرع کیا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱: از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ (اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت فرما۔ ت) پڑھنا چاہئے امام کو یا مقتدی کو یا دونوں کو یا امام ومقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے ادا کریں۔

الجواب

اللّٰھم اغفرلی کہنا امام ومقتدی ومنفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ، ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲: از امرتسر دفتر پولیس مرسلہ عبدالعزیز ہیڈ کانسٹبل ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے،

اُس کی یا کسی دوسرے درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا عام طور پر راستہ چلتا ہوں دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں، حضور برائے مہربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا، یہ اس لئے کہ محبت خدا و رسول کی پورے طور پر حاصل ہو جائے، جناب مہربانی کرکے ضرور بالضرور جلد مجھے آگاہ کردیں، درود شریف یا کلمہ شریف اور استغفار کی نسبت ضرور بالضرور تحریر فرمائیں، اِن شاء اللہ تعالیٰ تحریرِ حضور پر عملدرآمد ہوگا۔

الجواب

سب درودوں سے افضل درود وُہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رُک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کرکے ایک عدد مقرر کرلے کہ اُس قدر باوضو دو زانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کرکے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سَو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں "درود" جاری رکھے اور اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغۂ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو، درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب مطلوب ہے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزوجل تک اُس کے پہنچنے میں کوئی روک نہیں اور استغفار کے لئے فرمایا شادمانی ہے اُسے جو اپنے نامۂ اعمال میں استغفار بکثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کردینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ تا ۱۴۴ از کاہنور ضلع روہتک محلہ سیاں مرسلہ بھورے خاں ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) امام کے پیچھے مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے؟

(۲) آمین بآوازِ بلند کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) بجائے بیس رکعت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے؟

(۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے،

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا — اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور

لعلکم ترحمون[۱]۔ خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا اذا قرأ فانصتوا[۲]۔ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جب تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب قرأت کرے تو خاموش رہو۔ (ت)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

"مجھے تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ ہو۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں،

"قدرت پاتا تو اس کی (امام کے پیچھے پڑھنے والے کی) زبان کاٹ دیتا۔" واللہ تعالٰی اعلم

(۲) آمین بآوازِ بلند کہنا نماز میں مکروہ و خلافِ سنّت ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے،

وادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ[۳]۔ تم اپنے رب کو عاجزی اور تواضع سے آہستہ آہستہ پکارو۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

واذا قال ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الامام یقولھا[۴]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ امام اسے کہہ رہا ہے۔ (ت)

---

[۱] القرآن ۷/۲۰۴

[۲] مصنف ابن ابی شیبہ فی الامام یصلی جالسا مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۳۲۶

[۳] القرآن ۷/۵۵

[۴] سنن النسائی جہر الامام بآمین مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱/۱۱۳

نوٹ، حدیث شریف کے الفاظ سنن نسائی میں ابوہریرہ کے حوالہ سے یوں منقول ہیں:

اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین

اور فتح الباری جلد دوم مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۱۹ میں یوں منقول ہیں،

اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین۔ الحدیث نذیر احمد سعیدی

(۳) تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں سنّتِ مؤکدہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیہا بالنواجذ۔[۱]

تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنّت لازم ہے اسے اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو۔(ت)

دوسری حدیث میں ہے:

انہ سیحدث بعدی اشیاء وان من احبہا الی لما احدث عمر۔[۲] واللہ تعالٰی اعلم

میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو عمر ایجاد کریں گے۔(ت)

(۴) ایک رکعت وتر خواہ نفل باطل محض ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے،

وانما یؤخذ بالاٰخر فھو الاٰخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے(ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضلالہ کے سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فروعی مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق، اُن سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس، وتر ایک رکعت ہو یا تین۔ یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے وہ ان مسائل میں اِس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل اُس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ! اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ اُن کی بات سُننی جائز، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[۱] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۹

[۲] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، فضائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، مکتبۃ التراث الاسلامی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۸۳

نوٹ: حدیث کے الفاظ کنز العمال میں یوں منقول ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سیحدث بعدی اشیاء فاحبہا الی ان تلزموا ما احدث عمر رضی اللہ عنہ۔ نذیر احمد سعیدی

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1] اور جب کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔[2] تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں اور نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: از نرسنگڈھ سنٹرل انڈیا براہ سیہور مرسلہ میرزا محمد بیگ عرف محمد میاں صاحب وکیل ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدًا ومصلیًا ومسلما۔ ہدیہ تسلیم بالوف التعظیم قبول ہو! مزاج عالی! الحمدللہ علٰی احسانہ راقم بخیریت دعاگوئے عافیت مزاج سامی ہے نرسنگڈھ میں انگریزی تعلیم کے ملحدانہ اثر کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نیازمند نے اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامی جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ماہوار کا ایک مدرس نوکر رکھا ہے جس وقت بہت سے لوگوں کی درخواست آئی تھی میں نے دیوبند کے متعلق درخواست بالکل نامنظور کی، ایک صاحب مولوی شفاعت رسول خلف مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کئے گئے ہیں مگر حیرت ہے ان کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اشارہ بسبابہ التحیات میں نہیں کرتے، میں نے کہا ہاں میں اشارہ نہیں کرتا ہوں، فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضاخاں صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں، میں نے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربانی موجود ہے چنانچہ جناب والا نے مجھ کو جب میں ۱۸۹۹ء میں حاضر خدمت ہوا تھا دو رسالے عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا قاضی ریاض الدین جو مارہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی انگلی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے بواپسی مستفید فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحی مرحوم کا رسالہ نفع المفتی والمسائل اور دیگر کتب مشکوٰۃ شریف و ہدایہ سب کو دیکھا ہے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور اُمت کا جس پر اجماع و اتفاق ہے وہی میرا مسلک مختار ہے

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰

جناب والا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہوجائے گی اور یہ تعجب جو اجتماع نقیضین کے قبیل سے ہے رفع ہوجائیگا کہ جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اس کے خلاف ہو۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشارہ ضرور سنت ہے۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ و اصحابنا[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آباء و اساتذہ و مشائخ کرام قدست اسرارہم سب اس پر عامل رہے مارہروی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسن نوری میاں صاحب قدس سرہٗ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کوکبۂ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی کہ اسمٰعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرادیا ہے جو وجوہ انھوں نے یہاں لکھے اسمٰعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقض سے کیا علاقہ، مولوی شفاعت رسول میرے ایک خالص دوست مرحوم ومغفور کے صاحبزادے ہیں اُن کو یہاں بیعت بھی ہے میرے مدرسہ میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے ان کا قرآن مجید سُنا، ممکن کہ جس طرح آج کل اکثر علماء و حفاظ غلط پڑھتے ہیں اُن پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹: از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ ہوکر سمع اللہ لمن حمدہ کو سجدہ کے قریب جاکر ختم کرکے بوصل اللہ اکبر کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ سمع اللہ لمن حمدہ کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور وہاں سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام سجدہ کے قریب سمع اللہ لمن حمدہ کو ختم کرتا ہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہاں پر کہیں، کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جاکر کہیں، اگر اسی طرح کریں گے تو ان

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۱۴

جاہلوں کو عادت پڑ جائے گی، اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا؟

الجواب

سنّت یہ ہے کہ سمع اللہ کا سین رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ کہیں اور حمدہ کی ہ سیدھا ہونے کے ساتھ ختم، اسی طرح ہر تکبیرِ انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتداء کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو، امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلافِ سنّت کرتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سجدہ کو جھکنے کی ابتدا سے شروع نہ کرنا، ان وجوہ سے نماز دو کراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے، اسے سمجھایا جائے کہ خلافِ سنّت نہ کرے۔ اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام سُنّی صحیح العقیدہ صحیح القرأۃ صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلافِ سُنّت میں اس کی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ اللھم ربنا لک الحمد کا الف اور جو صرف ربنا لک الحمد پڑھتا ہو وہ ربنا کی ر شروع کریں اور سیدھے ہوجانے کے ساتھ حمدہ کی دال ختم ہوجائے پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع کریں اور اللہ کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں اللہ کی ہ اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت اکبر کی ر ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لئے کہ یہ راستہ طے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہوجائے گا اور یہ خلافِ سنّت ہے یا راستہ پورا کرنے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا ر بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلافِ سنّت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲۰ از موضع میمونڈی بزرگ مسئولہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ نماز فریضہ بجماعت جو شخص ادا کرلے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام کے دُعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دُعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام ہو خواہ نمازِ فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشا، اگر امام سے پہلے دُعا مانگ کر مقتدی اُٹھ جائیگا تو وہ گناہگار ہوجائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا۔ عمرو کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ انتظار دعائے امام کرے یا نہ کرے اگر انتظار کیا تو فبہا ورنہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعتِ امام سے دُور۔ اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کا پورا پورا ثبوت کیوں نہ دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عمرو کا، اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں، اور غیر مقلد وہابڑا و تعلیمیافتہ مدرسۂ دیوبند کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اس کے لئے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ورنہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں، کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کتابیں تصنیف ہو چکیں جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ و رسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو، اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد وہابی دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض والتفصیل فی حسام الحرمین والنھی الاکید وغیرھما (اور اس مسئلہ کی تفصیل حسام الحرمین اور النھی الاکید وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالٰے اعلم

مسئلہ ۴۲۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ عورتوں کو نیت نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہئے اور بوقتِ قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہئے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ عورتوں کا نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہئے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھتے اور زیرِ ناف ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رہتی ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہئے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے۔ اب حضور سے امیدوار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت حوالۂ کتب و آیت و حدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہئے۔

الجواب

زید کا قول صحیح ہے سب کتابوں میں اسی طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گٹے سترِ عورت ہیں ان کا کھلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۴۲۲ از گولڑہ ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مرسلہ حمید اللہ صاحب پیر المعروف بہ نعمان ملا۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ۔

رفع سبابہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے؟

الجواب

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام و مشائخ عظام و اساتذۂ اعلام قدست اسرارہم کا ہمیشہ معمول باتباعِ احادیث متواترہ و ارشادات کتبِ متکاثرہ رفع سبابہ رہا اور اسے سنت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلماء و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین و فتاوی فقیر میں ہے واللہ

تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ : ازبریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دُعا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ہندوستان کے لئے ان چاروں جہت میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں؟

الجواب

جہت قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لئے کہ بعد سلام اسے قبلہ رُو رہنا مکروہ ہے دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقتدیوں کی طرف منہ کرلے اگر سامنے کوئی نماز پڑھتا نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ : از قلعہ لنڈی کوتل ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور بمعرفت شیرجان صوبیدار میجر خیبر رائفل مرسلہ اودخان شنواری ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ۔

بخدمت جناب مولوی صاحب دام اقبالہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں انگلی سے اشارہ کرنا منع ہے یا جائز ہے، آپ مہربانی کرکے بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں انگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے؟

الجواب

التحیات میں انگلی کا اشارہ سنّت ہے جب اشھد پر پہنچے چھنگلیا اور اس کے برابر کی انگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے اور لَا پر کلے کی انگلی اٹھائے اور اِلَّا پر گرا کر ہاتھ کھول دے محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ واصحابنا۔[1]

یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا تو ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵ تا ۲۲۶ : مرسلہ سید احمد حسین صاحب از مقام سیدپور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۹ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۸ھ

آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں:

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۱۴

(۱) جمعہ کے فرض کی نیت کس طرح کرنا چاہئے اور بعد نمازِ جمعہ دو رکعت کے کیا کیا نماز پڑھنا چاہیے کل مفصل نماز لکھئے۔

(۲) اور درمیان نماز میں ہر الحمد شریف سے پہلے اور قل ہو اللہ شریف سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا چاہیے یا الحمد شریف سے پہلے کی بسم اللہ کافی ہوگی یا قل ہو اللہ سے پہلے بھی پڑھنا چاہیے؟

الجواب

(۱) اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرض جمعہ اور چاہے دو رکعت بھی کہے اور بعض یہ بھی بڑھاتے ہیں کہ واسطے ساقط کرنے ظہر کے، اس میں بھی نہ حرج نہ حاجت، فرض جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت پڑھیں، چار پھر دو، اور ان میں سنت بعد جمعہ کی نیت کریں اور پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سنتیں پڑھ کر دو یا جتنے چاہیں نفل پڑھیں، ان سے زائد عام لوگوں کو حاجت نہیں۔

(۲) سورۂ فاتحہ کی ابتدا میں تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا مستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴: از شہر گلی ملاناں محلہ ذخیرہ مسئولہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم چند اہل اسلام محلہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملاناں نے تارکانِ صلاۃ کی تہدید و تاکید کے لئے اصحابِ ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے ان حضرات کو تارکانِ صلاۃ کے ساتھ ان کے عذرات پورا کرنے کے بعد کسی قسم کی کارروائی ازروئے شرع مطہر عمل میں لانا چاہیے۔ اسمائے گرامی ممبران ہادی حسین، شیخ مختار احمد، قرب محمد، محبوب حسن، مشتاق علی، سید حسین، عنایت حسین، سید اظہر علی ہر شخص کے نام کے نیچے انگوٹھے کا نشان ہے۔

الجواب

برنرمی سمجھائیں ترکِ نماز و ترکِ جماعت و ترکِ مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سنائیں جن کے دلوں میں ایمان ہے انھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وذکّر فان الذکری تنفع المؤمنین[1]۔ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (ت، اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

اور جو کسی طرح نہ مانیں اس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام، میل جول یک لخت ترک کر دیں،

---

[1] القرآن ۵۱/۵۵

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]
اور جب کبھی تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ از فیض آباد محلہ کوکی علی بیگ مسئولہ سید عبداللہ صاحب سب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی نماز پنج وقتی و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قراءت نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان کو تالو سے لگاکر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے قرآن شریف و کتاب درود شریف وغیرہ سب دل دھیان سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب پر القا ہُوا تھا اس وجہ بمقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل و موجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگاکر بالکل معطل اور بیکار کردیتا ہے، زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہلِ ذوق اور اصفیائے کرام کے ہیں۔ ظاہر بین ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلٰی درجے کی ہوتی ہے یا نہیں اگر اعلٰی درجے کی ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی اس طریقہ سے کیوں نہ پڑھا کریں کہ مستحق ثواب عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی نماز اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کرچکا ہے کیا کرنا چاہئے، زید اگر امامت بھی کرتا ہے پس ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں، اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہئے؟ کیا لوٹانا واجب ہے؟

الجواب

زید نے شریعت پر افترا کیا، صوفیہ کرام پر افترا کیا، اپنی نمازیں سب برباد کیں، اُس کی ایک نماز بھی نہیں ہُوئی نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہُوئی، اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُن کی قضا کریں۔ قرآن عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لئے۔ قال اللہ تعالٰی:

وقرانا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث[2]
اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸
[2] القرآن ۱۷/ ۱۰۶

نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالٰی :

فاقرأوا ما تیسر من القرآن [1] نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔

اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قرأت سے اور قرأت پڑھنا اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے، دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے، حالتِ جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔ نماز میں قراءتِ کلام مجید پر اجماعِ مسلمین کا خلاف جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا [2] جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ چلتا ہے ہم پھیر دیں گے اسے اس راہ پر جس پر وہ چلا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۰: از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہئے۔

الجواب

التحیات، درود، دُعا اگر اوّل سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہوا تو امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام کے وقت ختم ہو، اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلمۂ شہادت باربار پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۱: از دھوراجی کاٹھیاوار مدرسہ سرمایہ فخر عالم مرسلہ مولٰینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۷ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نماز فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائیں تو سجدے میں پاؤں سے سُرین کو نہ اُٹھائے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی، چنانچہ طحاوی و عینی و ہدایہ و جواہر نفیسہ و کنز العباد و عنایہ و کفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن ۷۳/۲۰

[2] القرآن ۴/۱۱۵

الجواب وھو الموفق للصدق والصواب والیه المرجع والمآب

طحاوی وعینی، ہدایہ وکفایہ وعنایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تصحیح نقل ضروری ہے جواہر نفیسہ وکنز العباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اول غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہوا ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف وخلافِ تحقیق وغلط مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلاوجہ ترجیح "یجوز" و"لا یجوز" کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل و کفن دفن قبر وغیرہ کے متعلق مسائل بیان کئے ہیں، اور دوسری کا مصنف علی بن لقمہ غوری ہے اس کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ ملا علی قاری نے وجمال الدین مرشدی نے مفید المفتی صفحہ ۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ بعض کتابوں کے بیاض یا وقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے:

من صلی قاعدا فسجد لا یرفع الیتیه و ان رفع الیتیه فسدت صلاته فکذا رجلیه کذا فی المحیط الچلپی والاصل ان المریض اوغیرہ اذا صلی قاعدا لایرفع الیتیه کما لایرفع رجلیه فی السجود واذا رفع رجله واحدا او الیته واحدۃ لاتفسد کذا فی چلپی ابن الملك والمختار ان یقعد کما یقعد فی حالة التشھد وھو الذی اختارہ فقیه ابو اللیث وشمس الائمة السرخسی و قال ابو یوسف رحمه اللہ اذا حان وقت الرکوع والسجود یقعد کما یقعد فی التشھد کذا فی العینی شرح الھدایة ص ۱۶ اھ۔

جو شخص بیٹھ کر نماز ادا کرے وہ سجدہ کے وقت سرین نہ اُٹھائے اگر اس نے سرین کو اُٹھایا تو اس کی نماز فاسد ہوجائیگی، اسی طرح دونوں پاؤں کا حکم ہے، محیط چلپی میں اسی طرح ہے اصل یہ ہے کہ مریض وغیرہ جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو وہ سرین نہ اٹھائے جیسا کہ وہ سجدہ میں پاؤں نہیں اٹھاتا اور جب کسی نے ایک پاؤں اور ایک سرین اٹھایا تو نماز فاسد نہ ہوگی، چلپی ابن الملک میں اسی طرح ہے، اور مختار یہ ہے کہ اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح تشہد میں بیٹھتا ہے۔ اسے فقیہ ابو اللیث وشمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا جب رکوع وسجود کے وقت جھکے تو اس طرح بیٹھے جس طرح تشہد میں بیٹھا جاتا ہے، عینی شرح ہدایہ ص ۱۶ میں اسی طرح ہے اھ۔ (ت)

حالانکہ عینی وچلپی میں اس عبارت کا پتا بھی نہیں اور محیط متعدد ہیں معلوم نہیں کہ کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے۔ معلوم ہوا کہ یہ عبارتیں مصنوعی ہیں کہ جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں اُن کا نشان تک نہیں۔

ایضاً یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو مساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولٰی میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیه فی صلٰوۃ القاعد الخ (قاعد کی نماز میں اسکے سرین الخ۔ ت)

وہ دعوی مذکور پر منطبق نہیں ہوتی اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو ذیل میں بجائے واذا رفع قدمیہ فی صلاۃ القائم (جب قائم نے نماز میں دونوں قدم اٹھالئے۔ت) کے رفع قدمیہ فی السجود (دونوں قدم حالتِ سجدہ میں اٹھالئے۔ت) ہوتا ورنہ قید فی صلاۃ القائم سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود مفسدِ صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فسجد ناقل یا کاتب کی غلطی ہے، پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیامِ حقیقی میں کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ وہ مفسد صلاۃ ہے۔ پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے ہے اور عبارت ثانیہ میں لایرفع الیتیہ (سرین کو نہ اٹھائے۔ت) کے ساتھ قید فی السجدہ کی بھی مذکور نہیں لہٰذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لایرفع الیتیہ فی القیام الحکمی (قیام حکمی میں سرین نہ اٹھائے۔ت) اور آگے جو مشبہ بہ کے ساتھ فی السجدۃ مذکور ہے سو وہ محتمل ہے کہ صرف لایرفع رجلیہ (پاؤں نہ اٹھائے۔ت) کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہو تاہم مستدل کو مضر ہے لانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (کیونکہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔ت)

ایضاً متون وشروح وفتاوی مشہورہ متداولہ بین ایدی العلماء میں جو مطلقاً سجدہ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب معتبرہ کا خالی ہونا اسی پر مشعر ہے کہ یہ مسئلہ عدیم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول ص ۱۵۲ میں ہے:

عدم الذکر یشعر باختیار عدمہ اھ — عدم ذکر واضح کررہا ہے کہ وہ مختار نہیں اھ (ت)

اُسی جلد ص ۱۷ میں ہے:

عدم الذکر کذکر العدم۔ — عدمِ ذکر، ذکرِ عدم کی مانند ہے (ت)

ایضاً سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہٰذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا۔ شامی جلد اول ص ۳۰۸ طبع خورد میں ہے:

ھذا یعلم ولا یعمل علیہ لما فیہ من مخالفۃ السلف۔ — یہ معلوم کرلیا جائے اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں سلف کی مخالفت ہے۔ (ت)

ایضاً جواہرنفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ مجہولہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں ان کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علم فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاوٰی سے نہیں لیاجاتا اسی شامی اُسی جلد میں ہے :

الفقه لاینقل من الهوامش المجهولة و ان قال معتمد انه بخط ثقة[1] اھ

مسائل فقہ حواشی مجہولہ سے نقل نہیں کئے جاتے اگرچہ کوئی معتمد یہ کہے کہ یہ ثقہ کی تحریر ہے اھ (ت)

برخلاف استصحاب کے کہ وہ نقل کرنا حواشی مجہولہ سے بھی درست ہے ،

لانه لتائید ابقاء ماکان علی ماکان فیکفی الدفع وان لم یکف المرفع فان الرفع اسهل من الدفع فافهم وتثبت ولا تھبت۔

کیونکہ یہ کسی شے کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھنے کی تائید کے لئے ہوتا ہے تو دافع کو کفایت کرے گا اگرچہ رافع کو کفایت نہ کرے کیونکہ رفع دفع سے اسہل ہے تو غور کر ثابت قدم رہ اور بزدل نہ بن ۔ (ت)

ایضاً یہ قول مخصص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول ص ۵۱ د میں ہے تخصیص القول یفید انه خلاف المعتمد[2] اھ (تخصیص قول مفید ہے اس بات کے کہ یہ معتمد کے خلاف ہے اھ۔ ت)

ایضاً اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد سنتوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتوٰی بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اُسی شامی جلد اول ص ۱۱۴ میں المرجح بقوة الدلیل هو الارجح وان صرح بان الفتوی علی غیرہ اھ (جو قول قوت دلیل کی بنا پر ترجیح پائے وہ ہی ارجح ہوتا ہے اگرچہ اس بات پر تصریح ہو کہ فتوٰی اس کے غیر پر ہے اھ ت) ص ۶۱۸ میں ہے :

لیس للمفتی الافتاء بالضعیف ولا ینتفی الضعف بافتاء کثیر من ائمة خوارزم[3]

مفتی کے لئے ضعیف پر فتوٰی جاری کرنا درست نہیں اور اکثر ائمہ خوارزم کے افتاء سے ضعف ختم نہیں ہوسکتا ۔ (ت)

ایضاً اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة

---

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۱۴

کان ترکہ اولیٰ[1] (جب کسی حکم کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہوتا ہے۔ ت) شامی جلد اول ص ۲۰۰ ، بحر الرائق جلد دوم ص ۱۷۸ میں ہے :

ماتردد بین بدعة وواجب یؤتی بہ او بین سنة وبدعة فلا یؤتی بہ[2] اھ

جب کسی چیز کے بدعت اور واجب ہونے میں تردد ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور جب سنت یا جس چیز کے سنت و واجب ہونے میں تردد ہو تو پھر عمل نہیں کیا جائے گا اھ (ت)

اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا غیر معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہو سکے گا لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے۔ شامی جلد ثالث ص ۲۳۹ میں ہے :

فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامة[3] اھ۔

اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ اس سے امت کا گنہگار ہونا لازم آتا ہے اھ (ت)

لوگوں کے ساتھ یہی ارفق و اوفق ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہو جائے۔ شامی جلد پنجم ص ۲۴۹ میں ہے :

وھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان[4] اھ

یہی اہل زمانہ کے لئے آسان ہے تاکہ وہ فسق اور عصیان (نافرمانی) میں واقع نہ ہوں اھ (ت)

اسی جگہ میں ہے :

لکن اطلاق المتون موافق لاطلاق الادلة ولکونہ ارفق باھل ھذا الزمان[5] اھ

متون کے اطلاق کو دلائل کے اطلاق کے ساتھ موافقت کی وجہ سے تقدیم حاصل ہوگی اور اس لئے بھی کہ لوگوں کے لئے یہ نہایت ہی آسان ہے اھ (ت)

فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف و اوراد کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کنز العباد اوراد و وظائف کی کتاب ہے اور تکلیفیہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدہ فقہیہ ہے

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۵

[2] بحر الرائق آخر باب العیدین " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۵

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئ من زفت الیہ " مصطفی البابی مصر ۳/۱۷۰

[4] و [5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس " " " ۵/۲۴۹

کہ جو مسئلہ مذکور رہو فی بابہ وہ اولیٰ بالعمل ہوتا ہے اس سے جو کہ مذکور فی غیر بابہ ہو ۔ شامی جلد ثالث میں ہے :

المسئلة المذکورة فی بابه اولیٰ من المذکورة فی غیر بابه[1] — اپنے باب وفصل میں مذکورہ مسئلہ اس سے اولیٰ بالعمل ہوتا ہے جو متعلقہ باب کے غیر میں مذکور ہو اھ (ت)

مسائلِ فقہ کے لئے کنز العباد کی مثل کتابیں غیر مظنہ ہیں ،

قال الحموی ما فی غیر المظنة والکتب الغریبة یتوهم ان یکون ضعیفا[2] اھ ص ۱۳ ۔ — امام حموی کہتے ہیں جو غیر مظنہ اور کتب غریبہ میں ہو اس کے متعلق وہم ہوتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اھ (ت)

کلام ائمہ بھی اسی کا مقتضی ہے کہ سجدہ میں رفع الیتین کیا جائے ابو السعود حاشیہ منلا مسکین علی الکنز میں ہے :

ما یقتضیه کلام الائمة یؤخذ بلا توقف[3] اھ ص ۳۲۴ ۔ — کلامِ ائمہ جس کا تقاضا کرے اس پر بلا توقف عمل کیا جائے گا اھ (ت)

یہ مسئلہ کسی فقیہ کا قول نہیں اگر ہو بھی تو بمقتضائے کلام ائمہ کے متروک ہو جائے گا ۔ المسلک المتقسط میں ہے :

مقتضی کلام ائمة المذهب اولیٰ بالاعتبار من کلام بعض المشائخ[4] ۔ — ائمہ مذہب کے کلام کا مقتضیٰ باعتبار بعض مشائخ کے کلام سے اولیٰ ہوتا ہے (ت)

یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہو سکے تو عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل ، اسی مسلک المتقسط میں ہے :

الاصل هو النفی حتی یتحقق الثبوت[5] اھ — جو چیز ثابت نہ ہو اس کی اصل نفی ہے اھ (ت)

غرض یہ مسئلہ غلط ہے آدابِ نماز سے بھی نہیں ہو سکتا ہے اور ذکر بھی اس کا ایک آدھ رسالہ بے سرو پا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک

---

[1] رد المحتار باب الوطء الذی یوجب الحد والذی یوجبه دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۲

[2] حاشیۃ حموی مع الاشباہ والنظائر مقدمۃ الکتاب مطبوعہ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۱/۱۶

[3] فتح المعین باب صلوٰۃ العیدین " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۴

[4] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل فی تمتع المکی " دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۱۹۰

[5] " " فصل فی رکعتی الطواف " " " " ص ۱۱۰

شخص کو غلطی ہو جاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی بظنِ صحت نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ شامی جلد ۴ ص ۳۵۱ میں ہے:

قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فینقلونه بلا تنبیه فیکثر الناقلون واصله لواحد مخطئ۔ [۱]

اکثر ایسا واقع ہوا ہے کہ مؤلف سے کوئی غلطی ہو گئی تو لوگ اسے بلا تنبیہ نقل کرتے رہتے ہیں حتی کہ اس کے ناقلین کثیر ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل کے اعتبار سے ایک مخطی ہوتا ہے۔ (ت)

اور اگر مدعی اس امر کا بعد عرق ریزی کے ثابت بھی کر دے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا بر تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول مخطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے:

قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابو عبید اللّٰہ فی صلاۃ النافلۃ قاعدا ثلثۃ اقوال، قول الروافض، وقول اھل السنۃ والجماعۃ، وقول المخطی اما قول الروافض فھم یقولون ان المصلی اذا صلی النافلۃ قاعدا فصلاتہ کصلاۃ القائم الا اذا رکع وسجد یرفع الالیتین فی الرکوع والسجود ولانھم قالوا صلاتہ علی صلاۃ القائم واما قول المخطی فھو یقول لا یرفع الالیتین لا فی الرکوع ولا فی السجود لان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فعل کذٰلک واما قول اھل السنۃ والجماعۃ فھو یقولون بعدم الرفع فی حال الرکوع وبالرفع فی حال السجود والمخطی رأی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من بعید ولم یقف بحالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اولعلہ صلی فی حالۃ المرض بالایماء کما ھو شان الرکوع والسجود للمومی فی الصلاۃ وسجد

شیخ فاضل محقق ابو عبید اللہ نے کہا کہ بیٹھ کر نوافل ادا کرنے کے بارے میں تین اقوال ہیں، روافض کا قول، اہلسنت وجماعت کا قول اور خطا کرنے والے کا قول۔ (تفصیل) روافض کا قول یہ ہے وہ کہتے ہیں نمازی جب نوافل بیٹھ کر ادا کرے تو اس کی نماز قائم کی طرح ہی ہے البتہ وہ رکوع وسجدہ کے وقت سرین بلند کرے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی نماز (کا درجہ) قائم کی نماز کی طرح ہے۔ خطا کرنے والے کا قول یہ ہے کہ وہ کہتا ہے رکوع اور سجود دونوں وقت سرین نہ اٹھائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اہلسنت وجماعت کہتے ہیں حالت رکوع میں سرین نہ اٹھائے لیکن حالت سجود میں اٹھائے، اور خطا کرنے والے نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دور سے دیکھا لہذا وہ کامل طور پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے آگاہ نہ ہو سکا یا یہ بھی امکان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[۱] ردالمحتار باب المتفرقات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۲۵۲

اخفض قریبا من الرکوع قریبا من الارض ولم یرفع الیتیه لان فی هذه الصلاۃ لایحتاج المصلی الی رفعهما فظن الرائی انه علیه الصلاۃ والسلام صلی فی حالة الصحة قاعدا وسجد بوضع الجبهة علی الارض ولم یرفع الیتیه فحکم علی الاطلاق کما فی مسح العمامه اخطأ الرائی حیث مسح النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی رأسه ثم وضع العمامة علی الرأس وظن ان مسح العمامة تجوز بدلا عن مسح الرأس والحال انه علیه الصلاۃ والسلام لم یمسح علی العمامة هذا کتبه العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان الله له ولمشائخه اٰمین بحرمته النبی الامی الامین۔

حالتِ مرض میں اس طرح اشارہ کے ساتھ نماز ادا فرمائی ہو جس طرح اشارہ سے نماز ادا کرنے والا نمازی رکوع وسجود ادا کرتا ہے آپ نے سجدہ زمین کے قریب رکوع سے زیادہ جُھک کر کیا ہو اور پچھلے حصے کو نہ اٹھایا ہو کیونکہ اس حالت میں نمازی سرینوں کو اٹھانے کا محتاج ہی نہیں ہوتا تو دیکھنے والے نے گمان کرلیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالتِ صحت میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے اور سجدہ کے وقت پیشانی زمین پر رکھی اور جسم کے پچھلے حصے کو نہ اٹھایا تو اس نے مطلقاً حکم جاری کردیا جیسا کہ عمامہ پر مسح کے معاملے میں دیکھنے والے سے خطا ہُوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سرِاقدس پر مسح فرمایا پھر عمامہ سر پر رکھا لیکن دیکھنے والے نے گمان کیا کہ عمامہ پر مسح سر کے مسح کے بدلہ میں جائز ہے حالانکہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح نہیں فرمایا تھا یہ الفاظ ایک گناہگار بندے قاضی غلام جیلانی سُنّی حنفی نقشبندی رضوی نے لکھے ہیں اللہ تعالٰی نبی امین کے صدقے اس کا اور اس کے مشائخ کا ہوجائے۔ (ت)

الجواب

الحمد للہ وحدہ (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ ت) فاضل سلمہ القریب المجیب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح وحق صریح ہے اور سجدہ قاعد میں رفع الیتین مفسد صلاۃ ہونا زعم باطل ومردود وقبیح ہے اور جن معتبر معتمد کتابوں کا مدعی نے نام لیا اُن سب پر محض افترا ہے اور جو وہم دلیل بنام دلیل ذکر کیا یکسر پادر ہوا ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم وسُنن ابی داوٗد ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعة اعظم

میرے رب نے مجھے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ

علی الجبهۃ والیدین والرکبتین واطراف القدمین[1]۔

کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے پنجے۔

ان میں دونوں سرین ملانا زیادت فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد[2] اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ عنہا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہمارے اس امر (شرع) میں بدعت ایجاد کی جو شریعت سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ بخاری ومسلم و ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

اور زیادت بھی اس ادعا سے کہ فرض ہے اور اس کا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث احاد بھی ناکافی ہوتیں کما تقرر فی مقرہ وعلم من صنیع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فی سورۃ الفاتحۃ وغیرھا (جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تقریر ہوچکی ہے اور سورۃ الفاتحہ وغیرہا سے متعلق ہمارے اصحاب احناف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طریقہ سے معلوم ہوچکا ہے۔ ت) نہ کہ وہ کہ جس کا پتا نہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شبہہ تک نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت جرأت ہے فھل انتم منتھون[3] (کیا تم باز نہیں آؤگے۔ ت)

اول تو الیتین کی بجائے قدمین ہونے پر کیا دلیل اور بفرض غلط ہو بھی تو قعود میں کہ صلاۃ القاعد میں بجائے قیام ہے اور مفہوم قعود میں الصاق الیتین داخل کمافی بدائع ملک العلماء (جیسا کہ بدائع ملک العلماء میں ہے۔ ت) سجود کہ نہ قیام ہے نہ قعود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اس میں مقصود بلکہ سجدہ رجال میں احادیث متواترہ قولیہ وفعلیہ ونصوص متظافرہ متون وشروح وفتاوٰی فقہیہ میں صراحۃً اس کی نفی موجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت ومخالفت سنت بھی قطعاً مردود نہ کہ ادعائے فرضیت کہ اشنع باطل واخنع مطرود ونسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الغفور الودود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳: از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہیئے؟

---

[1] صحیح البخاری باب السجود علی الانف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲

[2] " " باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود " " " " ۱/۳۷۱

[3] القرآن ۵/۹۱

الجواب

رکوع میں قدموں پر نظر ہو، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۲۲ از کلکتہ بلگچھیا مدرسہ عظیمیہ مسئولہ تصدق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دُعا مانگ کر ہاتھوں کو منہ پر ملتے ہوئے زور کی آواز کے ساتھ چُومنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے بعد دُعا مانگنا سنّت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا اور بعد دُعا مُنہ پر ہاتھوں کو پھیر لینا یہ بھی سنّت سے ثابت ہے مگر چُومنا کہیں ثابت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ الحمد شریف کے بعد آمین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہے یا نہیں؟ اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں؟ منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آمین کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز کی ہر رکعت میں امام و منفرد کو ولا الضالین کے بعد آمین کہنا سنّت ہے۔ جہری نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت جہری میں کہیں اور غیر جہری رکعت یا سری نماز میں اگر نماز میں ولا الضالین ایسی خفی آواز میں کہا کہ اس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آمین کہے ورنہ نہیں اور آمین سے سجدہ سہو کسی وقت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از شہر محلہ گڑھیا مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

عالی جاہ دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اگر کوئی شخص ٹھہری ہُوئی ریل میں قبلہ رُخ ہو کر اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی دونوں پٹڑیوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور کوتاہی جگہ سے ایک پٹڑی پر سرین رکھ کر دوسری پٹڑی پر سجدہ کرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں یونہی پیچھے کی پٹڑی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں لٹکا کر جلسہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مولٰنا اکرمکم اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا، نماز نہ ہوگی اور ایسا قعدہ بھی محض خلافِ سنّت اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اُسی خالی جگہ میں

بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کے لئے سر ذرا خم کرکے سامنے کی پٹڑی کے نیچے داخل کرکے بخوبی ادا کرسکتا ہے میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ تعالٰی کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں سفر کرنا ہوتا تھا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵: مرسلہ مولوی سید غلام امام صاحب سہسوانی ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

بخدمت مولوی صاحب سرجمیع اہل فضل وکمال مسلم الشرف والعلاابقاہم اللہ دائم البقاعلی الطریق المسنون۔ السلام علیکم وبطریقے ومرادے ہزاروں دعا وثنائے خلق عالم نواز وسلام مخلصانہ کے بعد کچھ تصدیع ہے آپ کے روبرو ایک جمعہ کی نماز کے بعد میں نے ذکر فضیلت عمامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح ہے تو اس کو لکھ کر عنایت فرمائیں میں نہایت ممنونی وموروثی کے ساتھ شکر عنایت عالی کو اچھا ضمیمہ کروں گا۔ فقط

الجواب

جناب من ادام اللہ تعالٰی کرامتکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فضل صلاۃ بالعمامہ میں احادیث مروی وہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر دربارۂ فضائل ضعاف مقبول اور عندالتحقیق ان پر حکم بالوضع محل کلام۔

حدیث اول: اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملٰئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ[1] یعنی بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں۔

اقتصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریجی احادیث الاحیاء والرافعی علی تضعیفہ قالہ السیوطی فی اللاٰلی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزما ان لایورد فیہ موضوعا۔

دو حفاظ محدثین عراقی اور عسقلانی نے تخریج احادیث احیاء علوم الدین اور تخریج احادیث الرافعی الکبیر میں اس کی تضعیف پر اقتصار کیا ہے یہ بات سیوطی نے لآ لی میں میں بیان کی ہے اور اپنی کتاب جامع صغیر میں اسے نقل کیا ہے[2] حالانکہ انہوں نے اس کتاب جامع صغیر میں اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ کوئی موضوع روایت اس میں ذکر نہ کی جائے گی (ت)

---

[1] مجمع الزوائد باب اللباس للجمعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۱۷۶

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۸۱۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۷۰

حدیث دوم: ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ[1] یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کی برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر۔

فیہ مجاھیل قلت ولیس فیھم کذاب ولاوضاع ولامتھم بہ ولافیہ مایردہ الشرع او یحیلہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر۔

اس میں مجہول راوی ہیں **قلت** (میں کہتا ہوں) ان میں سے کوئی بھی کذاب اور وضاع (حدیث گھڑنے والا) نہیں اور نہ ہی کوئی متہم بالوضع ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس کو شریعت رد کرتی ہو یا اسے عقل محال تصور کرتی ہو، اور اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے۔ (ت)

حدیث سوم: الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلاۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ اٰلاف حسنۃ[2] یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

ھذا ضعیف جدا فیہ ابان متروک۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یہ نہایت ہی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابان متروک ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۳: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو پنجوقتہ نماز میں داہنے بائیں پھر کے دعا مانگنا چاہئے یا صرف فجر وعصر میں۔

الجواب

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہئے کہ رُو بقبلہ بیٹھا رہے انصراف مطلقاً ضرور ہے صرح بہ فی الذخیرۃ

---

[1] مرقات بحوالہ ابن عساکر الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۲۵۰
کنزالعمال " " فرع فی العمائم مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۳۰۶

[2] الفردوس بماثور الخطاب " حدیث ۳۸۰۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۰۶

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ دیا گیا ہے اس کتاب کے الفاظ حدیث میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے اور بجائے "اٰلاف" کے "الف" ہے، الفاظِ حدیث یُوں ہیں، "الصلوٰۃ فی العمامۃ عشرۃ الف حسنۃ"۔

نذیر احمد سعیدی

والحلیۃ وغیرھما (اس پر ذخیرہ اور حلیہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ت) البتہ ظہر و مغرب و عشا کے بعد دعا میں زیادہ اطالت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تا فراغ دعا پابند امام رہتے ہیں ایسی تطویل کہ کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے، وتحقیق المسألۃ فی فتاوی الفقیر غفر اللہ تعالٰی لہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۷ از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر جیسے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے ویسے ہی نماز کے معنی اپنی زبان میں یاد کرلینا بھی فرض ہے پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جائے اُس کے معنی بغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاقت ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غوری کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا و آخرت میں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان دونوں باتوں سے کچھ فرض نہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اُتر جانے کا پھل حاصل ہے

فی الاشباہ لاتستحب اعادتہا لترک الخشوع[1] و فی الغمز عن الملتقط قول بعض الزھاد من لم یکن قلبہ فی الصلاۃ (مع الصلٰوۃ) لاقیمۃ لصلاتہ لیس بشیئ الخ[2] اشباہ میں ہے ترکِ خشوع کی بنا پر نماز کا اعادہ مستحب نہیں، اور غمز میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ بعض زاہدوں کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں کہ جس کا دل نماز میں حاضر نہ ہو اس کی نماز کی کوئی قیمت نہیں الخ (ت)

ہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم و تدبر و حضور قلب پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۸ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر جی غازی پور ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تمام فرائض پنجگانہ کے بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر و فجر کے فرائض سہ گانہ کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

بعد سلام قبلہ رُو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۱۲

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الصلٰوۃ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مسبوق اس کے محاذات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانبِ مقتدیان منہ نہ کرے، بہرحال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرا اور قبلہ رُو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت و تارکِ سنّت ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳۳: از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان شریف ۱۳۲۰ھ

اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اُٹھتے ہیں کونا مصلّی کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب

ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیاطین یستمتعون بثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیھا انفاسھا فان الشیطان لایلبس ثوبا مطویا[1]

شیطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اتار کر تہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہ کیے کپڑے کو نہیں پہنتا۔

معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

اطووا ثیابکم ترجع الیھا ارواحھا فان الشیطان اذا وجد الثوب مطویا لم یلبسہ، وان وجدہ منشورا لبسہ[2]

کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لئے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہُوا دیکھتا ہے اسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اسے پہنتا ہے۔ (ت)

ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی،

قال ما من فراش یکون مفروشا لاینام علیہ احد الانام علیہ الشیطان[3]

فرمایا جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔ (ت)

ان احادیث سے اُس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر الباب الثالث فی اللباس منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۲۹۹

[2] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۵۶۹۸ مکتبۃ المعارف، الریاض ۶/۳۲۸

[3] ابن ابی الدنیا۔

مسئلہ ۴۴۰ از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف زانو اور سجدہ کی جگہ ہو تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

نماز ہوجائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہذا اگر انگرکھا یا کُرتا بچھا کر نماز پڑھے تو چاہیے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دامنوں پر سجدہ کرے کہ گریبان بہ نسبت دامن احتمال نجاست سے دُور ہے ۔

مسئلہ ۴۴۱ ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و بادیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقاً مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑنا چاہیے اور درحالیکہ دس آدمی سے زیادہ ہوں مقتدی میں سے اگر اخیر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات، تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو پیٹھ نہ کرے لیکن اس صورت میں اگر مقتدیوں کی مقتدیوں کو پیٹھ ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضاً مطلقاً مکروہ کے کیا معنی ہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کراہت کا اثر ناپسندی اور اُس کا اوسط درجہ اسا ءت ہے یعنی بُرا کیا اور اعلیٰ درجہ کراہت تحریم اُس کا اثر گنہگار و مستحق عذاب ہونا مطلق مکروہ غالباً تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص بمعنی کراہت تنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے مقتدیوں کے لئے شرعاً اتنا مستحب ہے کہ نقض صفوف کریں اور نماز کے بعد اُس انتظام پر نہ بیٹھے رہیں جیسے نماز میں تھے پھر بھی سب کو پھر کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اُس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریک نماز ہوئے تھے اُن میں سے کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود و مطلوب و لازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد کو پہنچے اُنھوں نے بعد کی صف میں، اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی صف میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو وہی بعد کی صف میں ہوتے، ان کا بیٹھنا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھنا کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصداً والتزاماً اُن میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور انھیں پیٹھ کرتا ہے اور یہی واجب و لازم اور متعین ہے تو اسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

3

مسئلہ ۴۴۲: ازپیلی بھیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث صلاۃ تطوع اوفریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ (عمامہ کے ساتھ نفل یا فرض نماز کا پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے پچیس گنا افضل ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کا پڑھنا بغیر عمامہ کے جمعہ سے ستر گنا افضل ہے۔ ت) محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟ اور اگر کوئی شخص بسبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ فقہیہ کی عبارات جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثل عالمگیریہ وکنز وفتاوی حجہ وآداب اللباس مؤلفہ شیخ محدث دہلوی وقنیہ وغیرہا تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن وطعن کرے اور مفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تاکید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں؟ جامع الرموز میں الفاظ ذیل کی حدیث ملی:

ونص عبارتہ تنبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ۔[2]

اس کی عبارت یہ ہے عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے کیونکہ حدیث میں ہے عمامہ والی نماز بغیر عمامہ والی نماز سے ستر گنا افضل ہے۔ اسی طرح منیہ میں ہے۔

اس حدیث کے حال سے بھی آگاہ فرمائیے اور یہ منیہ جس کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلی مروج ہے یا اور کوئی منیہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عمامہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّتِ متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحدِ ضروریاتِ دین تک پہنچا ہے ولہذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسالِ عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنّت غیر مؤکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا:

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰

[2] جامع الرموز فصل مایفسد الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۳

قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرخی علامتہ احیانا بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علامۃ فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلک الامور سنۃ۔[1]

کتب سِیَر میں روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی عمامہ کا شملہ دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑتے اور کبھی بغیر شملہ کے باندھتے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان امور میں سے ہر ایک کو بجالانا سنّت ہے (ت)

اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا کما نص علیہ الفقہاء الکرام وامروا بترکہ حیث یستہزئ بہ العوام کیلا یقعوا فی الھلاک بسوء الکلام (جیسا کہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے اور وہاں اسکے ترک کا حکم دیا جہاں عوام اس پر مذاق کرتے ہوں تاکہ وہ اس کلام بد سے ہلاکت میں نہ پڑیں۔ ت) تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ ہے یہاں تک کہ علمائے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی سرکانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس پر حمل کیا۔ علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لم یروانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس القلنسوۃ لغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا زی المشرکین۔[2]

یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو، متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے (ت)

اسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے:

ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقا نعم مع القلنسوۃ افضل فلبسھا وحدھا مخالف للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ وکذا المبتدعۃ فی بعض البلدان۔[3]

یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو، ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلافِ سنت ہے، اور کیونکر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے (ت)

اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا اُس کا سنّت ہونا متواتر ہے اور سنّتِ متواترہ کا استخفاف کفر ہے۔ وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

لولم یرالسنۃ حقا کفر لانہ

اگر کوئی شخص سنت کو حق و سچ نہیں جانتا تو اس

---

[1] و [2] و [3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح و الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۲۵۰

استخفاف[1]۔ نے کفر کیا کیونکہ یہ اس کا استخفاف ہے۔ (ت)

عمامہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوتی ہیں :

حدیث اول : سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس[2]۔ ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔ (ت)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں :

فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ وفوقہا العمامۃ اما لبس القلنسوۃ وحدہا فزی المشرکین فلبس العمامۃ سنۃ[3]۔ مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ باندھنا سنت ہے۔

یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

العمامۃ علی القلنسوۃ فصل ما بیننا وبین المشرکین یعطی یوم القیمۃ بکل کورۃ یدورھا علی رأسہ نورا[4]۔ ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روزِ قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

حدیث ۲ و ۳ : قضاعی مسند شہاب میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولٰی علی و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

العمائم تیجان العرب[5] (عمامے عرب کے تاج ہیں)۔

حدیث ۴ : مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] الفتاوی البزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ نوع فی السنن من کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۸

[2] سنن ابی داؤد باب العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۸

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فرق ما بیننا الخ مکتبۃ الامام شافعی الریاض ۲/ ۱۶۹

[4] کنز العمال بحوالہ باوردی عن رکانۃ فرع فی العمائم مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۰۵

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۲۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۸۷

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم[1] و فی لفظ وضع اللہ عزھم۔
عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں گے تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی ان کی عزت اتار دے گا۔

حدیث ۵ : ابن عدی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایتوا المساجد حسّرًا و مقنعین، فان العمائم تیجان المسلمین[2]۔
مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

حدیث ۶ : طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اعتموا تزدادوا حلما[3]۔
عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

صححہ الحاکم (حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ ت)

حدیث ۷ : ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب[4]۔
عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔

وروی عنہ الطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ (طبرانی نے اس کا ابتدائی حصہ روایت کیا، امام مناوی نے اس کا قوی ہونا بیان کیا ہے۔ ت)

حدیث ۸ : دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت
عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ مسند فردوس عن ابن عباس مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۹۲
[2] الکامل فی ضعفاء الرجال اسامی شتّی من ابتداء اسامیہم میم " المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۶/ ۲۴۱۳
[3] المعجم الکبیر باب ماجاء فی لبس العمائم الخ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۹۴
[4] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۰ " دار الکتب العربیۃ بیروت ۵/ ۱۷۶

العرب عمائمہا وضعت عزھا[1] — عرب عمامے اتار دیں اپنی عزت اتار دیں گے۔

حدیث ۹: وہی رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتزال امتی علی الفطرۃ ما لبسوا العمائم علی القلانس[2] — میری اُمت ہمیشہ دینِ حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

حدیث ۱۰: ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی وابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ وقال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان[3] — بیشک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر وایمان میں فارق ہے۔

حدیث ۱۱: دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی بن عدی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا:

ھکذا فاعتموا فان العمامۃ سیماء الاسلام وھی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین[4] — اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔

حدیث ۱۲: ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

ھکذا تکون تیجان الملئکۃ[5] — فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حدیث ۱۳ و ۱۴: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمر اور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانہا سیماء الملئکۃ وارخوالہا خلف ظہورکم[6] — عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس پُشت چھوڑو۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب بحوالہ عن ابن عباس حدیث ۴۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۸۸/۳

[2] " " " ۵۶۹ ۷ " " " " ۹۳/۵

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب التحریض علی الرمی " دار صادر بیروت ۱۴/۱۰

[4] کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۱۹۱۱ آداب التعمیم منشورات المکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۴۸۳/۱۵

[5] " بحوالہ ابن شاذان فی مشیخۃ " ۴۱۹۱۳ " " " " " " ۴۸۴/۱۵

[6] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳۸۳/۱۲

حدیث ۱۵ : ابوعبداللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ تعالٰی اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب الحدیث[1]۔
بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا ، الحدیث ۔

حدیث ۱۶ : بیہقی شعب الایمان میں انھی سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم[2]۔
عمامے باندھو اگلی اُمتوں یعنی یہود و نصارٰی کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے ۔

حدیث ۱۷ : معجم کبیر طبرانی میں ہے :

حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا ایوب بن مدرك عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان اللہ عزوجل وملٰئکته یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعة[3]۔
بیان کیا محمد بن عبداللہ الحضرمی نے ، بیان کیا العلاء بن عمرو الحنفی نے ، بیان کیا ایوب بن مدرک سے مکحول سے ابو الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے روز عمامہ والوں پر ۔

حدیث ۱۸ : دیلمی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الصلٰوۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ آلاف حسنۃ[4]۔
عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے ۔

فیه ابان (اس کی سند میں ابان راوی ہے ۔ ت)

حدیث ۱۹ : رامہرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال حدیث ۴۱۱۴۵ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۳۰۷
[2] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۱ " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۱۷۶
[3] مجمع الزوائد بحوالہ معجم کبیر باب اللباس للجمعۃ " دار الکتاب بیروت ۲/۱۷۶
[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۸۰۵ " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۰۶

نوٹ : جس کتاب سے حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے ۔ نذیر احمد سعیدی

علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادوا حلما ومن اعتم فله بکل کور حسنة فاذا حط فله بکل حطة حط خطیئة[1]

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی ہے اور جب (بلاضرورت یا ترک کے قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلاقصد ترک بلکہ بارادۂ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

دونوں معنی محتمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم والحدیث اشد ضعفا فیه ثلثة متروکون متھمون عمر وبن الحصین عن ابی علاثة عن ثوبر (اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ اس حدیث میں شدید قسم کا ضعف ہے کیونکہ اس کے تین راوی متروک ومتہم ہیں عمرو بن حصین انھوں نے ابوعلاثہ سے اور انہوں نے ثور سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰: مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلاعمامة[2]

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

رہی حدیث مذکورِ سوال اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بطرق عدیدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسین بن اسحٰق العجلی حدثنا اسحٰق بن یعقوب القطان حدثنا سفین بن زیاد المخرمی حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن

ابن عساکر نے بطریق احمد بن محمد رقی از عیسٰی بن یونس از عباس بن کثیر حدیث بیان کی ح اور دیلمی نے بطریق حسین بن اسحٰق العجلی از اسحٰق بن یعقوب قطان از سفیٰن بن زیاد المخرمی از عباس بن کثیر القرشی از یزید بن ابی حبیب از میمون بن مہران حدیث بیان کی کہا میں سالم بن عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے حدیث املاء کرائی پھر میری طرف متوجہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۴۱۱۴۶ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۰۶

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۵

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ نقل کیا گیا ہے اس میں لفظ "خیر" کی بجائے "افضل" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

ابی جبیب عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرك بحدیث تحبه وتحمله عنی وتحدث به فقلت بلی قال دخلت علی عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنھما وھو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبھا تکرم ولا یراك الشیطان الا ولی (ھارباای) سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملٰئکة یشھدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اھل العمائم حتی تغیب الشمس[1]۔

ہو کر فرمایا اے ابو ایوب! کیا تجھے ایسی حدیث کی خبر نہ دوں جو تجھے پسند ہو، میری طرف سے روایت کرے اور اسے بیان کرے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ــــ تو سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں! فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل نماز خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما نے فرمایا: اے فرزند! عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا:

ترکت القشر واخذت اللباب وصنته عما تفرد به وضاع او کذاب[2]۔

میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/۲۴۴
نوٹ: جن کتابوں کا اعلٰحضرت نے ذکر کیا ہے وہ نہ ملنے کی وجہ سے اس کتاب سے حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد
[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر درخطبہ کتاب مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۱/۲۰

اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مھدی المروزی انبانا ابوبشر بن سیار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن ابی حبیب قال قال لی مھدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم وھو یعتم فقال لی یا ابا ایوب الا احدثک بحدیث تحبہ وتحملہ وترویہ فذکر مثلہ وقال لایزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس[1] قال الحافظ فی اللسان ھذا حدیث منکر بل موضوع ولم ار للعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیلہ لابن الطحان واما ابو بشر بن سیار فلم یذکرہ ابو احمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن مھدی المروزی ولا مھدی بن میمون الراوی لھذا الحدیث من سالم ولیس ھو البصری المخرج فی الصحیحین وذاک یکنی ابا یحیی ولا ادری ممن الآفۃ اھ[2]

ابن نجار نے اس کی تخریج اس سند سے کی ہے کہ محمد بن مہدی مروزی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابوبشر بن سیار رقی نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہمیں عباس بن کثیر رقی نے یزید بن ابی حبیب کے حوالے سے حدیث بیان کی کہا مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ایک دفعہ میں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس گیا تو وہ عمامہ باندھ رہے تھے انھوں نے مجھے فرمایا اے ابوایوب! میں تجھے ایک حدیث نہ بیان کروں جسے تو محبوب رکھے حاصل کرنے کے بعد اسے بیان کرے، پھر انھوں نے اسی طرح کی حدیث بیان کی اور فرمایا کہ فرشتے عمامہ باندھنے والوں پر غروب آفتاب تک صلٰوۃ بھیجتے رہتے ہیں حافظ نے لسان میں فرمایا یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا ذکر ابن یونس کی غرباء میں اور اس کے حاشیہ لابن طحان میں نہیں پایا اور ابوبشر بن سیار کا تذکرہ ابواحمد حاکم نے الکنٰی میں نہیں کیا اور نہ ہی میں محمد بن مہدی مروزی اور اس حدیث کے راوی مہدی بن میمون کو جانتا ہوں اور یہ وہ بصری بھی نہیں جو مسلم وبخاری کے راوی ہیں ان کی کنیت ابویحیٰی ہے اور نہ میں اس کی آفت سے آگاہ ہوں۔ (ت)

اقول رحم اللہ الحافظ من این یاتیہ الوضع ولیس فیہ ما یحیلہ عقل ولا

اقول حافظ پر اللہ تعالٰی رحم کرے اس روایت میں وضع کو کہاں سے لائے ہیں؟

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/۲۴۴
نوٹ: یہ حوالہ بھی اصل کتاب نہ ملنے کی وجہ سے لسان المیزان سے ذکر کیا ہے۔ نذیر احمد

[2] لسان المیزان حرف العین ترجمہ عباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/۲۴۴

شرع ولا فی سندہ وضاع ولا کذاب ولامتھم
ومجرد جھل الراوی لایقضی بالسقوط
حتی لایصلح للتمسک بہ فی الفضائل فضلا
عن الوضع، ولما اورد الحافظ ابو الفرج
ابن الجوزی حدیث قزعۃ بن سوید عن عاصم
بن مخلد عن ابی الاشعث الصنعانی عن
شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من
قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرۃ لم
تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ[1] فی الموضوعات
واعلہ بان عاصما فی عداد المجھولین و
قزعۃ قال احمد مضطرب الحدیث و
قال ابن حبان کان کثیر الخطاء فاحش
الوھم، فلما کثر ذلک فی روایتہ سقط
الاحتجاج بخبرہ[2] اھ قال الحافظ نفسہ فی القول
المسدد لیس فی شیئ من ھذا مایقضی علی
ھذا الحدیث بالوضع[3] الخ ولما حکم ابن
الجوزی علی حدیث ابی عقال عن انس ابن
مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العسقلان احد
العروسین یبعث منھا یوم القیامۃ

حالانکہ اس روایت
میں ایسی کسی چیز کا بیان نہیں جسے عقل و شرع محال
گردانے اور نہ ہی اس کی سند میں وضاع، کذاب
اور متہم ہے محض راوی کے مجہول ہونے سے اس حدیث
کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا حتی کہ فضائل میں
قابلِ استدلال ہی نہ رہے چہ جائیکہ وہ موضوع ہو۔
حافظ ابن الفرج ابن الجوزی نے حدیثِ قزعہ بن
سوید، عاصم بن مخلد سے انھوں نے ابو اشعث
صنعانی سے انھوں نے حضرت شداد بن اوس
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات میں بیان کی ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
آخری عشاء کے بعد شعر کا ایک بیت پڑھا اس کی
اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی، اور علت یہ بیان
کی کہ عاصم کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے۔ قزعہ کے
بارے میں امام احمد کا قول ہے کہ یہ مضطرب الحدیث
ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ کثیر الخطا اور فاحش
الوہم ہے، آخر میں فرمایا جب اس کی روایت
میں علتیں اس قدر کثیر ہوگئیں تو اس کی روایت
سے استدلال ساقط ہو گیا اھ اور خود حافظ
نے القول المسدد میں کہا یہاں پر کوئی ایسی
چیز نہیں جو اس حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ

---

[1] کتاب الموضوعات لابی الفرج حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۶۱
[2] " " " " " " " " " "
[3] القول المسدد الحدیث الثانی عالم بذکرہ حدیث شداد بن اوس الخ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ص ۳۶

سبعون الفا لاحساب علیھم و یبعث منھا خمسون الفا شھداء وفودا الی اللہ عزوجل وبھا صفوف الشھداء رءوسھم مقطعۃ فی ایدیھم تثج اوداجھم دما یقولون ربنا واٰتنا ما وعدتنا علٰی رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد فیقول صدق عبیدی اغسلوھم[1] بنھر البیضۃ فیخرجون منھا نقیا بیضا فیسرحون فی الجنۃ حیث شاءوا، بالوضع محتجا بان جمیع طرقہ تدور علی ابی عقال واسمہ ھلال بن زید بن یسار قال ابن حبان یروی عن انس اشیاء موضوعۃ ماحدث بھا انس قط لا یجوز الاحتجاج بہ بحال اھ[2] وقال الذھبی فی المیزان باطل[3] قال الحافظ نفسہ فیہ وھو فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط فی سبیل اللہ ولیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لا یتجہ و طریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی روایۃ احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[4] اھ فلیت شعری لم لا یقال مثل ھذا فی حدیث العمامۃ مع انہ ایضا فی فضائل

فیصلہ کرتی ہو الخ جب ابن جوزی نے موضوعات میں اس حدیث ابی عقال کو موضوعہ قرار دیا جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عسقلان ان خوش نصیب شہروں میں سے ایک ہے جن سے روزِ قیامت ستر ہزار ایسے افراد اٹھائے جائیں گے جن کا حساب نہیں ہوگا اور اس میں پچاس ہزار شہداء اٹھائے جائیں گے جو وفد کی صورت میں صف بستہ اپنے رب کے ہاں حاضر ہونگے حالانکہ ان کے سر کٹے ہوئے ہاتھوں میں اور ان کی اوداج (وہ رگ جسے بوقتِ ذبح کاٹا جاتا ہے) سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ اللہ کے حضور یہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما جس کا تُو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں روزِ قیامت ذلت سے محفوظ فرما بلاشبہ تُو وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا میرے بندوں نے سچ کہا ان کو سفید نہر میں غسل دو تو وہ اس نہر سے صاف شفاف اور چمکدار ہو کر نکلیں گے اور وُہ جنت میں حسبِ خواہش چلے جائیں گے اور کھائیں پئیں گے۔ اس روایت کے موضوع ہونے پر یہ دلیل دی کہ اس کی تمام اسناد کا مرکز ابوعقال ہے جس کا نام ہلال بن زید بن یسار ہے، ابن حبان نے کہا کہ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایسی روایات

---

[1] کتاب الموضوعات لابن جوزی باب فی فضل عسقلان مطبوعہ دار الفکر بیروت ٢/٥٣

[2] " " " " " " ٢/٥٤

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ٩٢٦٧ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ٤/٣١٤

[4] القول المسدد جواب الکلام علی الحدیث الثامن مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ٣٢

الاعمال والتحریض علی التأدب فی حضرۃ
اللہ ولیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل
بل ولا فیہ احد رمی بروایۃ الموضوعات
کابی عقال فکیف یتجہ الحکم علیہ بالبطلان
بل الوضع بمجرد کون بعض روایۃ ممن
لم یعرفھم الحافظ اولم یذکرھم فلان و
فلان علاان مھدی بن میمون عندی
وھم من بعض رواۃ ابن النجار لان عیسی
بن یونس عند ابی نعیم وسفیٰن بن زیاد
عند الدیلمی انما یرویانہ عن العباس عن
یزید عن میمون بن مھران کما تقدم و
میمون ھو ابو ایوب الجزری الرقی ثقۃ
فقیہ من رجال مسلم والاربعۃ کما
قالہ الحافظ فی التقریب لاجرم لم یمنع
کلام الحافظ ھذا خاتم الحفاظ السیوطی
عن ایرادہ فیما وعد بتنزیھہ عن الموضوع
اما قول تلمیذہ الحافظ السخاوی حدیث
صلٰوۃ بخاتم تعدل سبعین صلٰوۃ بغیر
خاتم ھو موضوع کما قال شیخنا وکذا ما رواہ
الدیلمی عن حدیث ابن عمر مرفوعا بلفظ
صلٰوۃ بعمامۃ الحدیث المذکور ومن
حدیث انس مرفوعا الصلٰوۃ فی العمامۃ
تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ[1] اھ فلم یذکر وجھہ

موضوعہ نقل کرتا ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے بالکل بیان نہیں کیں لہذا کسی صورت میں بھی
اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اھ اور امام ذہبی
نے میزان میں کہا یہ باطل ہے۔ اور خود حافظ ابن حجر
نے اس روایت کے بارے میں کہا یہ روایت فضائل
اعمال سے متعلق ہے اس میں اللہ کی راہ میں جہاد
کی ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے اس میں ایسی کوئی
بات نہیں جسے عقل وشرع محال قرار دیتی ہو لہذا محض
اس لئے اسے باطل قرار دینا کہ اس کا راوی ابو عقال
ہے قابلِ حجت نہیں۔ اور امام احمد احادیثِ احکام میں
تو نہیں لیکن احادیثِ فضائل میں تسامح سے کام لیتے
ہیں ان کا یہ طریقہ معروف ہے اھ میری سمجھ سے باہر ہے
کہ یہی قول عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ
یہ حدیث بھی فضائلِ اعمال سے متعلق ہے اور اس سے
بارگاہِ الٰہی کے ادب پر شوق دلایا گیا ہے اور اس میں
بھی کوئی ایسی بات نہیں جسے شرع وعقل محال قرار
دیتی ہو بلکہ اس میں کوئی راوی بھی ایسا نہیں جسے
ابو عقال کی طرح موضوعات کا راوی قرار دیا گیا ہو تو اس
روایت پر بطلان بلکہ موضوع ہونے کا حکم محض اس بنا پر کہ
بعض روایات کا ایسے راویوں سے ہونا جن کو حافظ ابن حجر
نہیں جانتے یا فلاں فلاں نے ان کو ذکر نہیں کیا،
کیسے درست ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں میرے
نزدیک ابن نجار کے بعض رواۃ میں سے

---

[1] المقاصد الحسنۃ تحت حرف الصاد المھملۃ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۲۶۳

وانما تبع شیخہ وقد علمت ما فیہ وکذا حدیث انس انما فیہ ابان متروک وترک الراوی لایقضی بوضع الحدیث کما بینتہ فی الهاد الکاف فی حکم الضعاف واللہ تعالٰی اعلم۔

مہدی بن میمون کے بارے میں وہم ہوا ہے، کیونکہ ابونعیم کے نزدیک عیسٰی بن یونس اور دیلمی کے نزدیک سفیان بن زیاد دونوں نے عباس سے انھوں نے یزید سے انھوں نے میمون بن مہران سے روایت کیا ہے جیسا کہ گزرچکا اور میمون سے مراد ابوایوب جزری الرقی ہے جو نہایت ثقہ اور فقیہ ہے اور مسلم اور چاروں سنن کے رواۃ میں سے ہے جیسا کہ حافظ نے یہ بات تقریب میں کہی ہے، بلاشبہ حافظ ابن حجر کی یہ گفتگو خاتم الحفاظ سیوطی کی اس روایت کو الجامع الصغیر (جس کے بارے میں انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس میں موضوع روایت ذکر نہیں کروں گا) میں نقل کرنے سے مانع نہیں رہا ان کے شاگردِ رشید حافظ سخاوی کا قول کہ حدیث "انگوٹھی کے ساتھ نماز ستر دوسری بغیر انگوٹھی والی نمازوں کے برابر ہے" یہ موضوع ہے جیسا کہ ہمارے استاذِ محترم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ حدیث جس کو دیلمی نے حضرت ابن عمر کی حدیث سے مرفوعاً صلوٰۃ بعمامہ حدیث مذکور کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور حضرت انس سے مرفوعاً حدیث کے الفاظ یہ ہیں "عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے" اھ تو انھوں نے اسکے موضوع ہونے کی وجہ بیان نہیں کی صرف اپنے شیخ کی اتباع میں ایسا کہہ دیا ہے حالانکہ آپ اس کے محلِ نظر ہونے پر آگاہ ہو چکے۔ اسی طرح حدیثِ انس میں صرف ابان راوی متروک ہے اور ایک راوی کا متروک ہونا حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتا، یہ تفصیلی گفتگو میں نے "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

جاہل اگر حدیث کو محض بہوائے نفس موضوع کہے واجب التعزیر ہے اور کتبِ معتمدۂ فقہیہ کو نہ ماننا جہالت و ضلالت اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس کے لئے سخت آفت کہ بحکم احادیثِ صحیح جو لعنت غیر مستحق پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ آتی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی اور مسلمانوں کے عمامے قصداً اتروا دینا اور اسے ثواب نہ جاننا قریب ہے کہ ضروریاتِ دین کے انکار اور سنتِ قطعیہ متواترہ کے استخفاف کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدیدِ نکاح کرے، حدیث مکہ جامع الرموز میں ہے وہ حدیث ستم مذکور کے قریب قریب ہے اور تعدیہ بقصد تجدید نہ ہو تو اسی کی نقل بالمعنی۔ یہ منیہ منیۃ المصلی نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاذ زاہدی کی منیۃ الفقہا جس کی تلخیص قنیہ ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴۳: از کاسگنج محلہ نا تھورام گلی چرامن مرسلہ محمد مصطفٰی ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

عامل نبیل فاضل جلیل وفقہ اللہ الجمیل بمتابعۃ سید الانبیاء صاحب الکوثر والسلسبیل، السلام علیکم ورحمۃ اللہ معروضِ خدمت ہے کہ قبل اس کے ایک عریضہ دربارۂ حصول فتوٰی مسئلۂ ذیل روانہ کیا تھا جواب سے

مشرف نہیں ہوا مغموم ہوں امید کرتا ہوں کہ امرِ حق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمایئے گا اور بندہ کے استقامت وحسنِ خاتمہ کی واسطے بدرگاہ خدا ہو جیے گا۔ **مسئلہ** پاک (جس کی طہارت میں قطعی یقین حاصل ہو جیسے نیا) جُوتا پہن کر کوئی سی نماز نوافل یا فرائض ادا کرنا جائز ہے یانہیں؟ فقہ وحدیث کی مطولات کا حوالہ دیں تو بہت خوب ہے۔

الجواب

جنابِ من! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس سے پہلے کاسنگنج سے یہ سوال بصورتِ دیگر مرسل عباد اللہ خاں کا آیا اور جواب دیا گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جُوتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، اور یہی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی سنّت ہے کہ دو جُوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارہ مسجد پر آتے اُسے اُتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگل کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز ہی نہ ہوگی کما حققناہ فی فتاونٰا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲: از رام نگر ضلع نینی تال مرسلہ عنایت اللہ خاں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

قبلہ وکعبہ دارین دام ظلکم! کلمہ طیبہ شریف جب وِرد کرکے پڑھا جائے تو اس میں ہر کلمہ پر جب نامِ نامی حضور اقدس صلعم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا آوے درود پڑھنا چاہیے یا ایک مرتبہ جبکہ وہ جلسہ ختم کرے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجئے سوال میں نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلعم لکھا ہے۔ یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ص، اور یہ سب بیہودہ ومکروہ وسخت ناپسند وموجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے اگر تحریر میں ہزار جگہ نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے، علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فرماتے ہیں،

ویکرہ الرمز بالصلوۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جگہ ص وغیرہ اور رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جگہ رض لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر

من التتارخانیة من کتب علیه السلام بالهمزة والمیم یکفر لانه تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلا شك ولعله ان صح النقل فهو مقید بقصد والا فالظاهر انه لیس بکفر وکون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونه مذهبا مختارا محله اذا کان اللزوم بیّنا نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایهام و الشبهة[1]

لکھا پڑھا جائے تاتارخانیہ میں بعض جگہ پر ہے جس نے درود وسلام ہمزہ (ء) اور میم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصداً ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر نہیں باقی لزومِ کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار تسلیم کیا جائے اور اس کا محل وہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایہام اور شبہہ سے احتراز کیا جائے۔ (ت)

اب جوابِ مسئلہ لیجئے" نام پاک حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت سخت وعیدوں میں گرفتار، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے، بہت علما قولِ اول کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھتا جائے اگر ایک بار بھی چھوڑا گنہگار ہوا۔ مجتبٰی و درمختار وغیرہما میں اس قول کو مختار و اصح کہا۔

فی الدر المختار اختلف فی وجوبها علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم والمختار تکرارا لوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح[2] اھ بتلخیص۔

درمختار میں ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے تو سامع اور ذاکر دونوں پر ہر بار درود وسلام عرض کرنا واجب ہے یا نہیں، اصح مذہب پر مختار قول یہی ہے کہ ہر بار درود وسلام واجب ہے اگرچہ مجلس ایک ہی ہو اھ خلاصۃً (ت)

دیگر علما نے بنظر آسانیِ اُمت قولِ دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کے لئے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثوابِ عظیم و فضلِ جسیم سے بیشک محروم رہا، کافی و قنیہ وغیرہما میں اسی قول کی تصحیح کی۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶

[2] درمختار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۸

فی ردالمحتار صححه الزاهدی فی المجتبٰی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلٰوۃ مرۃ فی کل مجلس کسجود التلاوۃ للحرج الا انه یندب تکرار الصلٰوۃ فی المجلس الواحد بخلاف السجود وفی القنیۃ قیل یکفی فی المجلس مرۃ کسجدۃ التلاوۃ وبه یفتی وقد جزم بهذا القول المحقق ابن الهمام فی زاد الفقیر[1] اھ ملتقطا۔

ردالمحتار میں ہے کہ اسے زاہدی نے المجتبٰی میں صحیح قرار دیا ہے لیکن کافی میں ہر مجلس میں ایک ہی دفعہ درود کے وجوب کو صحیح کہا ہے، جیسا کہ سجدۂ تلاوت کا حکم ہے تاکہ مشکل اور تنگی لازم نہ آئے۔ البتہ مجلس واحد میں تکرار درود مستحب ومندوب ہے بخلاف سجدۂ تلاوت کے۔ قنیہ میں ہے ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا کافی ہے جیسا کہ سجدۂ تلاوت کا حکم ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ابن ہمام نے زادالفقیر میں اسی قول پر جزم کیا ہے اھ ملتقطا (ت)

بہرحال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ ومعصیت عاقل کا کام نہیں کہ اُسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۴۴۵

۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے اُس کا وظیفہ اس کے منہ پر مارا جائے گا، ایسوں ہی کو حدیث میں فرمایا:

کم من قارئ یقرأ القراٰن والقراٰن یلعنه[2]

بہتیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] ردالمحتار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۸۱

[2] المدخل للعبدری الکلام علی جمع القرآن الخ ″ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۸۵

مسئلہ ۲۲۶ از ملک بنگالہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ در ملک بنگالہ یک گروہ نو پیدا شدہ کہ آں را جہادو می گویند وایشاں یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ در چند امور زائد اند یکے اینکہ می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستن درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ واصول وغیرہ ایں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می دہند وفحش ناسزا می گویند ومی گویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گاہے دعا نہ کردہ پس اگر ایشاں از قرآن شریف وصحاح ستہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواہد شد۔ والسلام۔

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ بنگالہ کے علاقے میں ایک نیا گروہ پیدا ہوا ہے جنھیں جہادو کہا جاتا ہے یہ غیر مقلدین کی ایک شاخ ہی ہے لیکن چند امور میں یہ ان سے آگے بڑھ گئے ایک یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دُعا کرنا درست نہیں بلکہ بدعت ہے، یہ علم فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے بُرا بھلا کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دعا نہیں کی اگر قرآن شریف اور صحاح ستہ کے حوالے سے اس مسئلہ کے استخراج پر دلائل فراہم فرمائیں تو بہت خوب ہوگا۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا لك اللھم یا عظیم صل علی نبیك الکریم واٰلہ وصحبہ اولی التکریم ومجتھدی دینہ القویم اٰمین الحمدللہ سلسلہ سخن دراز ست ودر فیض الٰہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہماناں نامہ گرد آوردن باید لاجرم ایک آیت وہفت حدیث بسند ومی نماید آیہ قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب[1]○ قول اصح در تفسیر آیہ کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ علیہ

اے اللہ! حمد تیری ہے، اے عظیم! اپنے کریم نبی پر رحمتیں نازل فرما ان کی صاحبِ شرف آل واصحاب اور دینِ قویم کے مجتہدین پر بھی، آمین۔ الحمدللہ اگر اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے بات بڑی طویل ہوگی بہرحال اس سلسلہ میں یہاں ایک آیت اور سات احادیث مع سند ذکر کی جائیں گی آیۃ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: پس جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے ہی

---

[1] القرآن ۹۴/ ۸

1

وسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعا ست یعنی چوں از نماز فارغ شوی در دعا جہد و مشقت نما و بسوئے پروردگار خود بزاری و تضرع گرا۔ فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلٰوۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی ربک فارغب تضرع[1] ہم در خطبۂ اوست ھذا فی تکملۃ الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترک التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ[2] اھ ملخصا علامہ زرقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید ھو الصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال[3]۔

رب کی طرف رغبت کرو۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راجح قول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعا ست یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگاہِ خداوندی میں آہ وزاری کے ساتھ رغبت کرو۔ جلالین میں ہے جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں کوشش کرو اور اپنے رب کی طرف آہ وزاری کرو۔ جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر ہے اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار و راجح پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے اقوال کا ذکر جو مختار نہ ہوں، ترک کرتے ہیں اھ تلخیصاً علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا یہی صحیح ہے کیونکہ اسی پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار و راجح قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔ (ت)

حدیث اول: مسلم، ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و احمد و دارمی و بزار و طبرانی و ابن السنی ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولائے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کنند قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا انصرف من صلاتہ استغفر ثلاثا وقال اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت

پہلی حدیث: مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی اور ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ خادمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین نماز سے رُخِ انور پھیرتے (سلام کہتے) تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ

---

[1] تفسیر جلالین زیر آیۃ المذکور سورہ الم نشرح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۵۰۰
[2] ؍؍ خطبۂ کتاب ؍؍ ؍؍ ؍؍ حصہ اول ص ۲
[3] شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی المقصد الثانی کنیتہ صلے اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۰

یاذاالجلال والاکرام[1] یعنی چوں حضور سید المرسلین
صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین از نماز برگشتے
وسلام وادے سہ بار از حق سبحانہ وتعالیٰ مغفرت
خواستے واین دعا گفتے خدایا توئی سلام (کہ ہیچ عیب
نقصے راگرد سراپردہ عز وجلال تو بار نیست) واز تست
سلام (کہ سلامت ما بندگاں از ہمہ آفات وبلیات ہمیں
بقدرت وارادت ولطف رحمت تست) برکت وعظمت
مرتراست اے صاحب بزرگی وبزرگی دہے یارب
مگر این حدیث در صحاح مشہور ومتداول نیست
یا از خدا طلب مغفرت وسوال سلامت دعا نباشد
آرے جہل بلائیست نہ سہل وچوں مرکب شود دوائے
ندارد والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔

دعا کرتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت
یاذا الجلال والاکرام [اے اللہ! تو سلام ہے (یعنی
تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں
پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی
تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری قدرت ،
ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت وعظمت
تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزرگی اور بزرگی
عطا فرمانے والے یارب۔ کیا یہ حدیث صحاح
میں مشہور ومتداول نہیں یا مغفرت کی طلب، سلامتی
کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ
اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہوجائے
تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں والعیاذ باللہ تبارک و
تعالیٰ۔ (ت)

حدیث دوم وسوم وچہارم: بخاری[1] ومسلم[2] و

ابوداؤد[3] ونسائی[4] وابوبکر ابن السنی[5] وابوالقاسم طبرانی
از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبزار وطبرانی از
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونیز بزار از جابر
بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کنند
وھذا حدیث المغیرۃ واللفظ للنسائی قال کتب
معویۃ الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشیئ
سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اذا قضی الصلاۃ قال لا الٰہ

حدیث دوسری تیسری اور چوتھی: بخاری ومسلم

ابوداؤد، نسائی، ابوبکر ابن السنی اور ابوالقاسم طبرانی
نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور
بزار وطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ
انصاری رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔ یہ
حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت
امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا مجھے اس بات سے
آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے سنی ہو، انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] جامع الترمذی — باب ما یقول اذا سلم — مطبوعہ امین کمپنی دہلی — ۱/۴۰
صحیح مسلم — باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ الخ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۱۸

الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علٰی کل شیئ قدیر اللھم لامانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد[1] یعنی امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ را نوشت کہ مرا آگہی دہ بچیزے کہ از رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شنیدہ باشی مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں نماز ختم نمودے چناں فرمودے ہیچکس سزائے پرستش نیست جز خدائے یکتائے بے ہمتا مر اوراست پادشاہی ومر اوراست ستائش و او برہر چہ خواہد توانا ست خدایا ہیچ بازدارندہ نیست چیزے راکہ تو دہی وہیچ دہندہ نیست چیزے را کہ تو بازداری وسود ندہد خداوند بخت و دولت را از قہر وعذاب تو آں بخت و دولتش۔ اللھم لامانع لما اعطیت اگر دعا نیست آخر چیست بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ست ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم اول تحسین و آخر تصحیح از جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما آوردند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ[2] بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ وبہترین دعا الحمد للہ گفتن ست۔

حدیث پنجم در سنن نسائی از عطاء ابن ابی مروان از پدرش مروی ست ان کعبا حلف لہ باللہ الذی فلق البحر لموسٰی انا لنجد فی التوراۃ ان

علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علٰی کل شیئ قدیر اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اس کا کوئی شریك نہیں ملك و بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شیئ پر قادر ہے اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روك نہیں سکتا، جسے تو روك لے اسے کوئی دے نہیں سکتا کسی کا بخت و دولت تیرے قہر و غضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا) اللھم لامانع لما اعطیت الخ یہ کلمات دعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ہے۔ ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخری بطور تصحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمد للہ کہنا ہے۔ (ت)

پانچویں حدیث سنن نسائی میں عطاء بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابو مروان کے سامنے قسم اٹھائی

---

[1] سنن النسائی نوع آخر من القول عند انقضاء الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۵۷

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ " امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳

داؤد نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلاتہ قال اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیہا معاشی اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ یعنی بعفوك من نقمتك واعوذ بك منك لامانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولاینفع ذاالجد منك الجد قال وحدثنی کعب ان صہیبا حدثہ ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقولھن عند انصرافہ من صلٰوتہ[1] یعنی کعب احبار پیش ابی مروان بحلف گفت کہ سوگند بخدائیکہ دریا را بہر موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام شگافت ہر آئینہ ما بتوریت مقدس می یابیم کہ داؤد نبی اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام چوں از نماز برگشتے ایں دعا کردے الٰہی بیارا بہر من دین مرا کہ او راہ پناہ من کردہ و بیارا بہر من دنیائے مرا کہ در و سامان زندگی من نہادہ خدایا پناہ می برم بخوشنودی تو از خشم تو و پناہ مے برم (وایں جا کلمہ گفت کہ معنیش چنیں باشد) بہ درگزشتن تو از سخت گرفتن تو و پناہ می برم بتو از تو ہیچ باز دارندہ نیست دادہ ترا و نہ دہندہ باز داشتہ ترا و سود نکند بختور را از تو بخت او ابو مروان گوید کعب بمن حدیث گفت کہ صہیب رضی اللہ عنہ او را تحدیث کرد و خبر داد کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز ایں دعا دم برگشتن از نماز مے کرد۔

اس اللہ کی قسم جس نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے تورات مقدس میں یہ تحریر پائی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلٰوۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے: اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیہا معاشی اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ یعنی بعفوك من نقمتك واعوذ بك منك لامانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولاینفع ذاالجد منك الجد (اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تُو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تُو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ جو کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور کسی بختاور کو اس کا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا اور پھر حضرت ابومروان نے کہا کہ کعب نے مجھے حدیث بیان کی کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ت)

---

[1] سنن النسائی نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ ۱/۱۵۸

حدیث ششم در صحیح مسلم از براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت است گفت کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجہہ قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابك یوم تبعث او تجمع عبادك[1] بودیم کہ چوں پس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز می گزاردیم دوست می داشتیم کہ از دست راست او باشیم تا پس از سلام دادن روئے مبارک بسوئے ماکند پس شنیدم او را کہ مے گفت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اے پروردگار من نگاہدار مرا از عذاب خودت روزیکہ برانگیزی یا فرمود گرد آری بندگان خود را۔

چھٹی حدیث صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد چہرۂ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سُنا رب قنی عذابك یوم تبعث او تجمع عبادك (اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تُو اپنے تمام بندوں کو اٹھائیگا یا جمع کرے گا)۔ (ت)

حدیث ہفتم بزار در مسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ و خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی وفرغ من صلٰوتہ مسح بیمینہ علی راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عن الھم والحزن[2] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں از نماز فارغ شدے دست راست بر سر مبارک خودش سودے و ایں دعا نمودے

ساتویں حدیث بزار نے مسند، طبرانی نے معجم اوسط، ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز ادا کرکے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن (اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے اے اللہ! مجھ سے غم وحزن دُور فرمادے)

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الانصراف من الصلٰوۃ عن الیمین والشمال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷

[2] تاریخ بغداد للخطیب باب الکاف عن اسمہ کثیر حدیث ۶۹۵۳ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱۲/ ۴۸۰

بنام خدا انیکہ جز او ہیچکس سزائے پرستیدن نیست بخشائندہ مہربان خدایا پریشانی وغم از من دُور کن طرفہ تر آنکہ ایں ہوشمنداں را از قول امام وقت ومجتہد العصر و صاحب الزمان خود شاں خبرے نیست تا بدرک احادیث وادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نہ ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا بعد از نماز فتوائے نوشت امام ایناں میاں نذیر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آوردہ ائمہ دین خدا را بجوے نشمرند و فقہ وفقہا را دشنام دہند تصدیق وتائید او کرد حدیثے مجیب لکھنوی آوردہ بود حدیثے دگر ایں کس افزود فتوٰی اینست ۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ دیار ست ، ہر چند فقہا مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد در یں خصوص ہم حدیثے وارد ست یا نہ بینوا توجروا ۔ ھوا لمصوب دریں خصوص نیز حدیثے وارد ست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ مے نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلٰوۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل علیھم السلام اسئلک ان تستجیب

اور طرفہ تر یہ کہ ان عقلمندوں کو اپنے امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہو سکیں مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوت دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر فتوٰی جاری کیا ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر یہ ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دین الٰہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا ، فقہ اور فقہا کو گالیاں دیتا ہے ،) انھوں نے فتوٰی میں مجیب لکھنوی کی حدیث لاکر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے ، وہ فتوٰی یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول چلا آرہا ہے ، اگرچہ فقہا نے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے ؟ جواب عنایت کرو اجر پاؤ گے ، وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے ۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے ، حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے مجھے احمد بن حسن نے انھیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی نے انھیں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی نے خصیف سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود ! اے ابراہیم اسحٰق ،

دعوتی فانی مضطر، وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی، وتنالنی برحمتك فانی مذنب، وتنفی عن الفقر فانی متمسکن، الاکان حقا علی الله عزوجل ان لایردیدیه خائبتین[1] والله تعالٰی اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

حاصل ایں حدیث کہ حدیث ہشتم باشد آنست کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امت را دعائے می آموزد کہ ہر کہ بعد ہر نماز ہر دو دست خود برداشتہ ایں دُعا کند بر حضرت جل وعلا حق باشد دستہائے او را نو مید باز نگرداند باز تصدیق امام الطائفہ خود بینید می سراید الجواب صحیح و یؤیدہ ما رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث[2] فثبت بعد الصلوٰۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما لایخفی عن العلماء الاذکیا سید محمد نذیر حسین

لیکن ایں حدیث نہم کہ ابوبکر بن ابی شیبہ در

اور یعقوب کے معبود! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دُعا قبول فرما کہ پریشان ہوں میری دین میں حفاظت فرما میں ابتلاء میں ہوں مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنہ گار ہوں مجھ سے میرے فقر کو دُور فرما میں مسکین ہوں۔ تو اللہ تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم لیا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹائیگا واللہ تعالٰی اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی اس حدیث (جو کہ آٹھویں حدیث ہے) کا حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو علماً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا "جو شخص اس طرح ہاتھ اٹھا کر بعدِ نماز دُعا کرے گا اللہ تعالٰی جل وعلا نے اپنے ذمۂ کرم میں لیا ہے کہ اُسے نا اُمید نہیں لوٹائے گا"۔ پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہوجاتی، وہ کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے

جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے اور انہوں نے اپنے والدِ گرامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام

---

[1] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول فی دبر الصلوٰۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۳۸

[2] مصنف ابن ابی شیبہ من کان یستحب اذا سلم ان یقوم او ینحرف الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۲

نوٹ: اس حوالے کے لئے بڑی کوشش کی ہے لیکن جو حوالہ ملا ہے اس کے الفاظ اتنے ہیں صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف۔ یہاں پر "ورفع یدیہ ودعا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

مصنف از اسود عامری از پدر او رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردہ است کہ من باحضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ فجر گزاردم چوں سلام داد برگشت وہر دو دست پاک برداشتہ دعا فرمود امام ایشاں گوید کہ پس خود از سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد نماز فریضہ دست بہر دعا برداشتن ثبوت پیوست چنانکہ بر علمائے اذکیا پوشیدہ نیست، من میگویم مگر مجتہدین اغبیا شمارا درماں چیست الحمد للہ کفی اللہ اھل السنۃ القتال ہفت حدیث را وعدہ کردم وبجا آوردیم کہ ہفت از افضل اعداد بود حالا بتقریب ذکر ایں فتوٰی دو حدیث دیگر مذکور شد می خواہم کہ حدیث دگر خوانیم وعدد بہ ثلث عشر کاملۃ رسانیم وباللہ التوفیق۔

کہا، رُخِ انور پھیرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی (الحدیث) اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دُعا میں ہاتھ اٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماءِ اذکیاء پر مخفی نہیں **سید محمد نذیر حسین** میں کہتا ہوں مگر تمہارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہوسکتا ہے! تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو اہل السنت کو لڑائی کے لئے کافی ہے۔ میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کردیا، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتوٰی کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آگیا، اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث ذکر کردوں تاکہ اس کے ساتھ ثلث عشرۃ کاملۃ کا عدد مکمل ہوجائے وباللہ التوفیق۔ (ت)

حدیث دہم امام احمد در مسند ونسائی در مجتبٰی وابن حبان در صحیح از حارث بن مسلم وابوداؤد در سنن از پدرش مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ وھو الصواب کما افاد الحافظ المنذری فی الترغیب روایت کنند سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرا ورا فرمود اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تتکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار سبع مرات فانک ان مت من یومک ذلک کتب اللہ لک جوارا من النار واذا صلیت المغرب فقل قبل ان تکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار

دسویں حدیث امام احمد نے مسند، نسائی نے مجتبٰی، ابن حبان نے صحیح میں حارث بن مسلم سے، ابوداؤد نے سنن میں اس کے والد مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جب تم فجر کی نماز ادا کرلو تو لوگوں سے ہمکلام ہونے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما) اب اگر تو اس دن فوت ہوگیا تو اللہ تعالٰی تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی

سبع مرات فانك ان مت من لیلتك كتب الله لك جوارا من النار[1] چوں نماز بامداد ادا کنی پیش از آنکہ با کسے سخن گوئی ہفت بار ایں دعا کن خدا یا مرا از دوزخ پناہ دہ کہ اگر آں روز میری حق جل وعلا برائے تو پناہ از دوزخ نویسد وچوں نماز شام گزاری ہمچناں کن اگر آں شب میری ہمچناں شود اللھم اجرنا من النار برحمتك یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالٰی علٰی نبیه المختار واٰله الاطہار وبارك وسلم۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے) اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالٰی تجھے جہنم سے آزادی عطا کرے گا۔" اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالٰی علٰی نبیه المختار واٰله الاطہار وبارك وسلم۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۷: از ندی پاربتی علاقہ ریاست گوالیار گوتا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت مولٰنا و مرشدنا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب دام اقبالہ السلام علیک

واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں۔ وظیفہ یا درود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے لہذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

الجواب

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز پڑھا جائے جبکہ اُس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عندالتحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی[2] (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ذکر خفی بہتر ہے۔ ت) واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۸: از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اِدھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام اول تسبیحات پڑھ کر دعا مانگتے ہیں اور وہاں بعد سلام فوراً دعا، ان میں کون سا طریقہ سنّت ہے اور کیا ثبوت ہے؟

الجواب

نماز کے بعد دُعا ثابت ہے اور تسبیح حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے

---

[1] سنن ابو داؤد باب ما یقول اذا اصبح مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳۶
الترغیب والترہیب فی اذکار الخ ″ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۴

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند سعد بن ابی وقاص ″ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۷۲-۱۸۰-۱۸۷

صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں ان کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑگئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دُعا مانگتے ہیں اور اگر وُہ دعا میں دیر کرے منتظر رہتے ہیں ان کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ اُن میں کسی ایک فرد پر بھی ثقیل نہ ہوگی تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی بہتر ہے کہ خفیف دعا مانگ کر فارغ کر دے پھر جس کے جی میں آئے تسبیحات میں شامل رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۹ ازراموچکما کوں ضلع چاٹگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمان ۱۰ جمادی الآخری ۱۳۲۶ھ

درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں برتقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریاء ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف، یُونہی درود شریف جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قراءت حدیث و ذکر نامِ اقدس میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علماء مسلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسی آواز سے کہتے ہیں جتنی آواز سے قراءت حدیث و کلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵۰ ازبریلی محلہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

جس فرض کے بعد سنّت ہے اس فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا بلغیر مناجات کے سنّت ادا کرے یا مختصر مناجات کے بعد سنّت شروع کرے؟ دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہئے مع نشان باب و نام کتاب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فصل طویل مکروہ تنزیہی و خلافِ اولٰی ہے اور فصل قلیل میں اصلاً حرج نہیں، دُرمختار فصل صفۃ الصلٰوۃ میں ہے:

یکرہ تاخیرالسنۃ الابقدر اللھم انت السلام الخ وقال الحلوانی لاباس بالفصل	سُنّتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ہے مگر اللھم انت السلام الخ کی مقدار۔ حلوانی نے کہا اوراد اور

بالاوراد واختاره الکمال قال الحلبی ان اريد بالکراهة التنزيهية ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حمله علی القليلة[1]۔

دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں۔ کمال نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہو تو اختلاف ہی ختم ہوجاتا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ حلوانی نے اسے اورادِ قلیلہ پر محمول کیا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

قول الحلوانی لاباس الخ والمشهور فی هذه العبارة کون خلافه اولٰی فکان معناها ان الاولی ان لايقرأ ای الاوراد قبل السنة ولوفعل لاباس[2] اھ مختصرا نقله الشامی ثم قال وتبعه علی ذلك تلميذه فی الحلية وقال فتحمل الکراهة فی قول البقالی علی التنزيهية لعدم دليل التحريمية حتی لوصلاها بعد الاوراد تقع سنة مؤداة لکن لافی وقتها المسنون[3]۔

حلوانی کا قول لاباس الخ (دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں) اس عبارت میں مشہور ہے کہ اس کا خلاف اولٰی ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ سنّت سے پہلے (اوراد کا) نہ پڑھنا اولٰی ہے، اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس میں حرج نہیں اھ اختصاراً۔ شامی نے اس کو نقل کرکے اس کے بعد فرمایا حلیہ میں ان کے شاگرد نے ان کی اتباع کی اور کہا مکروہ تحریمی پر دلیل نہ ہونے کی وجہ بقالی کے قول میں کراہت کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائیگا حتی کہ اگر کسی شخص نے اوراد کے بعد سُنتیں ادا کیں تو وہ ادا ہی ہوں گی البتہ وقتِ مسنون میں ادا نہیں ہوئیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مسلم والترمذی عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها کان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم لايقعد الا بمقدار ما يقول اللهم انت السلام الخ قال وقول عائشة بمقدار لايفيد انه کان يقول

مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (نماز فرض کے بعد) اللھم انت السلام الخ کی مقدار ہی بیٹھتے تھے۔ شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قول بمقدار سے

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۹

[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۴

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۲

ذلك بعينه بل كان يقعد بقدر ما يسعه ونحوه من القول تقريبا فلا ينافي في الصحيحين من انه صلی الله تعالٰی علیہ وسلم کان یقول دبر کل مکتوبة لا الٰه الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد وتمامه فی شرح المنیة وکذا فی الفتح من الوتر والنوافل اھ مختصرا۔

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اس وقت میں بعینہٖ یہی کلمات پڑھتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ آپ اتنا وقت بیٹھتے جس میں تقریباً یہی دُعا یا اسی طرح کی کوئی دوسری دعا پڑھی جا سکتی تھی۔ لہٰذا ان کا یہ قول بخاری و مسلم کی اس روایت کے منافی نہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا پڑھتے: لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ملک اس کا، حمد اس کی، اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ! تیری عطا میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، جو تُو نہ دے وہ کوئی اور دے نہیں سکتا اور کسی کو اس کا بخت و دولت تیرے قہر و عذاب سے بچا نہیں سکتا)۔ اس کی تفصیل شرح المنیہ اور اسی طرح فتح القدیر کے باب الوتر والنوافل میں ہے اھ اختصاراً۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

وکذا ما روی مسلم وغیرہ عن عبد الله بن الزبیر رضی الله تعالٰی عنھما کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم اذا سلم من صلٰوته قال بصوته الاعلی لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وھو علی کل شیئ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا بالله ولا نعبد الا ایاہ له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله

اسی طرح وہ حدیث (یعنی حضرت عائشہ کا قول اس حدیث کے بھی منافی نہیں) ہے جس کو مسلم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، سلطنت اسی کی، حمد اسی کے لئے، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، برائی سے پھیرنا نیکی کی

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۱

مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من نحو ھذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینہا[1]

طاقت وتنایہ اللہ کی طاقت و قدرت میں ہے، ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے نعمت و فضل اسی کے لئے، ثنارِ جمیل اسی کی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، خالص کرنے والے ہیں اس کے لئے دین کو اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں کیونکہ مقدارِ مذکور تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے، اس مقدار میں ان اذکار میں سے ہر ایک پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے درمیان زیادہ تفاوت نہیں ہے الخ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے:

باید دانست آنست کہ تقدیم روایت منافی نیست بعدیت را کہ در باب بعض ادعیہ واذکار در احادیث واقع شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر ومغرب دہ بار لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیئ قدیر[2] (مختصراً)

یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ تقدیم روایت بعدیت روایت کے منافی نہیں کیونکہ بعض دعاؤں اور اذکار کے بارے میں احادیث موجود ہیں ایک روایت میں ہے کہ نماز فجر اور مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں سلطنت اسی کی ہے، حمد اسی کی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے (مختصراً)۔ (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمۂ توحید پڑھنا فصلِ قلیل ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۵۱: از شہر کہنہ محلہ روہیلہ ٹولہ مسئولہ مولوی رحیم اللہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید بعد ہر نماز جماعت فریضہ قبل از مانگنے دُعا روز ایک مرتبہ کلمۂ توحید روز بعد مانگنے دعا کلمۂ طیبہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ کلمۂ شہادت بآوازِ بلند بہ نیت مع حاضرین جماعت پڑھا کرتا ہے یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے مگر حاضرین کو ان کی خوشی پر رکھا جائے مجبور نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۲

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الذکر بعد الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۸

باب القرأة

(قرأت کا بیان)

مسئلہ ۴۵۲ ازبریلی مسئولہ سید احمد علی ساکن نوادہ شیخان ۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تلاوتِ کلامِ مجید مُصلّی یا غیر مُصلّی پر باترتیب پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنّت یا مستحب؟ اور امام نماز میں بے ترتیب سورہ پڑھے تو اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب

نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود ہو دونوں میں لحاظ ترتیب واجب ہے اگر عکس کرے گا گنہگار ہوگا۔ سیّدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزّوجل اس کا دل اُلٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے کہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وہ پڑھ لی اور یہ اس سے اُوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے۔ یٰسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخشا ہُوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستّر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورہ واقعہ شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورہ تبارک الذی شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے مگر اس غرض کے لئے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جُدا عمل ہے اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔

امام نے سُورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں، قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا، نماز میں کچھ خلل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورت کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مذہب حنفیہ دربارۂ قرأت مقتدی عدم اباحت وکراہت تحریمیہ ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف

کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد رحمہ اللہ تعالٰی کما قالہ فی الدرالمختار۔

جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد (ابن ہمام) رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ جیسا کہ دُرِمختار میں بیان کیا گیا ہے۔ (ت)

خود تصانیف امام محمد میں جا بجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث واخبار وارد، اور فرمایا ایک جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین قرأت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

مؤطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت قالہ الشیخ المحقق مولٰنا عبدالحق المحدث الدھلوی قدس اللہ تعالٰی سرہ العزیز فی اللمعات (یہ بات شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ تعالٰی سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں کہی ہے۔ ت) بااینہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مرجوحہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت اُن کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل ووہم عاطل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ وتابعین کا ہے حتی کہ صاحب ہدایہ امام علامہ برہان الملۃ والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی نے دعوٰی اجماع صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ احادیث وآثار کہ اس باب میں وارد بیحد وشمار، یہاں بخوف طوالت بیان بعض پر اقتصار:

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[۱]۔ یعنی جب تم نماز

---

[۱] الصحیح لمسلم باب التشہد فی الصلٰوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۴

نوٹ: مسلم میں حدیث کے آخری الفاظ "واذا قرأ فانصتوا" اسی جگہ پر قتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

16

پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم چُپ رہو۔

حدیث ۲: ابوداؤد ونسائی اپنی اپنی سُنن میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[1] ھذا لفظ النسائی۔ یعنی امام تو اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب قرأت کرے تم خاموش رہو۔ یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالٰی اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

حدیث ۳: ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القراٰن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام[2] یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ ھکذا رواہ مالک فی مؤطاہ موقوفا (اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں موقوفاً روایت کیا ہے۔ ت) اور امام ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے معانی الآثار میں اسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرار دیا، واللہ تعالٰی اعلم۔ حافظ ابوعیسٰی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ باحسان روایت فرماتے ہیں:

حدیث ۴: حدثنا ابوالحسن موسٰی بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ[3] یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں ورواہ محمد ھکذا

---

[1] سنن النسائی تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن الخ حدیث ۹۲۳ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۱۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جھر بالقرأۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۲

[3] مسند الامام الاعظم کفایۃ قرأۃ الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

مرفوعا من طریق اخر (اس کو امام محمد نے مرفوعاً دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ت) حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لئے کفایت کرتا ہے ھکذا روی عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی مختصرا ورواہ الامام تارۃ اخری مستوعبا (حدیث ۵) قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالناس فقرأ رجل خلفہ فلما قضی الصلوۃ قال ایکم قرأ خلفی ثلث مرات فقال رجل انا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ[1] خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی سیّد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا، لوگ بسبب خوف حضور کے خاموش ہو رہے، یہاں تک کہ تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا، آخر ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

حدیث ۶: ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضا عن حماد عن ابراھیم ان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یقرأ خلف الامام لا فی الرکعتین الاولیین ولا فی غیرھما[2] یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امام کے پیچھے قرأت نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں۔

فقیر کہتا ہے عبداللہ بن مسعود اور کون عبداللہ بن مسعود جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضر و سفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رہتے اور بارگاہِ نبوت میں بے اذن لئے جانا ان کے لئے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہ پائی، خود حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] مسند الامام الاعظم کفایۃ قرأۃ الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

[2] المؤطا للامام محمد باب القرأۃ فی الصلوۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

نوٹ: مجھے عبداللہ بن مسعود کی حدیث مسند امام اعظم سے نہیں ملی اس لئے مؤطا امام محمد سے نقل کی ہے جو کہ متن میں آرہی ہے الفاظ یہ ہیں: ان عبداللہ بن مسعود کان لایقرأ خلف الامام فیما یجھر فیہ وفیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا۔ نذیر احمد سعیدی

رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد و کرھت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد[1]۔

میں نے اپنی اُمت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند کیا جو اُس کے لئے عبداللہ بن مسعود ناپسند کرے۔

گویا ان کی رائے حضور والا کی رائے اقدس ہے۔ اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا۔

حدیث ۷ : محمد فی موطاہ من طریق سفیانین عن منصور بن المعتمر وقال الثوری نا منصور وھذا لفظ ابن عیینۃ عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القرأۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوٰۃ لشغلا سیکفیک ذلک الامام[2] خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوا، فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کردے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں، اور جب امام کی قرأت بعینہٖ اُس کی قرأت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ ائمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں۔

حدیث ۸ : اما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمد نا محمد ابن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر وفیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا[3] حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں جہریہ ہو یا سریہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے۔

اثر ۱ : ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال لم یقرأ علقمۃ خلف الامام حرفا لا فیما یجھر فیہ القرأۃ ولا فیما لا یجھر فیہ ولا قرأ فی الاخریین بام الکتاب ولا غیرھا خلف الامام

---

[1] مجمع الزوائد باب ماجاء فی عبداللہ بن مسعود مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۹/ ۲۹۰

[2] مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام " آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

[3] " " " " " " " " " "

ولا اصحاب عبد اللہ جمیعا[1] یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین و اعاظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے جہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبد اللہ بن مسعود سے قرأت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اثر ۲ : محمد فی الموطا اخبرنا بکیر بن عامر ثنا ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام[2] یعنی حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

اثر ۳ : محمد ایضا اخبرنا اسرائیل من یونس ثنا منصور عن ابراھیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتھم[3] یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ رؤسائے تابعین و ائمۂ دین متین سے ہیں تحدیث و فقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔

حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی۔

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں۔

حدیث ۹ : امام مالک اپنی مؤطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

وھذا اسیاق مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اذا سئل ھل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال وکان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یقرأ خلف الامام[4]۔ یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے۔

نافع کہتے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے۔ فقیر کہتا ہے

---

[1] کتاب الآثار امام محمد باب القرأۃ خلف الامام وتلقینہ " ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۶
[2] مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰
[3] " " " " " " " " " " " " "
[4] مؤطا امام مالک ترک القرأۃ خلف الامام " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۸

کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتی کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا۔

حدیث ۱۰: محمد اخبرنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال من صلی خلف الامام کفتہ قرأتہ[1] یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں، بلکہ بعض علمائے حدیث نے روایات نافع عن عبید اللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی۔

حدیث ۱۱: محمد اخبرنا عبد الرحمٰن بن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ سئل عن القرأۃ خلف الامام قال تکفیک قرأۃ الامام[2]۔ یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے دربارۂ قرأت استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔

حدیث ۱۲: امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابن وھب فساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سمعہ یقول لا یقرأ المؤتم خلف الامام فی شیئ من الصلٰوۃ[3] یعنی سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے یعنی نماز جہریہ ہو یا سریہ۔

حدیث ۱۳: محمد اخبرنا داؤد بن قیس ثنا عمر بن محمد بن زید عن موسٰی بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جدہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلٰوۃ لہ[4] یعنی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعاً روایت کیا۔

حدیث ۱۴: الحافظ بن علی بن عمر الدارقطنی عن ابی حاتم بن حبان ثنی ابراھیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان المروزی عن عبد الرحمٰن المخزومی

---

[1] موطا الامام محمد   باب القرأۃ فی الصلٰوۃ خلف الامام   مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور   ص ۹۷

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃   ص ۹۸

[3] شرح معانی الآثار   باب القرأۃ خلف الامام   مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ۱/ ۱۵۱

[4] موطا الامام محمد   باب القرأۃ فی الصلٰوۃ خلف الامام   〃 آفتاب عالم پریس لاہور   ص ۱۰۲

عن سفیٰن بن عیینۃ عن ابن طاؤس عن ابیہ عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من قرأ خلف الامام فلا صلٰوۃ لہ[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

حدیث ۱۵: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ[2] یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ افاضل صحابہ وعشرۂ مبشرہ و مقربانِ بارگاہ سے ہیں منقول ہے اُنھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔

حدیث ۱۶: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا[3] یعنی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اُس کے منہ میں پتھر ہو۔

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بر شرط صحیح مسلم ہیں۔ الحاصل ان احادیثِ صحیحہ ومعتبرہ سے مذہب حنفیہ بحمد اللہ ثابت ہوگیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ اُن میں عمدہ ترین دلائل جسے اُن کا مدار مذہب کہا چاہیے حدیث صحیحین ہے یعنی لاصلٰوۃ الا بفاتحۃ الکتاب[4] کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے۔ جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمھارے مفید نہ ہمارے مضر، ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع وسجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس کے لئے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہٖ اس کا پڑھنا ہے کما مر سابقاً (جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔ ت) پس خلافِ ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہوجائے گی۔

دُوسری دلیل حدیث مسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القرأن فہی خداج

---

[1] نصب الرایۃ بحوالۂ علل متناہیۃ من طریق دارقطنی کتاب الصلٰوۃ مکتبۃ اسلامیہ ریاض ۲/۱۹
کنز العمال الباب الخامس قرأۃ الماموم مطبوعہ مکتبۃ التراث اسلامی بیروت ۸/۲۸۶

[2] مؤطا للامام محمد باب القرأۃ فی الصلٰوۃ خلف الامام ″ آفتاب پریس لاہور ص ۱۰۱

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۱۰۲

[4] اتحاف السادۃ المتقین القرأۃ ″ دار الفکر بیروت ۳/۴۸ - ۴۷

ف: بخاری جلد ۱ ص ۱۰۴ اور مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ پر لاصلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے الفاظ ہیں۔

ھی خداج ھی خداج[1] حاصل یہ کہ جس نے کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے۔

اس کا جواب بھی بعینہٖ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلّم اور قرأت امام قرأت ماموم سے مغنی۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں ہمیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے اُمّ الکتاب رہتی ہو وھو ممنوع (اور یہ ممنوع ہے۔ ت) اور آخر حدیث میں قول حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اقرأبھا فی نفسك یا فارسی[2] (اپنے دل میں پڑھ اے فارسی۔ ت) کہ شافعیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر بتوفیق الٰہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

تیسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ لا تفعلوا الا بام القراٰن[3] امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے۔

اوّلاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی و نسائی و مؤطائے امام مالک و مؤطائے امام محمد وغیرہا صحاح و معتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کرسکتی ہے، امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اس کی تضعیف کی، یحیٰی بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا جس حدیث کو یحیٰی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے۔

ثانیاً خود شافعیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے:

ایک یہ کہ اس میں ماورائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضم سورت بھی جائز صرح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم (امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی با آواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع صرح بہ الشیخ فی اللمعات ویفیدہ الکلام النووی فی الشرح (شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس بات کی تصریح کی ہے اور امام نووی کا کلام

---

[1] الصحیح لمسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹-۷۰
[2] " " " " " " " ۱/۱۶۹
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت " دارالفکر بیروت ۵/۳۲۲
سنن الدار قطنی باب وجوب قرأۃ ام الکتاب الخ " نشر السنۃ ملتان ۱/۳۱۸

شرح میں بھی اس کا فائدہ دیتا ہے۔ت) پس جو حدیث خود اُن کے نزدیک متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں۔

بالجملہ ہمارا مذہب مہذب بحمد اللہ حجج کافیہ و دلائل وافیہ سے ثابت، اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذ اللہ باطل یا مضمحل کرسکے مگر اس زمانۂ پُرفتن کے بعض جہال بے لگام جنھوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لئے تقلید ائمہ کرام میں خدشات و اوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز و سامان پر ائمۂ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد وفقاہت ہے عقلائے منصفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیانِ خام کار نے کہہ دیا اُنھوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجبِ ذلت و باعثِ فضیحت ہوں، اللہ سبحٰنہٗ و تعالٰی وساوس شیطان سے امان بخشے آمین ھذا والعلم عند واھب العلوم العالم بکل سر مکتوم (اسے قبول فرما اور حقیقی علم اس ذات کے پاس ہے جو تمام علوم عطا فرمانے والا ہے اور تمام مخفی رازوں سے واقف ہے۔ت)

مسئلہ ۲۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حافظ نماز میں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقاف لازمہ پر وقف کرتا ہے اور ماضی جمع متکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مؤنث غائب کا شُبہہ ہوتا ہے اور اکثر جگہ حروف و کلمات بھی فروگذاشت ہوجاتے ہیں تو اس کے سُننے میں کچھ ثواب کی امید ہے یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترک جماعت کے لئے مقبول ہوگا یا نہیں یا دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا فتوٰی تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔

فی الدرالمختار زلۃ القاری لو فی اعراب لاتفسد وان غیر المعنی بہ یفتی۔ بزازیہ[1]

دُرمختار میں ہے کہ قرأت کرنے والے کی غلطی اگر اعراب میں ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ اس سے معنی بدل جائے اسی پر فتوٰی ہے، بزازیہ (ت)

---

[1] دُرمختار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۰

ردالمحتار میں ہے :

لاتفسد فی الکل و بہ یفتی بزازیہ وخلاصہ۔[1]

ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے بزازیہ وخلاصہ (ت)

اگرچہ علمائے متقدمین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم در صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقوٰی، اور اسی پر عمل احوط واحرٰی۔

فی شرح منیۃ الکبیر ھوالذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ الفروع فاعمل بما تختار والاحتیاط اولٰی سیما فی امر الصلوۃ التی ھی اول ما یحاسب العبد علیہا۔[2] (ملخصا)

شرح منیہ کبیر میں ہے کہ اسی کو محققین نے صحیح قرار دیا اور اسی فروع کو ذکر کیا پس تو اپنے مختار پر عمل کر اور احتیاط بہرصورت ہر مقام پر بہتر ہے خصوصاً نماز میں، کیونکہ یہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں بندے سے سب سے پہلے پوچھ ہوگی۔ (ملخصا۔ ت)

اور وقف ووصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اگر وقف لازم پر نہ ٹھہرا بُرا کیا مگر نماز نہ گئی۔

فی العنگیریۃ ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لولم یقف عند قولہ اصحٰب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لاتفسد لکنہ قبیح ھکذا فی الخلاصۃ۔[3]

فتاوٰی عالمگیری میں ہے اگر قاری نے وہاں وصل کیا جہاں وصل کا مقام نہ تھا جیسا کہ قاری نے وقف نہ کیا اللہ تعالٰی کے ارشاد اصحٰب النار پر بلکہ الذین یحملون العرش کے ساتھ ملادیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ یہ عمل بُرا ہے۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

صرح غیر واحد منہم صاحب الذخیرۃ علی ان الفتوی علی عدم الفساد بکل حال لان فی مراعاۃ الوقف والوصل والابتداء

متعدد علماء جن میں صاحب ذخیرہ بھی ہے نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہرحال میں عدم فساد پر فتوٰی ہے کیونکہ وقف، وصل اور ابتداء کی

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۷

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فوائد من زلۃ القاری ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

ایقاع الناس فی الحرج خصوصاً فی حق العوام والحرج مدفوع شرعاً[1]۔

رعایت لازم کرنے سے لوگوں پر خصوصاً عوام پر تنگی لازم آئے گی اور شرعاً تنگی مرفوع ہے۔ (ت)

یوں ہی ضمیرنا میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں۔

لما صرح بہ القنیۃ ان من العرب یکتفی عن الالف بالفتحۃ والیاء بالکسرۃ والواو بالضمۃ تقول اَعُذُ باللہ مکان اعوذ باللہ قلت وعلیہ یخرج ماصرح بہ فی الغنیۃ ان حذف الیاء من تعالٰی فی تعالٰی جد ربنا لاتفسد اتفاقاً[2]۔

کیونکہ قنیہ میں تصریح ہے کہ بعض عرب الف کے عوض فتحہ، یاء کے عوض کسرہ اور واو کے عوض ضمہ پر اکتفاء کرتے ہیں جیسے تو کہے اعوذ باللہ کی جگہ اَعُذُ باللہ پڑھے۔ میں کہتا ہوں غنیہ کی تصریح سے بھی یہی مستفاد ہے کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد تعالٰی جد ربنا میں تعالٰی کی یاء حذف کرنے سے بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی طرح حروف وکلمات کا فروگذاشت ہوجانا بھی دواماً موجب فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغییر معنی کرے کما ھو ضابطۃ الائمۃ المتقدمین رحمھم اللہ تعالٰی (جیسا کہ ائمہ متقدمین رحمہم اللہ تعالٰی کا مسلّم ضابطہ ہے۔ ت)

بالجملہ اگر حافظ مذکور سے وہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اس کے پیچھے درست، اور ترکِ جماعت کے لئے یہ عذر نامسموع، اور اگر خطایائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بیشک وہ نماز نماز ہی نہیں، نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ عیاذاً باللہ عکس کا خوف ہے، نہ اہلِ محلہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ یہی مسجد جو ان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاج نماز وجماعت ہے، نماز فاسد کا تو عدم ووجود شرعاً یکساں، پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حق مسجد ادا ہو،

کما افادہ فی الفتاوی الخانیۃ وفیہا ایضاً مؤذن بمسجد لایحضر مسجدہ احد قالوا یؤذن ھو ویقیم ویصلی وحدہ وذاك احب من ان یصلی

جیسا کہ فتاوٰی خانیہ میں اس کا افادہ کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کسی ایسی مسجد کا مؤذن جہاں کوئی اور نمازی نہیں آتا تو مؤذن اذان دے، تکبیر کہے اور تنہا نماز ادا کرے، اور یہ اس کے لئے دوسری

---

[1] حلیۃ

[2] قنیہ باب فی حذف الحرف والزیادۃ مطبع مشتہرہ بالمہانندیۃ ص ۴۳

فی مسجد اخر[1] | مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے (ت)

اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح تراویح میں بوجہ عجلت وبے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ درصورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا، درست نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۹: ۷ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر وعصر کی سب رکعات اور عشاء کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرض قرأت ادا ہوسکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھُول کر بآواز پڑھ جائیگا تو بلاشُبہ سجدۂ سہو واجب ہوگا، اگر بلا عذرِ شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً بآواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے اور اگر اس مقدار سے کم مثلاً ایک آدھ کلمہ بآوازِ بلند نکل جائے تو مذہب راجح میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

الاسراریجب علی الامام والمنفرد فیما یسرفیہ وھو صلٰوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلاۃ الکسوف والاستسقاء کما فی البحر[2] الخ۔

سری نمازوں میں امام اور منفرد دونوں پر اسرار (سراً قرأت) واجب ہے اور وہ نمازِ ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی آخری دو رکعات، نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء ہیں۔ جیسا کہ بحر میں ہے الخ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تجب سجدتان بترك واجب سھوا کالجھر فیمایخافت فیہ وعکسہ والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلٰوۃ

سہواً ترکِ واجب سے دو سجدے لازم آتے ہیں مثلاً سری نماز میں جہراً قرأت کرلے یا اس کا عکس، اور اصح یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں اتنی قرأت

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۶

فی الفصلین[1] اھ ملخصًا۔ | سے سجدہ لازم ہوجائے گا جس سے نماز ادا ہوجاتی ہو اھ ملخصا۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

الصحیح ظاھر الروایۃ وھو التقدیر بما تجوز بہ الصلوۃ من غیر تفرقۃ لان القلیل من الجھر فی موضع المخافۃ عفو الخ[2]۔ | صحیح ظاہر الروایۃ ہے اور وہ اتنی مقدار ہے کہ اس کے ساتھ نماز بغیر کسی تفرقہ کے جائز ہوجائے کیونکہ سر کی جگہ جہر قلیل معاف ہے الخ (ت)

حاشیہ شامی میں ہے:

صححہ فی الھدایۃ والفتح والتبیین والمنیۃ الخ[3] وتمامہ فیہ۔ | اس کو ہدایہ، فتح، تبیین اور منیہ میں صحیح کہا ہے الخ اور اس میں تفصیلی گفتگو ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے: فرض القرأۃ اٰیۃ علی المذھب[4] (مذہب مختار کے مطابق ایک آیت کی قرأت فرض ہے۔ ت)

بحر الرائق و علمگیری میں ہے:

لا یجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادۃ جبرا لنقصانہ[5]۔ | عمدا (ترک واجب) سجدۂ سہو واجب نہیں کیونکہ اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے (ت)

یہ حکم امام کا ہے اور منفرد کے لئے بھی زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس فعل سے عمداً بچے اور سہواً واقع ہو تو سجدہ کرلے۔

وذلک لان العلماء اختلفوا فیہ اختلافا شدیدا فمنھم من لم یوجب علیہ الاسرار فیما یسر کما لا یجب علیہ | اور یہ اس لئے ہے کیونکہ اس میں علماء کا شدید اختلاف ہے بعض منفرد پر سری نمازمیں سراً قرأت کو واجب قرار نہیں دیتے جیسا کہ جہری نماز میں بالاتفاق جہراً

---

[1] دُرمختار | باب سجود السہو | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۰۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی سجود السہو | مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۴۵۸

[3] ردالمحتار | باب سجود السہو | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۴۸

[4] درمختار | فصل یجہر الامام | ؍؍ مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۰

[5] فتاوٰی ہندیہ | الباب الثانی عشر فی سجود السہو | ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۱۲۶

الجهر فيما يجهر بالاتفاق وعليه مشى فى الهداية والمحيط والتتارخانية وغيرها ونص فى النهاية والكفاية و العناية ومعراج الدراية وغيرها من شروح الهداية والذخيرة وجامع الرموز شرح النقاية وفى كتب اخر يطول عدها انه هو ظاهر الرواية وان خلافه رواية النوادر ومنهم من جعله فيما يسر كالامام به جزم فى الحلية والمنية والبحر والنهر والمنح والملتقى الابحر واليه اشار فى كنز الدقائق ونور الايضاح وصححه فى البدائع والتبيين والفتح والدرر والهندية وقال فى البحر والدرر انه المذهب يظهر كل ذلك بالمراجعة للبعض الى رد المحتار ولبعض اخر الى ما سمينا من الاسفار فكان الاحوط ما قلنا والله تعالٰى اعلم۔

قرأت لازم نہیں، اور یہی ہدایہ، محیط اور تاتارخانیہ وغیرہا میں ہے۔ ہدایہ کی شروح نہایہ، کفایہ، عنایہ اور معراج الدرایہ وغیرہا اور ذخیرہ اور جامع الرموز شرح النقایہ اور دیگر کتب جن کا شمار طویل ہے میں اسے ظاہر الروایۃ کہا ہے اور اس کے مخالف روایت کو نادر الروایۃ کہا ہے اور بعض نے سری نماز میں منفرد کو امام کی طرح قرار دیا ہے حلیہ، منیہ، بحر، نہر، منح اور ملتقی الابحر میں اسی پر جزم ہے، کنز الدقائق اور نورالایضاح میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ بدائع، تبیین، فتح، درر اور ہندیہ میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے بحر اور درر میں ہے کہ مذہب یہی ہے۔ اس مذکورہ گفتگو کا بعض حصہ ردالمحتار سے واضح ہے اور دوسرا حصہ دیگر معتبر کتب سے جن کا نام ہم نے ذکر کیا ہے پس احوط وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵۶ مسئولہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب دوم جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام معین کیا ہے جمعہ و جماعات میں گروہِ مسلمین کی امامت کرتا ہے اور سورہ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد و الرحمٰن و الرحیم کے الھمد و الرہمٰن و الرہیم بہ بائے ہوز پڑھتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اس کے پیچھے نادرست کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بے خیالی یا بے پروائی سے کلمات مذکورہ میں ھ پڑھتا ہے

تو خود اس کی نماز فاسد و باطل، اوروں کی اس کے پیچھے کیا ہوسکے، اور اگر بالفعل ح پر قادر نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اس کی نماز محض اکارت، اور اُس کے پیچھے ہر شخص کی باطل، اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش کر چکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اُس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی، اور اُس کے صدقہ میں سب کی گئی، اور برابر حد درجہ کی کوشش کئے جاتا ہے مگر کسی طرح ح نہیں نکلتی تو اس کا حکم مثل اُمّی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتدا نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے تو بھی اس کی نماز باطل، پھر امام ہونا تو دوسرا درجہ ہے، اور پر ظاہر ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً ہر طرح کے بندگانِ خدا موجود ہوتے ہیں پھر اس کا اُن کی اقتدا نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اس کی نماز کا مبطل ہوا، اور جب اس کی گئی سب کی گئی۔

بہرحال ثابت ہُوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اس کے پیچھے کسی اور کی، تو ایسے کو امام بنانا حرام، اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال اپنے سر لینا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ البتہ اگر ایسا ہو کہ تاحدوثِ امید کہ یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ برابر رات دن تصحیح حرف میں کوشش بلیغ کئے جائے اور باوصف بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبرا کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اوّل نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز یا ملو کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ھ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی وُہ سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۂ کافرون و سورۂ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع و سجود و تشہد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آئی ہے اُن کے مرادفات و مقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سبحٰنك اللھم و بحمدك اقدسك اللھم مثنیا علیك وعلیٰ ھذا القیاس اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ح کو ھ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہوگی اور اُن سب اس کے مانندوں کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہوگی اور جس دن باوصف تنگ آکر کوشش چھوڑی یا صحیح القراۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اُسی دن اس کی بھی باطل، اور اس کے پیچھے سب کی باطل، اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ و غیر جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی درست۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل اسی پر اعتماد واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء غیر الالثغ به وحرر

غیر توتلے کی اقتدا توتلے کے پیچھے درست نہیں (الخ) اس

الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثله ولا تصح صلوته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه او ترك جهده او وجد قدر الفرض مما لالثغ فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1] اھ ملتقطا۔

شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے) حلبی اور ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ کی حتمی کوشش کے بعد توتلے کا حکم اُمّی کی طرح ہے پس وُہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے (یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے) جب اچھی درست ادائیگی والے کی اقتدار ممکن ہو یا اس نے محنت ترک کردی یا فرض کی مقدار بغیر توتلے پن کے پڑھ سکتا ہے ان صورتوں میں اسکی نماز درست نہ ہوگی۔ توتلے کے متعلق یہی مختار اور صحیح حکم ہے اور اسی طرح اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروفِ تہجی میں سے کوئی حرف نہ بول سکے یعنی صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو اھ ملخصاً

فتاوٰی محقق علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

الراجح المفتی به عدم صحة امامة الالثغ لغیرہ[2]

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر کے لئے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف کالرھمٰن الرھیم والشیتان الرجیم والآلمین وایاك نابد وایاك نستئین السرات انامت فکل ذلك حکمه مامر من بذل الجهد دائما والا فلا تصح الصلوة به[3] ملخصا۔

جو شخص حروفِ تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو مثلاً الرحمٰن الرحیم کی جگہ الرھمٰن الرھیم، الشیطان کی جگہ الشیتان، العالمین کی جگہ الآلمین، ایاك نعبد کی جگہ ایاك نابد، نستعین کی جگہ نستئین، الصراط کی جگہ السرات، انعمت کی جگہ انامت پڑھتا ہے، ان تمام صورتوں میں اگر کوئی ہمیشہ درست ادائیگی کی کوشش کے باوجود ایسا کرتا ہے تو نماز درست ہوگی ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ ملخصاً۔ (ت)

---

[1] دُرمختار باب الامامة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۵
[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی امام غزی مطلب فی الالثغ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۳۰
[3] " " " " " ۱/۴۳۱

حاشیہ طحطاویہ میں زیرِ قولہ بذل جھدہ دائما ہے:

قولہ دائما ای اٰناء اللیل و اطراف النھار کما مر عن القھستانی۔[1]

ان کے قول دائمًا کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کے حصّوں اور دن کے اطراف میں بھرپور کوشش کرے جیسا کہ قہستانی کے حوالے سے گزرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ دائما ای فی اٰناء اللیل و اطراف النھار فما دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیہ فصلاتہ جائزۃ و ان ترک جھدہ فصلاتہ فاسدۃ کما فی المحیط وغیرہ قال فی الذخیرۃ وانہ مشکل عندی لان ماکان خلقۃ فالعبد لایقدر علی تغییرہ اھ وتمامہ فی شرح المنیۃ۔[2]

ان کے قول دائمًا سے مراد یہ ہے کہ رات اور دن کے اطراف میں تصحیح کی بھرپور کوشش کرے، پس اگر وہ ہمیشہ تصحیح وتعلم میں بھرپور کوشش کے باوجود اس پر قدرت نہ رکھے تو اس کی نماز درست، اور اگر وہ کوشش ہی ترک کردے تو اس کی نماز فاسد ہوگی جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے، ذخیرہ میں کہا یہ میرے نزدیک مشکل ہے کیونکہ جو چیز فطری اور خلقی ہو بندہ اس کی تبدیلی پر قادر نہیں ہوسکتا اھ اس پر تفصیلی گفتگو شرح منیہ میں ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

قال صاحب المحیط المختار للفتوی انہ ان ترک جھدہ فی بعض عمرہ لایسعہ ان یترک فی باقی عمرہ ولو ترک تفسد صلٰوتہ قال صاحب الذخیرۃ انہ مشکل عندی الخ وذکر فی فتاوی الحجۃ ما یوافق المحیط فانہ قال علی جواب الفتاوی الحسامیۃ ماداموا فی التصحیح والتعلم باللیل

صاحب المحیط نے کہا ہے یہ مختار للفتوٰی ہے اور اگر اس نے عمر کے بعض حصے میں یہ کوشش ترک کردی ہو تو باقی عمر میں ترک کی گنجائش نہیں اگر ترک کرے گا تو نماز فاسد ہوگی، صاحب الذخیرہ نے کہا میرے نزدیک یہ بہت مشکل ہے الخ فتاوٰی حجہ میں جو کچھ ہے وہ محیط کے موافق ہے کیونکہ انہوں نے فتاوٰی حسامیہ کے جواب پر کہا ہے کہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی الالثغ ،، مصطفی البابی مصر ۱/۴۳۱

والنهار جازت صلوتهم واذا ترکوا الجهد فسدت[1] اھ وبمعناہ فی فتاوٰی قاضی خان فالحاصل ان اللثغ یجب علیهم الجهد دائما ھذا ھو الذی علیه الاعتماد[2] اھ ملخصا۔

جب وہ دن رات اس کی تصحیح اور سیکھنے میں کوشاں رہیں تو ان کی نماز درست ہوگی، اور جب کوشش ترک کردیں گے تو نماز فاسد ہوجائے گی اھ، فتاوٰی قاضی خان میں بھی اسی معنی میں ہے الغرض توتلے پر دائمی کوشش لازم ہے اور اسی پر اعتماد ہے اھ ملخصاً۔(ت)

خلاصہ میں ہے:

ان کان یجتهد اناء اللیل والنهار فی تصحیحه ولا یقدر علی ذلك فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة الا ان یجعل العمر فی تصحیحه ولا یسعه ان یترك جهده فی باقی عمرہ[3]۔

جب دن رات کوشش کرتا رہا تصحیح میں مگر وہ قدرت حاصل نہ کرپایا تو اس کی نماز درست ہے اگر اس نے کوشش ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی۔ ہاں اگر عمر کا کچھ حصہ تصحیح میں صرف کرے اور درست کی قدرت حاصل نہ ہو تو باقی عمر میں تصحیح کی کوشش ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔(ت)

اسی طرح فتح القدیر فصل القرأت اور اسی کے قریب مراقی الفلاح میں ہے۔

حلیہ میں ہے:

الا ان ھذا الشق الثانی کما قال صاحب الذخیرة مشکل لان ما کان خلقة فالعبد لا یقدر علی تغییرہ قلت وکذا اذا کان لعارض لیس مما یزول عادة واذا کان کذلك فلا یعول فی الفتوی علی مقتضی ھذا الشرط ومن ثمه ذکر

البتہ یہ دوسری صورت جیسا کہ صاحبِ ذخیرہ نے کہا مشکل ہے کیونکہ فطری اور خلقی شے کے تبدیل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہوسکتا۔ میں کہتا ہوں ایسا ہی حکم ہے اس وقت جب کسی ایسے عارضہ کی وجہ سے ہو جس کا ازالہ عادۃً نہ ہوپائے اور جب اس طرح کی صورت ہو تو فتوٰی میں اس

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۲
[2] " " " " " " " " " ۴۸۳
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی عشر فی زلۃ القاری " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ " ۱۱۰

في خزانة الاكمل في سياق النقل عن فتاوى ابي الليث لو قال الحمد لله او كل هو الله احد جاز اذا لم يقدر على غير ذلك او بلسانه عقلة قال الفقيه فان لم تكن بلسانه عقلة ولكن جرى على لسانه ذلك لا تفسد انتهى فلم يذكر هذا الشرط وان كان بعد ذلك ذكره عن ابراهيم بن يوسف والحسين بن مطيع[1]۔

شرط کے مقتضیٰ کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ خزانۃ الاکمل میں فتاوٰی ابو اللیث سے نقل کرتے ہوئے کہا اگر نمازی نے الحمد للہ یا کل ھو اللہ احد پڑھ لیا تو جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے غیر پر قادر نہ ہو یا اس کی زبان میں رکاوٹ (لکنت) ہو۔ فقیہ (ابو اللیث) نے کہا اگر اس کی زبان میں رکاوٹ (لکنت) نہ تھی لیکن اس کی زبان پر یہ چیز از خود جاری ہوگئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی انتہی پس انھوں نے یہ شرط ذکر نہیں کی اگرچہ اس کے بعد والوں نے ابراہیم بن یوسف اور حسین بن مطیع کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قد عرفت اٰنفا انه لاينبغي اشتراط الاجتهاد في ذلك لمن هو فيه خلقة او لعارض ليس مما يزول عادة[2]۔

ابھی آپ نے پڑھا کہ اس شخص کے لئے کوشش کرنے کی شرط لگانا مناسب نہیں جس میں وہ چیز خلقۃً (فطرۃً) ہو یا ایسے عارضہ کی وجہ سے ہو جو عادۃً زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

كلام ابن امير الحاج يفيد ان هذا الشرط فيه خلاف والاكثر لم يذكروه لان فيه حرجا عظيما[3] اھ اقول ورأيتني كتبت على هامش حاشيته على المراقي ما نصه اقول ربما كان خلقة يتبدل بالتكلف ورب ما لا يتوقع ياتي الجهد فيه بالفرج، ولعل القول الفصل

ابن امیر الحاج کے کلام سے پتا چلتا ہے کہ اس شرط میں اختلاف ہے اور اکثر علماء نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اس میں حرج عظیم ہے اھ میں کہتا ہوں مجھے یاد آرہا ہے کہ مراقی الفلاح پر طحطاوی کے حاشیہ پر میں نے حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز خلقۃً وفطرۃً ہو اسے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۸

ایجاب الجهد ماکان یرجی التعلم ولو رجاء ضعیفا، فاذا ائیس تحقیقا لاتبرما وسعه الترك لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها وفیه رعایة الجانبین ویؤید عدم اشتراط ادامة الجهد مافی الحلیة عن خزانة الاکمل اذا قرأ مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن یقال ان تعمد ذلك تبطل صلوته عالما کان او جاهلا وان جری علی لسانه اولم یکن یمیز بین الحرفین فظن انه ادی الکلمة کما هی جازت صلاته وهو قول محمد بن مقاتل وبه کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاهد لان السنة الاکراد واهل السواد والاتراك غیر طائعة فی مخارج هذه الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاهر ان هذا المجمل مافی جمیع الفتاوی اھ[1] باختصار، فقد عذرهم بعجزهم ولم یلزمهم ادامة جهد ولئن تتبعت فعساك تجد شواهده بوفر وکثر واللّٰه یحب الیسر ویقبل العذر وهو سبحنه وتعالٰی اعلم۔

تکلفاً بدلا جاسکتا ہے اور بعض غیر متوقع چیزوں کو آسانی سے بجالایا جاسکتا ہے شاید قولِ فیصل یہ ہو کہ اس وقت تک کوشش واجب ہے جب تعلم کے ذریعے تبدیلی کی امید ہو اگرچہ ضعیف سی امید ہی سہی، اور جب یقیناً ناامیدی ہوجائے تو اب ترک کی گنجائش کا نہ ہونا زیادتی ہے، اللہ تعالٰی کسی ذات کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، اور اس میں جانبین کی رعایت ہے اور دائمی طور پر کوشش کا واجب نہ ہونا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ حلیہ میں خزانۃ الاکمل کے حوالے سے ہے کہ ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا ہے کہ احسن یہ ہے کہ اگر ایسا عمداً کیا ہے تو کہا جائے نماز باطل ہوگئی خواہ وہ شخص عالم ہو یا جاہل، اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتا کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ کلمہ اسی طرح ادا ہوگیا ہے جس طرح ہونا چاہئے تھا تو اس کی نماز درست ہوگی، اور یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے، اور اسی پر شیخ اسمعیل الزاہد نے فتوی جاری کیا، کیونکہ کرد، اہل سواد (عراق) اور ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کے مخارج کی صحیح ادائیگی نہیں کرسکتیں، اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام فتاوٰی کے بیان کا اجمال ہے اھ مختصراً پس ان کو عجز کے پیش نظر معذور گردانا اور ان پر دائمی کوشش لازم نہیں کی، اگر آپ محنت سے تلاش کریں گے تو بہت سے اسکے شواہد آپ کو مل جائیں گے۔ اللہ تعالٰی آسانی کو پسند کرتا ہے اور عذر قبول فرماتا ہے، اور وہ پاک ذات ہی سب سے زیادہ جاننے والی ہے۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

صغیری میں ہے :

لوقرأ الهمد لله بالهاء مکان الحاء الحکم فیه کالحکم فی الالثغ علی ما یاتی قریبا[1] اھ ملخصا۔

اگر کوئی حاء کی جگہ ھا کہتے ہوئے الھمد للہ پڑھے تو اس کا حکم توتلے کے حکم کی طرح ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اھ ملخصاً (ت)

پھر فرمایا :

المختار فی حکمہ انہ یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولا یعذر فی ترکہ وان کان لاینطلق لسانہ فان لم یجد اٰیۃ لیس فیھا ذلك الحرف الذی لایحسنہ تجوز صلاتہ بہ ولا یؤم غیرہ فھو بمنزلۃ الامی فی حق من یحسن ما یعجز ھو عنہ واذا امکنہ اقتداؤہ بمن یحسنہ لاتجوز صلاتہ منفردا وان وجد قدر ما تجوز بہ الصلاۃ مما لیس فیہ ذلك الحرف الذی یعجز عنہ لاتجوز صلاتہ مع قراءۃ ذلك الحرف لان جواز صلاتہ مع التلفظ بذلك الحرف ضروری فینعدم بانعدام الضرورۃ ھذا ھو الصحیح فی حکم الالثغ ومن بمعناہ ممن تقدم اٰنفا[2]۔

مختار یہی ہے کہ اس پر تصحیحِ زبان کے لئے ہمیشہ کوشش کرنا ضروری ہے اور اس کے ترک پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اگرچہ اس کی زبان کا اجراء درست نہ ہو پس اگر وُہ ایسی آیت نہیں پاتا جس میں ایسا حرف نہ ہو جس کو وُہ اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا تو اب اس کی نماز اس آیت سے درست ہوگی البتہ وُہ غیر کی امامت نہ کروائے، پس وہ صحیح ادائیگی کرنے والے کے حق میں اُمّی کی طرح ہوگا اس آیۃ میں جس سے عاجز ہے، اور جب مذکورہ شخص کو ایسے آدمی کی اقتدا ممکن ہو جو صحیح ادا کرسکتا ہے، تو اس کی تنہا نماز نہ ہوگی، اور اگر وہ ایسی آیۃ پر قادر ہے جس میں مذکورہ حرف نہیں تو اس حرف والی آیۃ پڑھنے کی وجہ سے نماز نہ ہوگی کیونکہ اس حرف کا درست پڑھنا نماز کے لئے ضروری تھا جب وہ تقاضا معدوم ہے تو نماز کا وجود بھی نہ ہوگا۔ توتلے اور اس جیسے شخص کے لئے یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

ولوالجیہ میں ہے :

ان کان یمکنہ ان یتخذ من القراٰن

اگر توتلے کے لئے قرآن مجید کے دیگر مقامات سے

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۴۹

[2] " " " ص ۲۵۰

اٰیات لیس فیھا تلک الحروف یتخذ الا فاتحۃ الکتاب فانہ لایدع قرأتھا فی الصلوٰۃ انتھی اقول ولا منشأ لاستثناء الفاتحۃ الا الاختلاف فی رکنیتھا فیترأای لی تقیید ذلک فی المکتوبات بالاولیین حتی لو قرأ فی الاخریین فسدت واللہ تعالٰی اعلم۔

آیات کا پڑھنا ممکن ہو جن میں ایسے حروف نہیں تو وہ انھیں پڑھ لے ماسوا فاتحہ کے، کیونکہ اس کی قرأت نماز میں ترک نہیں کی جاسکتی انتہی۔ میں کہتا ہوں یہاں فاتحہ کا استثناء اس لئے ہے کہ اس کی رکنیت میں اختلاف ہے، پس مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ اسے فرض کی ابتدائی دو رکعتوں کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے حتی کہ اگر آخری دو رکعتوں میں پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷۴ از سہسرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ھ

خلاصہ فتوٰی مرسلہ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقیرہ آمدہ

ماہرینِ شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظائے معجمہ کے جملہ کتب تفسیر وفقہ وصرف وتجوید سے ثابت ہے کہ بخلاف دال کے کہ ضاد اور دال میں سات صفتوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتبِ فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حرفوں میں فرق بآسانی ممکن ہے اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دو حرف میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا معتدل وپسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولاالضالین کی جگہ دالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظاء پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی، اور اسی پر فتوٰی ہے۔ حاصل یہ کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظاء پڑھے ھذا ھو الحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہئے کہ بہت جلد اس کے عامل ہو جائیں واللہ اعلم بالصواب فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ ظاء پڑھے گا یا ذال[1] نماز فاسد نہ ہوگی واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس وتبدیل سے احتراز حاصل ہو واجبات عینیہ واہم مہمات دینیہ سے ہے آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا

---

[1] ولا الجیہ

قصد واہتمام لازم کہ قرآن مطابق ما انزل اللہ تعالٰی پڑھے نہ معاذ اللہ مداہنت و بے پروائی کہ آج کل کے عوام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کرلیا، فقیر نے بگوشِ خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سُنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ نہ ہرگز اللہ الاحد نے اھد فرمایا نہ امینِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اھد پہنچایا نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا، پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فانا للہ وانا الیہ راجعون حاشا فتوٰی متاخرین پروانۂ بے پروائی نہیں، باوصف قدرتِ تعلیم تعلم نہ کرنا اور براہِ سہل انگاری غلط خوانیِ قرآن پر مُصِر و متمادی رہنا کون جائز رکھے گا، اتقان شریف میں ہے:

من المھمات تجوید القرأن وھو اعطاء الحروف حقوقھا و رد الحرف الی مخرجه واصله ولاشك ان الامة کما ھم متعبدون بفھم معانی القرأن واقامة حدوده ھم متعبدون بتصحیح الفاظه واقامة حروفه علی الصفة المتلقاة عن ائمة القرأة المتصلة بالحضرة النبویة وقد عدالعلماء القرأة بغیر تجوید لحنا۔[1]

اہم چیزوں میں سے تجویدِ قرآن سیکھنا بھی ہے اور تجوید حروف کو ان کے حقوق دینا اور ان کو ان کے اصل اور مخرج کی طرف لوٹانا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں جس طرح اُمتِ مسلمہ معانیِ قرآن کے فہم اور اس کی حدود کے قیام کو عبادت جانتے ہیں اسی طرح اس کے الفاظ کی تصحیح اور اس کے حروف کی اس صفت پر ادائیگی کو بھی عبادت جانتے ہیں اور ان قراء کی قرارت کا یہ سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، اور علماء نے تجوید کے بغیر قرآن پڑھنے کو غلط پڑھنا قرار دیا ہے (ت)

اور احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ وغیرہا میں ہے: ان اللحن حرام بلاخلاف[2] غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے۔

ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اس کی تصحیح و تعلم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت علماء نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز و شب ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

یجب علیه بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانه ولا یعذر فی

غلط لفظ کی تصحیح کے لئے اس پر ہمیشہ کوشاں رہنا ضروری ہے ترک کی صورت میں معذور نہیں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن الفصل الثانی من المھمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۰۰

[2] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ الفتاوی الہندیۃ الثانی فی العبادات من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۵۳

ترک سمجھا جائے گا (یعنی اس میں جہد کو ترک کرنا قابل قبول نہیں)۔ (ت)

قہستانی و طحطاوی وغیرہما میں ہے:

قولہ دائما ای اٰناء اللیل و اطراف النہار[2] دائماً سے رات کا کچھ حصّہ اور دن کے اطراف مراد ہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے، تو کیونکر جائز کہ جہد وسعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک و مہجور، اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں۔ فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن اسم نظم و معنی جمیعا بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علٰی ہذا الترتیب المعروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جزء قطعاً مستلزم تبدیل کل کہ مؤلف من مبائن یقیناً غیر مؤلف من مبائن آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عمداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔

اقول ولاحاجۃ الی استثناء (وما ھو علی الغیب بضنین) فان ھھنا لیس اقامۃ الظاء مقام الضاد لان المقام لیس مقام الضاد خاصۃ بل مقامھما جمیعا لان اللفظ قرئ بھما فی القراٰن، فکان مثل صراط وسراط و بسطۃ و بصطۃ و یبسط و یبصط و مصیطر و مسیطر الی اشباہ ذٰلک بخلاف ضالین و ظالین و سجیل و صجیل فانہ تبدیل۔

میں کہتا ہوں "وما ھو علی الغیب بضنین" کے استثناء کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر ضاد کی جگہ ظاء کو رکھنا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مقام ضاد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دونوں کا مقام ہے، کیونکہ قرآن میں یہ لفظ دونوں قراءتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ ان الفاظ کی طرح ہے صراط اور سراط، بسطۃ اور بصطۃ، یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر، اور ان کی طرح دوسرے الفاظ بخلاف ضالین کی جگہ ظالین اور سجیل کی جگہ صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

نوٹ: غنیہ کی عبارت جو مجھے ملی ہے وہ اس طرح ہے: یجب علیھم الجھد دائما وصلٰوتھم جائزۃ ماداموا علی الجھد۔ اور اس سے کچھ قبل یہ الفاظ ہیں: ینبغی ان یجتھد ولا یعذر فی ذٰلک الخ۔ البتہ صغیری شرح منیۃ المصلی مطبوعہ دہلی میں بعینہٖ یہی الفاظ متن ص ۲۵۰ پر موجود ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۵۱

محیط میں ہے :

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ او علی العکس فقال لاتجوز امامتہ ولوتعمد یکفر[1]۔

امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے ضاد کی جگہ ظاء یا اس کے بالعکس پڑھا تو انہوں نے (جواب میں) فرمایا ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، اور اگر ایسا عمداً کرے تو کافر ہوگا۔ (ت)

منح الروض میں ہے : کون تعمدہ کفرا لا کلام فیہ[2] الخ (ایسا عمداً کرنا کفر ہے اس میں کسی کو کلام نہیں الخ۔ ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من عنداللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اُسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیں پھر بوجہ عسر حرف وقصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مثل ض میں کہ اعسر الحروف ہے۔ تیسیر اعلی الامۃ فتوٰی بعض متاخرین پر عمل کرکے صحتِ نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو یسر و آسانی مطلوب ومرغوب ہے۔

قال المولٰی سبحنہ وتعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا[4] اخرجہ الائمۃ احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ سبحانہ وتعالٰی کا ارشاد ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آسانی پیدا کرو، مشکل وتنگی پیدا نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی

---

[1] منح الروض شرح فقہ اکبر لملا علی قاری فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۷

[2] " " " " " " " " "

[3] القرآن ۲/۱۸۵

[4] الصحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۴

کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص ارادہ احد الاغلاط کا حکم دیجئے تو یہ وہی تعمد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع و لہذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت تاتارخانیہ :

اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب الا ان فیہ بلوی العامۃ کالذال مکان الصاد والزاء المحض مکان الذال و الظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ اھ

جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو مگر اس صورت میں جب عمومِ بلوی ہو مثلاً ذال ضاد کی جگہ یا زا ذال کی جگہ اور ظاء ضاد کی جگہ پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی[1]۔ (ت)

نقل کرکے فرمایا :

قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لا یمیزون بینھما و یصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء و لا سیما علی قول القاضی ابی عاصم و قول الصفار وھذا کلہ قول المتأخرین و قد علمت انہ اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیۃ وھو الذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلٰوۃ التی ھی اول ما یحاسب العبد علیھا[1]۔

میں کہتا ہوں اس کے مطابق ان صورتوں میں فساد نہیں ہونا چاہئے جبکہ کوئی شخص ثا کی سین، قاف کی جگہ ہمزہ پڑھے جیسا کہ ہمارے دور کے عوام کی زبان ہے وہ ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے اور ان پر نہایت دشوار ہے جیسا کہ ذال اور زا میں فرق کرنا خصوصاً قاضی ابوعاصم اور صفار کے قول پر، اور یہ تمام متاخرین کا قول ہے اور آپ جان چکے کہ اس میں کافی وسعت ہے اور متقدمین کا قول احوط ہے، شرح منیہ میں فرمایا اسی کو محققین نے صحیح کہا اور اسی پر انہوں نے تفریع بٹھائی پس مختار پر عمل کرو، اور احتیاط اولیٰ ہے خصوصاً نماز کے معاملات میں کیونکہ بندے سے اسی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا۔ (ت)

اس تحقیق انیق سے ظاہر ہوا کہ تعمد نہ ظاد کا جائز نہ دُوَاد کا کہ نہ وہ ظا ہے نہ دال مفخم اور بعد قصدِ ض وارادۂ حرفِ صحیح واستعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیراً صحت نماز پر فتوٰی لتعسر

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

المرمی وتکثر البلوی ھذا ما عندی فلتنظر نفس ماذا تری (کیونکہ ادائیگی مشکل اور استعمال زیادہ ہے یہ میری رائے ہے پس تمہاری رائے اس میں کیا ہے اس پر غور وخوض کرو۔ ت) ہندیہ و حلیہ وخزانۃ الاکمل میں ہے :

ان جری علی لسانہ اولا یعرف التمییز لاتفسد ھو المختار[1]۔

اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا امتیاز کی معرفت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے :

ھو اعدل الاقاویل وھو المختار[2]۔

یہ سب سے معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے (ت)

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عز شانہ احکم۔

اور اللہ سبحانہ وتعالٰی سب سے بہتر جاننے والا ہے اس کا علم سب سے کامل اور اس کی شانِ حاکمیت سب سے اعلٰی ومستحکم ہے (ت)

مسئلہ ۴۵۸: مرسلہ جناب نواب مولوی سید سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی از بریلی ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ درصورت ذیل حکم نماز چیست عام ازانکہ فرض بود یا نفل کہ در ہر رکعت ہماں سورت تکرار کردن۔

درج ذیل مسائل نماز میں علماء کی کیا رائے ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل کہ ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار کرنا کیسا ہے ؟

الجواب

بے ضرورت در فرائض مکروہ تنزیہی است پس نشاید در اولٰی قرأت ناس راتعمد کردن تاحاجت بتکرار نیفتد اما اگر خواندلسہو یا عمدنا چار در ثانیہ تیر ہموں باید خواند کہ قرأت معکوسہ سخت تر از تکرار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ اورا باید در رکعت اولٰی تاناس خواندن و در ثانیہ از

بغیر ضرورت فرائض میں مکروہ تنزیہی ہے، پس پہلی رکعت میں سورۃ الناس عمداً نہیں پڑھنی چاہیے تاکہ تکرار کی ضرورت نہ پڑجائے اگر سہواً یا عمداً پڑھ چکا تو اب دوسری رکعت میں بھی وہی سورت یعنی سورۃ الناس دوبارہ پڑھے، کیونکہ ترتیب بدل کر پڑھنا تکرار سے بھی سخت ہے بخلاف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۹

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲

الم تا مفلحون لحدیث الحال المرتحل[1] کذا فی النہر ورد المحتار اقول وانچہ مراد انیست کہ بحالت ختم قرآن مجید ایں خود عکس و عکس نیست بلکہ از سر گرفتن باشد چنانکہ لفظ حالّ مرتحل نیز برآں دلیل است فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

ختم قرآن کی صورت کے کہ اس میں پہلی رکعت میں سورۃ الناس تک پڑھنا اور دوسری رکعت میں الم تا مفلحون پڑھنا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: منزل میں اُترنے والا اور کوچ کرنیوالا (یعنی جو شخص قرآن شریف ختم کرے فوراً شروع کرے اور یوں ہی کرتا رہے)، جیسا کہ نہر اور رد المحتار میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ختم قرآن کی صورت میں یہ عکس اور ترتیب کا بدلنا نہیں بلکہ قرآن کو نئے سرے سے شروع کرنا ہے جیسا کہ لفظ حالّ و مرتحل بھی اس پر دلیل ہے فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹ دریک رکعت چند سورت خواندن (ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ ۔ت)

الجواب

دررکعتے زیادہ بریک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروہ نباشد بشرط اتصال سور و اگر سور متفرقہ در رکعتے جمع کند مکروہ باشد کما فی الغنیۃ ثم رد المحتار اقول وبحالت امامت شرطے دیگر نیز است وآں عدم تثقیل بر مقتدی ورنہ کراہت تحریمی است۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی ایک رکعت میں ایک سے زائد سورتیں نہیں پڑھنی چاہئیں اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو کراہت نہیں بشرطیکہ وہ سورتیں متصل ہوں، اگر کوئی متفرق سورتیں کسی ایک رکعت میں جمع کرتا ہے تو اس میں کراہت ہے، جیسا کہ غنیہ اور پھر رد المحتار میں ہے۔ میں کہتا ہوں امام ہونے کی صورت میں ایک اور شرط بھی ہے وُہ یہ کہ مقتدی اسے بوجھ محسوس نہ کرے ورنہ کراہت تحریمی ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۰ یک سورت فروگزاشتہ خواندن (ایک سُورت چھوڑ کر پڑھنا کیسا ہے؟ ت)

الجواب

سورت متروکہ اگر مدید است کہ بر تقدیر قرأتش در ثانیہ اطالت ثانیہ بر اولٰی لازم آید پس ازاں گزشتہ

اگر متروکہ سورت اتنی لمبی ہے کہ اس کی قرأت سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے طویل ہو جائے گی تو

---

[1] جامع الترمذی ابواب القرآۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۸

سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ در اولی والتین و در ثانیہ قدر ورنہ در فرائض مکروہ چنانچہ نصر و اخلاص واگر دو سورت درمیان باشد مضائقہ نے ہمچو نصر و فلق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ایسی سورت کو ترک کرکے تیسری سورت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً پہلی رکعت میں سورہ والتین اور دوسری میں سورہ قدر پڑھے اور اگر ایسی صورت نہیں تو فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورہ نصر اور سورہ اخلاص کا پڑھنا اور اگر درمیان میں دو سورتیں ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سورہ نصر اور سورہ فلق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶۱: دریک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن (ایک رکعت میں کسی سورت یا آیت کا تکرار کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ ۔ ت)

الجواب

چوں تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در یک رکعت ہر دو در فرائض ناشائستہ بود تکرار یک سورت در یک رکعت اولٰی نباشائستگی باشد و ہمچناں تکرار آیت خاصہ موجب اطالت ثانیہ بر اولٰی باشد وکل ذلک خلاف الماثور المتوارث فی الفرائض فاما کراہت تحریم را وجہے نیست جز در فاتحہ کہ در رکعتین اولیین پیش از قرأت سورۃ اعادہ کل یا اکثر او کند اقول لتفویت واجب الضم پس اگر عامداست اعادہ کند و اگر ساہی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ در اخریین اقول لعدم الضم فیہما یا بعد سورت در اولیین اقول لحصول الضم من قبل ولایجب الرکوع اثر السورۃ بل کلما تلا من القرأن کان لہ ان یتلوہ اقول و از صورت تثقیل بر مقتدی غافل نباید بود کہ ہمچو سور زائد بر قدر مسنون است پس اگر گرانی آرد مطلقاً ناجائز و مکروہ تحریمی باشد و ایں حکم عام است مر فریضہ و نافلہ ہمہ را پس ہرجا از

جب فرائض کی دو رکعتوں میں ایک سورت کا تکرار یا ایک رکعت میں دو سورتوں کا مناسب نہیں تو ایک رکعت میں ایک سورت کا تکرار بطریق اولٰی مناسب نہ ہوگا، اسی طرح کسی مخصوص آیت کا تکرار دوسری رکعت کے پہلی رکعت کے طویل ہونے کی وجہ بن سکتا ہے، اور یہ تمام باتیں فرائض کے بارے میں منقول ماثور کے خلاف ہیں لیکن اس کو مکروہ تحریمی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ماسوائے پہلی دو رکعات میں قرأتِ سورت سے پہلے کل سورہ فاتحہ یا اکثر کا اعادہ کرنا کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ سورت کا ملانا واجب تھا، اعادہ کی صورت میں وہ فوت ہوجاتا ہے، پس اگر کسی شخص نے عمداً ایسا کیا تو اعادہ نماز کرے اور اگر سہواً کیا تو سجدہ سہو ہوگا بخلاف آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے تکرار کے، میں کہتا ہوں کیونکہ ان میں ضمِ سورت واجب نہیں یا ضمِ سورت کے بعد پہلی دو رکعات میں، کیونکہ

صورت جواز مستثنٰی باید شد فهمید واللہ تعالٰی اعلم.

ضم سورت (واجب) پہلے حاصل ہوچکا اور سورت کے بعد رکوع فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت سے غافل نہیں ہوجانا چاہئے کیونکہ مثلاً قدرِ مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنٰی سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٢٦٢: از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولی آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است وکراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالٰی واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا ابتدأت بسورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التہجد من سورۃ الٰی سورۃ کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلاکراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالٰی، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہُوئے سنا، جیسا کہ

ل فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ١/٢٩٩

الانتقال من سورۃ الی سورۃ کذٰلک افاد النھی
عن الانتقال من اٰیۃ الی اخری ایضا بالاولٰی
ولکن لی فیہ کلام سیاتی واللہ تعالٰی اعلم۔

ابوداؤد وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے، تو آپ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی جس طرح ایک سورت
سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہونے سے منع پر
دال ہے اسی طرح ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف انتقال کے منع ہونے پر بھی بطریقِ اولٰی دال ہے، لیکن
اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۳: سورۃ معکوس خواندن (الٹی سورت پڑھنا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

بالقصد ناجائز وممنوع است در حدیث براں تہدید شدید
فرمودہ اند و اگر سہوا باشد چنانکہ در اولٰی نصر خواندہ
در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ کلمہ قل
یا بر زبان رفت انگاہ ہمیں سورت کافرون با تمام رساند
ونکند ایں را گزاشتہ بسورت دیگر گزشتن بے ضرورت
مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت
بکراہت وھو کما تری سخن گفتنی ماند آنکہ ایں معنی در نفل
ہم مکروہ باشد یا خیر در مختار بتبعیت خلاصہ ایں را و
چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت
ذکر کردہ میگوید ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلک
اما امام محقق حیث اطلق فرمود عندی فی ھذہ
الکلیۃ نظر علامہ حلبی محشی درہم در مسئلہ دائرہ بریں
کلیہ معترض آمد کہ قراءت منکوس بیروں نماز مکروہ
وممنوع است در نفل چناں مکروہ نباشد اقول وھو
حسن ظاھر وما اجاب عنہ العلامۃ الطحطاوی
واقرہ العلامۃ الشامی وبالجملۃ فالاحوط
الاحتراز واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ارادۃً ایسا کرنا ممنوع و ناجائز ہے حدیث میں اس پر
سخت وعید ہے اگر یہ سہواً ہوا جیسا کہ پہلی رکعت میں
سورہ نصر پڑھی دوسری میں سورہ فلق پڑھنے کا قصد تھا مگر
قل اعوذ کی جگہ زبان پر قل یا ایھا الکٰفرون جاری
ہوگیا، تو ایسی صورت میں سورہ کافرون مکمل کرلے،
اسے چھوڑ کر دوسری کی طرف نہ جائے، کیونکہ
بغیر ضرورت کے ترک مکروہ ہے، پس یہ عدم کراہت
سے کراہت کی طرف رجوع ہوگا اور وہ اسی طرح ہے
جس طرح تم جانتے ہو اب اس معاملہ میں یہ
گفتگو رہ گئی کہ کیا نفل میں بھی ایسا کرنا مکروہ ہے
یا مکروہ نہیں بلکہ درست ہے لو درمختار میں خلاصہ
کی اتباع کرتے ہوئے اسے اور اس کے علاوہ اسی
طرح کی چیزیں جو فرائض میں مکروہ ہیں ذکر کرکے فرمایا
البتہ ان میں سے کوئی شے بھی نوافل میں مکروہ نہیں،
لیکن امام محقق علی الاطلاق نے اظہار کرتے ہوئے
کہا مجھے اس کلیہ میں اعتراض ہے۔ علامہ حلبی محشی
نے بھی مذکورہ مسئلہ میں اسی کلیہ پر اعتراض کیا، اور
کہا کہ الٹی قراءت نماز سے باہر جب مکروہ وممنوع ہے تو نوافل میں کیوں نہ مکروہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں)

یہی بہتر ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت رکھا الغرض اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۴ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟۔ ت)

الجواب

اطالت ثانیہ بر اولٰی در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق و الاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد و بقدر ثلث خود مستحب است و بعضے تا نصف گویند و زیادہ برآں باوصف جواز خلاف اولٰی است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولٰی باید و شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسویہ رفتہ اند و فتوٰی مختلف است و باید کہ ارجح و اوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولٰی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟۔ ت)

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال و استعاذہ نزد آیات ترغیب و ترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلوٰۃ و آنچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلوٰۃ التسبیح قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا بان فیہا تغییرا لنظم الصلوٰۃ انما یتاتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے، جیسا کہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

الحسن اثبتها وان کان فیها ذلك[1] اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مستحب ہونے پر یہ اعتراض کہ نظمِ نماز میں تبدیلی کا باعث بنیں گے تب ہوسکتا ہے جب اس کی حدیث ضعیف ہو، پس جب اس کی حدیث درجۂ حسن پر فائز ہوچکی تو اس کا اثبات ہوگیا اگرچہ اس میں وہ معمولات ہوں (جو اس نماز میں مذکور ہیں) اھ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۶۶: ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب اور اہل محلہ نے جو نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں امام کیا اور زید حرفوں کو مخارج سے ادا کرتا ہے اب اس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ تم ضاد نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھتے ہو، اور زید کہتا ہے کہ میں مخارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگا کر نکالتے ہو وہ "د" ہے اور میں ڈاڑھ سے زبان کی نوک لگا کر نکالتا ہوں وہ ضاد ہے اور ایک شخص کبھی نماز پڑھا دیتا ہے ضاد کو مخارج د سے ادا کرتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صاف صاف فرمائیے کلام اللہ وحدیثِ رسول اللہ سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ظاد اور دُواد دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگا کر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اُسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اوپر کو اُٹھ کر تالُو سے ملنا اور ادا میں سختی وقوت ہونا ہے اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے، جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عزوجل کی طرف سے اُترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ضاد کو مشتبہ بظاء پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں سخت مشکل،

---

[1] ردالمحتار مطلب فی صلٰوۃ التسبیح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۸

18

مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو اپنی طرف سے نہ ظا د کا قصد کریں نہ دواد کا کہ دونوں محض غلط ہیں اور جب اس نے حسبِ وسع و طاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] (اللہ تعالٰی کسی ذی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں ٹھہراتا۔ ت) خصوصاً ظاء سے اس حرف کا جُدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امرِ عظیم ہے لا یخرج الانسان من الاسلام الا جحود ما ادخلہ فیہ (انسان کو اسلام سے خارج نہیں کرتی مگر جب اس چیز کا انکار کرے جو اسے دین میں داخل کرتی ہے۔ ت) اور جمہور متاخرین کے نزدیک فسادِ نماز کا بھی حکم نہیں

فی ردالمحتار ان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینھما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء فاتفقوا علی انہ مفسد و ان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد فاکثرھم علی عدم الفساد لعموم البلوی[2] اھ ملخصا وفی الدر المختار الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرھم لم یفسدھا[3]

ردالمحتار میں ہے اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر خطا کرے تو اگر ان دو کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن ہو جیسا صاد اور طاء کے درمیان تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر امتیاز کرنے میں مشقت ہو مثلاً ظاء اور ضاد، تو اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ عمومِ بلوٰی کے پیش نظر نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصا اور درمختار میں ہے مگر جن حروف میں امتیاز مشکل ہو جیسے ضاد اور ظاء، تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی (ت)۔

اور ائمہ متقدمین بھی علی الاطلاق حکمِ فساد نہیں دیتے عجب کی بات ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصولِ ایمان و امہات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیلا رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وُہ جہال جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ضاد اور دواد پر کٹے مرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ہم اہل اسلام کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند بد باطن بقصد تغییر کلام اللہ و تبدیل وحی منزل من اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بیشک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکمِ کفر کا مستحق ہوگا، اس میں ظاد و دواد

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

[2] ردالحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۶

[3] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۱

وسین ساد سب برابر ہیں وھذا ھو محمل التعمد المذکور فی کلام الامام الفضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (امام فضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کلام میں مذکور تعمد کا محمل یہی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۸ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لقد صدق اللہ ورسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھ لیا آیت پارہ ۲۲ کا متشابہ لگا اُس کے بعد یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب تک پڑھی پھر جب یاد آیا اُسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا اور نماز ختم کی اور سجدۂ سہو نہ کیا اس صورت میں نماز ہُوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو، ہاں اگر بھُولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموش رہا جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہوسکتا ہے تو سجدۂ سہو لازم آیا کما فی الدرالمختار وغیرہ[1] (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہُوئی پھیرنا واجب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۹ ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہوکر قرأت شروع کرے اگر اس وقت بعذر یعنی قرأت بند ہونے کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لئے کھانسا تو نماز جائز ہوجائے گی عمرو کہتا ہے کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلا عذر اگر پے در پے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہوجائے گی، اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کچھ خلل نہ آیا کھانسنا کھنکارنا جبکہ بعذر یا کسی غرض صحیح کے لئے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں۔

فی الدرالمختار فی المفسدات (والتنحنح بلا عذر) اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا (او) بلا (غرض صحیح) فلو لتحسین

دُرمختار کے باب نماز کے مفسدات میں ہے (اور بغیر عذر کے کھانسا) ہاں اگر عذر کی بنا پر ہو مثلاً طبعاً ایسا ہُوا تو فاسد نہیں (یا) بغیر (غرض صحیح کے ہو)

---

[1] دُرمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۲

صوتہ او لیھتدی امامہ اولا علامہ انہ فی الصلٰوۃ فلا فساد علی الصحیح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پس اگر تحسین آواز یا امام کی رہنمائی یا اس اطلاع کیلئے کہ وہ نماز میں ہے تو صحیح یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۴ مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

بیضاوی میں قرأت بضنین کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظا کا اس سے محشی اشارہ بتاتا ہے قرأتین واحدہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حاشیے یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلا واطباق میں ایک ہونے کے مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظواد یا دواد صحیح ہوسکتا ہے فقہا نے دواد مفخم اور ظواد دواد مستھجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ض و ظ قدرے مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذ مفخم ہے، ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت استعلا واطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بضں ہوگی یہاں تک کہ اگر استعلا واقع ہو ض ہو جائے گا ذواد نہ مستحسن ہے نہ مستھجن بلکہ محض غلط، اسی طرح دواد اور صحیح ظواد بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی نماز فاسد جیسے مغظوب اور مغدوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین دوالین[2] کما فی الغنیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ وغیرہ میں ہے) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵ از شہر کٹک ضلع اڑیسہ بخشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد بن عثمان ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ آنریری مجسٹریٹ کی امامت جائز ہے یا نہیں، اور جو ترتیل سے نہ پڑھے اس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز ترتیل کی حد معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلٰی میں اس کے بعد کی حد ماخوذ وملحوظ ہے۔

حد اول یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر بآہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے

---

[1] دُرمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۶

کما قال تعالٰی ورتلناہ ترتیلا[1] ای انزلناہ نجما نجما علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالٰی وقراٰنا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلنٰہ تنزیلا[2]

جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے ورتلناہ ترتیلا یعنی ہم نے اسے بندوں کی ضروریات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں پر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے اسے تدریجاً نازل فرمایا۔ (ت)

الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو اُن کی صفات شدت وجہر و امثالہا کے حقوق پورے دئے جائیں اظہار و اخفا و تفخیم و ترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ وناپسند اور اس کا اہتمام فرائض و واجبات میں تراویح اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ جلالین میں ہے: رتل القراٰن تثبت فی تلاوتہ[3] (رتل القراٰن کا معنی قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا ہے۔ ت) کمالین میں ہے:

ای تان واقرأ علی تؤدۃ من غیر تعجل بحیث یتمکن السامع من عد اٰیاتہ وکلماتہ[4]۔

یعنی قرآن مجید کو اس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سننے والا اس کی آیات و الفاظ گن سکے۔ (ت)

اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے:

کمال الترتیل تفخیم الفاظہ والابانۃ عن حروفہ وان لایدغم حرف فی حرف وقیل ھذا اقلہ[5]۔

کمال ترتیل یہ ہے الفاظ میں تفخیم (حرف کو پُر کرکے پڑھنا) اور حروف کو جدا جدا کرکے پڑھا جائے، ایک حرف کو دوسرے حرف میں نہ ملایا جائے۔ بعض نے کہا یہ ترتیل کا کم درجہ ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

یسن الترتیل فی قرأۃ القراٰن قال اللہ تعالٰی

قرأت قرآن میں ترتیل سنّت ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا

---

[1] القرآن ۲۵/۳۲
[2] القرآن ۱۷/۱۰۶
[3] تفسیر جلالین زیر آیۃ ورتل القراٰن الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۶
[4] کمالین علی حاشیہ جلالین زیر آیۃ مذکورہ " " " ۲/۴۷۶
[5] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ ۱/۱۰۶

ورتل القرآن ترتیلا وروی ابو داؤد وغیرہ عن امر سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نعتت قراءۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قراءۃ مفسرۃ حرفا حرفا[1] الخ۔

ارشاد ہے قرآن کو خوب ترتیل کے ساتھ پڑھو، اور ابو داؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ کی قراۃ کی صفت کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح تلاوت فرماتے کہ قرأت مفسر ہوتی اور ایک ایک جدا معلوم ہوتا تھا الخ (ت)

حدیث میں ہے:

لاتنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکون ھم احدکم اٰخر السورۃ[2]۔

یعنی قرآن کو نکمّے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑ پڑتی ہیں اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو، عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اس سے تدبر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں۔

رواہ ابوبکر الاٰجری فی کتاب حملۃ القرآن وعن طریقہ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ والدیلمی مثلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قولہ ورتل القراٰن ترتیلا قال فذکرہ۔

اسے امام ابوبکر آجری نے "کتاب حملۃ القرآن" میں نقل کیا ہے، اور امام بغوی نے معالم میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا عسکری نے المواعظ میں حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی ورتل القراٰن ترتیلا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ الفاظ سے تشریح فرمائی۔ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۶
[2] " " بحوالہ الاٰجری فی حملۃ القرآن " " " " " "

دُرمختار میں ہے :

یقرأ فی الفرض بالترتیل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا له ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفهم۔[1]

فرض نماز میں اس طرح تلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں متوسط طریقے پر اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔ (ت)

اُس کے بیان تراویح میں ہے : ویجتنب هذرمة القرأة[2] (اور جلدی جلدی قرأت سے اجتناب کرے۔ ت)

دوم مد و وقف و وصل کے ضروریات اپنے اپنے مواقع پر ادا ہوں کھڑے پڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہو ان کے بعد غنہ نہ نکلے اتاکنا کو ان کن یا اتاں کناں نہ پڑھا جائے با و جیم ساکنین جن کے بعد ت ہو بشدت ادا کئے جائیں کہ پ اور چ کی آواز نہ دیں جہال جلدی میں ابتر اور تجتنبوا کو اپتر اور پجتنبوا پڑھتے ہیں حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہال جب صراط و قاطعہ میں ص و ط اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہو کر کسرہ مشابہ ضمہ ہوجاتا ہے کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً "یستطیعون" "لا تطغ" بے خیالی کرنے والوں سے حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے "عتوئیں بھی بوجہ تفخیم عین و ضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حرف و حرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود و مقصور ہو نہ ممدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف جو بعض جہال "واستبقا الباب" "دعوا اللّٰه" "وقال الحمد للّٰه" "ذاقا الشجرة" کے قیاس پر "کلتا الجنتین" "قیل ادخلوا النار" میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل و کاسد واجب و اجماعی مد متصل ہے منفصل کا ترک جائز و لہذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضآلین، الٓمّٓ وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا قَالَ اللّٰھُمَّ بحالت ادغام وہاں مد و قصر دونوں جائز، اس قدر ترتیل فرض و واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار، مگر فرائضِ نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلاۃ ہو۔ مدارک التنزیل میں ہے :

ورتل القرأن ترتیلا ای اقرأ علی تؤدة

قرآن کو آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو، اس کا معنی یہ ہے

---

[1] درمختار باب الامامۃ فصل و یجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] " باب الوتر والنوافل " " " ۱/۹۹

بتبیین الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر بہ وانہ لابد منہ للقاریٔ۔[1]

کہ اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا ہے "ترتیلاً" اس مسئلہ میں تاکید پیدا کررہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یمد اقل ما قال بہ القراء والا حرم لترک الترتیل المامور بہ شرعا۔[2]

اسے تھوڑا المبارک کے پڑھا جائے، قرار کا یہی قول ہے ورنہ مامور بہ ترتیل کی خلاف ورزی ہوگی اور یہ شرعاً حرام ہے۔ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اس نے انما الصدقٰت للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا، فرمایا: ما ھٰکذا اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھایا) عرض کی: آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا: انما الصدقٰت للفقرآء مد کے ساتھ ادا کرکے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سننہ و الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح (اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اتقان میں ہے:

قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل و ذی الساکن اللازم وان اختلفوا فی مقدارہ واختلفوا فی النوعین الاخیرین وھما المتصل وذو الساکن العارض وفی قصرھما۔[3]

تمام قراء مد متصل کی دونوں انواع مد متصل اور ساکن لازم پر متفق ہیں اگرچہ ان کی مقدار میں انھوں نے اختلاف کیا ہے مد کی آخری دو انواع میں اور وہ مد منفصل اور ساکن عارض ہیں اور ان دونوں کی قصر میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ (ت)

---

[1] تفسیر مدارک التنزیل المعروف بتفسیر النسفی سورۃ مزمل زیر آیۃ ورتل القرآن الخ دارالکتاب العربیہ بیروت ۴/ ۳۰۳

[2] ردالمحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۰

[3] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثلاثون الخ " " ۱/ ۹۶

[4] " " بحوالہ سنن سعید ابن منصور " " ۱/ ۹۷

ہندیہ میں ہے :

اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الابتدأ ان لم یتغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ووقف ثم ابتدأ بقولہ اولٰئک ھم خیر البریۃ لاتفسد بالاجماع بین علمائنا ھکذا فی المحیط، وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قولہ اصحٰب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لاتفسد لکنہ قبیح ھکذا فی الخلاصۃ وان تغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ اشھد اللّٰہ انہ لا الٰہ ووقف ثم قال الاھو لاتفسد صلاتہ عند عامۃ علمائنا وعند البعض تفسد صلاتہ والفتوی علی عدم الفساد بکل حال ھکذا فی المحیط[1]۔

جب کسی نے غیر وقف کی جگہ وقف کیا یا مقام ابتدا کے غیر سے ابتدا کی تو اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں ہوئی، مثلاً پڑھنے والے نے ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولٰئک ھم خیر البریۃ سے ابتداء کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے، اسی طرح اگر وصل کی جگہ کے علاوہ میں وصل کر لیا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے قول اصحٰب النار پر وقف نہ کیا بلکہ اسے الذین یحملون العرش کے ساتھ ملا لیا نماز فاسد نہ ہوئی لیکن ایسا کرنا سخت ناپسند ہے، خلاصہ میں اسی طرح ہے، اور اگر معنی میں فحش تبدیلی ہو مثلاً کسی نے اشھد اللّٰہ انہ لا الٰہ پر وقف کر کے پڑھا "الا ھو" تو ہمارے اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور بعض کے ہاں فاسد ہو جائے گی اور فتوٰی اس پر ہے کہ ہر صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اس کی امامت نہ چاہئے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت

عالمگیریہ میں ہے :

من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القرأۃ کثیرا[2]۔

جو شخص مقاماتِ وقف میں وقف نہیں کرتا بلکہ مقاماتِ وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے اسی طرح اس کو امام نہ بنایا جائے جو اکثر کھانستا رہتا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

[2] " الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ " " " ۱/۸۶

سوم جو حروف وحرکات کی تصحیح ا ع ، ت ط ، ث س ص ، ح ہ ، ذ ز ظ وغیرہا میں تمیز کرے غرض ہر نقص وزیادت وتبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پروائی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے ائمہ کرام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اس کی نماز باطل اور اس کی امامت کے بطلان اور اس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظرِ تیسیر جو توسیعیں کیں وہ عند التحقیق صورت لغزش وخطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ادا ہوگیا نہ کہ معاذ اللہ فتوٰی بے پروائی واجازت غلط خوانی و ترک تعلم وکوشش، جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہوا ہے اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لئے وہی علماء جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلان امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء ومشائخ تک غافل ہیں۔ فقیر غفرا اللہ تعالٰی لہ کے فتاوٰی میں ہے درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلایؤم الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترك جہدہ او وجد قدر الفرض مما لالثغ بہ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]

اور غیر توتلے کی اقتداء توتلے کے پیچھے اصح قول کے مطابق درست نہیں جیسا کہ البحرالرائق میں مجتبٰی سے منقول ہے (الثغ بروزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ ل بولے) حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلاپن رکھنے والا شخص ہمیشہ صحت حروف کے لئے کوشاں رہے، اس کے بعد وہ اُمّی کی طرح ہے یعنی وہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے اس کی نماز صحیح نہ ہوگی جب اسے صحیح پڑھنے والے کی اقتدا ممکن ہو یا اس نے کوشش ترک کردی ہو یا بقدر فرض قرأت کی وہ

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۵

آیتیں حاصل کرلے جن میں توتلا پن نہ ہو، توتلا پن رکھنے والے شخص کے بارے میں یہی صحیح ومختار قول ہے، اسی طرح حکم ہے اس شخص کا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف پر صحیح تلفظ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ (ت)

اور جو شخص خلاف شریعت مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا ناجائز نہیں قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفسقون[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا جو لوگوں کے درمیان اللہ تعالٰی کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ لوگ فاسق ہیں۔ ت)

غنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ تمام گنہگار ہوں گے۔ ت) اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ و العلامۃ الشرنبلالی فی المراقی وفی غیرھما فقد بینا فی غیر موضع من فتاونا وھو قضیۃ الدلیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ اور علامہ شرنبلالی نے مراقی میں اس کی تحقیق کی اور ان دونوں کے غیر نے اپنی اپنی کتابوں میں تحقیق کی ہے ہم نے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر اسے بیان کیا ہے اور یہی اس کا خلاصہ ہے اور اسی پر اعتماد ہونا چاہئے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

---

[1] القرآن ۵/ ۴۷

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۲

رسالہ

نِعم الزّاد لِرَوم الضاد

(ضاد کے پڑھنے کا بہترین طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۷۲ تا ۲۷۶ از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ مولوی محمد یحیٰی صاحب ۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیرالمغضوب علیہم ولا الضآلین درچند اشخاص نزاع مے مانند واکثر رسائل و فتاوٰی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد را بدال توارث بین الناس دلیل مے آرند و بعضے برائے تبدیل ظاو زا تشابہ صوت را دلیل مے گردانند وقاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی در رسائل وفتاوٰی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض غلط است ہرحرف خصوصاً ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن برہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور و شغب

علمائے شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ غیرالمغضوب علیہم ولا الضآلین کے پڑھنے میں کچھ لوگوں کا اختلاف ہے اکثر رسائل اور فتاوے اس بارے میں مختلف ہیں بعض لوگ توارث بین الناس (معمول) کو دلیل بناتے ہوئے ضاد کو دال کے ساتھ پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض اسے ظا اور زا کے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں اور آواز میں مشابہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں قاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی نے کہا کہ رسائل اور فتاوٰی میں اس بارے میں خلاصہ تحقیق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی جگہ دال یا کوئی

بعضے خواص وعوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان
کردہ اند از استماعش در چند امور خلجان واقع گردید ترصد
از علمائے ماہرین ومعتبرین کہ از جواب رافع خلجان احقاق
حق و ابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالیٰ فی
الدارین امرے چند موجب اشتباہ وخلجان مخصوص
ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظا معجمہ دریافت طلب
از علمائے دین۔

اور حرف پڑھنا محض غلط ہے ، ہر حرف خصوصاً ضاد کو
اپنے مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ ادا کرنا
ہر شخص پر لازم ہے ، اس معاملہ میں بڑا اختلاف اور
شور ہے بعض خواص اور عوام اسے دال پڑھنے پر
شرح کبیر سے سند ذکر کرتے ہیں ، اس معاملہ میں چند
امور سے خلجان واقع ہو رہا ہے ماہرین شریعت اپنے
جواب سے انہیں رفع کریں تاکہ حق ثابت ہو اور باطل کا
بطلان ہو جائے ، اللہ تعالیٰ دارین میں تجھے اجر سے نوازے ، ضاد کو دال یا ظا پڑھنے کی صورت میں جن امور
میں اشتباہ وخلجان واقع ہو رہا ہے وہ علماء سے دریافت طلب ہیں (وہ یہ ہیں) :

اوّل فصل زلۃ القاری کہ در کتب فقہ علیحدہ
ذیل حکم قرأت فی الصلوٰۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل
آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلا قصد و
ارادہ حرفے بجائے حرفے فجاءۃً بر زبان جاری شدہ
باشد یا علی العموم است قاری وتالی بالقصد و
ارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم
شق عموم ہرگاہ حکم قرأت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث
معنون کردن فصل بہ زلۃ القاری چیست حالانکہ
در زلۃ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است۔

اوّل کتب فقہ میں نماز کی قرأت کے ضمن میں
"زلۃ القاری" (قاری کا پھسلنا) کی جو فصل قائم کی گئی ہے
اس کے مسائل کا حکم صرف اسی صورت کے ساتھ
مخصوص ہے جب قاری سے بلا قصد و ارادہ ایک حرف
کی جگہ دوسرا حرف اچانک زبان پر جاری ہو جائے ،
یا حکم عام ہے خواہ قاری اور تلاوت کرنے والا عمداً
اور قصداً کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے اگر
عموم حکم والی (شق) تسلیم کر لی جائے تو جب اس میں قصداً
قرأت کا حکم بھی تحریر ہوا ہے تو پھر اس فصل کا عنوان
زلۃ القاری کیوں رکھا گیا ، حالانکہ لفظ زلۃ لغزش سے معرب
ہے جس میں قصد اور ارادہ مفقود ہوتا ہے۔

دوم درصورت عموم صرف بر اتحاد
مخرج وتشابہ صوت عموم وسہولت ادا اکتفا کردہ
خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و
بصورت تبدیل معنی وفساد آں حکم فساد نماز دادہ
خواہد شد و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد

دوم عموم کی صورت میں صرف اتحادِ مخرج یا
قرب مخرج اور تشابہ کی صورت میں عام وآسان
ادائیگی پر اکتفا کر لیا جائے گا یا معنی کا بھی خیال رکھنا
ضروری ہے اور بصورتِ تبدیل معنی وفساد حکم فساد
نماز کا ہوگا اس صورت میں جو شخص ضاد کو دال سے

بذال توارث بین الناس را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد۔

بدل کر پڑھنے پر مطلقاً لوگوں کے معمول کو دلیل بناتا ہے اس کے قول کی صحت کی توجیہ کیسے ہوگی؟

سوم چنانکہ صاحب غنیۃ المستملی شرح منیہ در فصل زلۃ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار بر صحت و فساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشتہ و جائیکہ از بدل فساد معنی شود حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند و ہر جاکہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز دادہ خواہد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ و بصوت دال خواندن عموماً و مطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد و اگر شق ثانی است مخصص آں و موجب تخصیص کدام دلیل است۔

سوم جس طرح صاحب غنیۃ المستملی نے شرح منیہ کی فصل زلۃ القاری میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی صورت میں مدار معنی کی صحت و فساد پر رکھا ہے تو جس صورت میں تبدیلی حرف کے باوجود معنی درست ہوگا نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور جہاں تبدیلی حرف کی وجہ سے معنی فاسد ہوگا وہاں نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری ہوگا اور جب ضاد کو دال پڑھا جائے تو پھر بھی یہی حکم جاری ہوگا جہاں ضاد کو دال پڑھنے سے فساد معنی لازم آئے وہاں نماز کے فساد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اگر شق اول مسلم ہے تو ضاد کو دال سے بدل کر دال کی آواز میں پڑھنا عموماً و مطلقاً کیسے صحیح ہوگا اور اگر دوسری شق ہے تو اس کا مخصص اور موجب تخصیص کون ہے؟

چہارم کسیکہ از عبارت شرح کبیر ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد الخ خواندن دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف و تباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیۂ کریمہ ھل ندلکم علی رجل الخ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ و حکم صحت نماز دادہ و ممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد تباہ شوند یا در "اکواب موضوعۃ" کہ معنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ مودوعۃ خواندہ شود معنی آں پدرود کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بہ انقطاع آں ست علی ہذا بسیارے

چہارم جس شخص نے شرح کبیر کی عبارت ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد الخ سے ضاد کی جگہ دال پڑھنا بغیر لحاظ مخالفت تباعد معنی علی العموم قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے یا نہیں؟ کیونکہ آیۂ کریمہ ھل ندلکم علی رجل الخ میں صاحب شرح کبیر نے تبدیلی سے قربِ معنی ثابت کیا ہے اور صحتِ نماز کا حکم دیا ہے اور ممکن ہے کہ دوسرے مقام پر ضاد کو دال سے بدلنے سے فسادِ معنی لازم آئے اور اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہوگئے، یا "اکوابِ موضوعۃ" میں کہ اس کا معنی ہے وہ برتن جو ترتیب سے رکھے گئے ہوں، اگر اسے "مودوعۃ" پڑھا جائے جس کا

آیات ہستند کہ حالش بر متفقش خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و ہرگاہ مدار حکم صحت و فسادِ نماز بصورت ابدال ضاد بظا و دال خود حسب تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلٰوۃ چنانکہ در حق عوام است کہ ہیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمچنیاں در حق خواص کہ امتیاز ہر گونہ دارند جاری خواہد شد یا نہ۔

معنٰی یہ بنے گا رخصت کیا ہوا، یہ معنٰی وہ ہے جو اس کے انقطاع کی طرف مشعر ہے علٰی ہذا القیاس بہت سی آیاتِ قرآنی ہیں جن کا حال ہر صاحبِ مطالعہ اور باخبر شخص سے مخفی نہیں ہیں پس اس صورت میں یقیناً نماز کے فساد کا حکم ہی دیا جائے گا جب ضاد کو ظا اور دال سے بدل کر پڑھنے میں نماز کی صحت و فساد کے حکم کا مدار صاحبِ شرح کبیر کی تحریر کے مطابق صحتِ معنی و فساد معنی کی تبدیلی پر ہے، تو پھر عمومِ بلوی کی بنیاد پر عوام کے حق میں عدمِ فسادِ نماز کا قول جس کی وجہ یہ ہے کہ صحت لفظ اور تبدیلیِ معنی کا فرق عوام نہیں کر سکتے اسی طرح خواص جو ہر قسم کا فرق کر سکتے ہیں تو کیا ان پر بھی یہ حکم جاری ہوگا یا نہ؟

پنجم ہرگاہ از عبارت تمہید جزری و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری و ہم از شرح ملا علی قاری بر آں ثابت است کہ السنۂ ناس در ادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ و بعضے دال مہملہ و بعضے ذال معجمہ و بعضے باشمام زائے معجمہ مے خوانند و ایں ہمہ حضرات از قرائے عرب معدود ند دریں صورت دعوی تواتر ادائے ضاد بصورت دال مہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بینوا توجروا۔

پنجم جب امام جزری کی تمہیدی عبارت، شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح مقدمہ جزری اور شرح ملا علی قاری میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں بعض ظا، بعض دال، بعض ذال اور بعض اسے زا کی بو دے کر پڑھتے ہیں اور یہ تمام حضرات قرائے عرب میں شمار ہوتے ہیں اس صورت میں ضاد کو دال مہملہ پڑھنے پر تواتر کا دعوٰی کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ صٓ والصلٰوۃ والسلام علی افصح من نطق بصٓ وعلی اٰلہ وصحبہ الذین اقتدوہ وھو لسفر الاٰخرۃ زاد صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ و

تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی پر صٓ (قرآن عظیم روشن عربی زبان میں) نازل کیا اور صلٰوۃ و سلام اس ذات پر جس نے صٓ کو فصیح زبان سے ادا کیا (قرآن کی تلاوت سب سے اعلٰی فرمائی) اور آپ کی آل و

علیہ فرستاد حق جل وعلا وتبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرستاد و برائے تلاوت و استماع و استفاضہ و انتفاع عباد آں صفت کریمہ قدیمہ خود را بکسوت حروف و اصوات تجلی داد وسید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما انزل الیہ بصحابہ کرام رسانید وصحابہ بتابعین وتابعین بہ تبع و ہمچناں قرناً بعد قرنٍ وطبقۃ فطبقۃ ہر ہر حرف وحرکت وصفت وہیأت بر اقصے غایات تواتر کہ ما فوق آں متصور نیست بما رسید والحمد للہ العلی المجید و ذلک قولہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون[1] پس بحمد اللہ چنانکہ در ہیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلاً محل توہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچناں بمنت مولٰی عزوجل در ہیچ حرفے از حروف طیبہ اش زنہار جائے ترددے نیست کہ شاید بجائے لام تعریف میم تعریف بودہ باشد پس بنہجیکہ بیقین قاطع میدانیم کہ ا و ع و ق در زبان عربی جداگانہ است و در قرآن عظیم الا وعلا وفلا بر معانی مختلفہ برہماں وجہ بتیقن جازم می شناسیم کہ ض و ظ و د نیز در لسان عرب سہ حرف متباین است و در فرقان کریم ضل وظل و دل بمدلولات متخالفہ پس ض را ظ یا د خواندن بعینہ ہماں ماند کہ کسے "ا" را ع یا ق خواند دعا وعلے تو ارث درادائے د بجائے

صحابہ نے جنہوں نے آپ کی اقتداء کی جبکہ وہ سفر آخرت کیلئے ساماں ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ رحمتیں، برکتیں در سلامتی آپ پر اور ان سب پر نازل فرمائے اور زیادہ کرے۔ قرآن عظیم روشن عربی زبان میں اللہ عزوجل نے اپنے عربی قریشی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اس کی تلاوت و سماعت اور اس سے استفاضہ و نفع کیلئے اللہ تعالٰی نے اپنی صفت کریمہ قدیمہ کو حروف و تجلی اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ تک قرآن پاک کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا صحابہ نے تابعین تک تابعین نے تبع تابعین تک اور اسی طرح ہر دور اور ہر طبقہ میں اس کا ہر حرف، ہر حرکت ہر صفت اور ہیئت تواتر کے اعلٰی درجہ کے ساتھ ہم تک منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، حمد ہے اللہ کے لئے جو بلند بزرگی والا ہے اسی سے متعلق اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: "بلاشبہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔ الحمد للہ قرآن مجید کے کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کے بارے میں بھی ہرگز کسی قسم کا وہم نہیں کیا جا سکتا کہ شاید الحمد کی جگہ الشکر نازل ہوا تھا، اسی طرح اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ قرآن کے کسی حرف کے بارے میں کوئی شک و تردد نہیں کہ شاید الف لام کی جگہ تعریف کے لئے میم نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے کہ ا، ع، ق

[1] القرآن ۱۵/۹

ضں سخنے است بس غلط و پر بیمزہ ۔ توارث اگر در علمائے معتمدین قرأت مقصود خود باطل و مردود و اگر در عوام ہند مراد ازیں چہ کشاد سکتات سورۃ فاتحہ از صدہا سال در عامیاں رائج است و جہلہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان در وے تراشیدہ اند دلل ھرب کیو کنع کنس تعلی بعلی و بعض دیگر فرمودند مما و مصرا ، وکذلک کان ینبغی علی مزعومهم شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر و فزود تر از تحفظ بر واجبات اجماعیہ تجوید مے بینیم ، و ہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں نادانان او را از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کیف صار فیهم المعروف منکرا و المنکر معروفا ۔ ایں اختراعات باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا ۔ علماء ایں سکتات باطلہ را تقبیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح، علامہ ابراہیم حلبی در غنیۃ المستملی فرماید قال فی فتاوی الحجۃ المصلی اذا بلغ فی الفاتحۃ ایاك نعبد و ایاك نستعین لا ینبغی ان یقف علی قولہ ایاك ثم یقول نعبد

عربی زبان میں جدا جدا حروف ہیں اور قرآن میں الا ، علا اور فلا کے الگ الگ مختلف معانی ہیں، اسی طرح ہم اس پر بھی حتمی یقین رکھتے ہیں کہ ضں، ظ اور د زبان عرب میں آپس میں متبائن تین حروف ہیں اور فرقان عظیم میں ضل ، ظل اور دل کے معانی مختلف اور متبائن ہیں پس ضں کو بعینہٖ ظ یا د پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو عین یا فا پڑھا کرے، باقی اس توارث کا دعوی کہ ضں کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے کیونکہ اس توارث سے مراد قابل اعتماد قرا کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل و مردود ہے (وہ لوگ ایسی بات کیسے کر سکتے ہیں) اور اگر مراد عوام ہند کا توارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہو سکتا ہے! عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورۃ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات شیاطین کا نام لیتے ہیں دلل، حرب، کیو، کنع، کنس، تعلی، بعلی، اور بعض ان دو ناموں مما اور مصرا کا اضافہ کرتے ہیں انکے زعم پر انہیں یونہی مناسب نظر آیا اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکتات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں، اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا یہ بیوقوف اسے تجوید قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں آپ غور سے دیکھیں کیسے عوام کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے ۔ ان خرافات باطلہ کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں، اہل علم نے ان باطل سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں فتاوی الحجہ میں ہے

وانما الاولی والاصح ان یصل ایاك نعبد وایاك نستعین انتھی فلا اعتبار بمن یفعل ذلك السکت من الجھال المتفقھین بغیر علم[1] اھ۔

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در منح الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجہ مے فرمایند اقول و ما اشتھر علی لسان بعض الجھلۃ من القرآن فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل ھذہ التراکیب من البناء فخطاء فاحش و اطلاق قبیح ثم سکتھم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك وامثالھا غلط صریح[2] علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الرسائل۔ من فقیر در عنفوان امر خودم پیش از وقوف بریں کلمات ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم ومنشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم علماء کہ اختلاف لسنۃ ناس در ادائے ضاد بیان فرمودہ اند

کہ جب نمازی فاتحہ میں ایاك نعبد وایاك نستعین پر پہنچے تو وہ یہ نہ کرے کہ ایاك پر رک جائے پھر نعبد کہے بلکہ اولیٰ اور اصح یہی ہے کہ ایاك نعبد وایاك نستعین کو متصل کرکے پڑھے انتہی اگر بعض جاہل ان پڑھ لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری منح الفکریہ میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں میں کہتا ہوں بعض جاہل لوگوں کی زبان پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورۃ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں، یہ بات صراحۃً غلط ہے اور اس کا قبیح اطلاق ہے، اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی د اور ایاك کا کاف ہے اور ان کی مثل دوسرے مقامات ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل ہیں علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی نے اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا ذکر صاحبِ کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علماء کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتوں کا رد کیا۔ اور ان خرافات کے منشاء سے بھی آگاہی حاصل ہے اگر غرابتِ سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطۂ تحریر میں ضرور لاتا۔ علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱

[2] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ بیان الوقف علی رؤس الآیۃ سنۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۶۳

حاشا مراد نہ آنست کہ ایں طریق ادا قراءِ عرب است بلکہ مقصود بیان غلط وخطائے عوام در ادائے ایں حرف وتنبیہ بربطلان وتحذیر ازآں ست، عبارت مولانا قاری درشرح مقدمۂ جزریہ زیر قول ماتن "والضاد باستطالۃ ومخرج میز من الظاء وکلہا تجی ؎ فی الظعن ظل ظہر عظم الحفظ ؎ ایقظ وانظر عظم ظہر اللفظ" چناں ست قد انفرد الضاد بالاستطالۃ حتی تتصل بمخرج اللام لما فیہ من قوۃ الجہر والاطباق والاستعلاء ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنہم من یخرجہ ظاء ومنہم من یخرجہ دالا مہملۃ او معجمۃ ومنہم من یخرجہ طاء مہملۃ کالمصریین ومنہم من یشمہ ذالا ومنہم من یشیر بہا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلا بالنسبۃ الی غیرہ امر الناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ما جاء فی القرآن بالظاء لفظا[۱] الخ ایں شدت تحفظ علما است بر تمایز حروف و آنچہ انکہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی کلمات قرآنیہ واردہ بظائے معجمہ را ضبط

زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ قراءِ عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے بلکہ اس سے مقصود صرف اسی حرف کی ادائیگی کے بارے میں عوام کی خطا اور غلطی کی نشان دہی کرنا ہے اور اس کے بطلان پر تنبیہ اور اس سے پرہیز پر متوجہ کرنا ہے عبارت ملّا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول "ضاد میں استطالہ ہے اور اس کا مخرج ظا سے الگ ہے اور ظا ان تمام میں ہے، ظعن، ظل، ظہر، عظم الحفظ ؎ ایقظ، انظر، عظم، ظہر اللفظ ؎ کے تحت یوں ہے کہ ضاد استطالہ میں منفرد ہے حتی کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ متصل ہے کیونکہ اس میں قوت جہر، اطباق اور استعلاء پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو اس کی ادائیگی میں لوگوں کی زبان مختلف ہے بعض اسے ظا اور بعض دال یا ذال کے مخرج سے اور بعض طا کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری لوگ، اور بعض اسے ذال کی بو دیتے ہیں بعض ظا سے ملا کر پڑھ دیتے ہیں لیکن چونکہ اس کا امتیاز دیگر حروف کی بنسبت ظا سے مشکل ہے اس لئے ناظم (ماتن) نے صراحۃً اس سے ممتاز کرنے کی بات کی، پھر وہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظا لفظاً استعمال ہوا ہے الخ یہ شدت حروف کے امتیاز کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وہ جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی نے کلمات قرآنی ذکر کرتے

---

[۱] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب ادغام المتجانسین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

فرمودہ تا بدانند کہ ایں حرف بقرآن عظیم در ہمیں مواد است
وآنچہ غیر اینہاست ہمہ بضاد است ہمچناں فاضل
ادیب حریری در مقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب واردہ بظا
را مضبوط نمودہ جائیکہ فرمود ایّھا السّائل عن
الضّاد والظّاء ۞ لکیلا تضلّہ الالفاظ ۞
اِنّ حفظ الظّاءآت یغنیک فاسمعہا
استماع امرئ لہ استیقاظ[1] غیر طائفۃ
فی مخارج ھذہ الحروف وفی
ذلک حرج عظیم والظاھر ان
ھذا مجمل ما فی جمیع الفتاوی
باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لو قرأ
ولا الضّآلین بالظاء فسدت
صلوٰتہ وعلیہ اکثر الائمۃ منھم
ابو مطیع ومحمد بن مقاتل ومحمد بن
سلام وعبد اللّٰہ بن الازھری وعلی
ھذا القیاس فی جمیع القرآن ولو قرأ
بالظاء مکان الضاد تفسد صلاتہ الا
فی قولہ تعالٰی وما ھو علی الغیب بضنین
بالظاء والضاد فہما قرأتان[2] ببیں
چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا
از کج مج زبانی ہائے کردیاں و ترکیاں و
دہقانیانِ کوفہ وغیرہم عوام واعجام است ولہٰذا

ہیں جن میں ظا ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن کریم
میں ظا کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ
میں ضاد ہے اسی طرح فاضل ادیب حریری نے
مقامہ حلبیہ میں ظا کے الفاظ عربی ذکر کرتے ہوئے کہا
جس جگہ کہاے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے
والے تاکہ الفاظ میں خلط ملط نہ ہو، اگر تو ظاء
کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہو جائیگا
پس اب تو انھیں غور سے سن جس طرح ایک بیدار
آدمی سنتا ہے۔ ایک گروہ نے ان حروف کے مخارج میں تغیر و
تبدل کیا ہے اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر
یہ ہے کہ تمام فتاوٰی کا اجمال یہی ہے، پھر فرمایا کہ
خزانہ میں بھی ہے کہ اگر ولا الضالین میں ظاء پڑھی
تو نماز فاسد ہو جائے گی، اکثر ائمہ اسی پر ہیں
ان میں سے ابو مطیع محمد بن مقاتل، محمد بن سلام،
عبد اللہ بن الازھری بھی ہیں اسی پر قیاس کرتے
ہوئے کہا کہ تمام قرآن میں ضاد کی جگہ اگر ظاء پڑھی
تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اللہ تعالٰی کا
قول وما ھو علی الغیب بضنین مستثنٰی ہے کیونکہ
اس میں ظا اور ضاد دونوں کے ساتھ دو قرأتیں آئی
ہیں آپ نے دیکھا کہ کس قدر واضح تصریحات ہیں
کہ یہ تبدیلی کرد، ترک اور کوفہ کے بادیہ نشیں وغیرہ عام
اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ

---

[1] مقامات حریری مقامہ سادسۃ الاربعون المقامۃ الحلبیۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۳۹۳
[2] خزانہ

اکثر علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کردہ اند
ایں ترخیص را ہم بحق عامیاں مقصود داشتند باز حکم
جمہور ائمہ نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام فساد معنی
حکم بفساد نماز فرمودند و ہمیں است مذہب
ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابی یوسف و
امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین علی خلاف
بینھم فی ما اذا کان مثلہ فی
القراٰن اولا کما فصلہ فی الغنیۃ
باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجزاء
الجلیل و در خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و غنیہ و
حلیہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ مذہب بکثرت
فروع ایں تبدیلہا است کہ در روے حکم بفساد نماز
دادہ اند من شاء فلیراجعہا فان فی
نقلہا طولا کبیرا و خود علامہ قاری در شرح
جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای الضاد
والظاء (البیان) ای فبیان کل منہما لازم
ولا یجوز الادغام لبعد مخرجہما
قال الیمنی فلو قرأ بالادغام تفسد
الصلاۃ وقال ابن المصنف وتبعہ
الرومی ولیتحرز من عدم بیانہما
فانہ لو أبدل ضادا بظاء او بالعکس
بطلت صلاتہ لفساد المعنی و
قال المصری فلو بدل ضادا بظاء
فی الفاتحۃ لم تصح قرأتہ
بتلک الکلمۃ (ملتقطاً) باز کلام ابن الہمام و کلام مذکور غنیہ

اکثر علمائے متاخرین جو مشقت کے مقام پر آسانی
کی طرف گئے ہیں انھوں نے بھی اس رخصت کو عوام
کے حق میں جائز رکھا ہے پھر جمہور ائمہ کا حکم دیکھو انہوں نے
اس تبدیل پر فساد معنی کے وقت فساد نماز کا حکم دیا ہے
اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم،
امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا
ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثل قرآن مجید
میں ہے یا نہیں اس کی پوری اور عمدہ تفصیل غنیہ میں
ہے پس اللہ تعالٰی انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔
خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، حلیہ، خزانۃ المفتین اور
دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کے متعدد
جزئیات کا ذکر کرکے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا
جو شخص تفصیل چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے
کیونکہ ان تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے
خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں (اور
اگرچہ دونوں اکٹھے ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو ہر ایک
کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے
ادغام جائز نہیں یمنی نے کہا کہ اگر کسی نے مدغم کرکے
پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ابن مصنف اور ان
کی اتباع میں رومی نے کہا ان دونوں کے عدم امتیاز
سے احتراز چاہئے، کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا
اس کا عکس کہا تو فساد معنی کی وجہ سے نماز باطل
ہو جائے گی، اور مصری نے کہا اگر کسی نے فاتحہ میں
ضاد کو ظا سے بدل کر پڑھا تو اس کلمہ کی قرأت
درست نہ ہوگی، پھر ابن الہمام اور منیہ کی مذکورہ

؎ المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

آوردہ گفت قال الشارح وھذا معنی ماذکر فی فتاوی الحجۃ انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادۃ الصلٰوۃ وفی حق العوام بالجواز اقول وھذا تفصیل حسن فی ھذا الباب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب' و فی فتاوی قاضیخان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ اوالدال المھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد (ملخصًا[1]) ودر شرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء فقل (البیان) لاحدھما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدھما بالاخر فتبطل صلاتہ[2] سبحٰن اللہ اگر ایں نہج ادا قرائے عرب بودے حکم فساد راچہ گنجائش بود بلکہ قطعًا ادغام روا بودے ونماز مطلقًا اجماعًا صحیح ماندے چنانکہ درما ھو علی الغیب بضنین و ہمچنیں درقول او تعالٰی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم، حصب و حضب و حطب و حظب بصاد وضاد وطاء وظاء ہرچہ خواند نماز قطعًا صحیح است کہ ایں کلمہ بہر چار حروف منطبقہ در قرأت آمدہ است کما فی المنح الفکریۃ وغیرھا۔

گفتگو کے بعد کہا شارح نے کہا فتاوٰی حجہ میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ علماء وفقہاء کے حق میں نماز کے لوٹانے کا فتوٰی دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا، میں کہتا ہوں اس معاملہ میں یہی تفصیل احسن ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور ولا الضالین میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی امام شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح میں ہے (اور اگر یہ دونوں متصل ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو قاری کے لئے دونوں کو الگ الگ کرکے پڑھنا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط نہ ہوجائے ورنہ اس کی نماز باطل ہوجائے گی سبحان اللہ اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قراءِ عرب کا ہوتا تو فساد کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی بلکہ ادغام یقینًا جائز اور نماز مطلقًا بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ما ھو علی الغیب بضنین میں ہے یہی حکم اللہ تعالٰی کے اس ارشادِ گرامی میں ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ یہاں حصب، حضب، حطب اور حظب صاد، ضاد، طاء اور ظاء کے ساتھ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے نماز درست ہوگی کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حروف کے ساتھ قرأت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

[2] شرح المقدمۃ الجزریۃ ابوزکریا انصاری مع المنح الفکریہ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

اقول وباللہ التوفیق بتحقیقنا هذا ظهر لك انخساف ما زعم بعض النحاة وهو ابن الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد والظاء فلا یخطئ من یجعل هذہ فی موضع هذہ، وینشد ؎

الی اللہ اشکو من خلیل اودہ
ثلث خلال کلها لی غائض

بالضاد۔

ویقول هکذا اسمعتہ من فصحاء العرب[1] نقلہ ابن خلکان فی وفیات الاعیان و ذلك لانہ لو کان ما زعمہ صحیحا لما حکم ائمۃ الفقہ وهم ماهم فی جمیع فنون العربیۃ وغیرها من العلوم الدینیۃ بفساد الصلوۃ فی غیر المغضوب وامثالہ مما یفسد بہ المعنی، ولما فرقوا بینہ وبین ضنین وظنین فاین هذا مما مر عن الحلیۃ عن الخزانۃ عن الائمۃ ان فی جمیع القراٰن تفسد بہ الصلوۃ ماخلا ضنین، ومن سوغ فانما نظر الی التیسیر علی العوام لا انہ صحیح فی فصیح الکلام، اما البیت فلا حجۃ لہ فیہ فقد یکون

اقول (میں کہتا ہوں، اللہ تعالٰی کی توفیق و عنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہوجاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلامِ عرب میں پڑھا جاسکتا ہے تو جو ایک کی جگہ دُوسرے کو پڑھ دے اسے خطاوار نہیں کہا جائیگا اور اس نے یہ شعر پڑھا، ؎

اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو سب مجھے ناپسند ہیں۔

(اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یُونہی میں نے فصحاءِ عرب سے سُنا ہے، اسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمہ فقہ جو علومِ دینیہ اور فنونِ عربیہ کے ماہر ہیں غیر المغضوب اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فسادِ معنی لازم آتا ہے سے نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے اور ضنین و ظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہاں ہے جو حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فسادِ معنی ہو) تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور جن لوگوں نے اسے جائز قرار دیا تھا انہوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا ہے یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے، رہا معاملہ شعر کا وہ اس سلسلہ

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۶۳۳ مطبوعہ دار الثقافۃ بیروت ۴/ ۳۰۷

من غاضه اذا نقصه قال الاسود بن
یعفر ؎

اماترینی قد فنیت وغاضنی
مانیل من بصری ومن اجلادی

قال فی تاج العروس معناه نقصنی
بعد تمامی وهذا ابن
الاعرابی قد انشد بنفسه ؎

ولو قد عض معطسه جویری
لقد لانت عریکته وغاضا

وفسره فقال اثر فی انفه حتی یذل
وقد قال ابن سیده فی ذلك البیت
یجوز عندی ان یکون غائض
غیر بدل و لکنه من غاضه ای
نقصه ویکون معناه حینئذ انه
ینقصنی و یتهضمنی نقلها فی التاج[1]
ایضا وعن هذا حکم علماؤنا بعدم الفساد
فیما لوقرأ لیغیض بهم الکفار بالضاد
مکان الظاء[2] کما فی الخانیة قال فی
الغنیة لان معناه مناسب ای لینقص
بهم الکفار[3] اھ وکذا قال فی قوله
تعالٰی قل موتوا بغیظکم[4] و

میں ان کی حجت نہیں بن سکتا تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے
اس وقت اس کا معنی نقص ہوتا ہے چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا
کیا تُو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہوچکا ہُوں اور میری آنکھوں
اور اعضاء کے عوارضات نے مجھے ناقص کر دیا ہے۔
تاج العروس میں ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے
مجھے کمال تک پہنچنے کے بعد ناقص کر دیا، اور اس
ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا:
اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضرور اس
کی ناک کی ہڈی نرم اور ناقص ہو گی۔
اور اس کی شرح کرتے ہُوئے کہا کہ اس نے اس کی ناک
کو داغدار کردیا حتی کہ وُہ ذلیل ہوگیا۔ اور ابن سیدہ
نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں "غائض"
غاظ سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے جس کا معنی
نقص ہے، لہذا اب معنی یُوں ہوگا اس نے مجھے ناقص
کردیا، اس کو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے، اور
اسی بنا پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے
لیغیظ بھم الکفار میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا
تو نماز فاسد نہ ہو گی، جیسا کہ خانیہ میں ہے
غنیہ میں ہے کہ اس کا معنی مناسب ہی رہتا ہے
یعنی ان سے کافروں میں نقص و اضطراب ہو اھ
اور اسی طرح اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی قل موتوا

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب الضاد مطبوعہ احیاء التراث العربی ۵/۶۴-۶۵
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۷
[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قرأۃ القرآن خطاءً مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۹

بالجملة فالفقه لا یوخذ من قول نحوی
خالف نصوص الائمة بل الانصاف عند
من نور الله بصیرته تقدیم
قولهم علی اقوال النحاة فی العربیة
ایضا فان الاجتهاد لا یتاتی
الا لمتصلع منها مقذوف فی قلبه
نور الالهی فاعرف ذلک فانه نفیس
مهم آرے مارا انکار نیست کہ در کلام
عرب معاقبہ میان ض و ظ اصلاً
نیامدہ کلمات عدیدہ بہردو حرف وارد شدہ چوں
عض الحرب والزمان و عظ الزمان جنگ گزید
وگزند رسانید و تماضوا و تماظوا باہم بجنگ
افتادند و بریک دگر زبان گفتن کشادند و
فاض فلاں و فاظ مرد و بظ الضارب اوتارہ
وبض چنگ زن او تار را برائے زدن جنبانید
وعہیا نمود و تقریظ و تقریض مدح کردن
بیض و بیظ خایہ مور و بظر و بضر خروسہ الی
غیر ذلک مما عداہ ابن مالک فی کتاب
الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد اما ایں معنی
مستلزم آں نباشد کہ ہر جا ابدال روا بود
چنانکہ میان لام و را جا با معاقبہ است
در مجمع بحار الانوار آوردہ فیہ کان
یکرہ تعطر النساء و تشبہن
بالرجال اراد عطرا یظہر ریحہ
کما یظہر عطر الرجل وقیل اراد تعطل

بغیظ کو میں کہا، بالجملہ دین وفقہ نامسئلہ نحوی کے ایسے
قول سے نہیں لیا جا سکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف
ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت سے
نوازا ہے وُہ ائمہ کے اقوال کو فنون عربیہ میں بھی نحاۃ
کے اقوال پر مقدم رکھے گا کیونکہ اجتہاد وہ کر سکتا ہے
جس میں اس کی کامل صلاحیت ہو اور اس کا دل
نور الٰہی سے پُر ہو، اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ
نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے، البتہ ہمیں اس
بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلام عرب میں ضاد اور ظا
ایک دوسرے کی جگہ آ ہی نہیں سکتے بہت سے کلمات
ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں مثلاً عض الحرب
والزمان و عظتہمان (دونوں کا معنی یہ ہے کہ
جنگ نے کاٹا اور تکلیف پہنچائی) تماضوا اور تماظوا
آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان
کھولنا "فاض فلاں" اور "فاظ" "فلاں فوت ہوا" بظ
الضارب اوتارہ اور بض صاحب موسیقی کا تار کو بجانے
کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔
بیض اور بیظ مور کا انڈہ ۔ بظر و بضر عورت اور
شرمگاہ الی غیر ذلک وُہ ہیں جنھیں ابن مالک نے
"کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظا والضاد" میں شمار
کیا ہے۔ لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ابدال
ہر جگہ جائز ہوگا مثلاً لام اور را کئی مقام پر ایک دوسرے
کی جگہ آتے ہیں۔ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اس حدیث
میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواتین کے
خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو

النساء باللام وھی من لاحلی علیھا
ولاخضاب واللام والراء یتعاقبان[1]
وزنہار جائز نبود کہ ہرجا خواہند یکے بجائے دیگرے
خوانند، علماء تصریح فرمودہ اند کہ در یوم تبلی السرائر
سرائل یا در یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال
جبار خوانند نماز فاسد شود کما فی الخانیۃ و
المنیۃ وغیرھما[2] باز ایں جملہ گفتہ آمدیم
درخصوص ظائے معجمہ است وحاشا کہ جاہلے
وکنیزے ودہقانے از عرب بجائے ض
دیا طا مہملتین یا ذیا زا معجمتین بر زبان راند
سخن من در عرب خالص است نہ در قومے
کہ باعجم مخالطہ شدہ و در زبان نیز خالط و
مالط شدند رجعت قہقری را گہگری گویند
وثلثۃ عشر را تلتعشر وخذکذا را خدکدا خدکدا بکسر کاف
ودال مہملۃ الی غیر ذلک من التغیرات المہملۃ و
با بعضے از اعراب واطراف یمن ملاقی شدم
کہ ہکذا را ہچا می گفتند ومنک خطاب بانثی
را منچ بجیم فارسی وبعضے دیگر دیدم کہ جیم را
کاف فارسی مسجد را مسگد وجمال را گمال
مے گفتند قال الرضی الیاء التی
کالفاء قال السیرافی ھی
کثیرۃ فی لغۃ العجم واظن

ناپسند فرماتے تھے، یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے
جو اس طرح مہک دار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔
بعض نے کہا کہ یہاں را کی جگہ لام ہے یعنی تعطل
النساء لام کے ساتھ، یعنی عورت کا بغیر زیور اور
مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے
کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگرچہ جائز ہے) مگر یہ بعض
مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو
دوسرے کی جگہ پڑھ لیں۔ علمائے تصریح کی ہے
کہ یوم تبلی السرائر کی جگہ سرائل یا
یوم ترجف الارض والجبال میں جبال کی
جگہ جبار پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی، جیسا
کہ خانیہ اور منیہ وغیرہا میں ہے، پھر یہ تمام گفتگو
ہم نے کی ہے یہ صرف ظا معجمہ کے لئے خاص ہے ہوسکتا
ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ
دال، طا، ذال یا زا اپنی زبان پر جاری
کردے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ
اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو اور اس کی
زبان خلط ملط ہوگئی ہو مثلاً رجعتِ قہقری کی جگہ
رجعتِ گہگری اور ثلثۃ عشر کی جگہ تلتعشر، خذ کذا کو
خدکدا، خدکدا کاف کے کسرہ اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں
ان کے علاوہ دیگر بے مقصد ولایعنی تغیرات یا بعض
ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہچا می

---

[1] مجمع بحار الانوار لفظ عطر کے تحت مذکور ہے مطبوعہ مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۳۹۷
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

ان العرب انما اخذوا ذلك
من العجم لمخالطتهم اياهم[۱]
بازاخراج نہ معجمہ بجائے ض خالصًا
یا اشمامًا در کلام علماء نقلش از عوام
جہال نیز پیدا نیست البتہ بعض
عامیاں زماں کہ تشابہ صوت شنیدہ اند
بجائے ض ظ برآوردن مے خواہند
وبعض دیگر کہ تحفظ کنند و نتواں
چیزے بین الضاد والظاء برمی آرند
واولئک امثلهم طریقا
نسأل اللہ ان یرزقنا
الحق فی کل باب
تحقیقا۔

پڑھتے تھے مونث کو خطاب کرتے ہیں منک کی جگہ منج
پڑھتے ہیں، بعض دیگر ایسے لوگ بھی ہیں نے دیکھے کہ جیم کو
کاف کے ساتھ مثلاً مسجد کو مسگد، جمال کو گمال بولتے
ہیں۔ رضی نے کہا وہ باء جو فاء کی طرح ہے سیرفی کہتا ہے
یہ لغتِ عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے اور میرا
گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے یہ
اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصًا یا اشمامًا زا پڑھنے کے
بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل
کیا ہے وُہ بھی محفوظ نہیں البتہ جن بعض عوام زماں
سے تشابہ صوت سُنا گیا ہے کہ وہ ض کی جگہ ظاء
پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی
طاقت نہ رکھتے ہوئے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد
اور ظا کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اور اوسط راہ
پر ہیں، ہم اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر
معاملہ تحقیقی حق پر چلنا نصیب کرے (آمین)

بالجملہ حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ
حروف باھم متباین است و
بر ہمہ مخرج جدا و ابدال ض باہر حرفیکہ
باشد مردود و ناروا ایں حرفے است
کہ حق جل و علا او را تنہا آفرید
و ہیچ حرفے را قرینش نگردانید و
لہذا سیبویہ گفت و در صفت لولا
الاطباق فی الصاد لکان سینا وفی الظاء

بالجملہ حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف
آپس میں متبائن اور ان کے مخارج الگ الگ
ہیں لہذا ضاد کا کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر
پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد)
کو اللہ تعالٰی نے اتنا جدا پیدا کیا ہے کہ
کوئی حرف بھی اس کا قریبی نہیں گردانا جاسکتا اسی لئے
سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق
نہ ہو تو وہ سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو

---

[۱] شرح شافیہ للرضی صفات الحروف مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۲۵۶

كان ذالا وفي الطاء كان دالا ولخرجت
الضاد من الكلام لانه ليس
شئ من الحروف من موضعها
غيرها اھ نقلہ الرضی[1] وآنکہ از قاری پانی پت نقل کنند۔
اقول تحقیق آنست کہ در صفات حروف
بعضے صفات لازم است کہ فقدانش مستلزم فقدان
ذات باشد چنانچہ اطباق در ط و انفتاح در ت
او قطعاً واجب المراعاۃ ست و بعضے نہ چناں ست
اگر بجا نیارند ذات حرف در ہم نخورد چوں تہوع در
ہمزہ وتفشی در ش وھو کما فی المنح انتشار
الصوت عند خروجھا حتی تتصل
بحروف طرف اللسان منھا
مخرج الظاء المشالۃ والحال
ان مخرجھا حافۃ اللسان
من محاذات وسطہ[2]
پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست
بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب
است و آں صفت تکریر در رائے مخفف مطلقاً
و در مثقلہ بیش از یکبار معنی ایں صفت در را آنست
کہ قابل تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید بایں
معنی بتوفیق اللہ تعالٰی بخاطرم خطور کردہ
بود کہ تصریحش در کلام مولٰنا

وہ ذال بن جائے اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور
ضاد کلام سے ہی خارج ہوجائے کیونکہ اس کے متبادل
کوئی حرف ہی نہیں اھ اسے رضی نے نقل کیا اور جو انہوں
نے قاری پانی پتی سے نقل کیا ہے۔ اس کے
بارے میں کہتا ہوں تحقیقی بات یہ ہے کہ حروف کی صفات
میں بعض ایسی صفات لازمہ ہیں جن کے فقدان سے حرف
کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے مثلاً "طاء" میں اطباق
اور "تاء" میں انفتاح اس کی رعایت نہایت ہی ضروری
ہے اور بعض حروف ایسے نہیں یعنی اگر انہیں ان صفات
سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں، مثلاً ہمزہ
میں تہوع اور شین میں تفشی، یہ وہی ہے جو المنح میں ہے
کہ اس کے خروج کے وقت آواز کا اس طرح
انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل
ہوجائے، ایسے حروف میں سے ظاء کا مخرج بھی ہے
حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذاتِ وسط سے
اور حافہ زبان ہے۔ پس صفاتِ حروف کی رعایت ہر
جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا
ترک ضروری ہے اور وہ رائے مخففہ میں مطلقاً
اور رائے مثقلہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را
میں اس صفت کی موجودگی کا معنٰی یہ ہے کہ را قابلِ تکرار
ہے یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے۔ یہ معنی اللہ تعالٰی
کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح

---

[1] شرح شافیہ للرضی مخارج الحروف الفرعیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۶۲
[2] المنح الفکریۃ مطلب بیان الحروف المھموسۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۹

علی قاری چه رو کشود حیث قال تحت قول الماتن
والراء بتکریر جعل معنی قولهم ان
الرا مکرر هو ان الراء له قبول
التکرار لارتعاد طرف اللسان به
عند التلفظ کقولهم لغیر الضاحك
انسان ضاحك یعنی انه قابل
للضحك وفی جعل اشارة الی ذلك
وتکریره لحن فیجب معرفة التحفظ
عنه للتحفظ به کمعرفة السحر
لیتجنب عن تضرره ولیعرف
وجه رفعه قال الجعبری وطریقة
السلامة انه یلصق اللافظ ظهر لسانه
باعلی حنکه لصقا محکما مرة
واحدة ومتی ارتعد حدث من
کل مرة راء وقال مکی لابد
فی القرأة من اخفاء التکریر و
قال واجب علی القاری ان یخفی
تکریره ومتی اظهر فقد جعل من
الحرف المشدد حروفا ومن المخفف
حرفین[1] اھ ببعض اختصار و در وجوب ادا
از مخرج بر معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویة
الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ
تواں گفت کہ چوں ادائے صادق درو اعسر

مولانا علی قاری کے اس کلام میں ظاہر ہوئی جو انہوں
نے ماتن کے قول "والراء بتکریر جعل" کے تحت کی
ہے کہ قراء کے قول "را میں تکرار ہے" کا معنی یہ ہے
کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے
وقت طرفِ زبان حرکت کرتی ہے جیسا کہ غیر ضاحک
کو انسان ضاحک کہا جائے کہ وہ ضحک
کے قابل ہے، اس جعل میں اسی طرف اشارہ ہے
اور اس کا تکرار غلط ہے، پس اس کے ساتھ تلفظ
کے لئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تاکہ غلطی سے
بچا جاسکے، جیسا کہ جادو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے
تاکہ اس کے نقصان سے بچا جائے اور اس سے
دفاع کی معرفت ہو جائے اور اس کو اٹھایا جاسکے جعبری
نے کہا سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان
کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ
مضبوط طریقہ سے ملائے اب جب وہ حرکت کرے گی تو
ہر دفعہ را پیدا ہوگا۔ مکی نے کہا ہے قرآت میں اخفاءِ تکریر
ضروری ہے اور فرمایا قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار
میں اخفاء کرے اور جب اظہار کرے گا تو حرفِ مشددہ
میں کئی حروف پیدا کرے گا اور مخففہ میں دو حروف سے کرے
اھ اھ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے اور ہر حرف کو
اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی
پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا
مسلم ہے اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ

---

[1] المنح الفکریة شرح المقدمة الجزریة مطلب بیان الحروف المهموسة الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۸

از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در وے بنسبت سائر حروف در وتخفیف است فان المشقۃ تجلب التیسیر وما ضاق امر الا تسع ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] وما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3] والحمد للہ رب العلمین آرے خصوصیت ض بوجہ عسر او ورشدت احتیاج باہتمام در آں تحفظ و تیقظ در ادائے آنست۔

کہا جاسکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حروف کی نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیش نظر دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکم وجوبی میں تخفیف ہوگی کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں گنجائش ہے، اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا، اللہ تعالٰی نے تم پر دین کے معاملے میں تنگی نہیں رکھی، اللہ تعالٰی تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا، اور تمام خوبی اللہ تعالٰی کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے، ہاں ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام اور تحفظ ہونا چاہئے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے (ت)

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶
[2] القرآن ۲۲/۷۸
[3] القرآن ۲/۱۸۵

اَلْجامُ الصّاد عَنْ سُنَنِ الضّاد ۱۳۱۷ھ

(ضاد کے طریقوں سے روکنے والے کے منہ میں لگام دینا)

مسئلہ ۲۷۷ از دربھنگہ محلہ اسمعیل گنج ڈاک خانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد یٰسین صاحب ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض معجمہ کو قصداً ظ یا ذ بلکہ تین معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بُوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہلِ ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چند فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکمِ فساد اور اس پر ان دو وجہ سے استناد ہے :

اولاً فی فتاوٰی قاضی خان :

ولوقرأ الظآلین بالظاء و بالذال لا تفسد صلاتہ ولوقرأ الدآلین بالدال تفسد[1]۔

اگر الضآلین کو الظآلین یا الذآلین پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دآلین دال کے ساتھ پڑھا تو فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۶۹/۱

ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے نہ دال کے میان ضاد و دال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و دال میں صوتاً تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔

فتوٰی ندوہ کی عبارت یُوں ہے: ایسی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنیٰ ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء، فساد نماز کو لکھتے ہیں شامی میں ہے:

اذا ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی ان أمکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسد والا یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد قال اکثرھم لاتفسد[1] (ملخصاً)

جب کسی حرف کی جگہ دوسرا بولا جائے اور معنی بدل جائے اگر ان کے درمیان امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد، اور اگر امتیاز بغیر مشقت ممکن نہ ہو جیسا کہ ظا اور ضاد کا معاملہ ہے، تو اکثر علماء نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

پانچ فتووں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظا آئین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے، یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ (جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ت) ان فتووں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق و مؤید ہیں یا نہیں اور جو لوگ ضٔ ہی کا قصد کریں اور ضٔ سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدمِ قدرت صاف ادا نہ ہو اور سُننے میں دال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور جو قصداً ضٔ کو نہ پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ہنگامِ تغیر حرف و تفاوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا، ع، ت، ط، س، ث، ص، ح، ہ کو بھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صادّ واوعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوٰۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد و اٰلہ الاسیاد و صحبہ الامجاد ما اھملت الصاد و اعجمت الضاد کشف صواب و ایضاح جواب کو چند مجمل جملے

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

2

ملحوظ ہیں:

اوّل ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متباینہ متغایرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوتِ قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرونِ نماز حرام قطعی وگناہِ عظیم، افترا علی اللہ و تحریفِ کتابِ کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد لروم الضاد میں اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کئے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود صاحبِ ذخیرہ وغیرہ وعلامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے، محیط برہانی میں ہے:

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ او علی العکس فقال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر۔[1] (ملخصا)

امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ضاد کی جگہ ظا یا ظا کی جگہ ضاد پڑھا تو فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے قصداً ایسا کیا تو یہ کفر ہے۔ (ت)

منح الروض الازہر میں ہے: اما کون تعمدہ کفر فلا کلام فیہ۔[2] (عمداً ایسا کرنا کفر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ت) عالمگیری میں ض کی جگہ ز عمداً پڑھنے کو کفر لکھا

حیث قال سئل عمن یقرأ الزاء مقام الضاد وقرأ اصحاب الجنۃ مقام اصحٰب النار قال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر[3] اھ فی النسخۃ الھندیۃ الضاد المعجمۃ فی المصریۃ الصاد وکلا ھما محتمل والحکم واحد لایتبدل۔

عبارت یہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ کوئی ضاد کی جگہ زا اور اصحٰب النار کی جگہ اصحٰب الجنۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے ایسا عمداً کیا تو اسے کافر قرار دیا جائے گا اھ اس فتاوٰی کے ہندوستانی نسخہ میں ضاد اور مصری میں صاد ہے اور ان دونوں کا احتمال ہے حکم ایک ہی ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (ت)

اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر بحوالہ المحیط فصل فی القراءۃ والصلٰوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵

[2] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی القراءۃ والصلٰوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۸۱

دوم قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہُوا تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے، عبارتِ امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ بر بنائے تباین صوت و سہولت تمیز بحکم مطلق حنفیہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ جماہیر محققین نے اُسی کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا خود واضح و آشکار کہ اس میں صرف صلاح و فساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا

مثل افیدوا بتضمین معنی المن والانعام فی قولہ تعالٰی افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب مودوعۃ موضع موضوعۃ ورادیۃ مردیۃ مکان راضیۃ مرضیۃ کما بیناہ فی نعم الزاد۔

جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی افیضوا علینا من الماء میں افیضوا کی جگہ افیدوا جو احسان و انعام کے معنی پر مشتمل ہے اور اکواب موضوعۃ کی جگہ اکواب مودوعۃ اور راضیۃ مرضیۃ کی جگہ رادیۃ مردیۃ پڑھنا جس پر تفصیل گفتگو ہم نعم الزاد میں کرچکے ہیں۔ (ت)

یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لئے عسر و یسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگرچہ معنی معتبرہ ہوں یا اصل مذہب سے آسانی ہُوئی یا اور شدت و گرانی نہیں، ان کا حکم قطعاً اس صورت میں مقصور جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو دیکھنے والے اگر کلماتِ علما پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے، یہی امام اجل قاضی خان اپنے اس فتاوٰی میں فرماتے ہیں،

اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف فی کلمۃ ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبہ ذٰلک لم تفسد صلٰوتہ لانہ لایغیر المعنی، وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصلحت تفسد صلٰوتہ عند الکل، وان کان لایمکن

جب خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایک کلمہ میں پڑھ دیا لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوئی مثلاً ان المسلمون اور ان الظالمون اسی کی طرح دیگر مقامات تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتا اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اگر دونوں حروف کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن تھا جیسے طا اور صاد یعنی صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو تمام کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر

الفصل بین الحرفین الا بمشقة قال اکثرھم لاتفسد صلوته[1] اھ مختصرا۔

دونوں حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ تھا تو اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصارا۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول، ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

فی الخانیة والخلاصة انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لا تفسد[2]۔

خانیہ اور خلاصہ میں ہے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آئی تو نماز (مطلقاً) ہر حال میں جائز، اوراگر معنی میں تبدیلی آجائے تو اب ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز مشکل نہیں تو تمام کے نزدیک نماز فاسد، اور اگر امتیاز میں مشقت ہے تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدیہی دعوٰی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔ اور قطع نظر اس سے کہ عبارتِ خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف، اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلاً نہیں، تو سند دعوٰی سے بے علاقہ ہے، یہاں عبارت قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتوی ندوہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسماء لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ و معجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصاً مطابع میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولانا علی قاری مکی نے منح فکریہ شرح مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خاں بتصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃً مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی، اول نے فرمایا ہے :

ھذا فصل وھو ابدال احد ھذہ الاحرف الثلثة اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنورد ما ذکرہ فی فتاوٰی قاضی خان من ھذہ القبیل قرأ ولا الضالین بالظاء المعجمة او الدال المھملة لاتفسد لوجود لفظھما

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان تین حروف یعنی ضاد، ظاء اور ذال کو کسی دوسرے حرف سے تبدیل کرکے پڑھنا اس سلسلہ میں فتاوٰی قاضی خان میں جو کچھ بیان ہوا اس کا عنقریب ہم تذکرہ کرتے ہیں اگر ضالین کی جگہ ظالین اعجاما یا دالین اہمالا پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قراءة القرآن خطاً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ١/ ٦٨
[2] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

فی القرآن وقرب المعنی ولو قرأ بالذال المعجمة تفسد لبعد معناه[1] ملتقطا۔

دونوں کا وجود قرآن میں ہے اور معنی بھی قریب ہی ہے اور اگر ذالین ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں بُعد ہے ملخصاً (ت)

ثانی نے فرمایا:

فی فتاوی قاضی خان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالذال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمة او الدال المهملة لا تفسد ولو بالذال المعجمة تفسد[2]۔

فتاوی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ولا الضالین کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگر ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خان ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف و عکس مراد ہے، ندوے کا دار الافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیق بالغ و تنقیح بازغ کے لئے بحمد اللہ تعالٰی فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے۔

چہارم ض و ظ میں دشواری تمیز اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مفید نہیں وہ ایک گروہ متأخرین کے نزدیک ہنگام لغزش و خطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذ اللہ قصداً تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب، مغذوب، مغزوب پڑھے اُس کی نماز بلاشبہہ فاسد اور وُہ پڑھنے والے مغضوب و مفسد، تو یہ سب فتوٰی اس کے حق میں بیکار و نامؤید۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلاة اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر الحاج[3]۔

محلِ اختلاف خطاء و نسیان کی صورت میں ہے، رہا عمداً کا معاملہ تو اس صورت میں مطلقاً بالاتفاق نماز فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ایسی قرأت میں ہو جس سے نماز فاسد ہوسکتی ہو اور اگر ایسا معاملہ ثناء میں ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عمداً ہو، ابن امیر الحاج نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸

[2] المنح الفکریۃ شرح مقدمہ جزریۃ باب التحذیرات " تجارت الکتب بمبئی ص ۴۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی باب مایفسد الصلوٰۃ " نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۸۶

حلیہ میں ہے:

ثم ماسنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتاخرین فی ھذا علی ما فی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذا لم یتعمد فتنبہ لہ[1]۔

پھر اس مسئلہ میں ہم متقدمین و متاخرین کا جو اختلاف خانیہ کے حوالے سے بیان کریں گے اس کا محل و مقام اسی صورت میں ہے جو عمداً نہ ہو، تو اس پر توجہ کرو۔ (ت)

پانچویں فتوی کی عبارت سوال میں مذکور، اس میں توصراحۃً تعمد ظ پر حکمِ فساد مسطور، پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دور، اس خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں، حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول:

غیر المغضوب بالظاء والظلین بالذال او بالضاد قال بعضھم لا تفسد منھم ابو القاسم الصفار و محمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابو المحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین لا تفسد وھو المختار[2]۔

اگر غیر المغضوب کو ظاء کے ساتھ، الظالمین کو ذال یا ضاد کے ساتھ پڑھا تو بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی ان کے اسماء یہ ہیں ابو القاسم الصفار، محمد بن سلمہ اور متعدد مشائخ نے عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارجِ حروف سے آگاہ نہیں ہوتے اور امام ابو المحسن اور قاضی امام ابو عاصم نے کہا اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا دونوں حروف میں امتیاز کرنے والا نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے:

اذا قرأ مکان الظاء ضاداً او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلک تبطل صلاتہ عالما کان او جاھلا اما لو کان مخطئا اراد الصواب

جب کسی نے ظاء کی ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا احسن یہ ہے کہ اگر اس نے عمداً ایسا کیا تو کہا جائے کہ نماز باطل ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن اگر خطاءً ایسا ہوا یعنی درست پڑھنے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

فجری هذا علی لسانه او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انه ادی الکلمة کما هی فغلط جازت صلوته وهو قول محمد بن مقاتل وبه کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاهد وهو احسن لان السنة الاکراد واهل السواد والاتراك غیر طائعة فی مخارج هذه الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاهر ان هذا مجمل ما فی جمیع الفتاوی۔[1]

کا ارادہ تھا مگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حرفوں میں امتیاز نہ کرنے والا ہو اور اس کا گمان یہی ہو کہ اس نے کلمہ صحیح ادا کیا ہے لیکن درحقیقت غلط تھا تو اس کی نماز ہوجائیگی، یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے اور شیخ اسمٰعیل الزاہد نے اسی پر فتوٰی دیا ہے اور یہی احسن ہے کیونکہ کرد، عراقی اور ترکی لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں اور اس میں بہت تنگی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ تمام فتاوٰی جات کی گفتگو کا اجمال بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العمد انه مطمح انظارهم جمیعا والا فاطلاق عدمه فی الخطاء لایمکن ان یحمل علیه ما فی جمیع الفتاوی فان منهم من یفصل بعسر الفصل ومنهم من یفرق بقرب مخرج۔

میں کہتا ہوں یہ جو مطلقاً فساد کی طرف اشارہ ہے یہ قصد کی صورت میں ہے کیونکہ ان تمام کی آراء کا مطمح یہی ہے ورنہ خطا کی صورت میں عدمِ فساد کا اطلاق ہوگا اور اس پر ان کے کلام کو محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بعض ان میں سے عسرِ امتیاز کے ساتھ اور بعض قربِ مخرج کی بنا پر فرق کرتے ہیں۔ (ت)

منیہ میں ہے:

اما اذا قرأ مکان الذال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب فتفسد صلوته وعلیه اکثر الائمة وروی عن محمد بن سلمة رحمه الله تعالٰی انها لاتفسد لان العجم لایمیزون بین هذه الحروف وکان القاضی الامام الشهید المحسن یقول الاحسن فیه ان یقول ان جری

جب کسی نے ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء یا اس کا عکس کیا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اکثر ائمہ اسی پر ہیں۔ محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عجمی لوگ ان حروف میں امتیاز نہیں کرسکتے، اور قاضی امام الشہید المحسن فرمایا کرتے تھے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر زبان پر اس طرح از خود جاری ہوگیا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

علی لسانه ولم یکن ممیزا وفی زعمه انه ادی الکلمة علی وجهها لا تفسد وکذا روی عن محمد بن مقاتل والشیخ الامام اسماعیل الزاهد[1]

اور وہ امتیاز کرنے والا نہ تھا اور اس کا گمان یہی تھا کہ اس نے کلمہ کو صحیح طور پر ادا کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، محمد بن مقاتل اور شیخ امام اسمٰعیل الزاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں دربارۂ مغظوب و ذالین وظالین ہے:

قال القاضی ابو الحسن والقاضی ابو عاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانه اوکان لایعرف التمیز لایفسد وهو اعدل الاقاویل وهو المختار[2]۔

قاضی ابوالحسن اور قاضی ابوعاصم نے کہا کہ اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر زبان پر از خود اس طرح جاری ہوگیا یا وہ امتیاز نہ کرسکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہ تمام اقوال میں معتدل ہے اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول۔

اقول والظاهر ان هذه الاختیارات ترجع الی شق الجواز عند الخطأ اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیه کما تقدم مایفیده عن الحلیة والتصریح به عن الطحطاوی وهو معنی استظهار الاکمل انه مجمل ما فی جمیع الفتاوی کیف واذا جعلوا التعمد من الردة فما بقاء الصلوٰة هذا واضح جدا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ تمام اختلافات میں مختار اقوال جواز کی طرف اسی صورت میں راجح ہوتے ہیں جب ایسا معاملہ خطاءً واقع ہو۔ رہا معاملہ عمداً کا تو اس صورت میں فسادِ نماز پر اتفاق ہے جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے افادہ کے طور پر گزرا۔ اور طحطاوی کی تصریح گزری، اور اکمل کا بطور استظہار کہنا کہ "تمام فتاوٰی جات کا اجمال یہی ہے" کا معنی بھی یہی ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ انھوں نے عمداً ایسا کرنے سے ارتداد کا حکم لگایا ہے تو نماز کے باقی رہنے کا کیا معنی! اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۴۱

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲

پنجم ضاد و دال میں فرق صفات کا ذکر لغو و فضول اور محل بحث سے یکسر معزول، متقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور متاخرین قرب مخرج یا عسر تمیز پر لحاظ کرتے ہیں صفات سے انھیں بھی بحث نہیں نہ صفات خواہی نہ خواہی آسانی تمیز کو مستلزم نہ اُن کا تشارک دشواری پر حاکم ط مہملہ دال مہملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تائے مثناۃ سے متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری فصل منصوص اعلام ط مجہورہ و مستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ خانیہ و خلاصہ و حلیہ و ہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے :

ان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالطاء مع التاء الخ[1]۔

اگر دو حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ ہو جیسے طاء اور تاء الخ (ت)

شرح جزریہ میں ہے :

قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء دالا لانہ لیس بینہما فرق الا الاطباق[2]۔

رمانی وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر اطباق نہ ہو تو طاء دال ہو جائے گی اس لئے کہ اطباق کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں۔ (ت)

ششم فتوی ندوی کا قول کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنی عجیب! الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمی مراد تو ان کے لئے معنی کہاں، بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے، اور اگر اسماء مقصود یعنی ضاد و دال تو نہ دو حرف نہ اُن میں مقال، شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض و د دو حرف جداگانہ ہیں کسی کلمے میں اُن کا تغیر معنی کے لئے مستلزم تغایر، یہ معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اولاً اطلاق ممنوع، ثانیاً ہر تغیر میں تغیر بحد فساد مدفوع، دیکھو ضالین و دالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا بین اھتہ غنی عن ابانتہ (یہ بات بدیہی ہونے کی وجہ سے محتاج بیان نہیں۔ ت)

ہفتم دو حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لئے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو اُن میں تمیز سخت دشوار۔ غنیہ میں ہے :

ذکر محمد بن الفضل فی فتاواہ ان الترک لایمکنہ اقامۃ الحاء الا بمشقۃ الخ[3]۔

محمد بن فضل نے اپنے فتاوی میں تحریر کیا کہ ترک لوگوں کیلئے حاء کی ادائیگی مشقت کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۶

[2] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الاسنان علی اربعۃ اقسام مطبوعہ تجارت الکتب جالی محلہ ممبئی ص ۱۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۲-۸۱

ان سے زیادہ ہمزہ وق کی آوازوں کا تباین ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے۔ ردالمحتار میں ہے :

فی التتارخانیۃ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقرب الا انہ فیہ بلوی العامۃ کالذال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال القاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لایمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء وھذا کلہ قول المتاخرین[1] اھ باختصار۔

تتارخانیہ میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج نہ ہو اور نہ ہی قربِ مخرج ہو مگر اس صورت میں ضرورت عامہ ہو مثلاً صاد کی جگہ ذال یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں اس بناء پر قاف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے میں جیسا کہ ہمارے زمانے کے عوام کی زبان ہے بھی فساد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتے جیسے ذال اور زاء کے درمیان فرق کرنا ان پر نہایت ہی دشوار و مشکل ہے، یہ تمام متاخرین کے قول پر ہے اھ باختصار (ت)

ان عبارات سے واضح ہُوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لئے اُس کا حال معتبر ہے۔ قربِ مخرج یا تشابہ وغیرہ کچھ ضرور نہیں تو عوام ہند اگر ض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وُہ ان کے لئے اسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ت و ط کا شمار ہوا اب عبارت شامی منقولہ فتوی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلانِ نماز۔

ہشتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جانِ برادر عربی عبارت میں مِنْ عَلیٰ فِیْ کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورت

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۸

خطا وزلت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ والین پڑھنے والے ہرگز ادائے حق پر قادر نہیں جس طرح خزانۃ الاکمل و حلیہ کی عبارت گزری کہ

ان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراك غیرطائعۃ فی مخارج ھذہ الحروف[1]

کرد، عراقی اور ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف[2] (یعنی اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف خطاءً زبان سے نکل گیا۔ ت) میں ذکر فرمایا اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجلے سنیے، فتح میں فرماتے ہیں:

اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطأ واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لاتفسد وان غیر فسدت فالعبرۃ فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی، وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقۃ تفسد وان کان بمشقۃ قیل تفسد واکثرھم لاتفسد ھذا علی رأی ھؤلاء المشائخ، ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصۃ ماظاھرہ التنافی للمتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھو الاقامۃ عجزا کالحمد ﷲ الرحمٰن الرحیم بالھاء فیھما اعوذ بالمھملۃ الصمد بالسین ان کان یجھد اللیل والنہار فی تصحیحہ ولا یقدر فصلوتہ جائزۃ ولو ترك جھدہ ففاسدۃ ولا

رہا معاملہ حروف کا، تو جب ایک حرف کو کسی دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا جائے تو یہ خطاءً ہوگا یا عجزاً، پہلی صورت میں اگر معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر معنی بدل گیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی پس نماز کے عدمِ فساد میں معنی کے تبدیل نہ ہونے کا اعتبار ہے، اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر حروف میں امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس میں مشقت ہو تو بعض نے کہا نماز فاسد ہوگی لیکن اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، یہ ان مشائخ کی رائے کے مطابق ہے، پھر ان کی تمام فروعات وجزئیات کو منضبط نہیں کیا، پس خلاصہ میں ایسی چیز کو وارد کیا گیا ہے جو بظاہر صاحبِ غور وفکر کے ہاں منافی ہے، پس متقدمین کا قول اولٰی ہے اور دوسری صورت

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاءً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

یسعہ ان یترك فی باقی عمرہ آھ مختصرا۔ کہ یہ عمل عجز ہو مثلاً الحمد للہ ، الرحمن الرحیم میں ھا کے ساتھ ، اعوذ میں دال کے ساتھ اور الصمد میں سین کے ساتھ پڑھتا ہے ، اس صورت میں اگر اس نے تصحیح کے لئے شب و روز محنت کی اور قادر نہ ہوسکا تو اس کی نماز درست ہوگی اور اگر جد وجہد ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی اور اس کے لئے باقی عمر میں جد وجہد کو ترک کرنے کی گنجائش نہیں اھ اختصاراً (ت)

دیکھو خطا و عجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وُہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورتِ عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ س و ص و د و ذ کی مثالوں سے حروف متشابہ الصوت و غیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرما دیا تو بحالت عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض مغکوب مغوب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف و دو حرف کا فرق باطل۔

نہم مانا کہ نہ ظاہر طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ دال عوام پر نہ اقوال علماء میں فرق عجز و خطا وغیرہ پر اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصحح و مختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا یہ سب مسلّم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو عاصم و امام محمد ابن مقاتل و امام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت باقوت تھا جس پر امام زاہد نے فتوی دیا ، امام محسن و صاحب خزانۃ الاکمل نے احسن کہا ، خزانۃ الفتاوٰی و حلیہ وغیرہما میں مختار بتایا ، وجیز کردری و ہندیہ وغیرہما میں اعدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیر امر چہارم گزریں یعنی اگر خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں ، اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف خطاءً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعمد صحت نماز پر فتوی دیا جائے کون سی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قولِ متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ شانے دارد ، پھر جس مصلحت کے لئے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی ، وہ بھی اسی میں اتم و ازید ، ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران معظمین کی نمازیں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں ، اس لئے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار ہے۔

دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابو القاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلّہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتوی دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوی دیں گے اسی شامی میں یہیں تھا :

۱؎ فتح القدیر شرح ہدایہ فصل فی القرأۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱ / ۲۸۱

وفی التاتارخانیۃ عن الحاوی حکی عن الصفار انہ کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیہ بلوی عامۃ الناس لانھم لایقیمون الحروف الا بمشقۃ اھ وفیھا اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقرب الا ان فیہ بلوی العامۃ لاتفسد عند بعض المشائخ[1] اھ مختصرا وقد مر تمامہ۔

تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ امام صفار کہا کرتے تھے کہ حروف میں خطا ہوجائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس میں عوام الناس کو شدید ضرورت ہے کیونکہ وہ مشقت کے بغیر ان حروف کو ادا نہیں کرسکتے اھ، اسی میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو البتہ اس میں عموم بلوی ہو تو بعض مشائخ کے ہاں نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصارا اور تمام عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے :

قال بعضھم لاتفسد منھم ابو القاسم الصفار ومحمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف[2]۔

بعض علماء نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، انہی میں سے شیخ ابوالقاسم الصفار اور محمد بن سلمہ ہیں، اور کثیر مشائخ نے ضروریاتِ عامہ کی بنا پر اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے واقفیت نہیں رکھتے۔(ت)

اس قول پر تو صراحۃً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ د میں عام ابتلاء خود انھیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلا عام اس زمانے میں یہ ہوگئی ہے کہ ض کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان ظائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح الحمد للہ تلک عشرۃ کاملۃ وقد بقی خبایا فی زوایا لولا ان السائل اوصی بالاجمال لاتینا بھا (تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے یہ دس کامل دلائل مکمل ہیں، ابھی کچھ دلائل خفا کے گوشے میں رہ گئے ہیں اگر سائل نے اجمالاً لکھنے کا نہ کہا ہوتا تو ہم ان کا بھی تذکرہ کردیتے۔ت) یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں، امور مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم ض کا دشوار ترین

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۸

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

حروف ہونا تو ظاہر ادا نہ ہوسکنے میں وہ علما اور یہ جہلا برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ و
تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزوجل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں
اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہوسکتا ہے اس
کی یہی آواز ہے مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سہیں، وقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں
وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری ہے۔ تراویح کی آٹھ، وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے
قول مل گئے ورنہ اصل مقصود ہی آرام نفس ہے۔ جاڑا لگتا ہے تیمم کرلو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال
دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو، تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالے سمجھو، چھ چیز کے سوا
سب میں سود روا، خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک، باقی تمام اشیا حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک برفع ضرورت
کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی، بھتیجی، سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال۔ انتہائے
آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اوپر ہی سے مسح کرلو، مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ نے وامسحوا برءوسکم فرمایا تم
بعمامتکم سمجھو، وہ تو وہ مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کہ
پہنچے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر، ورنہ انھیں ایدیکم کی جگہ آستینکم بنالینا کیا دشوار تھا، یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا
قول تھا صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں نکالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لئے

اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دبک رہے۔ مسلمانو تحریمہ "فلم تجدوا ماء" کے معنی سمجھے
یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار، ولا حول ولا
قوۃ الا باللہ الواحد القہار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف، تو وہی احق بالانکار ہے
اور عوام کا ان کے علما سے اعلم ہونا واضح وآشکار، اصل اس قدر ہے، آگے افراط و تفریط واجب الحذر۔ یہ جواب
امور مسئولہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول وعطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولیٰ عزوجل وتبارک و
تعالیٰ نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں بحمد اللہ اس کے نظم و معنی دونوں سے متعبد کیا ہر مسلمان پر حق ہے کہ اُسے جیسا اترا
ویسا ہی ادا کرے، حرف کی آواز بدلنے میں بےشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ
معاذ اللہ کفر و اسلام کا فرق ہوجاتا ہے آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد
صریح کفر تو معاذ اللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا، آج کل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں مداہنت و
بے پروائی اپنا شعار کرلی فقیر نے بگوش خود مولوی صاحبوں، اصحاب وعظ و درس و فتوی کو خاص پنچایت میں
برملا پڑھتے سنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اھد
پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا، احد کے معنی ایک اکیلا،

شریک ونظیر سے پاک نرالا اور اھد کے معنی معاذاللہ بزدل کمزور فی القاموس الاھد الجبان زاد فی تاج العروس الضعیف[1] (قاموس میں ہے الاھد بزدل، تاج العروس میں کمزور کا اضافہ کیا ہے۔ ت)

ببیں تفاوت رہ از کجاست بکجا

(ان میں بڑا فرق ہے یہ کہاں اور وہ کہاں)

لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے ممتاز او رتبدیل وتلبیس سے احتراز ہو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح مخارج و اقامت حروف کا اہتمام فرض متحتم علمائے متاخرین کا فتوٰی معاذاللہ پروانہ بےپروائی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور خلاف ما انزل اللہ جوجی میں آئے پڑھ لینا مناسب، باوصف قدرت تعلم تعلم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہلکا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر جمے رہنا کون جائز کہے گا، اس سہل انگاری کی ایک نظیر سن چکے، اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذاللہ اھد کہنا صریح دشنام، مانا کہ تمہیں قصد دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی، تعریف کیجئے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں؟ کلا، واللہ، حاشا للہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ[2]۔ رواہ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بددعا نکلے۔ اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصد دعا ہے تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ تجربۃً بارہا منہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہوسکے اگرچہ قصد ثنا ہے۔ اتقان شریف میں ہے:

من المھمات تجوید القراٰن وھو اعطاء

تجوید قرآن اہم امور میں سے ہے اور وہ حروف کو

---

[1] تاج العروس شرح قاموس فصل الھاء من باب الدال مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۴

[2] موطا الامام مالک ماجاء فی صلوۃ اللیل ؍؍ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۰

صحیح بخاری باب الوضوء من النوم ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴

20
20

الحروف حقوقها ورد الحرف الی مخرجہ واصلہ ولا شك ان الامۃ کما ھم متعبدون بفھم معانی القراٰن واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القرأۃ المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القرأۃ بغیر تجوید لحنا[1] ملخصا۔

ان کے حقوق دینا اور ہر حرف کو اس کے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا ہے، بلاشبہ امتِ مسلمہ جس طرح معانی قرآن کے فہم اور حدود قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انھیں اسی طریقہ وصفت پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے جس طرح ان کو قرأت کے ائمہ نے ادا کیا جن کا سلسلہ سند نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اور علما نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن قرار دیا ہے ملخصاً (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قرآت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا: ان اللحن حرام بلاخلاف[2] لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح وتعلم میں اُس پر کوشش واجب، اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی، بلکہ جمہور علما نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف وامام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتوٰی فرمایا، خانیہ وخلاصہ وفتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوٰی الحجۃ وجامع الرموز ودرمختار وردالمحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا، علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا، اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا، امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تعویل کی، علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بیناکل ذلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ یہ سارے کا سارا ہمارے فتاوٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) تو کیونکر جائز کہ جہد وسعی بالائے طاق ہر سے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک ومہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں ھذا مما لایبیحہ شرع ولادین والعیاذ باللہ رب العالمین (شریعت اور دین اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہٗ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن نظم ومعنی جمیعا بلکہ نظم دال

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن الفصل الثانی من المہمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ بزازیہ الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح وقرأۃ القرآن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷

علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متباین اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مباین مباین للمولف من مباین اخر (ایک مباین حروف کا مجموعہ دوسرے مباین حروف کے مجموعے کے مباین ہوتا ہے۔ ت) میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی وتحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا۔ یہی منشا ہے امام فضلی وامام محمود وعلامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمداً ظ سے بدلے کافر ہے۔

اقول ولاحاجۃ الی استثناء وما ھو علی الغیب بضنین فان ھھنا لیس اقامۃ الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانہا خاصۃ بل مکانہما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بہما فی القراٰن فکان مثل صراط و سراط و بسطۃ و بصطۃ ویبسط و یبصط و مصیطر و مسیطر الی اشباہ ذلک بخلاف مغضوب مغظوب و بخلاف سجیل وصجیل فانہ تبدیل۔

اقول میری رائے یہ ہے کہ وما ھو علی الغیب بضنین کو مستثنٰی کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہاں ظاء کو ضاد کی جگہ رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ صرف ضاد ہی کا مقام نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دونوں کی جگہ ہے کیونکہ ان دونوں حروف کے ساتھ قرأتِ قرآنی ثابت ہے جیسے صراط اور سراط، بسطۃ اور بصطۃ، یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر اور ان کے ہم مثل دیگر الفاظ' بخلاف مغضوب اور مغظوب کے اور بخلاف سجیل اور صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیے **مخرج ضاد** زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یُوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہوا کچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوتی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالُو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارۂ سانس کا اُن کے ساتھ جُدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَکَتَ ہے یا سَتَشْحَثُکَ خَصْفَہٗ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثلث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ سا کن کا جُدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو

شروع تلفظ کے وقت موجود ہو انھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفظ ختم ہو دوسری نہیں آتی جیسے ز ز ز ظ ظ ظ یونہی ضضضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی۔ پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری و غرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کما ینبغی اطباق نہ ہُوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہُوا یہ بیان دل پر لکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار ہے و باللہ التوفیق اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج و طریقہ استعمال جان بھی لے ادا کرنے والے مشابہت دے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہو جائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سننے والا اپنی ناشناسائی کے باعث اسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے برتنے میں کمی بھی نہ کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحت نماز کا فتوی دیں گے کہ عسر متحقق ہو لیا اور عذر واضح ہو چکا اور عسر جانب یسر ہے،

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] وقال اللہ تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2] وقال تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا[4] رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ دوسرا فرمان ہے اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ تیسرے مقام پر فرمایا اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، محبتیں پیدا کرو، نفرت نہ دلاؤ۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶ [2] القرآن ۲/۱۸۵ [3] القرآن ۲۲/۷۸
[4] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۴

21
21

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراکِ صفات خواہ اشتباہِ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ براہِ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قدمنا فی جعل الاتراك الحاء خاءً وعوام عصر العلامۃ الشامی القاف ھمزۃ (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ ترک لوگ حاء کو خاء اور علامہ شامی کے زمانہ کے لوگ ق کو ہمزۃ بنا دیتے ہیں) واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ضاد پڑھنا ٹھہرالیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین و اتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولاالضالین تک نہیں پہنچنے پاتی پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کئے جاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمداً اس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرالے اس کی نماز بھی مغدوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخرج و طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص کو لازم پھر جو کچھ ادا ہو فتوٰی تیسیر صحت پر حاکم۔

نسأل اللہ تیسیر کل عسیر انہ ولیہ وعلیہ قدیر وصلی اللہ تعالٰی علی البشیر والنذیر والہ وصحبہ۔	ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں وہ ہر مشکل کو آسان فرمادے کیونکہ وہی مالک ہے اور اس پر وہ قادر ہے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس ذاتِ اقدس پر جو بشیر و نذیر ہے آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔(ت)

بالجملہ عمداً ظا یا دال دونوں حرام، جو قصد کرے کہ بجائے ض ظ یا د پڑھوں گا ان کی نماز کبھی تمام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی مغدوب، مغظوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہوجائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اُسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہِ لغزش زبان یا جہلاً یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد، اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہوکر اجماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔

مسئلہ ۲۷۸ از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جہلا کو قواعدِ تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں۔

الجواب

تجوید بنص قطعی قرآن و اخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام و اجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب اور علم دین شرع الٰہی ہے قال اللہ

تعالیٰ ورتل القراٰن ترتیلاً [1] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ت) اسے مطلقاً حق بتانا کلمۂ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ ومتنبہ کرنا چاہئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷۹: از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ محبت حسین یکم ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی معنٰی نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنٰی جانتے ہیں پس جاننا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اور پر عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے پس اگر اہلِ عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہلِ زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کرکے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اردو والے اردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

گمراہی کہہ کر نہیں آتی، گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباعِ سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام اُمتِ مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جاتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہی عجمی لوگ مشرف با سلام ہوئے تھے حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی وابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلادِ عجم فتح ہوئے لاکھوں عجمی مشرف باسلام ہوئے کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو، اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سُوجھی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہامِ رحمٰن نہیں بلکہ وسوسۂ شیطان ہے، قرأتِ قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر عربی میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماورا میں گنہگاری ہے، ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جُدا ہے واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نمازِ مغرب میں باقرأت ایک یا نصف رکوع یا سورۃ والضحٰی یا الھٰکم یا والشمس حالتِ امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہ طوالت، ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سُورتیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں ہیں، ایک روز نمازِ مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۳ رکوع

---

[1] القرآن ۷۳/ ۵

افحسب الذین کفروا اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع ان المتقین فی ظلل پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکی ہوئے، اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنہگار ہوتے ہیں اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہئے منع آیا ہے، پست ہمت مقتدیوں کی شکایت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب پر شرعاً کیا الزام اور گناہ ہے؟ سو آدمی کی جماعت میں دو مقتدی علیل پیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو برا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گنہگار رہیں یا نہیں؟

الجواب

نمازِ حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں،

اوّل فجر و ظہر میں طوال مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشاء میں اوساطِ مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورۂ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال، بروج سے لم یکن تک اوساط، لم یکن سے ناس تک قصار۔

دوم فجر و ظہر میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے، اور ایک روایت میں ساٹھ آیات سے سو تک۔ اور عصر و عشا کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلاً نمازِ فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدرِ سنّت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سُن کر اس خیالِ رحمت سے کہ اُس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طولِ قرأت سے اُدھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بےچین ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم اجمعین، اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدرِ سنّت قرأت ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول بہ ہے وانا اقول لاخلاف بینھما وانما الثالثۃ تقیید الاولی کما لایخفی (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کررہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ت) تو حاصل مذہب معتمد یہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف و حاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش

پرعمل کرے ورنہ وہی طوال واوساط و قصار کا حساب ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی توامام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اس کے بچے کے خیال سے نمازِ فجر معوذتین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدتِ جلال سے سرخ ہوگئے اور فرمایا:

افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ[1] کما فی الصحاح وغیرھا وفی الھدایۃ مرفوعا لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من ام قوما فلیصل بھم صلٰوۃ اضعفھم فان فیھم المریض والکبیر وذا الحاجۃ[2]

کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ! جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے اور ہدایہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انھیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحبِ حاجت بھی ہوں گے (ت)

اس بیان سے واضح ہُوا کہ امام کا مغرب میں سورۃ والشمس یا والضحٰی یا اول میں الحسب الذین کفروا دوسری میں ان المتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلافِ سنّت اور تینوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصارِ مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا ایسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت برمحل ہے اور امام پر ضرور الزام ہے ہاں الھٰکم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلی میں القارعۃ یا دوسری میں والعصر پڑھنا مطابق سنّت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اُس حالت میں کہ کوئی بیمار یا بوڑھا ناتواں اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس سے بھی تخفیف کا حکم ہے فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل ھو فتح القدیر میں ہے ہم نے اس پر بحث کی ہے کہ قرأۃ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا طول الامام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۸-۹۷، ۲/۹۰۲

[2] الہدایۃ باب الامامۃ ″ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۱

الزیادۃ علی القرأۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی عنہ وکانت قرأتہ ھی المسنونۃ فلا بد من کون ما نہی عنہ غیر ما کان دابہ الا لضرورۃ[1] اھ وباقی ما ذکرنا من المسائل معروفۃ فی الدرالمختار وردالمحتار وغیرھما من الکتب المتداولۃ فلاحاجۃ بایراد العبارات۔

میں طوالت وہ زیادتی ہے جو قرأت مسنونہ پر ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسی ہی زیادتی سے منع فرمایا ہے اور آپ کی قرأت قرأۃ مسنونہ ہی تھی لہذا جس سے آپ نے روکا وہ اس مسنونہ کے علاوہ ہُوئی مگر ضرورت کے وقت اھ اور دیگر مسائل جو ہم نے ذکر کئے وہ درمختار، ردالمحتار اور دیگر متداول کتب میں معروف ہیں اس لئے تمام عبارات کے تذکرے کی ضرورت نہیں۔(ت)

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸۱: ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمد للہ اور تین یا زائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کردیا یا قرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہُوئی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو کی حاجت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معاً نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا یا ابتداءً کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعلِ ممنوع کرتے دیکھا اسے حدیثِ ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دونوں صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہوجائے گی

کما نصوا علیہ فیما ھو ذکر وثناء محض کلا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ و انا الیہ راجعون وغیر ذلک اذا قصد بہ الجواب او الخطاب فکیف ما لیس کذلک۔

جیسے کہ فقہاء نے ان الفاظ کے بارے میں تصریح کی ہے جو کہ فقط ذکر وثناء ہی ہیں مثلاً لا الٰہ الا اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور انا للہ وانا الیہ راجعون اور دیگر کلمات جب ان سے مقصد کسی کا جواب یا کسی کو خطاب ہو تو ان کلمات کا کیا حال ہوگا جو محض ذکر وثنا نہیں۔(ت)

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۵

اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللّٰہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ و لیس ثناء او دعاء بل اخبار (کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔ت) اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے قال اللّٰہ تعالٰی فقال لھم رسول اللّٰہ ناقۃ اللّٰہ وسقیٰھا[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالٰی کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔ت) بحر الرائق و درمختار وغیرہما میں ہے،

لوجری علی لسانہ نعم ان کان ھذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلٰوتہ و ان لم یکن عادۃ لہ لا تفسد لان ھذہ الکلمۃ فی القراٰن فتجعل منہ[2]۔

اگر کسی کی زبان پر لفظ نعم جاری ہوگیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی، اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی' کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے لہٰذا اسے کلام کی بجائے قرآن پاک کا حصہ ہی سمجھا جائے گا۔(ت)

اور سجدۂ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جتنی دیر میں ایک رکن ادا ہوسکے تو اس سکوت کے باعث سجدۂ سہو لازم آئے گا کما فی التنویر (تنویر میں اسی طرح ہی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸۲ تا ۴۸۷ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اللہ کے الف کو حذف کرکے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) الف کے لام کو پُر کرنا سنّت ہے یا نہیں؟

(۳) الفِ اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کرکے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) قعدۂ اولٰی میں شک ہُوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۵) جس نماز میں سہو نہ ہُوا اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ہاتھ ملا کر دُعا چاہئے یا علیحدہ علیحدہ کرکے۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن ۹۱/۱۳

[2] البحر الرائق باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۸

الجواب

(۱) نماز جائز ہے مگر قصداً کرے توحرام وگناہ۔

(۲) ہاں سنتِ متوارثہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو۔

(۳) تھوڑا دراز کرنا تو مستحب ہے اسے مدِتعظیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ حدِاعتدال سے خروج فاحش ہو مکروہ اور اگر معاذاللہ تان کے طور پر ہو کر کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثل اا تو مفسد نماز ہے۔

(۴) جائز ہے۔

(۵) بے حاجت سجدہ سہو نماز میں زیادت اور ممنوع ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی مسبوق تھا یعنی بعض رکعات اُس نے نہیں پائی تھیں وُہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہوا تو اس کی نماز جاتی رہے گی لانہ اقتدی فی محل الانفراد (کیونکہ اس نے محل انفراد میں اس کی اقتدا کی۔ ت)

(۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو،

فی الدرالمختار یبسط یدیہ حذاء صدرہ نحوالسماء لانھا قبلۃ الدعاء ویکون بینھما فرجۃ[1] فی ردالمحتار ای وان قلت قنیۃ[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

دُرمختار میں ہے دُعا اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کی طرف پھیلائے کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے اور ان کے درمیان فاصلہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے اگرچہ تھوڑا فاصلہ ہی ہو، قنیہ (ت)

مسئلہ ۴۸۸ ازشہر کہنہ بانس بریلی کانکر ٹولہ ۱۷ شوال ۱۳۱۹ھ

نماز چار رکعت میں زید اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورہ فاتحہ سورۂ یٰس شریف، دوسری میں سورۂ دخان شریف، تیسری میں سورۂ تنزیل، چوتھی میں سورۂ ملک، اس طرح سے یہ نماز پڑھنا خلافِ ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل سے کون سی سورۃ مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نماز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظِ قرآن کے لئے ارشاد ہوئی ہے، جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے سورۂ تنزیل سورۂ الم تنزیل السجدہ ہے۔

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۷

[2] ردالمحتار فصل فی بیان تالیف الصلوٰۃ " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۷۵

روایت ترمذی میں یہی پورا نام آیا ہے اس میں خلافِ ترتیب اصلاً نہیں کہ نفل کا ہر شفع نماز جداگانہ ہے اور شک نہیں کہ ترتیبِ قرآن عظیم میں یٰسین شریف حٰم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک سے، تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہوگئی اگر چاروں کے لحاظ سے سب میں پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر یٰس پھر دخان پھر ملک یہ مخالف ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸۹ ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سورہ فاتحہ میں لفظ نستعین اور مستقیم کی جگہ نسعین اور مسقیم بدون تاء کے پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ یا نہیں، جواب دیجئے موجبِ ثواب ہے۔

الجواب

نماز ہوجائے گی لاجل الادغام (ادغام کی وجہ سے۔ ت) مگر کراہت ہے لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما نص علیہ فی غیث النفع (کیونکہ اس نے یہ خود ایجاد کیا ہے فاتحہ میں ادغام نہیں ہے جیسا کہ غیث النفع میں اس پر تصریح موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹۰ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں کہ سورۂ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا نماز میں فرض ہے یا اس کے ماسوا دوسری سورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے نماز پڑھی اور فقط الحمد للہ رب العلمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع و سجود کیا اور سجدۂ سہو کیا سلام پھیرا اس حالت میں نماز زید کی ہوئی یا نہیں؟ اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے نماز پڑھائی اور وہ تشہد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دو مرتبہ کھڑے ہونے امام سے پیشتر کہا التحیات للہ مگر امام صاحب کھڑے ہوگئے اور قرأت بالجہر پڑھی اور فقط سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدۂ سہو کیا اس صورت میں مقتدی کی نماز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قرأت میں بھول گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو نماز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور وقتِ ظہر میں اگر جماعت ہورہی ہو تو شریک ہوجاوے اور چار رکعت سنت جو رہیں ان کا پڑھنا کس وقت اولٰی ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قرآن مجید کی ایک آیت سورۂ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی، جو فقط الحمد للہ رب العلمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کردیا نماز کا فرض ساقط ہوجائیگا

مگر ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہوا الحمد شریف تمام و کمال پڑھنا ایک واجب ہے اور اس کے سوا کسی دوسری سورت سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے، اگر الحمد للہ بھولا تھا اور واجب اول کے ادا کرنے سے باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت کرکے رکوع کر دینے میں قصداً ترک واجب ہوا،

علی ما ھو الظاھر وترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کما ان ترک الفصل بینھما باجنبی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لایظھر فیما یظھر و اللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ واضح ہے فاتحہ اور سورت میں ترتیب تیسرا واجب جس طرح ان کے درمیان اجنبی کے ساتھ ترکِ فصل چوتھا واجب ہے پس بظاہر فاتحہ سے عاجز آنا وجوبِ سورت کے اسقاط کا سبب نہیں بن سکتا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور جو واجب قصداً چھوڑا جائے سجدۂ سہو اس کی اصلاح نہیں کر سکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے، ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں اور ناچار رکوع کر دیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ و آیات یاد نہ آئیں تو اب سجدہ سہو کافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ قومہ بعد الرکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرأت پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرأت پوری نہ کی تو اب پھر قصداً ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرأت بعد الرکوع پوری کر لی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہوا،

وذلک لان الرکوع یرتفض بالعود الی القرأۃ لانھا فریضۃ وکل ما یقرأ ولو القرأن العظیم کلہ فانما یقع فرضا کما نصوا علیہ۔

اس لئے کہ قرأت کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع ختم ہو گیا کیونکہ قرأت فرض ہے اور قرأت جتنی بھی کی جائے خواہ تمام قرآن پاک کی قرأت ہو اس سے ایک ہی فرض ادا ہوگا جیسا کہ اس پر فقہا نے تصریح کی ہے۔ (ت)

(۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہیے، ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پورا کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد سے بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائے گی کہ پورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدۂ اولٰی کے لئے لوٹنا حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلا ضرورت کلام ہوا اور وہ مفسد نماز ہے قرأت میں صحیح لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے نماز فرض ہو خواہ نفل امام تین آیات سے زائد پڑھ چکا ہو خواہ کم تو اس صورت میں لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی مغیر معنی مفسد نماز

تھی اور مقتدی نے بتایا اور اُس نے نہ لیا اُسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مفسدِ نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہوگئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہُوا کہ اُس نے غلط بتایا تو اُس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو علماء کے دو قول ہیں اور دونوں باقوت ہیں ایک یہ کہ فرض کے دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار پڑھے اور دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر دو، اور پہلا قول زیادہ قوی ہے لمطابقۃ لنص الحدیث الصریح (کیونکہ وہ حدیث صریح کے الفاظ کے مطابق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹۱ ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فجر و عشا میں سورہ طوال پڑھنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طولی بآسانی پڑھی جائے گی اور الم تر وغیرہ سے پڑھاوے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنّت اور مخالفت سے جماعت مکروہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

قرآن عظیم سورہ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل، لم یکن سے ناس تک قصار مفصل۔ سنّت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشا میں ہر رکعت میں ایک کامل سُورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے۔ اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف و حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اُسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا و قل ھو اللہ احد ہوں یہی سنّت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا اور صبح یا عشا میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلافِ سنّت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹۲ تا ۴۹۴ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظِ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سنیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

(۲) سوائے لفظ آمین کے اور جو کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہئے ؟
(۳) حقہ، تمباکو پینے والے کے منہ کی بو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے ؟
بینوا توجروا۔

الجواب

(۱-۲) آمین سب کو آہستہ کہنا چاہئے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنت ہے، اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہئے آمین ہو خواہ تکبیر، خواہ تسبیح ہو خواہ التحیات و درود، خواہ سبحٰنک اللھم وغیرہ۔ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض واجب وسنت ومستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز آنی چاہئے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں منہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سُنے گا مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرلے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملٰئکہ کو ایذا پہنچتی ہے، حدیث میں ہے :

ان الملٰئکۃ تتاذی بما یتاذی بہ بنو اٰدم۔[۱] کیونکہ ملائکہ ہر اس شے سے اذیت پاتے ہیں جس سے بنی آدم اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹۵: الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نماز میں کیوں واجب کی گئی ؟ اور سورت کا ملانا کیوں فرض رکھا گیا ؟ اور اگر مصلی الحمد بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اس کے بدلے میں سجدۂ سہو نہیں رکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ٹھہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا ہے اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے تو اس مقتدی کی نماز بغیر سجدۂ سہو کئے ہوئے کیونکر صحیح ہو جاتی ہے ؟ بینوا توجروا۔

---

[۱] صحیح مسلم باب نہی من اکل ثوماً او بصلاً الخ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۰۹

الجواب

سورۃ ملانا بھی فرض نہیں، نہ اس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اس کے ترک کی بھی سجدہ سہو سے اصلاح ہوجاتی ہے جبکہ بھول کر ہو، یہی حال فاتحہ کا ہے، تو یہ مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر طالب فرق ہے، فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورۂ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے۔

قال اللہ تعالٰی فاقرؤا ما تیسر من القراٰن[1] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔(ت)

سورۂ فاتحہ اور فرضوں کی پہلے دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث قولیہ سے ثابت ہوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لزوم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی سے اُس پر سجدہ لازم آئے گا اگرچہ دس واجب ترک ہوں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹۶

۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اُس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلا کراہت یا سجدہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ مجبوری سہو تھا کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدۂ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے کما فی الدر المختار[2] (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورہ والیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہواً ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولٰی میں والشمس اور رکعت ثانیہ میں والضحٰی پڑھے۔

الجواب

فرضوں میں قصداً چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہواً اصلاً کراہت نہیں والیل والشمس سے پانچ آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں،

فی الدر المختار یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اھ[3] درمختار میں ہے کہ چھوٹی سورت کے ساتھ فاصلہ

---

[1] القرآن ۷۳/ ۲۰

[2] درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۲

[3] درمختار فصل ویجہر الامام " " " ۱/ ۸۱

فی رد المحتار اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ فلا یکرہ، شرح المنیۃ[1] الخ فی الدر واطالۃ الثانیۃ علی الاولٰی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلث اٰیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لاعدد الاٰیات، واستثنی فی البحر ماوردت بہ سنۃ واستظہر فی النفل عدم الکراھۃ مطلقا وان باقل لایکرہ لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی بالمعوذتین[2] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

(چھوڑ دینا) مکروہ ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ اگر وہ چھوڑی جانے والی سورت اتنی بڑی ہے کہ اس سے دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے نہایت ہی طویل ہونا لازم آتا ہو تو پھر مکروہ نہیں شرح المنیۃ الخ دُرِمختار میں دوسری رکعت کو پہلی پر تین آیتوں کی مقدار لمبا کرنا بالاجماع مکروہ تنزیہی ہے اگر دونوں رکعتوں کی آیتیں بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اگر آیتیں ایک سی نہ ہوں تو حروف اور کلمات کا اعتبار ہوگا۔ اور حلبی نے فحشِ طول کا اعتبار کیا ہے نہ کہ آیتوں کے شمار کا۔ اور بحرالرائق میں ان سورتوں کو مستثنٰی کہا ہے جن کے متعلق حدیث وارد ہے (یعنی ان کے پڑھنے میں کراہت نہیں ہے) اور نفلوں میں مطلقاً (یعنی اس کے متعلق حدیث وارد ہو یا نہ ہو) عدمِ کراہت کو ترجیح ہے اگر دوسری رکعت کی زیادتی تین آیات سے کم ہو تو مکروہ نہیں، کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معوذتین سے فجر کی نماز پڑھائی ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۹۸: اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں کی دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہے اور سنت اور نفلوں میں چاروں بھری۔

الجواب

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوتِ قرآن مجید ضرور ہے سنت ونفل کی ہر دو رکعت نماز جداگانہ ہے لہذا ہر دو رکعت میں قرأت لازم ہو کر چاروں بھری ہوگئیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹۹: زید نے اول وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت نفل جماعت سے بالجہر سوا پارے سے پڑھے پھر اس کے متصل نماز عشاء کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو مابین عشاء ومغرب باجماعت جہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

اگر اس جماعتِ نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قرأت

---

[1] ردالمحتار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۴
[2] درمختار " مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

طویل گراں تکلیف وہ نہ تھی تو یہ جماعت وقراءت جائز بلا منع وکراہت ہوئی ورنہ مکروہ وممنوع، بحرالرائق میں ہے:

قال شمس الائمۃ الحلوانی ان کان سوی الامام ثلثۃ لایکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ اھ[1] ھکذا فی شرح المنیۃ۔

امام شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں جماعت نفل میں اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں، چار میں مشائخ کا اختلاف ہے، اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے۔ شرح المنیہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

والظاھر انہا فی تطویل الصلوۃ کراھۃ تحریم للامر بالتخفیف وھو للوجوب الالصارف ولادخال الضرر علی الغیر اھ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ظاہر یہی ہے کہ نماز میں طوالت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ تخفیف کے لئے امر وارد ہے جو سوائے صارف کے اور اس لئے کہ یہاں غیر کو نقصان ہوتا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰: از بنارس تھانہ بہلولپورہ محلہ احاطہ روہیلہ مرسلہ عبدالرحمن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذا جاء کے آخر میں جو پڑھا کرتے تھے انہ کان توابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولٰنا امجد علی صاحب تو وہ ذرا سا لکھ دیجیے گا، فقط۔

الجواب

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نامِ الٰہی ہے جیسے سورہ اذا جاء میں انہ کان توابا تو اس پر وقف نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اللہ اکبر کا ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اللہ سے ملائے جیسے اذا جاء میں توابانِ اللہ اکبر، بہ قیام کی حالت میں کہے اور دونوں لام سے ملتا ہوا رکوع کے لئے جُھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پُورا نہ ہونے تک اکبر کی ر ختم ہو جائے یُونہی سورہ والتین میں احکم الحاکمین کے ن کو زبر دے کر اللہ اکبر کے ل میں ملادے، اور جس سورہ کے آخر میں نامِ الٰہی نہ ہو اور کوئی لفظ نامِ الٰہی کے مناسب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف، جیسے الم نشرح میں فارغب اللہ اکبر اور جہاں کوئی لفظ اسم الٰہی کے نامناسب ہو جیسے سورہ کوثر کے آخر میں ھو الابتر وہاں فصل ہی چاہئے وصل نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] البحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۵

[2] " " " " " ۱/۳۵۱

مسئلہ ۵۰۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے کس قدر پہلے ہونا چاہئے اور کتنی آیتیں پڑھنا چاہئے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہوجائے تو کیا اُسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہئے یا کم، بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ صبح میں بحالِ گنجائش وقت وعدمِ عذر چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہئے اور طلوعِ آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہوجانا چاہئے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبل طلوع اعادہ ہوسکے اور اس کے لئے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدر گنجائش وقت آیات پڑھے اگرچہ سورۂ کوثر و اخلاص ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی والعصران الانسان لفی خسر الاالذین میں اَلّا پڑھ کے وقف کیا پھر الاالذین اٰمنوا سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں وقیل من (سکتہ) راق وظن انہ الفراق میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ من کے نون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب

نماز ہوگئی ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو ہماری یعنی امام حفص کی قرأت میں نون پر سکتہ ہے کہ ادغام سے کلمہ واحدہ نہ مفہوم ہو۔ مراق بروزن براق اور تمام باقی قراء ادغام کرتے ہیں، تو دونوں ہیں مگر یہاں عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۳: از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ض را مشابہ صوت ظ معجمہ باید خواند یا مماثل صوت دال مہملہ، وہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یانہ ودریں ملک را تقریباً ہمہ خواص وعوام مشابہ دال می خوانند وخوانندۂ ض مشابہ ظ از بس قلیل بینوا توجروا۔

ض کو ظاء معجمہ کی آواز یا دال مہملہ کی آواز کے مشابہ پڑھنا چاہئے اور جو اسے محض دال پڑھے اس کی نماز درست ہوگی یا نہ؟ ہمارے ملک میں تقریباً تمام خواص وعوام اسے دال کے مشابہ پڑھتے ہیں ظاء کے مشابہ بہت قلیل لوگ پڑھتے ہیں جواب دے کر اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

صوت ایں حرف را خالق عزوجل از ہمہ حروف جدا

اللہ تعالٰی نے اس حرف کی ادائیگی اور آواز کو دوسرے

آفریدہ است حقیقۃً ہیچ حرف مشابہ او نیست فرض قطعی آنست کہ مخرجش آموزد و طرز ادایش یاد گیرد و قصد حرف منزل من اللہ کند و از پیش خویش نہ ظا خواند نہ دال کہ ہر دو مباین اوست و شبانہ روز سعی موفور بجائے آورد تا آنکہ می کوشد ہرچہ برآید روا باشد لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] فاما اگر بر صحیح قادر نہ شود امامت صحیح نتواں کرد در فتاوٰی خیریہ است امامۃ الالثغ بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[2] و بر او فرض باشد کہ تا پس صحیح خواندن نماز تواں یافت تنہا نہ گزارد کہ در اقتدا از قرأت بے نیاز باشد و آنکہ مخرج نیاموخت یا در صحیح او سعی نکرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود ہرچہ با فساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے و اگر بہر دو فساد معنی رو نماید چنانکہ مغضوب و مغدوب بہر دو فاسد شود ایں ہم آنگاہ ہست کہ قصد حرف منزل من اللہ کند و زبان یاوری نہ دہد ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ در عوام ہند و بنگالہ است و اگر بالقصد بجائے او حرفے دیگر نشاندن خواہد حکم او سخت تر شود زیرا کہ تبدیل کلام اللہ میکند چنانکہ بعض نا مقلداں تصریح کردہ اند کہ ضاد نتواں ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد ابن الفضل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کما فی منح الروض الازہر و مارا دریں مسئلہ رسالہ ایست مختصرہ جامعہ الجام الصاد عن سنن الضاد آنجا ایں را رنگ تفصیل

تمام حروف سے جُدا پیدا فرمایا ہے حقیقی طور پر کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں اس لئے فرض قطعی یہ ہے کہ اس کا مخرج سیکھا (جانا) جائے، اس کی ادائیگی کا طریقہ یاد کیا جائے اور اس حرف کا ارادہ کیا جائے جو اللہ کی طرف سے نازل ہے، اپنی طرف سے نہ اسے ظا پڑھا جائے اور نہ ہی دال، کیونکہ یہ دونوں اس کے مخالف ہیں شبانہ روز کی محنت و کوشش کے بعد جو پڑھا جاسکے وہ درست ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اگر حرف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہ ہوا تو اس کو امامت کرانا درست نہیں، فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ توتلے کا فصیح کی امامت کرنا راجح اور صحیح مذہب میں فاسد ہے اور ایسے شخص پر فرض ہے کہ وہ کسی صحیح کی اقتدار میں نماز ادا کرے اگر اقتدار ممکن ہو تو تنہا نہ پڑھے کیونکہ اقتدار کی صورت میں وہ قرأت سے بے نیاز ہوجائے گا، اور وہ شخص جس نے ض کا مخرج نہ سیکھا یا اس کی صحت کے لئے کوشش نہ کی ہو اگر اس کی زبان سے ضاد کی جگہ ظا یا دال ادا ہو جس کے ساتھ فسادِ معنی ہوگا اس سے نماز بھی فاسد ہوگی اور جس کے ساتھ فسادِ معنی نہ ہوگا اس سے نماز ہوجائے گی اور اگر دونوں صورتوں میں فسادِ معنی ہو مثلاً مغضوب اور مغدوب تو دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی۔ یہ تمام اس وقت ہے جب اس سے

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰

قصداً اسی حرف کا ہو جو اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل کردہ ہے مگر زبان معاون نہ بنی اور ظا یا دال ادا ہوگیا جیسے کہ عوام اہلِ ہند و بنگالہ کا معاملہ آخری صورت میں اسی طرح ہے اور اگر قصداً اس کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو اس کا حکم شدید ترین ہوگا کیونکہ یہ تو اللہ تعالٰی کے کلام میں تبدیلی کرنا ہے جیسا کہ بعض غیر مقلدین نے تصریح کی کہ ضاد کو نہ پڑھا جاسکے تو ظا مد پڑھے۔ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مذکورہ صورت میں کفر کا حکم جاری فرمایا ہے جیسا کہ منح الروض الازہر میں موجود ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا ہے جس کا نام الجام الصاد عن سنن الضاد رکھا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل وہاں خوب کی ہے وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جمعہ کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہوکر سورہ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی ان پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورہ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آتے ہیں وہ نفل پڑھ کر سنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورہ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہمارے نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورہ کہف پڑھنے کا، بعد ختم ہونے سورہ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مولوی مذکور فرماتے ہیں نور سے ہرگز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے آیا سورہ کہف کو بلند آواز سے پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز کو چھوڑ دیں؟

الجواب

حدیث صحیح میں قرآن مجید بآواز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو[1]، تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو یا زیادہ آدمیوں کا بآواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے ان لوگوں کو چاہے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی ہے رکوع سجود بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کھنوڑہ ڈاک خانہ خاص ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی تحفیظ احمد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت ۱۲ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۶ھ

زید کہتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے ناں باوجود کوشش کے اگر

---

[1] القرآن ۷ /۲۰۴

ما ینبغی ادا نہ ہُوئے تو اس قدر میں معذور رہیگا اور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑ دیں یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو ان کے اس فعل سے ساقط یا حلال نہ ہوجائے گا یُوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں اُن میں اکثر مواظبت نہیں کرتے سَو میں ننانوے ۹۹ یا اس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قولِ زید صحیح ہے یا نہیں ؟

الجواب

زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوائے اتنے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتیرے ہیں کہ سُن سُن کر صحیح پڑھتے ہیں اگر اُن سے پُوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والا ہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور مخرج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰۸: از بریلی مرسلہ حضرت محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز رہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ؟ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صریح تصریح کس کتاب کی ہے ؟ اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیش نظر ہو تو اُس کا ارشاد ہو۔

الجواب

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں اور خطاً ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وُہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے قال اللہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم[1] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے تم اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت)

مقدمہ امام جزری میں ہے :

اذ واجب علیھم محتم قبل الشروع اولا ان یعلموا مخارج الحروف والصفات، لینطقوا بافصح اللغات[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قرآن پاک میں شروع ہونے سے پہلے اوّلاً قاریانِ قرآن پر حروف کے مخارج وصفات (ذاتیہ وعرضیہ) کا جاننا قطعاً ضروری ہے تاکہ قاریانِ قرآن صحیح ترین لغات کے ساتھ قرآن پاک کا نطق کرسکیں (یعنی پڑھ سکیں)۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۷/ ۳۳

[2] مقدمہ جزریہ خطبۃ الکتاب مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور ص ۴

مسئلہ ۵۰۰ ازمارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مرسلہ صاحبزادہ حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب دامت برکاتہم
والا نامہ میں متعلق تجوید ارشاد جناب ہے دو ایک حرف کہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الخ مجھے اس میں یہ تامل ہے کہ الثغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تقیید مفسد معنی یا غیر مفسد معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ مباحث امامت میں نہیں زائد فرمائی۔

الجواب

الثغ کی نماز جبھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حرف میں کوشش کئے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن، یہی تعلیم تجوید ہے تو اس کی فرضیت قطعاً ثابت، اگر صحیح کو نہ سیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۱ از ارودہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ
حرف ضاد کو بصورتِ دواد یعنی دال پر پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اکثر لوگ ض اور ظ میں بسبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کرسکتے ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں تین ہیں،

(۱) قصداً حرف منزل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواد والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اس سے ہٹ کر دال مفخم اُس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظا والوں میں ایسا ہے اُن کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ، یہ حرام قطعی ہے اور اشد اخبث کبیرہ بلکہ امام اجل ابوبکر فضلی وغیرہ اکابر ائمہ کی تصریح سے کفر ہے کما فی منح الروض الازھر والفتاوی العلمگیریۃ وغیرھما (جیسا کہ منح الروض الازہر، فتاوٰی عالمگیری اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) ان کی نماز پہلی ہی بار مغضوب پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے۔

(۲) خطاً تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اُسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر فسادِ معنی ہو تو نماز فاسد ورنہ صحیح۔

(۳) یہ کہ عجزاً تبدیل یعنی قصد تو ض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کرسکتا دیا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان

میں اکثر دُواڑ والے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا سیکھیں اور شبانہ روز حد وسعی کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی، جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتدا پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک امثال کی امامت بھی ہو سکے گی اور جب کوشش اٹھا کر چھوڑیں یا یا سرے سے کوشاں نہ ہوں اُن کی اپنی بھی باطل اور ان کے پیچھے اوروں کی بھی باطل، یہی حکم ظائیوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰۹ از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا سورۃ تبت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب

سورۃ تبت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۵۱۰ از شہر بریلی محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام مولوی محمد افضل صاحب

۶ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ لما یتفجر منہ الانھر خواندہ شد لمّا، نماز شد بغیر کراہت یا نہ؟

اس مسئلہ میں علمائے دین کی کیا رائے ہے کہ ایک شخص نے لَمَّا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھٰرُ میں لَمَّا شد کے ساتھ پڑھا نماز بغیر کراہت کے درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

نماز درست باشد و بحال سہو زلت کراہت نیست و حذف جزا برائے دلالت بر عظمت شانش شائع است قال اللہ تعالٰی فلما اسلما و تلہ للجبین و نادینہ ان یا ابراھیم[1] جزا ذکر نفرمود ہمچناں ایں جا تاویل شود کہ و ان منھا ما یکون منہ شیئ عجیب لمّا یتفجر منہ الانھر بالجملہ

نماز درست ہوگی، بھول اور پھسل جانے کی صورت میں کراہت نہیں، اس کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر جزا کا حذف مشہور و معروف ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰھِیْمُ یہاں جزا کو ذکر نہیں فرمایا اسی طرح مذکورہ مقام میں تاویل ہو سکتی ہے کہ

---

[1] القرآن ۳۷/ ۱۰۳

دریں صورت فسادِ معنی نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم
ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے شیئ عجیب صادر ہوتی ہے کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو اس سے نہریں جاری ہوتی ہیں، الغرض اس صورت میں فسادِ معنی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از الٰہ آباد محلہ نخاس کہنہ بر مکان دھوم شاہ صاحب مرسلہ محمد ناظم آزاد حقانی مظفر پوری مقیم حال الٰہ آباد ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں امام الحمد کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرأت سے رُک گیا ہو پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا، جس آیت پر رُکا تھا اس آیت کو نکال کر سورت کو پُورا کیا بعد آں رکوع و سجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمھاری نماز باطل ہوگئی، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں امام کو لقمہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور صورتِ مسئولہ میں مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب

مقتدی و امام سب کی نماز ہوگئی، مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سو آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے، امام نے جس خیال پر نماز مقتدی باطل مانی امام کی خود کب ہُوئی، اگر وُہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجازتِ شرع جائز رکھا گیا، اگر تین آیتوں کے بعد اجازتِ شرع نہ تھی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آگیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پاکر آیت پڑھی اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یاد دہانی کو باطل نہیں کرسکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی۔ رہا یہ کہ صرف اس مقتدی کی نماز باطل ہُوئی امام و جماعت کی ہوگئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہوگئی، دُرمختار میں ہے:

فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا لفاتح واٰخذ بکل حال الا اذا سمعه المؤتم من غیر مصل ففتح به تفسد صلاۃ الکل[1]

مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا نماز کے لئے مطلقاً ہر حال میں فاسدِ نماز نہیں ہوتا، مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ نہ لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹتی ہے اور نہ لینے والے کی، اور ہر حال میں اس کا مطلب یہ ہے برابر ہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو

[1] دُرمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰

البتہ اس صورت میں تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی جب مقتدی نے کسی غیر نمازی سے سنا اور اپنے امام کو لقمہ دے دیا اور امام نے لے لیا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ بکل حال ای سواء قرأ الامام ما تجوز بہ الصلاۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر، قولہ الا اذا سمعہ المؤتم الخ فی البحر عن القنیۃ یجب ان تبطل صلاۃ الکل لان التلقین من خارج اھ واقرہ فی النھر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مصنف کے قول "بکل حال" سے مراد یہ ہے کہ خواہ امام نے اتنی قرأت کرلی ہو جس سے نماز ہوجاتی ہے یا نہ کی ہو، وہ کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ، خواہ لقمہ بار بار دیا گیا ہو یا نہ، اصح یہی ہے نہر۔ اس کا قول الا اذا سمعہ المؤتم الخ بحر میں قنیہ سے ہے کہ تمام کی نماز باطل ہوجانا ضروری ہے کیونکہ اس صورت میں خارج نماز شخص سے تلقین پائی گئی، اور اسے نہر میں ثابت رکھا گیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱۲: از ضلع سیونی چھپرہ محلہ قاضی قریب مسجد حنفیہ مرسلہ ظہور الحسن طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے، تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آ ہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بتائیے کہ کون حق پر ہے؟ فقط محمد ظہور الحسن طالب علم

الجواب

بلاشبہہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے، بزازیہ وغیرہ میں ہے اللحن حرام بلاخلاف[2] (لحن بلاخلاف حرام ہے۔ت) جو اسے بدعت کہتا ہے اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے، اور دانستہ کہتا ہے تو کفر ہے کہ فرض کو بدعت کہتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱۳: جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرتا ہو یعنی زیر کا زبر جیسے غیر المغضوب کے غ پر زیر پڑھتا ہو اور ایاک کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہ تحریمی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں؟ اور داڑھی بھی کترواتا ہے اور مغرور و متکبر ہو جس ۃ پر کھڑا زیر ہو جیسے ربہٖ الشکر آیت آجانے پر وقف کے وقت ربہ پڑھے یا ربہٖ۔

الجواب

ایاک نعبد وایاک نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ البزازیہ الباب الرابع فی الصلوٰۃ والتسبیح وقراءۃ القرآن الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

باطل، غیر المغضوب کے غ کو لوگ زیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب بُوئے کسرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ مفسدِ نماز نہیں۔ واڑھی کتروانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور مغرور متکبر اس سے بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبر سے معروف و مشہور ہو۔ وقف کی حالت میں ربہ پڑھا جائے گا اور ساتھ کوئی چیز نہیں، اور ربہ میں سنّت یہ ہے کہ محض کسرہ نہ ہو بلکہ خفیف بوئے یا پیدا ہو نہ یہ کہ بالکل ی اس کا فرق ادا زبان سے سُن کر معلوم ہوسکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱۵ از شہر مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم نواں رکوع تیسری آیت یعنی کان النّاسُ اُمّۃً وّاحِدَۃً میں واحدۃً کو باظہار تنوین پڑھنا چاہئے یا وقف کے ساتھ یعنی واحدۃً یا واحدہ۔

(۲) اوّل رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکور کو پُوری اول رکعت میں پڑھا اور دوسرے میں ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ سے دو آیتیں وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم تک، تو جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت وقف ہے اور وصل اولٰی ہے۔

(۲) بیشک جائز بلا کراہت ہے اور یہ صورت خاصہ ان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں لکھی عین عدل ہے کہ یہ دو آیتیں اُس آیت کے تقریباً بالکل مساوی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱۶ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت مایجوز بہ الصلوٰۃ کتنی مقدار ہے؟

الجواب

وُہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اُس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مُدْھَامَّتٰنِ اگرچہ پُوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جوازِ نماز کو کافی نہیں، اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج وہاج و فتح القدیر و البحر الرائق و درمختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام اجل اسبیجابی و امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صرف مدھامّتٰن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا درمختار میں ہے،

اقلھا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد

اس آیت کے کم از کم چھ حروف ہوں اگرچہ وہ

الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ[1] لفظاً نہ ہوں بلکہ تقدیراً ہوں مثلاً لم یلد (کہ اصل میں لم یولد تھا) مگر اس صورت میں کہ جب وُہ آیت صرف ایک کلمہ پر مشتمل ہو تو اصح عدمِ صحتِ نماز ہے (ت)

ہندیہ میں ہے :

الاصح انہ لایجوز کذا فی شرح المجمع لابن ملک، وھکذا فی الظھیریۃ والسراج الوھاج وفتح القدیر[2]

اصح یہی ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں شرح مجمع لابن مالک میں اسی طرح ہے۔ ظہیریہ، السراج الوہاج اور فتح القدیر میں بھی یُوں ہی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

لوکانت کلمۃ اسماً اوحرفاً نحو مدھامتٰن ص ق ن فان ھذہ اٰیات عند بعض القراء اختلف فیہ علی قولہ والاصح انہ لایجوز لانہ یسمی عادا لاقارئا[3]۔

اگر وُہ آیت ایک کلمہ پر مشتمل ہے خواہ اسم ہو یا حرف مثلاً مدھامتٰن، ص، ق، ن کیونکہ یہ بعض قراء کے نزدیک آیات ہیں ان کے قول پر اس میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ یہ جوازِ نماز کے لئے کافی نہیں کیونکہ ایسے شخص کو قاری نہیں کہا جاتا بلکہ شمار کرنے والا کہا جاتا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا :

کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص ونحوہ اما فی مدھامتٰن فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفۃ من غیر ذکر خلاف بین المشائخ[4]

شارحین نے اسے یُوں ہی بیان کیا ہے اور یہ بات ص وغیرہ میں تو مسلم ہے مگر مدھامتٰن کے بارے میں اسبیجابی اور صاحبِ بدائع نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق یہ جوازِ نماز کے لئے کافی ہے اور انہوں نے مشائخ کے درمیان کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔ (ت)

بدائع میں ہے :

فی ظاھر الروایۃ قدر ادنی المفروض ظاہر الروایہ کے مطابق فرض قرأۃ کی مقدار کم از کم

---

[1] درمختار فصل ویجھر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶۹
[3] فتح القدیر شرح الہدایہ فصل فی القرأۃ ؍ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۹
[4] البحرالرائق شرح کنزالدقائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۳۶

بالآیۃ التامۃ طویلۃ کانت اوقصیرۃ کقولہ تعالٰی مدھامّتٰن وما قالہ ابوحنیفۃ اقیس[1]۔

ایک مکمل آیت ہے وہ آیت لمبی ہو یا چھوٹی۔ جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے مدھامّتٰن اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے جو کچھ فرمایا ہے وہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ (ت)

اقول اظہر یہی ہے مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت قسم نظر کر یالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے مدھامّتٰن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مدمتصل ہے جس کا ترک حرام ہے۔ ہاں جسے یہی یاد ہو اُس کے بارے میں وہ کلام ہو گا اور احوط اعادہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۱۷: مسئولہ احسان علی مظفرپوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت لا پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر لا ہے اُس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں، مثلاً اُوپر سے پڑھتا آیا اور صُم بکم عمی فھم لایرجعون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟

الجواب

ہر آیت پر وقف مطلقاً بلاکراہت جائز بلکہ سنّت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنٰی تام ہو گئے جیسے آیت مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری مستقل تمثیل ارشاد ہے جب تو اصلاً حرج نہیں، اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہئے خصوصاً امثال فویل للمصلین لا میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثم رددنٰہ اسفل سافلین لا میں قبح اس سے کم ہے نماز بہرحال ہو جائے گی۔

مسئلہ ۵۱۸: از مانیا والا ڈاکخانہ قاسم پور گڑھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھی دُوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھی اور آخر میں سجدۂ سہو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی ارکان الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

الجواب

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سہو نہ چاہیے تھا اور قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوگا نماز ہوگئی سجدہ سہو اب بھی نہ چاہیے تھا توبہ کرے، پہلی میں اگر سورۂ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورۂ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سُورت پڑھنا صرف خلافِ اولیٰ ہے اور ترتیب اُلٹا کر پڑھنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱۹ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی تمیز الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
میں نے ایک معلم صاحب کی زبانی سُنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جائیگا یعنی دوآیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز کو دُہرانا چاہیے، ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں وان یکاد الذین کفروا لیزلقونك بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انه لمجنون وما ھو الا ذکر للعٰلمین تو قبلہ وکعبہ یہ دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وہ میں نے لکھا ہے یہ صرف دوآیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا دُہرانا پڑے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً الحمد للہ رب العٰلمین اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پُوری سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد متصلاً تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے اگر اس میں کمی کرے گا نماز تو ہوجائے گی یعنی فرض ادا ہوجائے گا مکروہ تحریمی ہوگی، بھول کر ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور قصداً ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی، اور بلاعذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس ثم ادبر واستکبر[1] یا یہ الرحمٰن ۝ علم القراٰن ۝ خلق الانسان[2] ۝ ظاہر ہے کہ وہ دوآیتیں وان یکاد الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نماز مع واجب ادا ہوگئی دُہرانے کی حاجت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲۰ تا ۵۲۱ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

---

[1] القرآن ۷۴/۲۱ تا ۲۳
[2] القرآن ۵۵/۱ تا ۳

(۱) امام کو قرأت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ چکا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتادے تو امام کو لقمہ لینے میں یا مقتدی کو لقمہ دینے میں کوئی نماز میں فساد یا نقصان نہ آوے گا؟

(۲) امام کو متشابہ لگا اور اوپر کی دو ایک آیت کو لوٹایا اور دُہرایا تو اس صورت میں دُہرانے سے نماز میں کچھ خلل تو نہ آئے گا؟ اور آئے گا تو کیا سجدہ سہو کرنے سے جبر نقصان ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

کسی کے نماز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دُہرانے سے کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر چپکا کھڑا سوچتا رہا تو سجدہ سہو آتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲۲ از ریاست رام پور دکان ملا حمید محلہ کنڈہ مرسلہ محمد اسد الحق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قل ھو اللہ احد میں دال پر تنوین ہے اس کو کسرہ دے کر مابعد سے وصل کر کے نماز میں پڑھے، ہوگئی یا نہیں؟ اور گناہ تو نہیں؟ ضروری ہے یا جائز یا منع؟

الجواب

نون تنوین کو کسرہ دے کر مابعد میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں، نہ اس سے نماز میں کوئی خلل، اور یہاں وقف بھی ج کا ہے جو وصل کی اجازت دیتا ہے۔ وھو اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲۳ از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرأت میں مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا کی جگہ وکان الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اوّل مما قالوا پڑھا پھر خیال ہوا کہ کانوا ہے۔

الجواب

نماز ہر طرح ہوگئی کہ فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں راجکوٹ میں الرحمٰن پڑھتے ہیں اور ۲۰ رکعت تراویح سورۂ رحمٰن میں ہی ختم کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیات اور دوسری میں دو آیات تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یوں سولھویں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی فبای الاء ربکما تکذبان ذواتا افنان بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائی جائے کہ ان میں صرف ستائیس حرف ہیں اور ردالمحتار میں

کم از کم تیس۳۰ حرف درکار بتائے وان کان فیہ کلام بیناہ علی ھامشہ مع ان المقروات فیھما ثلثون (اگرچہ اس میں کلام ہے جیسے ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا ہے علاوہ ازیں ان آیات میں مقروات تیس۳۰ ہیں۔ت)
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۵: از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازیخاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز ظہر وعصر میں جو قرأت بالجہر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشاء اور فجر کی نماز میں بالجہر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمائیے؟

الجواب

یہ احکام ہیں بندے کو حکم ماننا چاہئے حکمت کی تلاش ضرور نہیں۔ اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرآن عظیم سُن کر بیہودہ بکا کرتے ظہر وعصر دونوں وقت ان کی بیداری وبیکاری کے تھے اس لئے ان میں قرأت خفی ہوئی کہ وہ سُن کر کچھ بک نہیں، فجر وعشاء کے وقت وہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول، لہذا ان میں قرأت بالجہر ہوئی، مگر یہ سبب چنداں قوی نہیں۔ دوسرا سبب صحیح وقوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالے انہار الانوار میں ذکر کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۶: از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ چھٹے خاں صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

قرأت کتنی فرض ہے اور واجب اور سنت اور مستحب کہاں تک؟

الجواب

قرأت ایک آیت فرض ہے اور الحمد اور اس کے بعد اس کے متصل ایک آیت بڑی یا تین۳ آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب، اور فجر وظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دو۲ سورتیں، اور عصر وعشاء میں بروج سے لم یکن تک، اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنت، یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے، اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ تطویل سے مشقت ہوگی تو اس کے حالت کی رعایت واجب اور نوافل میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو مستحب ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۷: از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہئے؟

الجواب

سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سنت ہے اور اس کے بعد اگر کوئی

سورت اول سے پڑھے تو اس پر بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں اور سے پڑھے تو اس پر کہنا مستحب نہیں، اور قیام کے سوا رکوع وسجود وقعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آیۂ قرآنی ہے اور نماز میں قیام کے سوا اور جگہ کوئی آیت پڑھنی ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۱ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی مرحوم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہوجائے تو اس کو پڑھے یا مؤخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑ کر اگر پڑھ کر نماز تمام کرلی تو ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہوگیا مقدم ہو خواہ مکرر، ہاں قصداً تبدیلِ ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہوجائے گی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۲ از تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد حسین محرر جوڈیشل ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث درپیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقت نمازِ مغرب رکعت اول میں سورۂ دھر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سہو ہوگیا پھر رکوع کردیا ویطاف علیھم باٰنیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریرا قواریرا من فضۃ نشانی آیت پر حرف لا موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

نماز بے تکلف بلاکراہت ہوگئی، تین آیات کی قدر سے واجب ادا ہوجاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہوگئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اس میں قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اس سے زائد ہوگیا، تنویر و درمختار میں ہے:

یسن فی الحضر لامام ومنفرد طوال المفصل فی الفجر والظھر واوساطہ فی العصر والعشاء وقصارہ فی المغرب ای فی کل

(مقیم ہونے کی صورت میں امام ومنفرد دونوں کو نمازِ فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر عشاء میں اوساط مفصل اور نمازِ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے یعنی ہر رکعت میں۔

ماكعة سورة۔[1] | ایک سورۃ ان سورتوں میں سے جو مذکور ہوئیں پڑھے (ت)

درمختار میں ہے :

من الحجرات الی اخرالبروج ومنها الی اٰخر لمریکن اوساطه وباقیه قصاره[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔ | حجرات سے آخر بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن کے آخر تک اوساط مفصل اور سورتوں کا بقیہ حصہ قصار مفصل کہلاتا ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۳۰: از شہر محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام ۷ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی معنی بگڑ گیا جبکہ سورہ یوسف شریف میں چار آیات کے بعد مَا اٰتَیْتُھُمْ کی جگہ مَا اٰتَیْتَھُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب

فسادِ معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی، مگر یہاں مااٰتیتھم میں ت کا زبر پڑھنا مفسدِ نماز نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۱ و ۵۳۲: از بروگ مسئولہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ وکعبہ جناب مولوی صاحب دام اظلالکم، السلام علیکم بعد ادائے آداب دست بستہ تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نماز ظہر وعصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسبِ معمول پڑھنا چاہئے یا سکوت واجب ہے؟

(۲) نماز مغرب وعشا کے فرضوں کی ادائگی میں مقتدی کو چاروں رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اوّل کی دو میں اور آخر کی دو میں نہیں، بینوا توجروا

الجواب

مطلقاً کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قراءت اصلاً جائز نہیں قطعاً خاموش کھڑا رہے، صرف سبحٰنك اللّٰھم شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قراءت بجہر شروع نہ کی ہو۔ درمختار میں ہے :

المؤتم لایقرأ مطلقا ولا الفاتحة فی | مقتدی مطلقاً قراءت نہ کرے نہ جہری نماز میں نہ

---

[1] و [2] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

السریة اتفاقا بل یستمع اذا جھر وینصت اذا اسر[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

سری نمازمیں، اور نہ ہی سری نمازمیں فاتحہ بالاتفاق (یعنی اس پر ائمہ ثلثہ کا اتفاق ہے) بلکہ جب امام جہراً پڑھے تو مقتدی سُنے اور جب امام سِرّاً پڑھے تو مقتدی چُپ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۲۳ و ۵۲۴: ازہزار ضلع بلذانہ اسٹیشن لسوہ متعلق ملکہ پور مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نمازمیں پڑھنے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

(۲) سورۂ یٰسٓ شریف میں سلٰم قولا کی جگہ سلام قولا پڑھنا یا سلام پر آیت کرنا صحیح کس طرح پر ہے؟

الجواب

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے، اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبوراً وقف کرے گا موقع موقع پر ٹھہرتا ہوا چلا جائے گا، ہاں بلاضرورت بے موقع ٹھہرنا خلافِ سنّت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۵: از جے پور بیرون اجمیری دروازہ مکان عبدالواحد خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نمازمیں اللہ اکبر کی را کو اس قدر کھینچتے ہیں کہ اس کی وجہ سے نمازمیں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی را کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے ر کے دال محسوس کریں کیسا ہے؟

الجواب

اکبر میں ر کو د پڑھنا مفسد نماز ہے کہ فسادِ معنی ہے، اور یہ بات کہ وہ ر پڑھتا ہے اور سب سُننے والے د سنتے ہیں بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۶: از شہر ممباسہ ضلع مشرقی افریقہ دُکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورہ کٰفرون پڑھی دوسری میں

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۱

کوثر کی ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز تو ہوگئی مگر ایسا کرنا ناجائز تھا، جس سُورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اُسی کا پڑھنا لازم ہوجاتا ہے خواہ وہ قبل کی ہو یا بعد کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۷: از مانادوار کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

نماز میں قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں الم تر، دوسری میں قل ھو اللہ، تیسری میں لایلف، چوتھی میں پھر قل ھو اللہ مکروہ تنزیہی ہے یا نہیں حالانکہ الم تر کے بعد لایلف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے۔

الجواب

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۸: از دھمی پور ضلع بہیڑی مرسلہ مستقیم خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں تراویح میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دُوسرا کوئی حافظ اس کو بہکانے کو آجائے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اس نے دھوکا دینے اور نماز خراب کرنے کے لئے قصداً غلط بتایا تو سخت گناہِ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے، ایسے لوگ جو مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل مچائیں اور بلاوجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا موذی ہیں اور موذی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے کما نص علیہ العلامۃ البدر العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری وعنہ فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں تصریح کی ہے اور اس کے حوالے سے درمختار وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۹:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہ می فرمایند جوہر شناسان نکات فرقانی و دقیقہ رسان علم حبیب رحمانی اندریں باب کہ امام در قرأت نماز

قرآنی نکات اور حبیبِ خدا کے ارشاداتِ عالیہ سے آگاہ و واقف اہلِ علم و دانش اس بارے میں کیا

مغرب وخفتن و فجر وجمعہ وعیدین درمیان قرآت سہ آیۃ یا زائد از سہ آیۃ سہو کرد ومقتدی او رامیان نماز مذکورہ بالا لقمہ داد او لقمہ مقتدی خود گرفت نماز امام ومقتدی درست شد یا نہ۔ بینوا توجروا

فرماتے ہیں کہ امام نمازِ مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور عیدین میں قرآت کرتے ہُوئے تین آیات یا تین آیات سے زائد پڑھ کر بھُول گیا ایسی صورت میں مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے اس کا لقمہ قبول کر لیا تو امام اور مقتدی کی نماز درست ہوگی یا نہ؟ بینوا توجروا (ت)

الجواب

صحیح است مطلقاً در ہر نماز و بہر حال اگرچہ بعد سہ آیت باشد ہمین است قول صحیح فی الدر المختار فتحہ علی امامہ لایفسد مطلقا بفاتح و اٰخذ بکل حال[1] و فی ردالمحتار ای سواء قرأ الامام قدر مایجوز بہ الصلوۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نہر[2] واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

نماز مطلقاً درست ہے ہر نماز میں ہر حال میں لقمہ دینا اگرچہ وُہ تین آیات کے بعد ہو درست اور صحیح قول یہی ہے۔ درمختار میں ہے امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ لقمہ دینے والے کی اور نہ لینے والے کی ہر حال میں الخ ردالمحتار میں ہے خواہ امام نے اتنی قرآت کرلی ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے یا نہ کی ہو امام کسی اور آیت کی طرف منتقل ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو، لقمہ بار بار ہو یا نہ، اصح یہی ہے نہر۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ان شانئك کو نماز میں اناشانئك یا لہ کو لاہٗ یا لھم کو لاھم مغفرۃ باشباع فتح یا الحمد للہ الحمد لیلہ باشباع کسرہ یا قل کو قول باشباع ضمہ پڑھنا عمداً یا سہواً مفسدِ صلوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

عمداً گناہِ عظیم ہے اور سہواً معاف اور فسادِ نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغۃ مرقومۃ من العرب کالاکتفاء عن المدۃ بالحرکۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھما (کیونکہ اشباع عرب کی معروف لغت ہے جیسا کہ مدہ کی جگہ حرکت پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے غنیہ اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۰/۱

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۴۶۰/۱

مسئلہ ۵۴۱: مسئولہ احمد شاہ صاحب از موضع نگریا سادات ضلع بریلی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور وہ کسی صورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ان کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں، پھر اگر یہ سورۃ سورۃ فاتحہ ہے تو اُس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ سہواً ہو ورنہ اعادہ۔ اور اور کسی سُورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہُوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھُوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴۲: مسئولہ مولوی عبدالجلیل صاحب متوطن بنگال ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے، اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر اُس کا بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر اور لوگ آکر اقتدا کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

لفظ کے تکرار سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے اُن کی نماز نہ ہوگی لانھم مفترضون خلف متنفل (کیونکہ وہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا کر رہے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴۳ تا ۵۵۴: از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ بکس ۳۲ مرسلہ ایم ایم داؤد احمد موسٰی جی سالوجی ۱۴ رمضان ۱۳۳۶ھ

اوّلاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتا ہوں کہ اسئلہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومت کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفار ہیں، ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجر وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں، گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہروں میں تخمیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس ۱۰ بیس ۲۰ کسی جگہ تیس ۳۰ چالیس ۴۰ کسی جگہ اسّی نتو سوائے ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چار سو ۴۰۰ پانسو ۵۰۰ کا مجمع نہ ہوگا، مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو کرایہ میں مکان لیا ہوا ہے اور اُس میں نمازِ جمعہ و عید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ مسجد ہے مگر بوجہ قلت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تخمیناً پانچ سو سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ و عید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمانان وہ شریکِ نماز ہوکر تعداد بڑھا دیتے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہُوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نمازِ جمعہ و عید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لئے یہ تحریر کی جاتی ہے وہ بھی شہر ہے اور ایک مسجد بھی ہے تعدادِ مسلمانان

ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھر سکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں اور مسجد بھر جاتی ہے۔

(۱) جمعہ کی ادا کے لئے شہر شرط ہے یا نہیں؟

(۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف روایت مذہب ہے یا نہیں؟

(۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں تو توانائی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

(۴) علمائے حنفیہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاطی ظہر تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق تحقق شروط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت دونوں جگہ موجود ہے یعنی وہاں بھی جمعہ اور احتیاطی ظہر پڑھ لینا چاہیے؟

(۵) کل موضع لہ امیر و قاض الخ (ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر اور قاضی ہو الخ۔ ت) سے استدلال عدم جواز جمعہ دار حرب پر ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۶) کیفیت مذکور کی رُو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں؟

(۷) جہاں ناجائز ہے انھیں منع کیا جائے یا نہیں، اور ان کی ظہر کا کیا حکم ہے؟

(۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز؟

(۹) یہ ملک دار حرب ہے یا نہیں؟

(۱۰) دار حرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دار حرب دار اسلام بنتا ہے اور دار اسلام دار حرب؟

(۱۱) جہاں شروطِ جمعہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم، اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہو جائے گا؟

(۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے مصلی باشندے اسے بھر نہیں سکتے، یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کے لئے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اتفاق و اجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب حنفی میں یہ ہے جو خود امامِ مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمائی، وہ آبادی جس میں متعدد محلے اور دوامی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اُس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم بااختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔

امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع میں اسی کی تصریح فرمائی غنیہ شرح منیہ میں ہے :

صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح[1]۔

تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تصریح ہے کہ بڑے شہر سے مراد وہ بڑی آبادی ہے جس میں محلے اور بازار ہوں، اس کے متعلق کچھ دیہات ہوں، وہاں کوئی ایسا با اختیار شخص ہو جو اپنی حشمت اور علم یا دوسرے کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے اور لوگ حوادثات کی صورت میں اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

کتب جلیلہ معتمدہ میں ظاہر الروایہ یعنی مذہب مہذب حنفی سے بالالفاظ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مآل یہی ہے مثلاً ہدایہ و متن کنز میں فرمایا :

ھو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود[2]۔

ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ کرسکے اور حدود کا اجرا کرسکے۔ (ت)

اس میں سکک و اسواق و رساتیق کا ذکر نہیں اور عبارت آتیہ غیاثیہ میں بجائے سکک جماعات ہیں اور رساتیق مذکور نہیں، اُسی کی دوسری عبارت میں فتاوٰی سے رساتیق کا ذکر فرمایا سکک و اسواق کو ترک کیا کہ

فی الفتاوی لو صلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لھا قری وفیھا وال وحاکم جازت الجمعۃ بنوا المسجد اولم یبنوہ وان کان بخلاف ذلک لایجوز وھذا قول ابی القاسم

فتاوٰی میں ہے اگر کسی نے قریہ میں بغیر جامع مسجد کے جمعہ پڑھا اور قریہ اتنا بڑا ہو جس کے کچھ دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم والی بھی موجود ہو تو نمازِ جمعہ درست ہوگی خواہ وہ مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، اور اگر اس کے خلاف ہو تو جمعہ درست نہ ہوگا یہ شیخ ابوالقاسم الصفار

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[2] کنز الدقائق باب صلوٰۃ الجمعۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۷

الصغار وھذا اقرب الاقاویل الی الصواب[1]

کے قول کے مطابق ہے اور تمام اقوال میں سے یہ رائے صواب کے زیادہ قریب ہے۔ (ت)

اور محصل ایک ہے کہ عادۃً والی وقاضی ایسی ہی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے تعدد محلہ ووجود اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ معہود ہے نہ متیسر بلکہ گردو پیش کے دیہات آبادی کبیرہ کے حاکم کے متعلق کر دئے جاتے ہیں اسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم۔ غنیہ میں ہے:

صاحب الھدایۃ ترك ذکر السکك والرساتیق بناء علی الغالب اذ الغالب ان الامیر والقاضی شانہ القدرۃ علی تنفیذ الاحکام واقامۃ الحدود لایکون الا فی بلد کذلك فالحاصل ان اصح الحدود ما ذکرہ فی التحفۃ لصدقہ علی مکۃ والمدینۃ فانھما الاصل فی اعتبار المصریۃ۔[2]

صاحبِ ہدایہ نے محلوں اور بازاروں کا ذکر اس لئے ترک کیا ہے کہ غالب یہی ہے کہ ایسے حاکم اور قاضی جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کر سکتے ہیں وہ ایسے شہر میں ہی ہوتے ہیں جو بڑا ہو، حاصل یہ ہے کہ تحفہ میں بیان کردہ شہر کی تعریف اصح ہے کیونکہ وہ مکّہ اور مدینہ پر صادق آتی ہے اور شہر ہونے میں یہ دونوں اصل ہیں۔ (ت)

پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفیذ واقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلافِ حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا، ولہذا علامہ محقق ابراہیم حلبی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا:

الحد الصحیح ما اختارہ صاحب الھدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود والمراد القدرۃ علی اقامۃ الحدود ما صرح بہ فی تحفۃ الفقھاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[3]

صحیح تعریف وُہ ہے جسے صاحبِ ہدایہ نے اختیار کیا ہے وُہ یہ ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں حاکم وقاضی ہو جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کرے اور اس سے مراد قیامِ حدود پر قدرت ہے، جیسا کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

امام اکمل نے عنایہ میں فرمایا: المراد بالامیر وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم[4] (امیر سے

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب الجمعۃ وشرائطہا مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

[3] " " " " " " ص ۵۵۰

[4] العنایۃ مع فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۴

ایسا والی مراد ہے جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو۔ ت) اسی طرح درمختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اُس کی تصریح گزری، لہذا امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یُوں تعبیر فرمایا:

ظاهر المذهب (عندنا) ان یکون فیه سلطان وقاضی لاقامة الحدود وتنفیذ الاحکام[1]۔

(مصر جامع کی تعریف میں) ہمارے ہاں ظاہر مذہب کے مطابق وہاں اقامتِ حدود اور احکام کے نفاذ کے لئے کسی حاکم یا قاضی کا ہونا ضروری ہے (ت)

پھر ہدایہ وغیرہا میں امیر و قاضی اور مبسوط میں سلطان و قاضی دو لفظ ہیں کہ عادۃً والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے ولہذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتصار فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد اربع الی الولاة منها الجمعة[2] (چار چیزیں حکمرانوں کی ذمہ داری ہے ان میں سے ایک جمعہ ہے۔ ت) جواہر اخلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ وفیها والٍ او نائبه یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله وهو الاصح[3] (وہاں والی یا اس کا ایسا نائب ہو جو مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو، آگے چل کر فرمایا اور یہی اصح ہے۔ ت) اور علامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی نے در منتقی پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا، یکتفی بالقاضی عن الامیر[4] (امیر کی جگہ قاضی ہی کافی ہے۔ ت) یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ اُن زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء۔ ردالمحتار میں ہے:

لم یذکر المفتی اکتفاء بذکر القاضی لان القضاء فی الصدر الاول کان وظیفة المجتهدین[5]۔

ذکر قاضی پر اکتفا کرتے ہُوئے مفتی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ صدر اول میں قضاء (فیصلہ کرنا) ائمہ مجتہدین کی ہی ذمہ داری ہوتی تھی۔ (ت)

اور بعض نے شرطِ مفتی اضافہ کی۔ جامع الرموز میں ہے:

ظاهر المذهب ان ما فیه جماعات الناس

ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ جہاں کچھ محلے

---

[1] مبسوط سرخسی | باب صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت | ۲/ ۲۳
[2] " | " | " " " | ۲/ ۲۵
[3] جواہر الاخلاطی | فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ | غیر مطبوعہ نسخہ | ص ۲۴
[4] ردالمحتار | باب الجمعۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۹۰
[5] " | " | " " " | "

وجامع واسواق ومفت وسلطان اوقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وقريب منه ما في المضمرات وفيه انه الاصح[1]۔

جامع مسجد، بازار، مفتی، حاکم یا ایسا قاضی ہو جو حدود کا قیام اور احکام کا نفاذ کر سکے۔ مضمرات کے الفاظ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں اور اسی میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ (ت)

اکابر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم۔ غیاثیہ میں ہے :

قال الشمس الائمة السرخسی ظاهر المذهب ان المصر الجامع ما فیه جماعات الناس واسواق التجارات وسلطان او قاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلك و یکون فیه مفت ان لم یکن القاضی او السلطان بنفسه مفتیا[2]۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ جامع شہر وہ ہوگا جس میں کچھ محلے ہوں اور بازار تجارات، سلطان یا قاضی جو حدود کو قائم اور احکام کو نافذ کرے یعنی اس میں ان کے قیام اور نفاذ کی قدرت ہو اور اگر قاضی یا سلطان خود مفتی نہ ہوں تو وہاں کسی نہ کسی مفتی کا ہونا بھی ضروری ہے (ت)

امام طاہر بخاری نے فرمایا :

قال امام السرخسی فی ظاهر المذهب عندنا ان یکون فیه سلطان و قاض لاقامة الحدود وتنفیذ الاحکام ویشترط المفتی اذا لم یکن القاضی او الوالی مفتیا[3]۔

امام سرخسی نے فرمایا ہے کہ ظاہر مذہب میں ہمارے ہاں یہی ہے کہ وہاں اقامتِ حدود اور تنفیذِ احکام کے لئے قاضی یا سلطان کا ہونا ضروری ہے اور جب قاضی یا والی خود مفتی نہ ہو تو وہاں امام سرخسی نے مفتی کا ہونا شرط قرار دیا ہے۔ (ت)

امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ لعلمه و علم غیرہ (وہ قاضی خود عالم ہو یا عالم اس کا معاون ہو۔ ت) فتح میں فرمایا :

اذا کان القاضی یفتی ویقیم الحدود اغنی عن التعدد[4]۔

جب قاضی خود فتوٰی دیتا ہو اور حدود نافذ کرتا ہو تو وہاں الگ مفتی کا ہونا ضروری نہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز | فصل صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۲۶۲

[2] فتاوٰی غیاثیہ | باب الجمعۃ وشرائطہا | " مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ | ص ۳۸

[3] خلاصۃ الفتاوٰی | الفصل الثالث والعشرون فی صلوۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۱/۲۰۷

[4] فتح القدیر | باب صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۲۵

بالجملہ عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد۔ ان تمام عبارات اور ان کے امثال صدہا اور خود نص صریح امام مذہب سے جس طرح جمعہ کے لئے اشتراط مصر ظاہر یونہی احکام وحدود و مفتی کے الفاظ اور ان کی تفاریع مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ مثلاً بت پرستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہ بت پرست اور دس لاکھ کی آبادی سب بت پرست، چار پانچ مسلمان وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اور ان پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہو جائے جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو ہرگز شرع مطہر سے اس کا کوئی ثبوت نہیں عمومات قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر الروایہ واصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وہ ضعیف روایت نادرہ مرجوحہ مہجورہ مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ (اس مقام کی سب سے بڑی مسجد وہاں مقیم لوگوں کے لئے ناکافی ہو۔ت) کہ محققین کے نزدیک اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتی اور بعذر توانی فی الحدود اس کے اختیار کی راہ اسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الروایۃ ونص صریح امام اعظم مصحح ومرجح کے ہوتے ہوئے روایت نوادر کی طرف رجوع بوجوہ ممنوع ومدفوع کما حققنا کل ذلک فی فتاونا (جیساکہ ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ت) اس سے زیادہ اس کی غلطی کیا ہوگی کہ اس پر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ ہی گاؤں ہوجاتے ہیں اور ان میں زمانہ اقدس سے آج تک جمعہ ناجائز و باطل قرار پاتا ہے مجمع الانہر میں ہے:

قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین[1] (بلاشبہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ت)

غنیہ میں ہے:

الفصل فی ذلک ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھما الجمعۃ من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدھما فھو مصر وکل تفسیر لایصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین وھو مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع

اس میں تفصیل یوں ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں شہر ایسے ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے تو جس جگہ اس طرح کے انتظامات ہوں گے وہ شہر ہے اور جو تعریف ان میں سے کسی ایک پر صادق نہیں آئے گی وہ معتبر نہیں ہوسکتی حتی کہ متاخرین کی ایک جماعت نے جو اختیار کیا ہے شہر کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کے لوگ سب سے بڑی مسجد میں اگر جمع ہوں تو وہ مسجد لوگوں کے لئے کافی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجمعۃ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۶

اھلہ وزیادۃ۔[1]

نہ ہو، یہ درست نہیں کیونکہ مکہ اور مدینہ دونوں کی مساجد وہاں کے لوگوں اور مزید دوسرے لوگوں کیلئے کافی ہیں (ت)۔

اسے ابن شجاع ثلجی نے امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی سے روایت کیا، ہدایہ میں تعریف ظاہر الروایۃ بیان کرکے فرمایا:

ھذا عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وعنہ انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدھم لم یسعھم والاول اختیار الکرخی وھو الظاھر والثانی اختیار الثلجی[2]۔

یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے اور انہی سے مروی ہے کہ جب وہاں کے وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہ مسجد ناکافی ہو، پہلے قول کو امام کرخی نے پسند فرمایا اور یہی ظاہر ہے اور دوسرے کو امام ثلجی نے پسند فرمایا (ت)۔

خود امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلماء نے بدائع پھر امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ذکر کئے یہ ہیں کہ فرمایا:

اذا اجتمع فی قریۃ من لایسعھم مسجد واحد بنی لھم جامعا ونصب لھم من یصلی بھم الجمعۃ[3]۔

جب کسی قریہ کے لوگ ایک مسجد میں جمع ہوں اور وہ مسجد ان کے لئے کافی نہ ہو تو ان کے لئے جامع مسجد بنائی جائے اور وہاں کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائے جو انہیں جمعہ پڑھائے۔ (ت)

بدیہی ہے کہ بنی او نصب کی ضمیریں سلطانِ اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وہ حدیث ناطق جس سے طبقۃً فطبقۃً ہمارے ائمہ وعلماء اسی باب شرائط جمعہ میں استدلال فرماتے رہے کہ لہ امام عادل او جائر (اس کے لئے امام عادل یا ظالم ہو۔ ت) مبسوط امام سرخسی میں ہے:

لنا ماروینا من حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہ امام جائر او عادل فقد شرط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اس کے لئے امام ظالم یا عادل کا ہونا ضروری ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۵۰
[2] الہدایۃ — باب صلوٰۃ الجمعۃ — " المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۱/۱۴۸
[3] بدائع الصنائع — فصل فی بیان شرائط الجمعۃ — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۲۵۹

الامام لالحاقه الوعيد بتارك الجمعة[1]۔

علیہ وسلم نے تارکِ جمعہ پر وعید کے لاحق ہونے کو امام کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الحدیث رواہ ابن ماجۃ وغیرہ حیث شرط فی لزومہا الامام کما یفیدہ قید الجملۃ الواقعۃ حالا[2]۔

اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس میں جمعہ کے لزوم کے لئے امام کا ہونا شرط قرار دیا ہے جیسے کہ اس کا فائدہ بطورِ حال واقع ہونے والے جملہ کی قید سے حاصل ہو رہا ہے۔ (ت)

غرض بوجوہ ظاہر ہُوا کہ محلیت جمعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان (اور جو شخص اس کے خلاف کا مدعی ہے اس پر دلیل کا لانا ضروری ہے۔ ت) شہر کی نسبت عرفاً بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا بلحاظ سلطنت، مثلاً جس شہر میں نہ سید آباد ہیں نہ اُس میں سیدوں کی عملداری ہے، یہ تھی اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے، یُونہی جبکہ وہاں عام آبادی کفار رہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر کہ حکام کی طرف سے مسلمانوں کو بناء اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں ان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعلم منتفی ہے چہ جائے اخص، لہٰذا محلِ جمعہ وعیدین نہیں ہوسکتے، عیدین کے لئے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار و درمختار باب العیدین میں ہے:

تجب صلاتھما علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمۃ سوی الخطبۃ[3]۔

عیدین کی نماز جمعہ کی سابقہ شرائط کے ساتھ سوائے خطبہ کے انھی لوگوں پر واجب ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔ (ت)

ہاں جہاں ثابت ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خود مختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیر مسلم نے مسلط ہو کر شعائرِ اسلام بند نہ کئے وہ بدستور اسلامی شہر و ملک رہے گا جیسے تمام بلادِ ہندوستان، اور وہاں حسبِ سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امامت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب ٹھہرا کر امام بنائے، جہاں یہ صورت میسّر رہے

---

[1] مبسوط سرخسی | باب صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت | ۲/ ۲۵
[2] فتح القدیر | " | " نوریہ رضویہ سکھر | ۲/ ۲۷
[3] درمختار | باب العیدین | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۴

وہاں بضرورت مسلمان جمع ہو کرجسے ان تین نمازوں کا امام مقرر کرلیں گے پڑھائے گا اور یہ فرض وواجب ادا ہوجائیگا' متنِ کنز میں ہے: شرط ادائها السلطان او نائبه[1] (جمعہ کی ادائیگی کے لئے حاکم یا اس کے نائب کا ہونا شرط اور ضروری ہے۔ ت) غنیہ میں ہے:

الشرط الثانی کون الامام فیها السلطان او من اذن له السلطان[2]

دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کا امام خود سلطان یا ایسا شخص ہو جسے سلطان نے اجازت دی ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

اقامة الجمعة حق الخلیفة الا انه لم یقدر علی ذلك فی کل الامصار فیقیم غیرہ نیابة[3]۔

جمعہ کا قیام خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے چونکہ وہ تمام شہروں میں امامت پر قادر نہیں ہوسکتا لہذا اسکے حکم پر اس کا کوئی نہ کوئی نائب ہونا چاہیے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر، اما مع عدمهم فیجوز للضرورة[4]۔

اشخاص مذکورہ کے ہوتے ہُوئے عوام کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں، ہاں اگر اشخاص مذکورہ (خلیفہ وقاضی یعنی سلطان یا قاضی) نہ ہوں تو ضرورتاً عوام کا خطیب مقرر کرلینا جائز ہوگا۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

کل مصر فیه وال من مسلم من جهة الکفار تجوز فیه اقامة الجمع والاعیاد واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد[5] (ملخصا)

ہر وُہ شہر جہاں کافروں کی طرف سے مسلمان والی مقرر ہو وہاں جمعہ اور عیدین قائم کرنا جائز، رہا معاملہ ان شہروں کا جہاں کافر حاکم ہوں تو وہاں عامۃ المسلمین جمعہ اور عیدین کی نمازیں قائم کرسکتے ہیں۔ (ت)

ایسی ہی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شبہہ ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ بربنائے مراعات خلاف

---

[1] کنزالدقائق	باب صلوٰۃ الجمعۃ	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۴۸
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی	فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ	" سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۵۵۲
[3] جامع الرموز	فصل صلوٰۃ الجمعۃ	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۲۶۳/۱
[4] درمختار	باب الجمعۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱۱۰/۱
[5] جامع الفصولین	الفصل الاول فی القضاء الخ	" اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی	۱۴/۱

فی المذہب کافی ومحیط وعلمگیریہ میں ہے:

فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعۃ لوقوع الشك فی المصر وغیرہ واقام اھلہ الجمعۃ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات[1] الخ۔

ہر وہ مقام جہاں شہر وغیرہ کسی شرط کے ہونے میں شک کی بنا پر جوازِ جمعہ میں شک ہو اور وہاں کے لوگ نمازِ جمعہ پڑھتے ہوں تو وہاں کے لوگوں کو چاہیے کہ فرضِ جمعہ کے بعد چار رکعت (بنیتِ ظہر) ادا کریں الخ (ت)

فتح القدیر وبحر الرائق میں ہے:

قد وقع شك فی بعض قری مصر ممالیس فیھا وال وقاض نازلان بھا بل لھا قاض یسمی قاضی الناحیۃ وھو قاض یولی الکورۃ باصلھا فیاتی القریۃ احیانا فیفصل ما اجتمع فیھا من التعلقات وینصرف و وال کذلك ھل ھو مصر نظرا الی ان لھا والیا وقاضیا اولا نظرا الی عدمھا بھا واذا اشتبہ علی الانسان ذلك ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعۃ[2] الخ

شک واقع ہوا ہے مصر کے بعض علاقوں میں جہاں والی اور قاضی مستقل نہیں بلکہ ان کے لئے ایک عارضی قاضی ہو جسے "قاضی ناحیہ" کہا جاتا ہے یعنی وہ بالاصل ضلع کا قاضی ہے جو اس قریہ میں کبھی کبھی آتا ہے اور جمع شدہ معاملات کے فیصلے کرکے واپس چلا جاتا ہے اسی طرح کا والی ہے کیا انھیں شہر کہا جائے گا؟ اس بنا پر ان کا والی اور قاضی ہے یا شہر نہیں کہا جائیگا؟ اس بنا پر کہ وُہ دونوں یہاں رہتے نہیں، لہذا جب اس طرح کا کسی انسان پر اشتباہ پیدا ہو جائے تو اسے وہاں جمعہ کے روز چار رکعت (بنیت ظہر) ادا کرنی چاہئیں الخ (ت)

شہر میں متعدد جمعے ہوں اور سابق نامعلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنھوں نے دیا وہ بھی مجرد رعایت خلاف کے لئے نہیں کہ ایک امر مستحب ہے بلکہ شدت قوت خلاف کے باعث جس کے سبب برأۃ عہدہ بالیقین نہیں ان کے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے۔ حلیہ میں ہے:

قد یقع الشك فی صحۃ الجمعۃ بسبب فقد شروطھا ومن ذلك

بعض اوقات شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے صحتِ جمعہ میں شک واقع ہو جاتا ہے ان میں یہ صورت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵
[2] فتح القدیر باب صلوۃ الجمعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵

ما اذا تعددت فی المصر الواحد وجهل اسبق اوعلمت المعیۃ علی القول بعدم جواز التعدد وھی واقعۃ اھل مَرْوَ فیفعل ما فعلوہ قال المحسن امرتھم باداء الاربع بعد الجمعۃ حتما احتیاطا[1]

بھی ہے کہ ایک شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ ہوتا ہے اور سب سے پہلے ہونے والے سے آگاہی نہیں یا معیت کا علم ہے لیکن اس قول پر ہے جس میں متعدد مقامات پر جمعہ جائز نہیں اور اہلِ مرو کا معاملہ اسی طرح کا ہے پس آدمی انہی کی طرح کرے۔ محسن نے فرمایا کہ ایسی صورت میں جمعہ کے بعد چار رکعت کی ادائیگی ان کے لئے احتیاطاً ضروری ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

امامن حیث جواز التعدد وعدمہ فالاول ھو الاحتیاط لان فیہ قوی اذ الجمعۃ جامعۃ للجماعات ولم تکن فی زمن السلف تصلی الافی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورۃ للفتوی لایمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی[2]

رہا مسئلہ جوازِ تعدد اور عدمِ جوازِ تعدد کا تو پہلے قول میں احتیاط ہے کہ اس میں قوت ہے کیونکہ جمعہ نام ہے تمام جماعتوں کے جمع کرنے کا، اور زمانۂ اسلاف میں شہر میں فقط ایک ہی جگہ جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے ضرورت کے تحت متعدد جگہ جمعہ کے جواز پر فتوٰی کا صحیح ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ تقوٰی کے پیشِ نظر شرعاً احتیاطاً چار رکعت کا ادا کرنا جائز نہ ہو۔ (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

ھو مبنی علی ان ذلک الاحتیاط ای الخروج عن العھدۃ بیقین لتصریحہ بان العلۃ اختلاف العلماء فی جوازھا اذا تعددت وفیہ شبھۃ قویۃ[3]

وہ اسی احتیاط پر مبنی ہے یعنی آدمی کے ذمے سے فریضہ بالیقین ساقط ہوجائے کیونکہ ان کی تصریح ہے کہ اس کی علت متعدد مقامات پر جوازِ جمعہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں اشتباہ قوی ہے۔ (ت)

ظاہراً عیدین کی نماز مذہب امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شہر میں نہ گاؤں میں اگرچہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی صلوۃ الجمعۃ — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۵۲

[3] منحۃ الخالق مع البحر الرائق — باب صلوۃ الجمعۃ — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۱۴۳

اسلامی ہو، ہاں سنّت ہے، اور غیر اسلامی آبادی اُن کے نزدیک بھی محلِ جمعہ وعیدین نہیں، اور سب سے قطع نظر ہو تو رعایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد و ناجائز محض۔ ایک گناہ تو یہ ہوا، پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہُوئے اور یہ بدعت ہے، پھر جہاں ظہر فرض ہے اور جماعت واجب اگر جمعہ کے سبب ظہر اصلاً نہ پڑھیں تارکِ فرض ہوں، اور تنہا تنہا بلکہ بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے سبب تارکِ واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بعد تکرار کبیرہ ہے۔ دُرِّ مختار میں ہے:

يندب للخروج عن الخلاف لكن بشرط عدم لزوم ارتكاب مكروه مذهبه[1]۔

اس طرح عمل کرنا کہ خلاف نہ رہے مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں ایسی چیز کا ارتکاب لازم نہ آئے جو اس کے اپنے مذہب میں مکروہ ہو۔ (ت)

بااین ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت کی جائے اگر عدمِ شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بنیت نفل مشارکت ممکن کہ اختار اھونھما (دونوں میں سے آسان کا اختیار رکھا گیا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

كره تحريما وكل مالا يجوز مكروه صلاة مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك كما في القنية وغيرها[2]۔

یہ مکروہ تحریمہ طلوعِ آفتاب کے وقت مطلق نماز اور ہر وہ عمل جو جائز نہیں مکروہ ہے، مگر عوام لوگوں کو اس وقت کی نماز کی ادائیگی سے روکا نہ جائے کیونکہ وُہ بالکل ہی ترک کر دیں گے، اور ادا جائز بعض علماء کے نزدیک بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وعزاه صاحب المصفى الى الامام حميد الدين عن شيخه الامام المحبوبي والى شمس الائمة الحلواني وعزاه في القنية الى الحلواني والنسفي[3]۔

صاحبِ مصفٰی نے اس قول کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کرتے ہُوئے کہا کہ انہوں نے اسے اپنے استاد امام محبوبی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور شمس الائمہ حلوانی کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور قنیہ میں اسے حلوانی اور نسفی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الطہارۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۲۷

[2] " | کتاب الصلوٰۃ | " " | ۱/۶۱

[3] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۲۷۳

نیز درمختار باب العیدین میں ہے :

لایکبر فی طریقھا ولایتنفل قبلھا مطلقا وکذا بعدھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عند العامۃ وھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولاتنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر وفی ھامشہ بخط ثقۃ ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلّٰی۔[1]

نمازِ عید کے لئے عیدگاہ کو جاتے ہُوئے راستے میں تکبیرات نہ کہے اور اس سے پہلے نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہیں اور یہ معاملہ خواص کا ہے، رہا عوام کا معاملہ تو انھیں نہ تکبیر سے روکا جائے اور نہ ہی نفل پڑھنے سے کیونکہ بھلائی میں ان کی رغبت بہت کم ہوتی ہے بحر اور اس کے حاشیہ میں ثقہ تحریر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو عید کے بعد نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ سے عرض کیا گیا اے امیرالمؤمنین! اسے آپ منع کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں میں اللہ تعالٰی کی بیان کردہ اس وعید کے تحت داخل نہ ہوجاؤں ارشاد باری تعالٰی ہے: کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جو بندے کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔(ت)

دارالحرب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہوجاتی ہے اور عیاذاً باللہ عکس کے لئے فقط حکومت کفر کافی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعار اسلام یکسر بالکل بند کردیے جائیں والعیاذ باللہ تعالٰی جب شعائر اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی تنویر میں ہے :

لاتصیر دار الاسلام دار حرب الا باجراء احکام الشرک وباتصالھا بدارالحرب وبان لایبقی فیھا مسلم او ذمی بالامان الاول ودارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیھا وان بقی فیھا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام۔[2]

دارالاسلام اس وقت دارالحرب بنتا ہے جب وہاں احکامِ شرک جاری ہوں (یعنی معاذ اللہ وہاں شعائر اسلام بالکل ختم کردیے جائیں) اور وہ جگہ کسی طرف سے دارالحرب سے متصل ہو اور وہاں کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور دارالحرب اس وقت دارالاسلام بنتا ہے جب وہاں احکامِ اسلام جاری ہوں اگرچہ وہاں کافر اصلی موجود ہوں اور اگرچہ وہ کسی طرف سے دارالاسلام کے ساتھ متصل بھی نہ ہو۔(ت)

---

[1] دُرمختار شرح تنویر الابصار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[2] درمختار ؍؍ فصل فی استیمان الکافر ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۴۷

جامع الرموز میں ہے:

لا خلاف ان دار الحرب یصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیھا واما صیرورتھا دار الحرب نعوذ باللہ منہ فعندہ بشروط احدھا اجراء احکام الکفر اشتھارا بان یحکم الحاکم بحکمھم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی الحیرۃ والثانی الاتصال بدار الحرب والثالث زوال الامان الاول وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ان الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیھا کما فی العمادی وغیرہ۔[1]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بعض احکامِ اسلامی کے اجراء سے دار الحرب دار الاسلام بن جاتا ہے لیکن دار الاسلام کا نعوذ باللہ دار الحرب بننے کے لئے امام صاحب کے ہاں کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ احکامِ کفر اعلانیہ جاری ہوں مثلاً حاکم کفر کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگ مسلمان قاضیوں سے رجوع نہ کرسکیں جیسا کہ خیرۃ میں ہے، دوسری یہ کہ وہ جگہ دار الحرب کے ساتھ متصل ہو، تیسری یہ کہ پہلی امان ختم ہوجائے، شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی کہتے ہیں اگر وہاں ایک حکم بھی اسلام کا باقی ہے تو اسے دار الاسلام ہی کہا جائے گا جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے:

ذکر الاستروشنی فی فصولہ عن ابی الیسر ان دار الاسلام لاتصیر دار الحرب مالم یبطل جمیع ما بہ صارت دار الاسلام، ذکرہ فی احکام المرتدین وذکر الاسبیجابی فی مبسوطہ ان دار الاسلام محکوم بکونھا دار الاسلام فیبقی ھذا الحکم ببقاء حکم واحد فیھا ولا تصیر دار حرب الا بعد زوال القرائن ودار الحرب تصیر دار الاسلام بزوال بعض القرائن وھو ان

شیخ استروشنی نے اپنی فصول میں شیخ ابو الیسر سے بیان کیا ہے کہ دار الاسلام اس وقت تک دار الحرب نہیں بن سکتا جب تک وہ تمام احکام باطل نہ ہوجائیں جن کی وجہ سے وہ دار الاسلام بنا تھا اس کو احکامِ مرتدین میں ذکر کیا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ دار الاسلام اس وقت تک دار الاسلام ہی رہے گا جب تک اس میں کوئی ایک حکمِ اسلام موجود ہو اور وہ تمام قرائن اور شعائر کے زوال کے بعد ہی دار الحرب بنے گا لیکن دار الحرب بعض قرائن کے زوال سے دار الاسلام بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶

24
24

تجری فیها احکام اهل الاسلام وذکر الاسمشی فی واقعاته انها صارت دار الاسلام بهذه الاعلام الثلثة فلا تصیر دار حرب مابقی شیئ منها وذکر الامام ناصرالدین فی المنشوران دار الحرب صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقیت علقة من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[1] انتهی ولله الحمد والله تعالٰی اعلم۔

اس میں بعض احکامِ اسلامی کا اجرا ہوجائے، اور لامشی نے واقعات میں ذکر کیا ہے کہ ان تین علامات کے پائے جانے پر وُہ دارالاسلام بن جاتا ہے لیکن وہ دارالحرب اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک ان میں سے ایک کا وجود وہاں باقی رہے اور امام ناصرالدین نے منشور میں کہا ہے کہ احکامِ اسلامی کے اجرا سے وہ دارالاسلام بن جاتا ہے اور جب تک قرائنِ اسلام میں سے کوئی ایک پایا جائے تو جانب اسلام کو ہی ترجیح ہوگی انتہی اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۵۵۵: از قلعہ چھرہ ضلع علی گڑھ مسئولہ مقبول احمد صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمة للمؤمنین ولایزید

نون کو ساکن پڑھا اور سانس توڑدی پُورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کئے پر اصرار کیا، دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمداً غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمداً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو جان کر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا، حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہے ارشاد فرمائیے کہ اعادہ درست ہُوا یا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پُورا پتا تحریر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

وقف ووصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصاً ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصداً وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصدِ مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت تر حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ مسلمان سے متوقع نہیں، عالمگیریہ میں ہے:

اذا وقف فی غیر موضع الوقف اوابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم

جب ایسی جگہ وقف کیا جو وقف کی جگہ نہ تھی یا وہاں سے شروع کیا جو شروع کا مقام نہ تھا، اگر معنی میں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار فصل فی استیمان الکافر مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۴۶۱

یتغیربه المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ووقف ثم ابتدأ بقوله اولئک هم خیر البریة لاتفسد بالاجماع بین علمائنا هکذا فی المحیط[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

فحش تبدیلی نہیں آئی مثلاً ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولئک الخ سے ابتداء کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۵۵: از لکرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یٰسین خان ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) درمیان میں ایک سورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

(۲) امام نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک کرکے پھر قراءت شروع کی اور دس بارہ آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا؟

الجواب

(۱) چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذا جاء کے بعد قل ھو اللہ اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں جیسے والتین کے بعد انا انزلنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اس سے نماز میں حرج نہیں جبکہ سہواً ہو اور قصداً دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو مصلّے پر جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو، یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں ہے: الفتح علی امامہ غیر منھی عنہ بحر[2] (اپنے امام کو لقمہ دینا منع نہیں، بحر۔ ت) اُسی میں ہے:

سواء قرأ الامام قدر ما یجوزبہ الصلٰوۃ ام لاانتقل الی اٰیۃ اخری ام لاتکرر الفتح ام لاھو الاصح نھر[3]

خواہ امام نے اتنی قراءت کرلی ہو جو نماز کے لئے کافی تھی یا نہ کی ہو، خواہ وہ دوسری آیۃ کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ ہوا ہو، لقمہ بار بار دیا ہو یا ایک ہی بار دیا ہو اصح یہی ہے نہر۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۰

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

تراویح کی دو یا زائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز سے دوسرے کو اشتباہ نہ ہو، دُور دُور فاصلے پر ہوں جیسی مکہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورۂ بقرہ پڑھا اور بجائے ربنا لا تواخذنا ربنا ولا تواخذنا یعنی بازدیا د حرف واؤ سہواً پڑھ گیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

ہُوئی لانہالم توثر خللا فی المعنی (کیونکہ اس سے معنی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶۰: امام نے غیر المغضوب پڑھا اور علیہم ازراہِ سہو چھوٹ گیا نماز صحیح ہُوئی فاسد؟

الجواب

نماز صحیح ہوگئی فرض اُتر گیا لصحۃ المعنی فان حذف امثال الصلات شائع کثیر ومنہ المغفور المغفور لہ کما فی ط بل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ (معنی درست ہونے کی وجہ سے، کیونکہ صلہ کا حذف مشہور وکثیر ہے، اسی طرح لفظ مغفور ہے اصلاً مغفور لہ ہے جیسا کہ ط میں ہے بلکہ میں نے یہ اس حدیث میں بھی دیکھا ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ ت) مگر واجب کو قرأت سورۂ فاتحہ تمامہا تھی اس کی ادا میں قصور ہوا سجدۂ سہو چاہئے تھا اگر نہ کیا اعادہ نماز چاہئے۔ ردالمحتار میں علامہ رحمتی سے ہے:

بترک شیئ منہا اٰیۃ اواقل ولو حرفا لایکون اٰتیا بکلہا الذی ھو الواجب[1]۔

فاتحہ سے کوئی آیت چھوٹ گئی یا اس سے کم اگرچہ ایک حرف ہو تو ایسے شخص کو تمام فاتحہ (جو واجب تھی) کا پڑھنے والا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶۱ و ۵۶۲: ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لفظ کے بارے میں کہ اگر یوسُ قکم کو یرزکم پڑھا جائے تو کیا خرابی اور کس قسم کا گنہگار ہوگا، خطبۂ اولیٰ میں لکھا ہے یرزقکم اور قاری صاحب پڑھتے ہیں یوس کم اس لئے میں غلطی پکڑتا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو ان پر کیا؟ لفظ فاطمۃ الزھراء مد چار الف ہے

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۳۸

قاری صاحب نے بے مد کے ادا کیا، کیا یہ لفظ میں خطا ہے؟ اس کے اول لفظ شداد میں چار الف اس نے دراز نہیں کیا اس میں کیا ہے؟

الجواب

اگر خطبہ میں اس نے یومنا قلکم کی جگہ یمن کو بلا تشدید کاف پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطبہ میں ایسی غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہوجائے گی اور یمن کو بہ تشدید کاف پڑھا تو غلطی بھی نہیں کقولہ تعالٰی الم نخلقکم من ماء مھین۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔ یہ مد متصل ہے اور متصل واجب ہے تلاوت میں اس کا ترک حرام ہے کمانص علیہ فی ردالمحتار (جیسے کہ ردالمحتار میں اس پر تصریح ہے۔ ت) مگر خطبہ کا حکم تلاوت کا سا نہیں ہوسکتا وہ ایک بات چیت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے۔ واﷲ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶۳: ازجوناگڑھ سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک مسجد کا امام آیہ اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ کو جموعۃ مع الواؤ صاف پڑھتا ہے اور فی لیلۃ القدر کو فی لیلۃ الکھدر صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل:

مسئلہ اولٰی اشباع حرکات کہ ان سے حروف پیدا ہوجائیں مثلاً فتحہ سے الف، ضمہ سے واو، کسرہ سے یاء۔ اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں۔ عین الائمہ کرابیسی و جاراﷲ زمخشری نے کہا اگر والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ نے کہا نؤمن کو نؤمین پڑھنے میں فساد نہیں۔ زمخشری نے کہا ھدیت کو ھادیت پڑھنا مفسد نہیں، اور انھیں عین الائمہ نے کہا لم یلد کو لم یالد پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے، انھیں نے کہا اگر نشکرك یا نکفرك یا نترك میں اشباع کرکے نشکوك، نکفوك، نتروك پڑھا نماز کا اعادہ کرے۔ قنیہ میں ہے:

عك وجاراﷲ والصلاوات لاتفسد عك ولو قرأ نستعینك اونؤمین بك لاتفسد جاراﷲ لوقرأفی من ھادیت لاتفسد لانہ اشباع للفتحۃ عك فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط وفی

عین الائمہ کرابیسی اور جاراﷲ زمخشری نے کہا کہ اگر کسی نے والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، عین الائمہ نے کہا اگر کسی نے نستعینك اورنؤمین بك پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جاراﷲ نے کہا اگر ھدیت کو ھادیت پڑھا تو اس میں نماز فاسد

قوله نشكروك ونكفروك ونتروك يعيد[1] انتهى مختصرا۔

نہ ہوگی کیونکہ اس میں حرکت فتحہ کا اشباع ہے۔ عین الائمہ نے کہا اگر کسی نے سورہ اخلاص میں لم یالد پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے اور اگر کوئی نشکروک، نکفروک اور نتروک پڑھے تو وہ اعادہ کرے انتہی مختصرا (ت)

اور ہمارے ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قضیہ مذہب پر تفصیل ہے اگر وہ محل محل اشباع ہے جیسے مقاماتِ وقف مثلاً نعبدُ کی جگہ نعبدُو (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللہُ اکبر میں اللہُو) باشباع پڑھا کہ وقف و وصل کی تبدیل اصلاً مفسد نہیں کما فی الھندیۃ والدر المختار وغیرھما (جیسا کہ ہندیہ، درمختار اور دیگر کتب میں ہے۔ت) یا فیہ، عنہ، منہ، یدخلہ، تشکروہ وانہٗ میں اشباع پڑھا تو قطعاً مفسد نہیں ورنہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہوجائیں جیسے ربنا کی جگہ رابنا یا اللہُ اکبر میں کلمہ جلالت کے عوض اٰللہ یا اکبر کی جگہ اکبار یا قول اصح میں اکبار یا کلمہ مہمل ہوجائے جیسے بجائے نعبد نَاعْبُوْدُ یا الحمد کی جگہ الحامْد بسکون میم تو فساد ہے ورنہ نہیں، خانیہ میں ہے:

لو قرأ ایاك نعبد واشبع ضم الدال حتی یصیر واوًا لم تفسد صلاتہ[2]۔

اگر کسی نے ایاك نعبد کو اس طرح پڑھا کہ ضمہ دال میں اشباع کیا حتی کہ وہ واؤ ہوگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

لو زاد حرفا لایغیر المعنی لاتفسد عندھما وعن الثانی روایتان کما لو قرأ وانھی عن المنکر بزیادۃ الیاء او انا رادوہ والیك بزیادۃ واو او ردودھا علی بزیادۃ الواو او یتعدی حدودہ یدخلہ نارا وان غیر افسد[3] الخ

اگر کسی حرف کا اضافہ کر دیا مگر معنی نہ بدلا تو صاحبین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور دوسرے (یعنی امام ابویوسف) سے دو روایتیں ہیں جیسا کہ کسی نے وانہ عن المنکر کو وانھی عن المنکر الف کی زیادتی کے ساتھ یا انا رادوہ والیك میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا ردوھا علی میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا یتعد حدودہ یدخلہ نارا میں یدخل کی لام کے بعد وا؛ یتعدی کو پڑھا اور اگر معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی الخ (ت)

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب فی الحذف والزیادۃ المطبعۃ المشتھرۃ بالمھانیدۃ ص ۶۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قراءۃ القرآن خطاءً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[3] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۵

درمختار میں ہے:

كبر بالحذف اذ مد احد الهمزتين مفسد وتعمده كفر وكذا الباء في الاصح[1]۔

(شروع میں اللہ اکبر کہے ہمزوں کو حذف کرنے کے ساتھ یعنی بڑھا کر لمبا کر کے نہ پڑھے) کیونکہ دونوں ہمزوں میں سے کسی ایک کو لمبا کرنا نماز کو فاسد کردیتا ہے اور اگر عمداً لمبا کرتا ہے تو کفر ہے، اور اصح قول کے مطابق اکبر میں بار کو لمبا کرنا بھی مفسدِ نماز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المد في الله فان كان في اوله لم يصر به شارعا وافسد الصلوة لو في اثنائها وان في وسطه كره وفي اخره فهو خطأ ولا يفسد ايضا والمد في اكبر في اوله مفسد وفي وسطه افسد وقال الصدر الشهيد يصح وفي اخره قد قيل يفسد كذا في الحلية ملخصا اقول وينبغي الفساد بمد الهاء لانه يصير جمع لاه كما صرح به بعض الشافعية تامل[2] اھ ما في ردالمحتار ملخصا و رأيتني كتبت على قوله قد قيل يفسد ما نصه۔

لفظ اللہ میں مد کا معاملہ یُوں ہے کہ اگر اول میں ہو تو اس سے نماز شروع کرنے والا نہ ہوگا اور وہ نماز کو فاسد کردے گا اگر ایسا دورانِ نماز ہو۔ اور اگر مد لفظ اللہ کے درمیان میں ہو تو مکروہ ہے اور لفظ اللہ کے آخر میں ہو تو وہ خطا ہے اور وہ نماز کو بھی فاسد نہیں کرتا، اگر مد لفظِ اکبر میں ہو اگر مد ابتدا میں ہو تو نماز فاسد، اور اگر وسط میں ہو تو وہ نماز کو فاسد کردے گا۔ اور صدر الشہید کہتے ہیں کہ نماز صحیح ہوگی اگر مد آخر میں ہو تو کہا گیا ہے کہ نماز فاسد کردے گا کذا فی الحلیۃ تلخیصاً، میں کہتا ہوں ہاء کی مد سے بھی فسادِ نماز ہونا چاہئے کیونکہ اس صورت میں وہ لاہ کی جمع ہوجاتا ہے جیسے کہ اس پر بعض شوافع نے تصریح کی ہے اچھی طرح غور کرو اھ یہ ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ہے مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کی عبارت قد قیل یفسد پر یہ حاشیہ لکھا ہے الفاظ یہ ہیں:

اقول لا يظهر الفرق بين

اقول (میں کہتا ہوں) اکبر کی راء کی

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۴

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۵۴

مد الراء من اکبر والھاء من الجلالۃ وقد قال فی البحر عن المبسوط لو مدھاء اللہ فھو خطأ لغۃ وکذا لو مد راءہ[1] اھ۔

اقول ویؤیدہ ما یاتی فی الدر من المفسدات عن البزازیۃ شرعا ان القراءۃ بالالحان تفسد ان غیر المعنی والا لا اھ وکتبت علی قولہ تأمل ما نصہ فانہ خلاف المنقول عندنا کما علمت وغایتہ ان یکون مترددا بین الاشباع وھو غیر مفسد للمعنی کما قد منا عن الخانیۃ وبین جمع اللاھی وھو مغیر وبالاحتمال لا یثبت التغیر کما تدل علیہ فروع جمۃ لا تکاد تحصی وسیصرح بہ المحشی فی المفسدات[2] حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ[3] اھ فالوجہ ما ھو المنقول۔

مد اور اسم جلالت کی ہا میں مد کے درمیان کوئی فرق ظاہر نہیں ہو رہا۔ بحر میں مبسوط کے حوالے سے ہے اگر لفظ اللہ کی ھا میں مد کی تو یہ لغۃً غلط ہے اگر اکبر کی را میں مد کی تو اس کا معاملہ بھی یوں ہی ہے اھ

اقول (میں کہتا ہوں) شرعی طور پر اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو بزازیہ کے حوالے سے درمختار میں نماز کے مفسدات میں آرہا ہے کہ الحان کے ساتھ قرأت نماز کو فاسد کر دیتی ہے اگر معنی میں تبدیلی آجائے ورنہ نہیں اھ اور میں نے ان کے لفظ "تامل" پر یہ حاشیہ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں یہ ہمارے نزدیک خلاف منقول ہے جیسا کہ آپ جان چکے زیادہ سے زیادہ اس میں تردد پیدا ہوتا ہے درمیان اشباع کے، اور اشباع کی صورت میں معنی میں فساد پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم خانیہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں اور درمیان لاھی کی جمع کے، اور وہ مغیر المعنی ہے، مگر محض احتمال کے ساتھ تبدیلی ثابت نہیں ہو جاتی جیسا کہ اس پر بے شمار جزئیات دال ہیں اور عنقریب محشی آگے مفسداتِ نماز میں اس بات کی تصریح کر رہے ہیں، عبارت یہ ہے احتمال کے وقت فسادِ نماز نہ ہوگا کیونکہ غلطی کا یقین نہیں اھ پس بہتر وہی ہے جو منقول ہے۔

اُس میں ہے:

---

[1] جد الممتار فصل اذا اراد الشروع المجمع الاسلامی مبارک پور ۱/۲۳۸

[2] " " " ۱/۲۳۸

[3] رد المحتار مصطفی البابی، مصر ۱/۴۶۸

قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم (قولہ ان غیر المعنی) کما لوقرأ الحمد للہ رب العلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ ربنا لك الحامد بالالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس[1] اھ۔

اس کی عبارت بالالحان سے مراد نغمات ہیں اور فتح کے مطابق اس کا حاصل یہ ہے "نغمہ کی رعایت کرتے ہوئے حرکات میں اشباع پیدا کرنا" اور اس کی عبارت "ان غیر المعنی" سے مراد یہ ہے جیسا کہ کسی نے الحمد للہ رب العلمین پڑھتے ہوئے حرکات میں اتنا اشباع کیا کہ دال کے بعد واو، لام اور ہا کے بعد یاء اور راء کے بعد الف بڑھا دیا اسی طرح کسی مبلغ (آواز پہنچانے والے) نے ربنا لك الحامد پڑھا یعنی را کے آگے الف بڑھا دیا کیوں کہ راب کا معنی ماں کے شوہر کے ہیں، جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے اھ (ت)

اقول ذکر اتیان الواو بعد الدال والیاء بعد الھاء وقع فی غیر موقعہ لما علمت انہما محل الاشباع، ولا یتغیر فیہ المعنی وانما مشی المحشی رحمہ اللہ تعالٰی علی ماظن سابقا فی اشباع ھاء الجلالۃ وقد علمت انہ خلاف المقصود۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں دال کے بعد واو اور ہا کے بعد یاء کا تذکرہ اس محل و مقام کے مناسب نہیں کیونکہ ان دونوں حرفوں میں اشباع ہے مگر معنی تبدیل نہیں ہوتا۔ محشی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے سابقہ گمان پر چلے ہیں جو انھیں اسم جلالت کی ہاء کے بارے میں ہُوا تھا اور آپ نے جان لیا کہ یہ خلاف مقصود ہے۔ (ت)

مختار محققین قول ائمہ متقدمین ہے کما بینہ فی الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ میں بیان کیا ہے۔ ت) اور ظاہرا لفظ جموعۃ شق ثانی سے ہے کہ اس کے معنی معلوم نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثانیہ حروف کو کچی زبان سے ادا کرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فسادِ معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقھر کی جگہ لا تکھر تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک مطلقاً مفسد نہیں ورنہ معتمد ائمہ مذہب مطلقاً فساد ہے اور پ یا چ یا گ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ کلام عرب ہی میں نہیں۔ قنیہ میں:

سألت استاذنا برھان الائمۃ المطرزی عمن قرأ فی صلاتہ کلمۃ فیہا جیم بالچیم

میں نے اپنے استاذ برہان الائمہ المطرزی سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا جو نماز میں جیم کی جگہ چ یا

---

[1] ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

اوالباء باءً هل تفسد فتأمل فيه كثيرا ثم تقرر رأيه علی انه لحن مفسد قلت ينبغی ان لاتفسد علی ما اختاره المتأخرون انه اذا تقارب المخرج لایکون لحنا مفسدا[1] الخ ملخصا۔

بار کی جگہ پار پڑھتا ہے کیا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ انھوں نے بڑے غور وفکر کے بعد اپنی اس پختہ رائے کا اظہار کیا کہ یہ لحن ہے جو مفسد نماز ہے، میں کہتا ہوں اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ متاخرین نے اس بنا پر اسے اختیار کیا ہے کہ جب مخارج قریب ہوں تو لحن مفسد نہیں ہوتا الخ تلخیصا (ت)

یہ مسئلہ مسئلۂ الثغ ہے اور اس کی تفصیل وتحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے اور عامۂ ائمہ کا مفتی بہ یہی ہے کہ اس کی امامت صحیح نہیں اور نماز اُس کے پیچھے فاسد ہے۔

فی الخیریة امامة الالثغ بالفصیح فاسدة فی الراجح الصحیح[2]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ الثغ (توتلا) کا صحیح پڑھنے والے کا امام ہونا راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے، (یعنی درست نہیں)۔ (ت)

تو پی لیلۃ القدر پڑھنے والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اُسے امام کرنا حرام، ھذا اجملة الكلام وللتفصیل غیر ذلك من المقام (یہ خلاصہ کلام ہے اور تفصیل کے لئے اس کے علاوہ مقام ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیة باب زلة القاری المطبعة المشتهرة بالمهاندیة ص ۶۲

[2] فتاوٰی خیریة کتاب الصلوٰة مطبوعہ بیروت ۱/۱۰

باب الامامۃ

(امامت کا بیان)

مسئلہ ۵۶۴: اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین پکارتا ہے اور سب مقتدی حنفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے اور مقتدی اس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ کیا حکم شریعت شریف دیتی ہے؟

الجواب

ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بددین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز، کما حققنا فی النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید (اس کی پوری تحقیق ہم نے اپنے رسالے النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں کی ہے۔ت) (جو آگے آرہا ہے) اور اگر بالفرض کوئی سُنّی صحیح العقیدہ شافعی المذہب بھی آگیا ہو تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت جمیع جماعت و نفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر اُن کی امامت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر اُوپر نہیں اُٹھتی یعنی مردود و بے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی واحد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون[1] اُن میں ایک وہ ہے جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں ۔۔۔ (دوسرا وہ غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ جائے، تیسری وہ عورت ہے جو رات اس طرح گزارے کہ اس کا شوہر اس پر غضبناک رہے۔)

مسئلہ ۵۶۵: ایک شخص حافظِ قرآن ہے مگر آدھا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر عورتوں مردوں کو نصف

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب الآبق حدیث ۰ مطبوعہ المجلس العلمی بیروت ۱۱/ ۲۴۷

کلمہ پڑھتا ہے اور محمد رسول اللہ بظاہر اس کی زبان سے نہیں سُنا جاتا ہے اور وہ امامت بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نمازِ اُمتِ محمدیہ حنفیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی درست ہے یا نہیں؟

الجواب

صوفیہ کرام نے تصفیۂ قلب کے لئے ذکر شریف لا الٰہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حرارت پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلمہ طیبہ کا یہ جُز گرم وجلالی ہے اور دُوسرا جُز کریم سرد خُنک جمالی ہے، اگر ایسے ہی موقع پر صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلمہ طیبہ پڑھنے میں صرف لا الٰہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور محمد رسول اللہ کہنے سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ بے پرواہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اُسے مکروہ وناگوار ہے تو صریح کافر ومستوجب تخلید فی النار، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶۶ ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ آواز سے کہے اور اکبر نہ کہے کہ کسی مقتدی کو نہ سنائی دے جائز یا ناجائز؟

الجواب

اللہ اکبر پُورا باآواز کہنا مسنون ہے سنّت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہو گئی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶۷ از ورڈ ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وہ شخص قعدۂ اولیٰ کے واسطے دُوسری رکعت میں قعدہ کرے گا یا اس کو چاہئے کہ دوسری میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدۂ اولیٰ کیا تو اس پر سجدۂ سہو آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول ارجح میں اسے یہی چاہئے کہ سلامِ امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدۂ اولیٰ کرے پھر دوسری بلاقعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدۂ اخیرہ کرے، درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قرأۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرك رکعۃ من غیر فجر یاتی

مسبوق قرأت کے باب میں اپنی نماز کا اوّل اور تشہد کے باب میں اپنی نماز کا آخر پڑھے (یعنی فوت شدہ نماز کو قرأت کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے

برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولایقعد قبلھا۔[1]

حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہُوئی کو بھی ملائے ، پس نمازِ فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعات میں فاتحہ اور سُورت دونوں پڑھے اور ان کے درمیان تشہد بیٹھے اور چار رکعتوں والی نماز کی چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے اور چوتھی رکعت سے پہلے تشہد نہ بیٹھے ۔ (ت)

مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو پڑھ کر بیٹھا پہلی پر قعدہ نہ کیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یُوں بھی نماز جائز ہوگی سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا ۔ ردالمحتار میں ہے :

قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمہ سجود السھو لکون الرکعۃ اولی من وجہ۔[2]

شرح المنیہ میں ہے کہ اگر وہ پہلی رکعت پر قعدہ نہ بیٹھا تو استحساناً جائز ہے قیاساً نہیں اور چونکہ یہ من وجہ پہلی رکعت ہے لہذا اس پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا ۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہُوں ۔ ت) یہ فیصلہ بعینہا فتوٰی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کما ذکرہ محرر المذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶۶ ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور مسائلِ روزہ نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیاتِ قرآن مجید کا ترجمہ کرسکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلہ میں نہیں ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

ہر جماعت میں سب سے زیادہ مستحقِ امامت وہی ہے جو اُن سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جانتا ہے اگرچہ اور مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے کم علم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بدمذہب نہ ہو ، جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل ، اگرچہ

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۱

اندھا ہو کہ زیادتِ علم کے باعث کراہتِ نابینائی زائل ہوجاتی ہے، ہاں فاسق و بدمذہب کی امامت بہرحال مکروہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں۔ یوں ہی اگر حرف ایسے غلط ادا کئے کہ نماز گئی تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ عالم ہی ہو۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ[1] اھ ملخصا

امامتِ نماز کے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو فقط احکامِ نماز مثلاً صحت و فسادِ نماز سے متعلق مسائل سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو اھ تلخیصاً (ت)

کافی میں ہے:

الاعلم بالسنۃ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ[2]۔

جو شخص سنّت سے زیادہ واقف ہو وہ امامت کیلئے سب سے بہتر ہوتا ہے، مگر اس صورت میں نہیں جب اس کے دین پر اعتراض ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی[3]۔

محیط وغیرہ میں ہے کہ امامت اعمٰی کی کراہت اس بات سے مقید کی ہے کہ جب وہ قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ افضل ہو تو اس کا امام بننا بہتر ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ، وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ولایخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بھم

فاسق کی امامت کے مکروہ ہونے کی فقہاء نے یہ علت بیان کی ہے کہ وہ اپنے دین کی تعظیم و اہتمام نہیں کرتا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہوگی حالانکہ شرعاً لوگوں پر اسکی اہانت کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ جب فاسق دوسروں سے زیادہ

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۲
[2] کافی
[3] بحرالرائق — باب الامامۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۳۴۸

بغیر طہارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

صاحبِ علم ہو تو علت زائل نہیں ہوجاتی کیونکہ ممکن ہے وہ بغیر طہارت کے ہی نماز پڑھا دے بہر حال وہ بدعتی کی طرح ہے جس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶۹: از چھاؤنی کامٹی ضلع ناگپور مرسلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سہ درجہ پنج درجہ امام کو اُن کی ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دروں میں۔ بینوا توجروا

الجواب

محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیامِ امام کی علامت کے لئے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دو ستون کے درمیان ہوتے ہیں در ہیں اور امام کو بلاضرورت تنگی مسجد، ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، پھر اطراف کے دروں میں قیام نافیِ کراہت نہیں بلکہ بسا اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کہ امام راتب کو محراب چھوڑ کر ادھر اُدھر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صف پوری ہوئی تو اس صورت میں امام وسطِ صف کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کے لئے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو، تنویر الابصار میں ہے: کرہ قیام الامام فی المحراب مطلقاً[2] اھ ملخصا (امام کا محراب میں کھڑا ہونا مطلقاً مکروہ ہے اھ تلخیصاً۔ت) بحرالرائق میں ہے: مقتضی ظاھر الروایۃ الکراھۃ مطلقاً[3] (ظاہر الروایۃ کا تقاضا یہی ہے کہ یہ مطلقاً مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

فی معراج الدرایۃ من باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین او زاویۃ او ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اھ وفیہ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب

معراج الدرایہ کے باب الامامت میں ہے کہ امام صاحب سے جو کچھ مروی ہے اس میں اصح یہ ہے کہ امام کا دو ستونوں کے درمیان یا مسجد کے کسی گوشے میں یا مسجد کی کسی ایک جانب یا کسی ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ یہ اُمت کے عمل کے خلاف ہے اھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ محراب مساجد کے درمیان میں

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب مایفسد الصلوٰۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲

[3] بحرالرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۶

مانصبت الاوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام اھ وفی التاتارخانیۃ ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا لضرورۃ اھ ومقتضاہ ان الامام لو ترك المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولو کان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھو ظاھر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد فاغتنم ھذہ الفائدۃ[1] اھ

ہوتے ہیں اور یہ امام کے کھڑے ہونے کے لئے متعین ہوتے ہیں اھ اور تاتارخانیہ میں ہے امام کا ضرورت کے بغیر محراب کے علاوہ کسی جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے اھ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام محراب چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کھڑا ہوگیا اگرچہ اس کا قیام وسطِ صف میں ہو تب بھی مکروہ ہوگا کیونکہ یہ عمل امت کے خلاف ہے' اور یہ بات مقرر امام کے بارے میں ہے' اگر امام مقرر نہیں یا تنہا نمازی ہے (تو پھر یہ پابندی نہیں) پس اس فائدہ کو قیمتی جان اھ (ت)

اُسی میں ہے :

عن المعراج عن الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[2] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

معراج سے وہ حلوانی سے امام ابواللیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ امام کا ضرورت کے وقت طاق میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں مثلاً اگر مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰۷: ازپیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو کہ نہ حافظِ قرآن ہے نہ مسائل دان نہ علمِ قرأت سے واقف ایک معمولی اردو خواں بلکہ بازار میں کتب فروشی و نعلین فروشی کی دکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ وہ عالم متقی ومحتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور مہتمم مسجد واکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اور ان علماء کی اقتدا کی نسبت کیا ارشاد ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اُس شخص کو امام بننا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنہگار ہوگا کہ جب لوگ اُس کی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اُس سے زیادہ علم والے موجود ہیں تو اُسے امامت کرنا شرعاً منع ہے

---

[1] و [2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

2 درمختار میں ہے،

لو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولا نھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما[1] الخ

اگر کوئی کسی قوم کا امام بنا حالانکہ وہ لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو اگر ان کی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے امامت کے زیادہ مستحق ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے الخ (ت)

پس شخص مذکور ہرگز امامت نہ کرے بلکہ جو سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حروف بقدر صحت نماز ٹھیک ادا کرتا اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائلِ نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحبِ حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوبی و خوش اسلوبی پائے۔ حدیث شریف میں ہے،

ان سرکم ان تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم علماؤکم[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الباب عن ابی عمرو عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر تمھیں اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہئے کہ تمھارے علماء تمھاری امامت کریں۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں حضرت ابوعمرو اور حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی حدیث بیان کی گئی ہے۔

کیا یہ شخص جس کے جہل کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں اُن سخت وعیدوں سے خوف نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں، حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلٰوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون[3]۔ اخرجہ ابوداؤد

تین شخص ہیں جن کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

[2] مجمع الزوائد " دارالکتاب بیروت ۶۴/۲

المعجم الکبیر مااسند مرثد الغنوی مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳۲۸/۳

نوٹ: المعجم الکبیر میں فلیؤمکم علماءکم کی جگہ فلیومکم خیارکم ہے اور مجمع الزوائد فلیومکم علماءکم ہے اس لئے مجمع الزوائد سے حوالہ نقل کیا ہے (نذیر احمد سعیدی)

[3] سنن ابی داؤد باب الرجل یؤم القوم وھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۸/۱

وابن ماجة عن عبد الله ابن عمر رضی الله تعالٰی عنہ وفی الباب عن ابن عباس وعن عمرو ابن حارث وعن جنادة ابن امیة وعن ابی امامة الباھلی رضی الله تعالٰی عنھم۔

ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس بارے میں حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن حارث، حضرت جنادہ بن امیہ اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

من ام قوما وفیھم اقرأ لکتاب الله منه و اعلم لم یزل فی سفال الی یوم القیامة۔[1] اخرجه العقیلی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنه والله تعالٰی اعلم۔

جو کسی قوم کی امامت کرے اور اُن میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاریٔ قرآن و ذی علم ہے وہ قیامت تک پستی و خواری میں رہے گا۔ اس کو عقیلی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے۔

مسئلہ ۱۰۵۱: ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ یہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز یہی پڑھائے، امام قدیم سے پُوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس نے انکار کیا، مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کردیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مواخذہ دار ہوئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام قدیم مثل غلط خوانی قرآن بحد افساد نماز یا بدمذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی یا فسق ظاہر مانند شراب نوشی و زناکاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اُس کے ہوتے دُوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو بے اس کی اجازت کے امام بننا بنانا شرعاً ناپسندیدہ و خلافِ حکمِ حدیث و فقہ ہے، حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن الرجل فی سلطانه۔[2] رواہ احمد ومسلم عن ابی مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔

امام مسجد کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص امامت نہ کرائے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ نمبر ۱۹۶۳ الہیثم بن عقاب کوفی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۵۵

[2] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۶

دوسری حدیث میں ہے :

من زار قوما فلا یؤمھم ولیؤمھم رجل منھم[1] رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی عن مالک ابن الحویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو شخص کسی قوم کا مہمان ہے وہ ان کی امامت نہ کروائے بلکہ اس قوم میں سے کوئی شخص ان کا امام بنے۔ اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا[2] الخ	صاحب خانہ اور مقرر امام مسجد کا امامت کروانا دوسرے لوگوں سے مطلقاً بہتر ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ای وان کان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأ منہ[3]	یعنی اگرچہ حاضرین میں سے کوئی شخص اس گھر والے یا مقرر کردہ امام مسجد سے زیادہ عالم اور قاری ہو۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر اس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلا شبہ باوصف اُس کی ممانعت کے اس مسافر کا امام بننا ناحق اسکے حق میں دست اندازی کرنا ہُوا اور یہ خود اور وہ چند آدمی جنھوں نے ایسی حالت میں اسے امام بنایا مبتلائے کراہت ومخالف حکم شریعت ہُوئے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶۲: از سیتاپور محلہ تامس گنج مرسلہ حضور نورالعارفین صاحب دام ظلہم المعین ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ ہجری

بخدمت علمائے متبحرین ملتمس ہُوں مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اس کی تیرہ[۱۳] یا چودہ[۱۴] برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصداً نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جیسے کہ میلہ کُنبھ اور میلہ رونا وغیرہ میں جاتا ہے

---

[1] سُنن ابوداؤد باب امامۃ الزائر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

[2] درمختار باب الامامۃ ” مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[3] ردالمحتار ” ” مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

اور عورتیں اُس کے گھر کی دھوبلا پوش ہیں اور پرستش رسمِ ہنود کی کرتی ہیں، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسا لڑکا نمازِ جنازہ پڑھائے تو درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیرِ خدا کو پُوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف وہ بعض رسومِ جاہلیت یا افعالِ جہالت کہ حدِ فسق و گناہ سے متجاوز نہیں گو اہلِ تشدد انھیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرکِ حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر و مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر (کیونکہ کفر کے ساتھ رضامندی بھی کفر ہے۔ ت) اس تقدیر پر وُہ بالغ ہو خواہ نابالغ کسی بچّے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہوسکتی نہ اس کے پڑھے سے نمازِ جنازہ کا فرض ساقط ہو فان الکافر لیس من اھل العبادۃ اصلا (کیونکہ کافر عبادت کا ہرگز اہل نہیں۔ ت) اور اگر ان عورات کے افعال حدِ کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو نابالغین کی نماز اُس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نمازِ جنازہ ہی ہو، ہاں جنازہ میں امامت کرے گا تو ظاہراً نماز فرض کفایہ تھی ادا ہوجائے گی کہ گو اوروں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی تو ہو گئی سقوطِ فرض کے لئے اسی قدر بس ہے کہ نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں، و لہذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ساقط ہوجاتا ہے۔

فی الدرالمختار لایصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو جنازۃ۔[1]

درمختار میں ہے کہ کسی مرد کا کسی عورت، خنثی یا بچّے کی اقتداء کرنا صحیح نہیں، اگرچہ وہ نمازِ جنازہ ہی کیوں نہ ہو۔ (ت)

اُسی کے صلاۃ الجنائز میں ہے:

لوام بلاطہارۃ والقوم بہا اعیدت و بعکسہ لاکما لوامت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد۔[2]

اگر امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی اور قوم باطہارت تھی تو نماز لوٹائی جائے گی اگر اس کے برعکس ہو تو نہیں جیسا کہ کسی عورت نے امامت کرائی خواہ وہ لونڈی ہی ہو کیونکہ شخص واحد سے فرض ساقط ہوگیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۴

[2] " | باب صلوۃ الجنائز | " " " | ۱/۱۲۱

قال الامام الاستروشنی فی کتاب احکام الصغار الصبی اذا غسل المیت جاز[1] اھ ای یسقط بہ الوجوب فسقوط الوجوب بصلاتہ علی المیت اولی لانہا دعاء وھو اقرب للاجابۃ من المکلفین۔

امام استروشنی نے کتاب احکام الصغار میں تصریح کی ہے کہ بچہ اگر کسی میّت کو غسل دے تو جائز اھ یعنی اس سے وجوب ساقط ہوجائیگا لہٰذا میّت پر بچے کی نماز سے وجوب نماز بطریقِ اولیٰ ساقط ہوجائے گا کیونکہ نمازِ جنازہ دُعا ہے اور بالغ لوگوں کی بہ نسبت بچّے کی دُعا جلدی قبول ہوتی ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

نقل فی الاحکام عن جامع الفتاوٰی، سقوطہا بفعلہ کرد السلام[2] اھ وتمام تحقیقہ فیہ من الامامۃ ومن الجنائز۔

لیکن احکام میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے کہ بچّے کے نماز جنازہ پڑھانے سے اس کا سقوط ہوجاتا ہے جیسا کہ بچّہ اگر سلام کا جواب دے تو اس کے سلام کا جواب دینا درست ہے اھ اور اس بارے میں تمام تحقیق باب الامامۃ اور باب الجنائز میں ہے(ت)

اور اگر بالغ ہے تو ہر نماز یہاں تک کہ فرائض پنجگانہ بھی اس کے پیچھے ہو تو جائیں گے کہ داڑھی مونچھ شرط صحتِ امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہورِ آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں میں بارہ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وُہ تارک الصلوٰۃ اور بلا تاویل تارکِ جمعہ ہے اور بے عذرِ صحیح ترکِ مسجد اور ہنود کے میلوں میں جانے اور اپنی عورات کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجوہ کثیر فاسق ہے کہ ان میں سے ہر امر فسق کے لئے کافی، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے تو شرعاً اس کا اعادہ مطلوب۔

لما صرحوا بہ من کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق وان کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ فانہا تعاد وجوبا لوتحریمۃ وندبا لوتنزیھۃ وقد اختار المحقق الحلبی کراھۃ التحریم فی الفاسق وھو قضیۃ الدلیل لاسیما اذا کان

جیسا کہ فقہا نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور ہر وُہ نماز جو کراہت کےساتھ ادا کی جائے تو مکروہ تحریمی کی صورت میں اس کا لوٹانا واجب اور تنزیہی کی صورت میں لوٹانا مستحب ہوتا ہے اور محقق حلبی نے اقتدارِ فاسق کے مکروہِ تحریمی ہونے کو مختار قرار دیا ہے اور یہی دلیل کا تقاضا ہے خصوصاً جبکہ

---

[1] و [2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۱

معلنا۔ وہ فاسق معلن ہو۔ (ت)

اور نمازِ جنازہ میں اسے امام کرنا اور بھی زیادہ معیوب کہ یہ نماز بغرضِ دعاو شفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کیلئے مقدم کرنا حماقت، تاہم اگر پڑھائے گا تو جوازِ نماز و سقوطِ فرض میں کلام نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۵۰۳ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلام امام وہ اپنی رکعاتِ باقیہ ادا کرتا ہے اس صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نہ۔ فی تنویر الابصار المسبوق منفرد فیما یقضیہ الافی اربع لا یجوز الاقتداء بہ[1]

(تنویر الابصار میں ہے مسبوق منفرد ہے اس نماز میں کہ قضا کرتا ہے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اس کے پڑھنے میں منفرد ہے مگر چار مسئلوں میں کہ وہ مثل مقتدی کے، اوّل مسئلہ یہ ہے کہ اس کی اقتدار جائز نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰۴ یکم جمادی الآخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خور کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اسے امام مقرر کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سود خور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکروہ اگر پڑھلی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو، ولہذا اسے ہرگز امام نہ کیا جائے جہاں امامت کرتا ہو بشرط قدرت معزول کرکے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ مقرر کریں، اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جائیں، یونہی پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کرلیں۔ صغیری میں ہے یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم[2] (فاسق کی تقدیم (یعنی امامت) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے،

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۲

کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلایعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة وغیرها۔[1]

فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہذا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لئے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہئے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

تبع فیه الزیلعی ومفادہ کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة۔[2]

زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے (ت)

حاشیہ درمختار میں فرمایا:

فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا ومفاد هذا کراهة التحریم فی تقدیمه[3] اھ ابوالسعود۔

فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت ان پر لازم ہے، یہ بات اس پر دال ہے کہ فاسق کی تقدیم مکروہِ تحریمہ ہے اھ ابوالسعود (ت)

کبیری میں ہے:

لواستویا فی العلم والصلاح واحدهما اقرأ فقدموا الاخر اساؤا ولا یاثمون فالاساءة لترك السنة وعدم الاثم لعدم ترك الواجب لانهم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجة وفیه اشارة الی انهم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة

اگر دو شخص علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک صاحبِ تجوید ہو تو اگر دوسرے کو امام بنالیا تو وہ اسائت کے مرتکب ہوئے البتہ گناہ گار نہ ہوں گے، اسائت ترکِ سنّت کے سبب ہے اور عدمِ گناہ عدم ترکِ واجب کی وجہ سے ہے کیونکہ انہوں نے ایک صالح شخص کو امام بنایا ہے، فتاوی حجہ میں اسی طرح ہے اسی میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ اگر انھوں نے کسی

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص ۱۶۵
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح " " " " " " " "
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳

تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلایبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل ماینافیها بل ھو الغالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالك وروایة عن احمد[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

فاسق کو مقدم کر دیا تو گناہ گار ہوں گے اس بنا پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ وہ امورِ دین کی پروا نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پر عمل کرنے سے تساہل برتتا ہے لہذا اس سے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط فوت کرے اور نماز کے منافی عمل کرے بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر غالب گمان یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۵: مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۴ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو دَر میں یعنی دو ستون کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مکروہ ہے،

فی مکروھات الصلوٰة من ردالمحتار عن معراج الدرایة باب الامامة الاصح ماروی عن ابی حنیفة انه قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین (الٰی قوله) لانه بخلاف عمل الامة انتھٰی[2]۔

ردالمحتار کے مکروہاتِ صلوٰۃ میں معراج الدرایہ کے باب الامامت کے حوالے سے ہے کہ امام ابوحنیفہ سے اصح طور پر یہی مروی ہے کہ میں امام کے دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں (آگے چل کر فرمایا) کیونکہ یہ عملِ اُمت کے خلاف ہے انتہی (ت)

واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶: از اُجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ زید مسائلِ فقہ سے محض ناواقف اور نہ عبورِ حدیث و تفسیر، باوجود ان اوصاف کے بلا دلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مرد اپنی بی بی سے قربت کرے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

اورجب تک نہ نہاوے موردِ لعنت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازۂ مسجد کو بحفاظتِ مسجد بعد نمازِ عشا مقفل کرے اُس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وُہ آدمی سنگسار کیا جائے اور بغیر علم احادیث وتفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنّت اور واجب کو مستحب بیان کرکے جُھوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ منسوخہ سے نماز جنازہ پڑھاوے اور بلا وقفیت مسائل وارکان نماز پیش امامی کرے نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز کو ناجائز کہے اُس کے حق میں اور اُس کے مدد معاون کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ احکموا اللہ بحوالۃ الکتاب (اللہ تعالٰی کا حکم بیان کرو حوالۂ کتاب کے ساتھ۔ ت)

الجواب

زید جاہل سخت جری بیباک ہے۔

اوّلاً اس کا علی الاطلاق کہنا کہ جو اپنی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نہائے معاذ اللہ موردِ لعنت ہے شریعتِ مطہرہ پر سخت افترائے ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ مھما امکن (جتنا جلدی ممکن ہو۔ ت) نہانے میں تعجیل مندوب ومحبوب ہے اگر نہ نہائے تو وضو کر رکھے کہ جہاں جنب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعجیل نہ کرنے والا معاذ اللہ موردِ لعنت ہونا درکنار سرے سے گنہگار بھی نہیں جب تک تاخیر باعث فوتِ نماز یا دخولِ وقت کراہت تحریمی نہ ہو، خود صاحبِ شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم جواز کے لئے بعض اوقات بلکہ خاص شبہائے ماہِ مبارک رمضان میں صبح تک تاخیر غسل فرمائی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فعل سے اُمت کو دُو مسئلہ تخفیف ورحمت معلوم ہوں ایک یہی غسل میں تعجیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں نماز تک تاخیر کا اختیار کھتا ہے دُوسرے یہ کہ بحالتِ جنابت صبح کرنے سے روزے میں کوئی خلل یا نقص نہیں آتا۔ احمد و بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ وام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصبح جنبا من جماع ثم یغتسل ویصوم زاد فی روایۃ فی رمضان[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بعض اوقات) جماع کی وجہ سے جنبی حالت میں صبح کرتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے، ایک روایت میں رمضان کا بھی اضافہ ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب الصائم یصبح جنبا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۸
صحیح مسلم باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر " " " ۱/۳۵۴
مسند امام احمد بن حنبل مروی عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/۳۱۳

ثانیاً و ثالثاً مسلہ مسجد میں خدا و رسول پر دو افترا اور کئے ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام، دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے۔ پہلے افترا سے وہ ان لوگوں میں داخل ہُوا جنھیں قرآن عظیم نے فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]

اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (ت)

اور دُوسرے سے وہ بے گناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتوٰی دینے والا ہوا، علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لئے دروازۂ مسجد بند کرنا جائز ہے۔

کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی[2] درمختار۔

مسجد کے سامان کو چوری سے محفوظ کرنے کے لئے مسجد کو بند رکھنا جائز ہے ورنہ بلاضرورت مسجد کو بند رکھنا مکروہ ہے۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ درمختار (ت)

ھذا ھو الصحیح[3] تبیین الحقائق والمسألۃ فی الفتح والبحر والنھر وغیرھا عامۃ کتب المذھب۔

یہی صحیح ہے، تبیین الحقائق۔ اور یہ مسئلہ فتح، بحر، نہر اور دیگر مشہور کتبِ مذہب میں بھی مذکور ہے (ت)

ہاں بے حاجت یا غیر وقت حاجت خصوصاً اوقاتِ نماز میں بند کرنا ممنوع اور بند کرنے والا گنہگار مگر نہ ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل، اور یہ سخت جہالتِ فاحشہ دیکھئے کہ اُس مسجد میں نماز حرام۔ سبحٰن اللہ! اُس نے تو ایک آدھ وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تیغا کئے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہُوا یہ کس سزا کے لائق ہوگا۔

رابعاً بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہِ کبیرہ ہے، خود قرآن مجید فرماتا ہے:

ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[4]

یا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (ت)

حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من

جو بغیر علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر

---

[1] القرآن ۲/۱۱۴

[2] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[3] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ " المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۱/۱۶۸

[4] القرآن ۲/۸۰

الناس[1]۔ رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جہنم میں بنالے۔ اسے ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔

خامساً سادساً سابعاً بے سمجھے بُوجھے مسائل شرعیہ میں مداخلت کرنا غلط سلط جو مُنہ پہ آیا فرض کو سنّت، واجب کو مستحب، ناجائز کو جائز بتا دینا بھی گناہِ عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[2]۔ اخرجہ الدارمی عن عبید اللہ بن ابی جعفر مرسلا۔

جو تم میں فتوٰی پر زیادہ بیباک ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جری ہے۔ اس کو دارمی نے عبید اللہ بن ابو جعفر سے مرسلاً ذکر کیا ہے۔

ثامناً تاسعاً عاشراً کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب وافترا اور وہ بھی علماء پر۔ لعدہ وہ بھی امورِ دین میں، یہ سب سخت گناہ ہیں، مسائل میں علما پر افترا، شرع پر افترا اور شرع پر افترا خدا پر افترا۔

قال اللہ تعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]۔

ارشادِ ربانی ہے اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

اور جنازہ کی نماز جب ایک بار ہو چکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحبِ حق یعنی ولی میّت کے بے اذن دیئے عام لوگوں سے کسی نے پڑھا دی اور ولی شریک نہ ہُوا تو اُسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہ ملیں کہ اس کی تکرار مشروع نہیں۔

فی الدرالمختار فان صلی غیر الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض

درمختار میں ہے اگر نمازِ جنازہ ولی کے علاوہ کسی ایسے شخص نے پڑھا دی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو قبر پر بھی اعادہ کرسکتا ہے یہ اعادہ اس کے

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

[2] سنن الدارمی باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ " نشر السنۃ ملتان ۱/ ۵۳

[3] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لایعید وان صلی الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لایصلی غیرہ بعدہ[1] اھ ملخصا۔

اپنے حق کی وجہ سے ہے نہ کہ اسقاطِ فرض کے لئے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جس نے پہلے جنازہ پڑھ لیا ہو وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہ کرے کیونکہ جنازہ کا تکرار مشروع نہیں۔ اگر جنازہ کسی ایسے شخص نے پڑھایا جس کو ولی پر حق تقدم تھا (مثلاً قاضی یا نائب یا امام مسجد) یا اس شخص نے پڑھایا جس کو ولی پر حق تقدم نہ تھا مگر ولی نے شرکت کرلی تو پھر جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر ولی نے اپنے استحقاق کے بموجب جنازہ پڑھایا بایں طور پر کہ وہاں اور کوئی صاحب حق تقدم نہیں تھا تو اس کے بعد کوئی دوبارہ جنازہ نہیں پڑھ سکتا اھ ملخصاً (ت)

اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہوگیا ولہذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کہے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہوجائے۔

فی الدرالمختار لوکبر امامہ خامسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی[2]

درمختار میں ہے اگر مقتدی کے امام نے پانچویں تکبیر کہی تو وہ امام کی اتباع نہ کرے کیونکہ یہ منسوخ ہے پس مقتدی ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وروی عن الامام انہ یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفۃ ط۔[3]

امام اعظم سے یہ بھی مروی ہے کہ مقتدی فی الفور سلام کہہ دے امام کا انتظار نہ کرے تاکہ کھلی مخالفت ہوجائے ط۔ (ت)

زید کی یہ حرکت بھی وہی جہل وجرأت ہے یا غیر مقلدی کی آفت وعلت۔ بہرحال اس کے اقوال مذکورہ سوال

---

[1] درمختار | باب صلٰوۃ الجنازۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۳

[2] " | " | " " " | ۱/۱۲۲

[3] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۶۴۵

شاہد عدل کہ وہ فاسق وبیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ناقص وخراب ہوتی ہے۔

صرح بہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ والیہ اشار فی فتاوی الحجۃ وربما جنح الیہ فی رد المحتار واوضحناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید۔

غنیہ شرح منیہ میں اس پر تصریح ہے اور اسی کی طرف فتاوی الحجہ میں اشارہ ہے اور ردالمحتار میں اسی کی طرف میلان ہے، اور ہم نے اس کی وضاحت اپنے رسالے النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید میں کی ہے۔ (ت)

پس حتی الامکان ہرگز اس کی اقتدا نہ کریں اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مددو معاون ہیں وہ بھی جرم وگناہ میں اُس کے شریک ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظِ قرآن ہے مگر نوکری خانساماں (بیرا) گیری کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جا ہے یا بیجا ہے؟ صاف صاف کتاب اللہ وحدیث رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کرلی تو اُن کی کراہت بیجا ہے کہ کوئی گناہ بعد توبہ باقی نہیں رہتا۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[2]۔

گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ (ت)

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۲۳

مسئلہ ۵۷۹ از علی گڑھ کارخانہ مہر مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب ٹھیکیدار ۶ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیہ کو ذُرِّیَّۃُ الشیطان اور کتاب وسنت کا منکر لکھے اور غیر مقلدی کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو اور مسائل خلافیہ مقلدین کا سخت مخالف اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور مسائل حنفیہ کو مثلاً آمین بالخفا کو اپنی تحریرات میں خرافات لکھے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتدا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائیگا یا نہیں؟

دوم جس امام سے شہر کے مسلمان بوجہ شرعی ناراض ہوں اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں تو اس حالت میں اُس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھم انا نعوذبک من الشیطٰن الرجیم

جو ذریۃ الشیطان کتاب وسنت کا منکر حنفیہ کرام خصہم اللہ تعالٰی باللطف والاکرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وُہ گمراہ خود کا ہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال اقوال مذکورۂ سوال اُس کی صریح تکذیب پر دال، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے، نشھد انک لرسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھُوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو ان کے مُنہ پر مارا:

واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون[2]۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھُوٹے ہیں۔

ایسے شخص کی اقتدا اور اسے امام بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ مبتدع گمراہ بدمذہب ہے اور بدمذہب کی شرعاً توہین واجب اور امام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتراز لازم۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں نقل فرماتے ہیں:

من شذ عن جمھور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ فی یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جُدا ہوجائے وُہ ایسی چیز میں تنہا ہُوا جو اُسے دوزخ میں لیجائیگی

---

[1] القرآن ۶۳/۱

[2] القرآن ۶۳/۱

النار فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]

تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

اور ان لوگوں کے بدعتی ہونے کا روشن بیان ہم نے اپنے رسالہ النھی الاکید میں لکھا من شاء فلیرجع الیھا (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ہمارے اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ ت) اور حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2]۔ رواہ ابن عساکر وابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابو نعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفیٰن فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسنجری فی الابانۃ عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنھم موصولا والبیھقی فی الشعب عن ابراھیم بن میسرۃ المکی التابعی الثقۃ مرسلا۔

جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔ اس کو ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابو نعیم نے حلیہ میں، حسین بن سفیٰن نے اپنی سند میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنجری نے ابانۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور مثل ابن عدی کے حضرت حضرت ابن عباس سے، اور طبرانی نے کبیر میں، ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متصلاً روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ مکی تابعی ثقہ سے اسے مرسلاً روایت کیا۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

[2] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

تو ایسے شخصوں کو امام کرنا گویا دینِ اسلام ڈھانے میں سعی کرنا ہے العیاذ باللہ تعالٰی۔ سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمّن فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطانہ یخاف سیفہ اوسوطہ[1]۔

ہرگز کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُسے اپنی سلطنت کے زور سے مجبور کردے کہ اس کی تلوار یا تازیانہ کا ڈر ہو۔ (ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع[2]۔

فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک فاسق کی تقدیم جائز ہی نہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، بدعتی شخص کا حکم بھی یہی ہے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الٰی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا[3]۔

شرعاً فاسق کی اہانت لازم ہے پس امامت کے لئے تقدیم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے، اگر اس کی تقدیم سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد کی طرف چلا جانا چاہئے۔ (ت)

حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے: الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ علی ماسبق[4] (امامتِ فاسق میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ت) محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[5]۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہم اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷
[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴
[3] مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی۔ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ۔ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " "
[5] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:
لاتجوز خلف المبتدع[1] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے ان حضرات غیر مقلدین کے پیچھے نماز جائز و ممنوع ہونے کے باب میں ایک مفصل رسالہ مسمّٰی بہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید لکھا اور اس میں مقدمات مذکورہ کو اس وجہ پر تحقیق اور متعدد دلائل قاہرہ سے ان کے پیچھے نماز ممنوع ہونے کا ثبوت دیا۔

ازانجملہ یہ کہ انھوں نے نماز و طہارت وغیرہا کے مسائل میں آرام نفس کی خاطر وہ باتیں ایجاد کی ہیں جو مذاہب اربعہ عموماً مذہب مہذب حنفی خصوصاً کے بالکل خلاف ہیں مسح سر کے عوض پگڑی کا مسح کافی مانتے ہیں، لوٹے بھر پانی میں تولہ بھر پیشاب پڑجائے اُس سے وضو جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہ مسائل اور ان کے امثال ان کی کتب میں منصوص ہیں، پھر دین میں ان کی بیباکی و سہل انگاری و بے احتیاطی و آرام جوئی مشہور و مشہود و عام گروہ اہل حق بالخصوص حضرات حنفیہ کے ساتھ ان کا تعصب معروف و معہود تو ہرگز مظنون نہیں کہ یہ برعایت مذہب حنفیہ اپنے ان مسائل پر عمل سے بچیں بلکہ بحالت امامت بنظرِ تعصب و عداوت اس کا خلاف ہی مظنون۔ پھر جمہور ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتدا بھی اُسی حالت میں صحیح ہوسکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیہ کی رعایت کرتا ہو حنفیہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصلاً جائز نہیں تو یہ بدمذہب کہ چاروں مذہب سے خارج و مہجور اور رعایت مذہب حنفیہ سے سخت نفور اور بغض و تعصب میں معروف و مشہور، ان کے پیچھے نماز کیونکر روا ہوسکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصد ولایکون متعصبا ولایتوضأ فی الماء الراکد القلیل وان یغسل ثوبہ من المنی ویفرک الیابس منہ ویمسح ربع راسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان[2] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب (امام) کی اقتدار اس وقت جائز ہے جب وہ مواضع خلاف سے بچتا ہو مثلاً غیر سبیلین سے خارج نجاست مثلاً رگ کاٹنے کی وجہ سے وضو کرتا ہو، مسلک میں متعصب نہ ہو، کھڑے تھوڑے پانی سے وضو نہ کرنے والا ہو، منی لگنے کی صورت میں کپڑا دھوتا ہو یا خشک ہوجانے کی صورت میں اسے کھرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرتا ہو، نہایہ اور کفایہ میں اسی طرح ہے اور اس تھوڑے پانی سے وضو جائز نہ سمجھتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہو فتاوٰی قاضی خاں میں اسی طرح ہے اھ تلخیصاً (ت)

---

[1] شرح الفقہ الاکبر — خطبۃ الکتاب — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ص ۵
[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۸۴

اسی طرح جامع الرموز و مجمع الانہر و حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے والتفصیل فی رسالتنا المذکورۃ (اس کی تفصیل ہمارے مذکورہ رسالے میں ہے۔ ت) واللہ الموفق سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم صورتِ مسئولہ میں اُسے امام ہونا حلال نہیں، جو اسے امام بنائے گا گنا ہگار ہوگا۔ حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا یقبل اللہ منھم صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون[1] رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن ابن عمر وابن خزیمۃ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامۃ وابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس وفی الباب عن طلحۃ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنھم عند الطبرانی فی الکبیر۔

تین شخصوں کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اُسے ناپسند رکھتے ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، ابن خزیمہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی نے اسے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، اور اس مسئلہ میں طبرانی نے کبیر میں حضرت طلحہ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما۔[2]

اگر کسی نے کسی قوم کی امامت کی حالانکہ وہ قوم اسے ناپسند کرتی ہو خود اس میں فساد کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دیگر لوگ فاسق سے زیادہ امامت کے اہل تھے اس صورت میں فاسق کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] سُنن ابی داؤد باب الرجل یؤم القوم وھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

[2] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

مسئلہ ۵۸۰ از بدایوں مرہی محلہ مرسلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہو کر مسح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بال چُھو لینے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ پگڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر یہ شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی نہ کہ ایسے آزاد لوگ کہ کن ہی میں نہیں،

فی الھندیۃ الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یمسح ربع رأسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولایتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان ولابالماء المستعمل ھکذا فی السراجیۃ اھ ملخصًا[1]۔

ہندیہ میں ہے شافعی المذہب امام کی اقتداء تب جائز ہے کہ وہ مواضع خلاف سے بچنے والا ہو مثلاً چوتھائی سر کا مسح کرے۔ اسی طرح نہایہ اور کفایہ میں ہے، اور اس قلیل پانی سے وضو بھی نہ کرتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہے، فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے، اور نہ ماءِ مستعمل سے وضو کرتا ہو، سراجیہ میں یہی ہے اھ تلخیصًا (ت)

اور اس کی اپنی نماز بھی ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طور پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلاشبہہ یہی حکم دیں گے،

فانا انما نفتی بمذھبنا وان کان مذھب غیرنا ما کان کما نص علیہ فی الخلاصۃ والاشباہ وفی الدر المختار ورد المحتار وغیرھا من الاسفار۔

ہم تو اپنے مذہب کے مطابق ہی فتوٰی دیں گے اگرچہ غیر کا مذہب جیسا بھی ہو، یہی تصریح خلاصہ، اشباہ، درمختار اور ردالمحتار وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ (ت)

مگر یہاں اور مذاہب پر بھی خیر نہیں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ ان کے یہاں پُورے سر کا مسح فرض ہے، یُوں ہی سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُن سے بھی اظہر الروایات فرضیت استیعاب ہے کما نقلہ الامام المولی الاجل القطب سیدی عبدالوھاب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

الشعرانی قدس سرہ الربانی فی المیزان (جیسا اسے ہمارے سردار امام اجل والقطب عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے میزان میں نقل کیا ہے۔ ت) رہا مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس پر صحت نماز سمجھ لینا نری ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق سہی پھر کیا ان کے یہاں ایک ہی مسئلہ ہے صدہا مسائل طہارت و صلوٰۃ خلافیہ ہیں جن پر اطلاع تام اُسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصاً ان بلاد میں کہ نہ اس مذہب کے علماء نہ کتب بھلا یُوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقضِ وفرائضِ وضو وغسل وفرائض داخلی وخارجی ومفسداتِ نماز بتفصیل صوَر وشقوق وتنقیح اقوال قدیم وجدید ونصوص ووجوہ وتصحیح وترجیح شیخین وغیرہا کیا کیا ہیں اُس مذہب کس قدر ہیں اور جب نہیں بتا سکتا اور بیشک نہ بتا سکے گا تو مجہول شَی کی مراعات کیونکر ممکن پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ ان کے مذہب پر نماز صحیح ہی ہوگی نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف وتکثر حوادث موقعہ فی الاختلاف عادۃً کہیں نہ کہیں وقوع مخالفت ہی مظنون کما لایخفی علی المتدرب ومن لم یقتنع فلیجرب (جیسا کہ ہر صاحب فہم پر واضح ہے اور اگر کوئی اس پر قناعت نہیں کرتا تو وہ خود تجربہ کرے۔ ت) اور جب ایسا ہُوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سو راندہ ازاں سو ماندہ، نہ اِدھر کے ہُوئے نہ اُدھر کے ہوئے، ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہُوئی، درمختار میں ہے:

لاباس بالتقلید عند الضرورۃ لکن بشرط ان یلتزم جمیع مایوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع[1]۔

ضرورت کے وقت دوسرے امام کی تقلید میں کوئی حرج نہیں البتہ یہ شرط ہے کہ ان تمام امور کا التزام جن کو اس امام نے اس عمل کے واسطے واجب قرار دیا ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ وہ حکم جو دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے۔ (ت)

غرض لااقل اس بیباکی کا اتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کرلی اور چوتھے پر صحت کی خبر نہیں فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولٰی تعالٰی جنھیں توفیق خیر رفیق فرماتا ہے وہ ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلاً محتاط حنفی وشافعی ہرگز مسح کل راس وولاو دلک ترک نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت ونماز ہی باطل، تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنّت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے منہ موڑے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ولہذا علمائے مذاہبِ اربعہ رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب مگر بیباک لوگوں کے نزدیک سنّتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک، اپنے امام مذہب کی مخالفت تین مذاہب حقّہ پر نمازوں کا بطلان چوتھے پر صحت میں شک وجہالت یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندھی

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۲

ہوئی پگڑی کے پیچ ذرا سست ہوجانا دشوار۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۵۸۱ از شہر کہنہ بریلی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن وحدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہوسکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوند کریم میری اس فکر کو دور کردے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ وغیرہ کا اس زید کو نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمٰن صاحب سے مرید ہوا ہے اس درجہ کا شوق راگ وغیرہ کا اس کو ہوگیا ہے کہ بیان سے باہر یعنی رنڈی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہوجاتا ہے اور ستار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے ۹ بجے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اس وقت سے لے کر ۲ بجے رات تک بلکہ بعض روز تمام رات ستار بجاتا ہے، اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوند کریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے، اور اگر دریافت کرو کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ نہیں ؎

مبادا ہیچ دل بے عشق بازی
اگر باشد حقیقی یا مجازی

(خدا کرے کہ کوئی دل بغیر عشق کے نہ رہے
خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی)

اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر لوگ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز اس شخص کے پیچھے اگرچہ بلاشبہہ صحیح ہے۔

لما تقرر فقہا وحدیثا وکلاما من جواز الصلٰوۃ خلف کل بروفاجر[1]	کیونکہ فقہی، حدیثی اور کلامی طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز جائز ہے (ت)

مگر کراہت رکھتی ہے لہذا دوسرے شخص کو جو ایسے امور سے خالی اور باوجود اس کے سُنّی صحیح العقیدہ وقاری صحیح القراءت ہو امام مقرر کریں، ہاں اگر یہ بیان سچ ہے کہ وہاں اس شخص کے علاوہ سب غلط خواں ہیں یعنی حروف میں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ وفیہا مباحث مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

تمیز نہیں رکھتے اور قرأت میں وہ غلطیاں کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے جب تک کوئی سُنّی صحیح القرأت نہ ملے اسی شخص کی اقتدا کریں فان تصحیح الصلوٰۃ اھم من دفع الکراھۃ (کیونکہ نماز کی تصحیح دفع کراہت سے اہم ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال مکرر

مکرر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا بعض امر پوشیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقلدی وغیرہ کا رکھتا ہے سُنّی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو تحریر فرمائیے کہ نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا نہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے وہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو، ہاں قاری پُورے طور سے نہیں جیسا کہ حق قاری ہونے کا ہے۔

الجواب

فاسق العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصاً غیر مقلد کہ اُن کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں کی ہے۔ت) پس اگر حال یوں ہے تو صورت مستفسرہ میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امامت سے معزول کریں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸۲ از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہو کر روزہ نہ رکھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اُس کے پیچھے نہ پڑھے یہاں تک کہ جمعہ بھی۔ لانہ لسبیل من التحول[1] کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق فی الفتح (کیونکہ ایسی صورت میں دوسری مسجد کی طرف منتقل ہونا جائز ہے جیسا کہ فاضل محقق نے فتح میں بیان کیا ہے۔ت) ورنہ پڑھ لے، فانہ اولی من الانفراد[2] کما فی

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

ردالمحتار عملا بقول من یقول ان الکراھۃ فیہ تنزیھۃ (کیونکہ اقتدار تنہا نماز ادا کرنے سے اولیٰ ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے تاکہ اس کے قول پر عمل ہوجائے جو اسے مکروہ تنزیہی کہتا ہے۔ ت) اور پڑھ کر پھر پڑھے لما ذھب الیہ کثیر من العلماء ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ[2] وھو الذی حققہ فی الغنیۃ وغیرھا وھو الاظھر کما بیناہ فی فتاوٰنا (کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اس میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ غنیہ وغیرہا میں ثابت ہے اور یہی مختار ہے اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸۳ از کلکتہ دھرم تلہ ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اُن امور میں جو حنفی کو جائز نہیں جیسے آمین بالجہر کہنا اور رفع یدین اور قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے؟ اور ایسے ہی مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف امور میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہئے یا نہیں؟ اور اگر متابعت کرے تو اس کی نماز کا کیا حال؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حنفی جب دوسرے مذہب والے کی اقتدا کرے جہاں اس کی اقتداء جائز ہو کہ اگر امام کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفسد نماز ہے جیسے آب قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا خونِ فصد وریم زخم و قے وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو نہ کرنا یا قدر درم سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحبِ ترتیب ہوکر باوصف یاد فائتہ و وسعت وقت بے قضائے فائتہ نماز وقتی شروع کر دینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امام ہوجانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اُس کی اقتداء جائز ہی نہیں اور اس کے پیچھے نماز محض باطل،

کما نص علیہ فی عامۃ کتب المذھب بل فی الغنیۃ اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منہ ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع انما اختلف فی الکراھۃ اھ[1]

جیسا کہ اس پر عامہ کتب مذہب میں تصریح ہے بلکہ غنیہ میں ہے فروعات میں مخالف مثلاً شافعی المسلک کی اقتداء اس وقت جائز ہوگی جب اس سے ایسے عمل کا علم نہ ہو جو اعتقادِ مقتدی میں مفسدِ نماز ہو جواز پر اجماع ہے البتہ کراہت میں اختلاف ہے اھ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[2] " " " " " " " ص ۵۱۶

غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اُس کی اقتدا صحیح ہو اس وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت نہ کرے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پاچکی ہیں اگر متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہِ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں۔ ردالمحتار میں ہے:

تکون المتابعۃ غیر جائزۃ اذا کانت فی فعل بدعۃ او منسوخ او مالا تعلق لہ بالصلوٰۃ[1]

امام کی متابعت بدعت، عمل منسوخ اور ہر اس عمل میں جائز نہیں جس کا تعلق نماز سے نہ ہو۔ (ت)

پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے: انما یتبعہ فی مشروع دون غیرہ[2] (امام کی متابعت مشروع میں جائز لیکن غیر مشروع میں جائز نہیں۔ ت) مجمع الانہر و حاشیہ طحطاویہ میں ہے: ماکان مشروعا یتابعہ فیہ وما کان غیر مشروع لا[3] (ہر مشروع عمل میں امام کی متابعت ہوگی مگر غیر مشروع میں نہیں۔ ت) اسی طرح ترکِ سنّت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ موجبِ اساءت و کراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بجالائے جبکہ اس کی بجاآوری سے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوٹے ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر امام وقتِ تحریمہ رفع یدین یا تسبیح رکوع و سجود یا تکبیر انتقال یا ذکر قومہ ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے

کما نص علیہ فی نظم الزندویسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والھندیۃ وخزانۃ المفتین وفتح القدیر والغنیۃ والدرالمختار وحاشیۃ الدرر للعلامۃ شرنبلالی وغیرھا وھذا نص البزازیۃ ملخصا تسعۃ اشیاء اذا ترک الامام اتی بھا الماموم رفع الیدین فی التحریمۃ وتکبیرۃ الرکوع او السجود او التسبیح فیھما او التسمیع الخ[4]۔

نظم زندویسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ، خزانۃ المفتین، فتح القدیر، غنیہ، درمختار اور حاشیہ درر للعلامہ شرنبلالی اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ عبارت بزازیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نو ایسی اشیاء ہیں جن کو امام ترک کردے تو مقتدی ان کو بجالائے: تکبیر تحریمہ کے موقعہ پر ہاتھوں کا اٹھانا، رکوع یا سجدہ کے لئے تکبیر یا ان دونوں میں تسبیح یا تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہ کہنا) الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعۃ الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۴۸

[2] " " " " " " ۱/ ۳۴۹

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل " دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۸۱

[4] فتاوی بزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ نوع من الثانی فی صلی المغرب مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵۸

یوں ہی تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین فی الدر یرفع یدیه فی الزوائد ان لم یرامامه ذلک[1] الخ (درمختار میں ہے تکبیراتِ زوائد میں اپنے ہاتھ بلند کرے خواہ امام اس عمل کو جائز نہ سمجھتا ہو الخ۔ ت) اور اگر رکوع وسجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر سر اٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنّتِ تثلیث ترک کرے ورنہ قومہ وجلسہ کی متابعت میں خلل آئیگا

هو الصحیح کما فی الخانیة والخلاصة والخزانة والوجیز والفتح والبحر وغیرها من الاسفار الغر وهذا نظم الدر انه مما یبتنی علی لزوم المتابعة فی الارکان انه لو رفع الامام راسه من الرکوع او السجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلث وجب متابعته[2]۔

یہی صحیح ہے جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، خزانہ، وجیز، فتح، بحر وغیرہ معتبر کتابوں میں ہے، درمختار کے الفاظ یہ ہیں ارکانِ نماز میں امام کی پیروی لازم ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع وسجود سے مقتدی کی تین تسبیحات مکمل ہونے سے پہلے اٹھالیا تو مقتدی پر متابعتِ امام لازم ہے۔ (ت)

شرح غنیہ علامہ ابراہیم حلبی وحاشیہ سید ابن عابدین میں ہے:

الاصل عدم وجوب المتابعة فی السنن فعلا فکذا ترکا وکذا الواجب القولی الذی لا یلزم من فعله المخالفة فی واجب فعلی کالتشهد وتکبیر التشریق بخلاف القنوت وتکبیرات العیدین اذ یلزم من فعلها المخالفة فی الفعل وهو القیام مع رکوع الامام[3] الخ اھ ملخصا۔

اصل یہ ہے کہ سنن میں امام کی متابعت جس طرح فعلاً لازم نہیں اسی طرح ترکاً بھی لازم نہیں، یہی حکم اس واجب قولی کا ہے کہ جس کے بجالانے سے کسی واجب فعلی کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تشہد اور تکبیراتِ تشریق بخلاف دعا قنوت اور تکبیراتِ عیدین کے کیونکہ ان کے بجالانے سے فعل میں مخالفت لازم آتی ہے، یعنی ایسی صورت میں امام رکوع میں ہوگا اور مقتدی حالتِ قیام میں ہوگا الخ اھ تلخیصاً۔ (ت)

جب یہ اصول معلوم ہولئے تو ان تینوں فروع کا حکم بھی انھیں سے نکل سکتا ہے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک منسوخ ہوچکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع، تو اس میں متابعت نہیں۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

لو اقتدی بمن یرفع یدیه عند الرکوع او بمن یقنت فی الفجر او بمن یری خمس

اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو رکوع کے وقت رفع یدین کرتا ہے یا نمازِ فجر میں قنوت پڑھتا ہے

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶

[2] " فصل واذا اراد الشروع الخ " " " ۱/۷۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۸

تکبیرات فی صلوۃ الجنازۃ لایتابعہ لظھور خطیئتہ بیقین لان ذلک کلہ منسوخ[1] اھ نقلہ فی عید رد المحتار۔

یا تکبیراتِ جنازہ پانچ کہتا ہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ اس کا غلطی پر ہونا یقینی ہے کیونکہ یہ تمام منسوخ ہیں اھ ردالمحتار کے باب العید میں اس کو نقل کیا ہے۔ (ت)

جلالی پھر شرح المقدمۃ الکیدانیۃ للقہستانی پھر جنائز حاشیہ شامی میں ہے:

لا تجوز المتابعۃ فی رفع الیدین فی تکبیرات الرکوع[2]۔

تکبیرات رکوع کے موقعہ پر امام کے رفع یدین کرنے کی اتباع جائز نہیں۔ (ت)

قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا شافعیہ کے نزدیک نمازِ فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ اور وتر کی تیسری میں صرف نصف اخیر شہرِ رمضان المبارک میں ہے کہ وہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ قنوتِ فجر تو ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت، بہرحال یقیناً نامشروع ہے۔ لہذا اس میں پیروی ممنوع، اور جب اصل قنوت میں متابعت نہیں تو ہاتھ اٹھانے میں کہ اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قومہ رکوع فی نفسہ مشروع ہے لہذا وہ جب تک نمازِ فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چُپکا کھڑا رہے۔

درمختار میں ہے:

یاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتھد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظھر مرسلا یدیہ[3]۔

مقتدی وتروں میں دعاءِ قنوت پڑھے اگرچہ اس نے ایسے شافعی المذہب امام کی اقتداء میں نماز شروع کی جو رکوع کے بعد قنوت پڑھنے والا ہو کیونکہ یہ معاملہ اجتہادی ہے البتہ فجر میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ وہ منسوخ ہے، بلکہ وہ مقتدی مختار قول کے مطابق ہاتھ چھوڑے خاموش کھڑا رہے۔ (ت)

علامہ شرنبلالی نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

اذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معہ فی قنوتہ ساکتا علی الاظھر

اگرکسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے، تو مختار قول کے مطابق اس کے ساتھ خاموش

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان قدر صلوۃ العیدین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۸

[2] ردالمحتار مطلب المراد بالمجتہد فیہ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

[3] درمختار باب الوتر والنوافل ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

ویرسل یدیہ فی جنبیہ[1]	کھڑا رہے اور اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں کی طرف چھوڑ دے۔ (ت)

اور نمازِ وتر میں اگر شافعی کے پیچھے اقتدا باقی رہے (کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھیر کر اخیر رکعت اکیلی پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے پہلے ہی اس کی اقتدا قطع ہوگئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی، نہ اس کے وتر صحیح کہ اس کی وسط نماز میں عمداً سلام واقع ہوا فی الدرالمختار صح الاقتداء فیہ بشافعی لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح[2] اھ ملخصاً درمختار میں ہے وتر میں حنفی کو اس شافعی کی اقتدا درست ہے جو وتر کو سلام کے ساتھ جُدا نہ کرے (یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے) اگر امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیر کر جُدا کیا تو اصح قول کے مطابق اس کی اقتدا درست نہیں ہے اھ ملخصاً) جب ایسا نہ ہوا اور اقتداء قائم رہے) تو اگرچہ شافعیہ قنوت قومہ میں پڑھتے ہیں اور ہمارے مذہب میں اس کا محل قبل رکوع، مگر ہمارے علماء نے تمام متون وشروح و فتاوٰی میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے، اور اس کا منشاء یہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے والمسئلۃ منصوص علیہا بدلیلہا فی الھدایۃ والکافی وسائر الشروح (اس مسئلہ سے متعلق عبارات بمع دلائل ہدایہ، کافی اور دیگر شروح میں موجود ہیں۔ ت)

رہا یہ کہ مقتدی اس حالت میں اتباعِ امام کرے یا اتباعِ مذہبِ امام یعنی ہاتھ باندھے یا چھوڑے یا دعا کی طرح اٹھائے، کیا کرنا چاہئے، اس کی تصریح نظرِ فقیر سے نہ گزری، نہ اپنے پاس کی کتبِ موجودہ میں اس سے تعرض پایا، ظاہر یہ ہے کہ مثل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار و صاحبِ ذکرِ مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً وشرعاً سنّت اور عقلاً وعرفاً ادبِ حضرت اور ترکِ سنّت میں امام کی پیروی نہیں،

وقد یؤید ذلک اطلاقھم قاطبۃ سنیۃ الوضع فی حالۃ القنوت کما فی عامۃ الکتب المذھبۃ فیکون متناولا لھذا القنوت المخصوص ایضاً۔	اس کی تائید فقہا کی ان عبارات سے ہوتی ہے جن میں ہے کہ قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھنا سنّت ہے جیسا کہ عام کتبِ مذہب میں ہے تو وہ حکم اس مخصوص قنوت کو بھی شامل ہوگا۔ (ت)

---

[1] نورالایضاح باب الوتر مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۸
[2] درمختار باب الوتر والنوافل " " مجتبائی دہلی ۱/۹۴

بلکہ درمختار میں ہے :

هو ای الوضع سنة قیام له قرار فیه ذکر مسنون فیضع حالة الثناء وفی القنوت لا فی قیام بین رکوع وسجود وتکبیرات العید مالم یطل القیام فیضع، سراجیة[1] اھ ملخصا۔

وُہ یعنی ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنّت ہے جس میں طول ہو کوئی ذکر مشروع ہو (یعنی جس کے پڑھنے کا حکم ہو خواہ وُہ ذکر فرض، واجب یا سنّت ہو) پس ثناء اور قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھے جائیں، رکوع اور سجود کے درمیان (یعنی قومہ میں) اور تکبیراتِ عید کے قیام میں ہاتھ نہ باندھے جب تک قیام کو طویل نہ کرے، اگر طویل کرے تو باندھ لے، سراجیہ اھ ملخصاً (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے :

ظاهره یعم ای قیام طال وعلیه فیضع فی قیام صلٰوة التسبیح الذی بین الرکوع والسجود[2]۔

بظاہر اس میں عموم ہے یعنی ہر وہ قیام جو طویل ہو، تو اسی عموم کی بناء پر نمازِ تسبیح کے رکوع اور سجدوں کے درمیان ہاتھ باندھ لینے چاہئیں کیونکہ یہاں قیام طویل ہے۔ (ت)

یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنّت اخفا ہے اور اس کی بجاآوری میں امام سے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے۔

اقول وتحقیق المقام علی ما علمنی الملك العلام ان السنن لاحظ لها فی المتابعة الا بالتبع وذلك لان معنی متابعتك غیرك جعلك نفسك تابعا له والتبعیة انما تتصور بشیئین احدهما فی نفس اتیان شیئ بمعنی انه ان فعله فعلت وان ترکه ترکت والاخر فی وقته فلا تتقدم علیه ولا تسبقه

اقول (میں کہتا ہوں) مالک علام کی عطا سے تحقیق مقام یہ ہے کہ سُنن میں تبعاً اتباع ہوتی ہے یہ اس لئے کہ تیرا غیر کی متابعت کرنے کا معنی یہ ہے کہ تُو نے اپنی ذات کو اس کے تابع بنادیا ہے، اور یہ تابعیت دو چیزوں وجہ سے متصور ہوگی، ایک یہ کہ شَے کو بجالانا اس طریقہ سے کہ اگر اس نے کیا تو تُو بھی کرے اگر اس نے ترک کیا تو تُو بھی ترک کرے دوسری وقت میں کہ تو اسی وقت کرے نہ اس سے آگے ہو اور نہ اس سے پہلے

---

[1] درمختار — فصل واذا اراد الشروع الخ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار — ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۸

الیہ وان لم یکن فعلك متوقفا علی فعلہ ولا متقیدا بتقدمہ بل تفعلہ وان لم یفعل وتبادر الیہ وان لم یاخذ فیہ بعد فما انت تابع لہ بل انت مستقل بنفسك غیر تابع ولا متابع وھذا ظاھر جدا واذقد علمت ان اتیان الماموم بالسنن غیر متقید باتیان الامام بل یاتی بھا ان ترکھا کما اسمعناك علیہ نصوص الائمۃ، ومن لازم ذلك جواز التقدم علیہ مع الندب الیہ لجواز ان یرجع الامام بعد الترك الی الفعل کما اذا لم یصوب راسہ وطبق اکفہ او ضم اصابعہ اوبقی صامتا غیر مسبح والماموم قد فعل کل ذلك بطلب الشرع ثم عاد الامام فسوی واخذ وخرج وسبح فقد تقدم فعل الماموم وھو فیہ غیر ملوم بل الیہ مندوب وھو منہ معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل للمتابعۃ فی السنن والمستحبات بل الماموم مستبد فیھا غیر داخل تحت حکم الامام ولم یتناولہ تحکیمہ ایاہ علی ذاتہ، والتزامہ ان

اور تیرا ایسا فعل جو اس کے فعل پر موقوف نہ ہو اور نہ ہی اس کے تقدم کے ساتھ مقید ہو بلکہ آپ اسے کرسکتے ہیں اگرچہ امام اسے نہ کرے، اسی طرح آپ اس کی طرف بڑھ سکتے ہیں اگرچہ امام ابھی تک اس میں شروع نہیں ہوا، تو آپ اس میں کسی معنی میں بھی تابع نہیں بلکہ آپ کی اس میں مستقل حیثیت ہے نہ کہ تابع اور متابع کی، اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے اور جب آپ یہ جان چکے کہ مقتدی کا سنن پر عمل امام کے بجالانے کے ساتھ مقید نہیں بلکہ امام کے ترک کی صورت میں مقتدی انھیں بجالاسکتا ہے جیسا کہ ہم نے بہت سے ائمہ کے اقوال سے آپ پر واضح کیا ہے اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ مقتدی کیلئے امام پر تقدم جائز جب مقتدی اس عمل کو مستحب رکھی جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ امام ترک کے بعد اسے بجالائے مثلاً امام نے رکوع میں سر پست کردیا، اپنی دونوں ہتھیلیاں بند کرلیں، یا انگلیاں متصل رکھیں یا تسبیح کے بغیر خاموش رہا حالانکہ مقتدی ان تمام کو بجالایا کیونکہ شرعاً یہ تمام مطلوب تھیں پھر امام لوٹا اور اس نے سر برابر کیا، ہتھیلیوں سے گھٹنے پکڑے، انگلیوں میں انفصال کیا اور تسبیح کہی تو یہاں اگرچہ مقتدی نے پہلے عمل کیا لیکن یہ غیر مناسب نہیں لہذا اسے ملامت نہ کی جائے گی بلکہ یہ اس کے لئے مستحب ہے اور اس پر اسے ثواب ملے گا، پس اس سے ثابت ہوگیا کہ سنن اور مستحبات میں متابعت کا کوئی دخل نہیں، بلکہ مقتدی ان میں مستقل ہے اور وہ امام کے حکم کے تحت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی تحکیم اس کی ذات،

يصلي بصلاته فيما هو محجور فيه
عن التقدم عليه والاستبداد دونه
وما هو حقيقة الا الواجبات الفعلية
اذ هي موضوع الاقتداء اصالة
كما نص عليه في الغنية واشار
اليه في المرقاة تحت قوله صلى الله تعالٰى
عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم
به[1] ففيها القدوة حقيقة ومنها يسري
الى غيرها وان سري كوجوب ترك
سنة يلزم من فعلها مخالفة الامام
في واجب فعلي فليس ذلك للمتابعة
في ترك السنة بل في الواجب المذكور
كعدم جواز ان ياتي بسنن الركوع
قبل ركوع الامام فانه لا يفعلها الا
في الركوع ولا ركوع له قبل ركوعه فعن
هذا امتنع تقديمها على ركوعه
لا على فعلية السنن كما علمت
وهذا معنى قولنا لاحظ لها من
المتابعة الا بالتبع واذ قد
تبين هذا ولله الحمد ظهر
ان المقتدي ياتي بالسنن
على مذهب نفسه دون مذهب
الامام فان المستبد انما يعمل

پر جاری ہوگی، رہا یہ معاملہ کہ مقتدی نے امام کی نماز
میں اقتدا کا التزام کیا تھا تو یہ ان امور میں ہوگا جن میں
امام پر تقدم منع ہے اور جن میں مقتدی امام کے بغیر مستقل
حیثیت نہیں رکھتا اور وہ امور حقیقۃً واجباتِ فعلیہ
ہی ہیں کیونکہ اصالۃً یہی موضوعِ اقتدا ہیں جیسا کہ اس
پر غنیہ میں تصریح ہے۔ مرقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی "امام اس لئے بنایا جاتا
ہے کہ اس کی اتباع کی جائے" کے تحت بھی اسی
طرف اشارہ کیا ہے تو ان واجبات میں اقتدا حقیقۃً
ہے اور ان کے علاوہ میں ان کی وجہ سے ہے مثلاً
اس سنّت کا ترک واجب ہوگا جس کو بجا لانے سے
واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آئے تو یہ ترکِ
سنت میں متابعت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ واجب مذکور
میں مطابقت کی بنا پر ہے جیسا کہ مقتدی سننِ رکوع
کو امام کے رکوع سے پہلے بجا نہیں لاسکتا کیونکہ وہ
انھیں رکوع کے علاوہ ادا نہیں کرسکتا، اور امام کے
رکوع سے پہلے مقتدی کو رکوع کی اجازت نہیں ہے
تو اس وجہ سے ان سنن کا امام کے رکوع سے پہلے
بجالانا منع ہوگیا، نہ یہ کہ سنن کو بجالانا منع ہے جیسا کہ
تو جان چکا ہے ہمارے قول کہ "سنن میں اتباعِ امام
تبعاً ہی ہے" کا معنی یہی ہے۔ الحمد للہ جب یہ چیز
واضح ہوگئی تو، یہ بھی واضح ہوگیا کہ مقتدی سنن
کی بجا آوری اپنے مذہب کے مطابق کرے گا نہ کہ

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب ما علی الماموم الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۹۴

برائی نفسه هذا اینبغی التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق اتقن هذا فانك لا تجده فی غیر هذا التحریر وهو علم عزیز فی کلم یسیر۔

امام کے مذہب کے مطابق، کیونکہ مستقل حیثیت رکھنے والا اپنی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اسے اچھی طرح پختہ کرلو کیونکہ ایسی تحقیق اس تحریر کے علاوہ تمھیں کہیں نہیں ملے گی، اور یہ آسان ترین کلمات میں نہایت ہی اعلٰی علم ہے۔ (ت)

ولہذا حرمین طیبین زادہما اللہ تعالٰی شرفاً وتکریماً میں مرئی ومشاہد ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذہب والے نماز پڑھتے اور ان امور میں سب اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں حنفی امام حنفی کے پیچھے زیر ناف ہاتھ باندھے ہے، اُس کے دہنے بازو پر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے، بائیں بازو پر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا، اور کیوں ہو کہ بحمداللہ ہم چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارا اسلام ماں ہماری سنّت سنیہ سیدالانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام، انکار تو ان گمراہوں پر ہے جو تقلید ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو معاذاللہ شرک وحرام بتاتے اور مذاہب حقہ اربعہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وعلماء حزبہ اجمعین۔ رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہئے، یہ علماء شافعیہ سے پُوچھا جائے۔ خلاصہ و درمختار میں ہے:

ولو قیل للحنفی ما مذهب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفة کذا[2] اھ۔

اگر کسی حنفی سے سوال کیا جائے کہ امام شافعی کا مسلک فلاں مسئلہ کے بارے میں کیا ہے تو جواباً یہ کہنا واجب ہے کہ امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے اھ

اقول ولا شك ان الرجل بمذهبه ادری وامر الفتیا امر وادهی فترك اجتراء

اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر آدمی اپنے مذہب کو خوب جانتا ہے اور فتوٰی جاری کرنے کا معاملہ نہایت ہی سخت اور دشوار

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

[2] درمختار باب العدۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

علی مذهب غیره احق واحری واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم۔

ہے، پس دیگر مذہب پر جرأت کا ترک ہی زیادہ مناسب و لائق ہے، اللہ تعالٰی سب سے بہتر جانتا ہے اس کا علم اتم اور سب سے کامل ہے (ت)

مسئلہ ۵۸۰: از ملک آسام ضلع جوہاٹ ڈاک خانہ گنگنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے مگر اولٰی نہیں مکروہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے زائد یا اس کے برابر مسائلِ نماز وطہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولٰی و افضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اُس علم میں زائد ہو۔ ہندیہ میں ہے:

الاولی بالامامة اعلمهم باحکام الصلٰوة هکذا فی المضمرات، وهو الظاهر هکذا فی البحر الرائق، هذا اذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة هکذا فی التبیین، ولم یطعن فی دینه کذا فی الکفایة، وهکذا فی النهایة، ویجتنب الفواحش الظاهرة وان کان غیره اورع منه کذا فی المحیط، وهکذا فی الزاهدی، وان کان متبحرا فی علم الصلٰوة لکن لم یکن له حظ فی غیره من العلوم فهو اولٰی کذا فی الخلاصة۔[1]

امامت کے لئے سب سے بہتر وہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ مضمرات میں یہی ہے، اور مختار بھی یہی ہے، بحرالرائق میں اسی طرح ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اتنی قرأت سے واقف ہو جس سے قرأت مسنونہ ادا ہوجاتی ہو، تبیین میں اسی طرح ہے۔ کفایہ اور نہایہ میں ہے کہ اس کے دین پر طعن نہ ہو۔ محیط اور زاہدی میں ہے کہ وہ فواحشِ ظاہری سے بچنے والا ہو اگرچہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ صاحبِ ورع ہو۔ خلاصہ میں ہے اگر وہ مسائلِ نماز کے بارے میں نہایت ہی ماہر ہو لیکن وہ دیگر علوم میں واقفیت نہ رکھتا ہو تو پھر وہی اولٰی ہے (ت)

اسی میں ہے:

تجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد

اعرابی، نابینا اور غلام کی امامت جائز ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من هو احق بالامامة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

27

الا انہا تکرہ[1] اھ ملخصا۔ البتہ مکروہ ہے اھ ملخصاً (ت)

بحر میں ہے کراہت تنزیہیہ۔ خانیہ میں ہے: غیرھم اولی (ان کے علاوہ کی امامت اولٰی ہے۔ ت)

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ باجازت حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے۔

فی الصحیحین واللفظ لمسلم عن ابن شہاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثہ ان عتبان بن مالك وھو من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ممن شھد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللّٰہ انی قد انکرت بصری وانا اصلی لقومی[2] الحدیث فی اتیانہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی بیتہ وصلاتہ فیہ لیتخذہ مصلی۔

بخاری ومسلم میں ہے اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ محمود بن ربیع انصاری سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالک جو انصاری اور بدری صحابی رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ! میری آنکھیں جواب دے گئی ہیں حالانکہ میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں الی آخر الحدیث تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے نماز ادا فرمائی تاکہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز کی جگہ بنالیں۔ (ت)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لیجاتے وقت دو بار مدینہ طیبہ پر نیابت عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے،

عزاہ فی البحر الی صحیح ابن حبان[3]

قلت اخرج احمد وابوداود عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین یصلی بھم

بحر میں اس کی نسبت صحیح ابن حبان کی طرف ہے میں کہتا ہوں امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دو مرتبہ مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۵

[2] صحیح مسلم باب الرخصۃ فی التخلف الخ 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۳

[3] بحرالرائق باب الامامۃ 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۸

وھو اعمٰی۔[1] حالانکہ وہ نابینا تھے (ت)

علماء فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے یہی افضل تھے بحرالرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمٰی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولٰی وعلی ھذا یحمل تقدیم ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال الصالحین للامامۃ فی المدینۃ احد افضل منہ حینئذ ولعل عتبان بن مالک کان افضل من کان یؤمہ ایضاً اھ[2]۔

محیط وغیرہ میں امامتِ اعمٰی کے مکروہ ہونے کے لئے یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ اعمٰی اس قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ دوسروں سے افضل ہے تو وہی بہتر ہوگا اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تقدیم کو بھی اسی بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں ان سے بڑھ کر امامت کا اہل کوئی نہیں تھا، ممکن ہے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی دوسرے لوگوں سے افضل ہوں۔

قلت وقد سمعت انہ کان من الاصحاب البدریین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین فان لم یکن فی من کان یؤمھم من شھد بدرا کان افضلھم بالیقین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

قلت (میں کہتا ہوں) آپ نے سن لیا ہے کہ وہ اصحابِ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں سے تھے اگر ان کے مقتدیوں میں کوئی بھی اصحابِ بدر میں سے نہ تھا تو وہ بالیقین ان سے افضل ہوں گے (ت)

مسئلہ ۵۸۵ تا ۵۸۸: از شاہجہانپور محلہ بابوزئی مرسلہ شاہ فخر عالم صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں بحکم والی ملک (زید) جو حافظِ قرآن ومتشرع ہے قدیم سے خدمتِ امامت بجالاتا ہے اور اس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکر جو دوسرے سررشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم فسخ امامت زید کا نہیں ہے اور نہ بکر کو حکم امامت کا والی ملک کے یہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے بوجوہاتِ ذیل ناراضمند ہیں:

(۱) یہ کہ بکر بعض اوقات رقص طوائف دیکھ لیتا ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۹۲
سنن ابوداؤد باب امامۃ الاعمٰی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۸

[2] بحرالرائق باب الامامۃ ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۸

(۲) کفار و مشرکین کے میلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت لچھمن کی ہوتی ہے اور خبائث دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہو کر وہ بھی سب کے ساتھ مورت کا روپیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے۔

(۳) محفل میلادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یازدہم حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی کرنے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیرینی محفل میلاد کو بُرا جانتا ہے۔

(۴) شرفا و نجبا کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابوالمنصور صاحب دہلوی کی نسبت جو امامِ وقت کہے جاتے ہیں ان کی تصنیف پر جو سب علماء دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتوی کفر کا دے دیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے بوجوہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارک جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا ہے اور اس کے امام حکمی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امامت کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خود امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا، فقط، بینوا توجروا۔

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدمذہب گمراہ خائب و خاسر ہونا تو بداہۃً ظاہر اور اگر لچھمن کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت بھینٹ چڑھاتا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہرحال اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اُسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جُدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامہ اہل مسجد انھیں کے ساتھ ہیں تو جماعت اولیٰ انھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ وہ جس وقت امامت کر رہا ہو اُسی وقت اُسی مسجد میں یہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہیے فوراً نیت توڑ کر اس میں آملیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یوں ہی آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں، اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کرسکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کرسکتے ہیں تو انھیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جاکر شریک جماعت ہوں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم

فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اہتمامِ دین نہیں کرتا پس شرعاً اس کی اہانت ضروری ہے تو امامت میں

بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا[1]۔

مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے اور جب اسے امامت سے روکنا متعذر ہو تو جمعہ وغیرہ کے لئے آدمی کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

فی فتاوی الحجۃ اشارۃ الی انھم لوقدموا فاسقا یاثمون[2] اھ ملخصا

فتاوی الحجہ میں ہے اس سے اشارہ ہے کہ اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو تمام گنہگار ہوں گے اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بقی لوکان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لاکراھۃ فیہ ھل یقطع ویقتدی بہ استظھرط ان الاول لوفاسقا لایقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاتہ یقطع اقول والاظھر العکس لان الثانی کراھتہ تنزیھیۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظھر فی شرح المنیۃ انھا تحریمیۃ لقولھم ان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا اھانتہ بل عند مالك و روایۃ عن احمد لاتصح الصلوۃ خلفہ[3] اھ قلت والحکم فیما نحن فیہ ابین واظھر علی کلا الاستظھارین کما لایخفی من حال ذلك الافسق الاطغی۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے اقتداء کی اس شخص کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے شخص نے نماز شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا نماز قطع کردے اور دوسرے کی اقتداء کرے؟ ط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر اول فاسق ہو (یعنی مخالف نہ ہو) تو نماز قطع نہ کرے اور اگر وہ مخالف ہو اور رعایتِ نماز میں شك ہو تو قطع کردے، میں کہتا ہوں مختار اس کا عکس ہے کیونکہ دوسری (یعنی مخالف کی) صورت میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا اور اعرابی کی امامت میں ہے بخلاف فاسق کے کہ اس کے بارے میں شرح منیہ میں ہے کہ مختار یہی ہے کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ اس کو امام بنانے کی بنا پر اس کی تعظیم ہوگی حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے بلکہ امام مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیك اور ایك روایت کے مطابق امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیك فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں اھ قلت (میں کہتا ہوں) جس کے بار

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ " مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵

میں ہم گفتگو کر رہے ہیں دونوں مختار اقوال کے مطابق اس کا حکم نہایت ہی واضح ہے جیسا کہ اس بدتر فاسق اور بدتر باغی کے حال سے آشکارا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلٰوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتها۔[1]

ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ (ت)

بلکہ جیسا کہ اپنے دیگر اقوال و افعال مذکورہ سوال کے باعث خاطی و بزہ کار اور اس بھینٹ کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار، یوں ہی اس امامت میں بھی کہ بناراضی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے۔

حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لعنهم الله من تقدم قوما وهم له کارھون وامرأة باتت وزوجها علیها ساخط ورجل سمع حی علی الصلاة حی علی الفلاح فلم یجب۔[2] رواہ الحاکم فی المستدرك۔

تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں، دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے، تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلٰوۃ وحی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (ت)

خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امام معین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے ائمہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں:

الکبیرة السادسة والثمانون امامة الانسان لقوم وھم له کارھون عد ھذا من الکبائر مع الجزم به وقع لبعض ائمتنا وکانه نظر الی ما فی ھذہ الاحادیث وھو عجیب منه، فان ذلك مکروہ نعم ان حملت تلك الاحادیث

چھیاسیواں کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی کا ان لوگوں کی امامت کروانا جو اسے پسند نہ کرتے ہوں اس عمل کو ہمارے بعض ائمہ نے بالجزم کبائر میں شمار کیا ہے، شاید انہوں نے یہ ان احادیث کی روشنی میں کیا ہو، لیکن یہ عجیب ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے البتہ ایک صورت ایسی ہے جب ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷

[2] الزواجر عن اقتراف الکبائر بحوالہ مستدرک الکبیرۃ السادسۃ والثمانون دار الفکر بیروت ۱/۲۳۹

علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فصلی فیھا قھرا علی صاحبھا وعلی المامومین امکن ان یقال حینئذ ان ذلک کبیرۃ لان غصب المناصب اولی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ اھ[1] ملخصا۔

مقرر امام پر زیادتی کی اور اس پر اور مقتدیوں پر جبراً اپنی امامت کو مسلط کیا تو اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ یہ عمل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مناصب کا غصب کرنا بطریق اولیٰ کبیرہ ہے اس غصب سے جو مال کا ہو جس کے کبیرہ ہونے پر تصریح موجود ہے اھ ملخصاً (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نوکر ہے اس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

قطعاً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترکِ جماعت ہرگز جائز نہیں متقدمین کے نزدیک جو اُجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نماز میں کراہت تھی اس بنا پر کہ اُن کے نزدیک امامت پر اُجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترکِ جماعت کا حکم دیا جائے اب کہ فتوٰی جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحطاوی میں زیرِ قول درمختار تکرہ خلف من ام باجرۃ قھستانی (اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جو اُجرت لے کر امامت کرائے۔ قہستانی۔ ت) فرمایا:

ھذا مبنی علی بطلان الاستئجار علی الطاعات وھی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلبی و ابوالسعود[2]۔

یہ حکم اس پر مبنی ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں (باطل ہے) اور یہ متقدمین کا طریقہ تھا اب مفتٰی بہ قول یہ ہے کہ اُجرت لینا جائز ہے ورنہ شعائر اسلامی کے معطل ہونے کا خوف ہے حلبی و ابوالسعود (ت)

اسی طرح ردالمحتار وغیرہا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۹: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب ۱۱ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھاتا

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر الکبیرۃ السادسۃ والثمانون مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی باب الامامۃ ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۴

ہے مگر اسے کھڑے پڑے مدوشد وقف رہا و پر چنداں خیال عبور نہیں اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے کہ حافظ یا قاری کو سنا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم بڑے رکوع یا سُورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتا ہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبور رہ سکتا ہے مگر صبح وعشاء وغیرہ میں جو طوال اوساط کا حکم ہے اُس کی رعایت نہ ہوگی زید سین وصاد میں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ ؟ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے ؟ دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امورِ قرأت حسبِ قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں معلن ہونے کے امامت سے انکار کرکے زید کو جو بوجہ غلطی سین وصاد وعدم رعایت امور مذکورہ معذور ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور :

(۱) وقف کی غلطی کہ وصل کی وقف، وقف کی جگہ وصل کرے۔ یہ اصلاً مفسدِ نماز نہیں اگرچہ وقف لازم پر نہ ٹھہرے

كما نص عليه فى الهندية وفى المنية وشرحها للعلامة الحلبى الوقف فى غير موضعه و الابتداء من غير موضعه لايوجب فساد الصلوٰة عند عامة علمائنا (الى ان قال بعد ذكر الامثلة) فالصحيح عدم الفساد فى ذلك كله لماتقدم و لانه نظم القرأن[1] اھ ملخصا۔

جیسا کہ ہندیہ، منیہ اور اس کی شرح للعلامہ حلبی میں تصریح ہے کہ ہمارے اکثر علماء کے نزدیک غیر وقف کی جگہ وقف اور غیر شروع کی جگہ شروع کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (آگے چل کر مثالیں ذکر کرنے کے بعد کہا) صحیح یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں فساد نہیں، اس دلیل کے پیشِ نظر جو گزر چکی اور اس لئے کہ یہ نظمِ قرآن میں اھ ملخصاً (ت)

(۲) جن حروف مدہ پر مد ہے جیسے جآء ، تنوٓء ، جآئ، یآیھا ، قالوآ انا ، فی ایام ، دآبۃ، آمین وہاں مد نہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں،

فان ذلك من محسنات التجويد ولادخل له فى المعنى بل فى اللفظ ايضا بحيث يتغير

کیونکہ یہ حسنِ تجوید میں سے ہے اس کا معنی میں بلکہ الفاظ میں بھی کوئی دخل نہیں کیونکہ اس کے ترک سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۰

بترکہ اللفظ فضلا عن المعنی۔

الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی چہ جائیکہ معنی میں تبدیلی آئے (ت)

(۳) جن حروف مد یا لین پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر۔ ان پر مد کرنا بھی موجب فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ نہ ہوں، ہاں حد سے متجاوز ہو جیسے گانے میں زمزمہ کھینچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو،

فی الخانیۃ لو قرأ القراٰن فی صلاتہ بالالحان ان غیر الکلمۃ تفسد صلوٰتہ لما عرف فان کان ذلك فی حروف المد واللین وھی الیاء والالف والواو لایغیر المعنی الا اذا فحش[1] اھ فی رد المحتار قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلھا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم[2]۔

خانیہ میں ہے اگر نماز میں الحان کے ساتھ قرآن پڑھا اگر کلمہ میں تبدیلی آگئی تو نماز فاسد ہوجائے گی جیسا کہ معروف ہے پس اگر وہ الحان حروف مد اور لین میں ہو جو کہ یا، الف اور واؤ ہیں تو معنی میں تبدیلی نہیں ہوگی البتہ اس صورت میں آئے گی جب وہ حد سے متجاوز ہو اھ رد المحتار میں ہے قولہ بالالحان یعنی نغمہ کے ساتھ پڑھنا اور اس کا حاصل فتح کے مطابق نغمہ کی رعایت کی خاطر حرکات میں اشباع کرنا ہے (ت)

(۴) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں،

فی القنیۃ قع حم قرأ وتعال جدك بغیر یاء لاتفسد وعن جار اللہ مثلہ لان العرب یکتفی بالفتحۃ عن الالف اکتفاءھم بالکسرۃ عن الیاء ولو قرأ اعذ باللہ لاتفسد صلاتہ ایضا لاکتفائھم بالضمۃ عن الواو[3]

قنیہ میں ہے قع حم کے ہاں اگر کسی نے تعالٰی جدك یاء کے بغیر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور جار اللہ سے بھی یہی منقول ہے کیونکہ اہل عرب الف کی جگہ فتحہ پر اکتفا کرلیتے ہیں جیسا کہ یاء کی جگہ کسرہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اگر اعوذ باللہ کی جگہ اَعُذُ باللہ پڑھا تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اہل عرب واؤ کی جگہ ضمہ پر اکتفاء کرلیتے ہیں۔ (ت)

عك وجار اللہ والصلاوات لاتفسد وکذا لو قرأ وطور سنین بحذف الیاء

عین الائمہ کرابیسی اور جار اللہ زمخشری کے نزدیک اگر کسی نے والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فی قرأۃ القرآن خطاً — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۷۵

[2] رد المحتار — باب مایفسد الصلوٰۃ الخ — ؍؍ مصطفی البابی مصر — ۱/۴۶۶

[3] قنیہ فتاوٰی قنیۃ — باب فی حذف الحرف والزیادۃ — المطبعۃ المشتہرۃ بالمھانندیۃ — ص ۴۳

لاتفسد عک ولو قرأ نستعنک او ونؤمن
بک لاتفسد[1] اھ وفی الغنیۃ اذا کان الحذف علی
وجہ الترخیم الجائز فی العربیۃ نحو ان یقرأ
یا مالک بحذف الکاف فلا تفسد اجماعا و
کذا اذا لم یکن من اصول الکلمۃ کما اذا قرأ
الواقعۃ بغیرھا وکذا ان کان من الاصول و
لم یتغیر المعنی کان یقرأ تعالٰی جد ربنا
باللام حذف الیاء فی تعالٰی لاتفسد بالاتفاق[2] اھ

اور اسی طرح اگر کسی نے وطورسنین یاء کو حذف
کرکے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ کرابیسی کے
نزدیک اور اگر "نستعنك" یا "ونؤمن بك" پڑھا
تو نماز فاسد نہ ہوگی اھ اور غنیہ میں ہے اگر حذف بطور
ترخیم ہو جو اہل عرب کے ہاں جائز ہے مثلاً یا مالك کے
کاف کو حذف کرکے پڑھا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی
اسی طرح جب وہ حرف کلمہ کے اصلی حروف میں سے
نہ ہو مثلاً لفظ الواقعہ کو ہاء کے بغیر پڑھا اسی طرح
اگر وہ حرف کلمہ کے حروف اصلی میں سے ہو مگر معنیٰ میں تبدیلی نہ آئے مثلاً تعالٰی جد ربنا میں تعالٰی کے یاء کو حذف
کرکے صرف لام کے ساتھ پڑھا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اھ (ت)

ان چاروں باتوں سے اگرچہ فساد نماز نہیں مگر کراہت ضرور ہے کہ آخر قرآن عظیم کا غلط پڑھنا ہے یہاں
تک کہ علمائے کرام نے فرمایا، مد کا ترک حرام ہے۔ تو ٹکڑے کو پڑا پڑھنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا کہ اس میں تو جو ہر لفظ میں
کمی ہوگئی بخلاف مد کہ امر زائد تھا۔

فی الدر عن الحجۃ فی النفل لیلا لہ ان
یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم[3] اھ قال السیدان
العلامتان الطحطاوی والشامی قولہ
کما یفہم ای بعد ان یمد اقل مد قال بہ
القراء والا حرم لترك الترتیل المامور بہ
شرعا[4]۔

درمختار میں الحجہ کے حوالے سے ہے کہ رات کے وقت نوافل میں
اتنا تیز پڑھ سکتا ہے کہ پڑھا ہوا سمجھا جاسکے اھ ہمارے
دونوں سید علامہ طحطاوی اور شامی فرماتے ہیں اس کا قول
کما یفہم سے مراد یہ ہے کہ وہ مد کی کم از کم مقدار ضروری ہے
یہ بات قراء نے بتائی ہے ورنہ یہ عمل حرام ہوگا کیونکہ اس میں
اس ترتیل کا ترک لازم آتا ہے جس کا شرعاً حکم ہے۔ (ت)

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب فی حذف الحرف والزیادۃ مطبعۃ مشتہرۃ بالمہانندیۃ ص ۶۳
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۵
[3] درمختار فصل ویجہر الامام الخ " مجتبائی دہلی ۱/۸۰
[4] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۰

یوں ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص وقف و وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اُسے امام نہ ہونا چاہئے۔

فی الھندیۃ عن المحیط من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم[1]۔

ہندیہ میں محیط کے حوالے سے ہے کہ وہ شخص جو غیر وقف کی جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے امام نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

(۶) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہوں جیسے اتلُ اُدعُ یرضَہ لم یخشَ وانہ لاتاسَ علیہ لاتمشِ یعباد کو اتلٰ ادعٰ یرضٰہ لم یخشٰ وانہ لاتاسٰ علیہٖ لاتمشٰ یعبٰاد پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

فی الغنیۃ ان زاد حرفا ان لم یغیر المعنی بان قرأ وامر بالمعروف وانھی عن المنکر بزیادۃ الالف فی اللفظ بعد الھاء لاتفسد[2] اھ ملخصا۔

غنیہ میں ہے اگر کسی نے ایسے حرف کا اضافہ کیا جس سے معنی میں تبدیلی نہ آئے مثلاً "وآمر بالمعروف وانھی عن المنکر" میں ہاء کے بعد الف پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصاً۔ (ت)

ورنہ فاسد،

کما قدمنا عن الخانیۃ وفی الدر ومنھا ای من المفسدات القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی[3] الخ فی رد المحتار قولہ ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد للّٰہ رب العٰلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ ربنالک الحامد بالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس وابن الزوجۃ یسمی ربیبا[4] اھ۔

جیسا کہ ہم پہلے خانیہ کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں اور درمختار میں ہے مفسداتِ نماز میں سے قراءۃ بالالحان بھی ہے بشرطیکہ معنی تبدیل ہوجائے الخ ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کے قول ان غیر المعنی کی مثالیں یوں ہیں کہ الحمد للّٰہ رب العٰلمین میں اگر کسی نے حرکات میں اشباع کیا وہ یوں کہ دال کے بعد واو، لام اور ہاء کے بعد یا اور راء کے بعد الف پیدا ہوگیا اسی طرح ہے مکبر کا قول "رابنالک الحامد" یعنی راء کے بعد الف پڑھ دیا کیونکہ راب ماں کے شوہر کو کہا جاتا ہے جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے، اور زوجہ کے بیٹے کو ربیب کہا جاتا ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵۴

[3] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مجتبائی دہلی ۱/۹۰

[4] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۶

اقول ھذا ھو الموافق لکلام اصحابنا المتقدمین وقواعدھم الغیر المتخرمۃ المختارۃ للمحققین فلا علیك مما یوجد من خلاف ذلك فی بعض الفروع المنقولۃ عن المتاخرین نعم ماذکر فی الراب فعندی فیه وقفة فانه القیاس فی اسم فاعل الربوبیۃ وان کان فی الاستعمال بمعنی اخر واھل اللغۃ لایذکرون المشتقات القیاسیۃ ولاھی موقوفۃ علی السماع والالم تکن قیاسیۃ والقیاس لایرد الا بالنص علی ھجرانه لاجرم قال فی تاج العروس ھو اسم فاعل من ربه یربه ای تکفل بامرہ[1] اھ و صحۃ الصلوۃ تعتمد علی احتمال معنی صحیح ولوکان ثم احتمالات فاسدۃ کما نص علیه ھو وغیرہ ففی رد المحتار عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ[2] اھ وفی الغنیۃ التحقیق فیه العمل بصحۃ المعنی بوجه محتمل و عدمھا کما قررنا انه قاعدتھم الغیر المتخرمۃ[3] اھ فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ گفتگو ہمارے متقدمین علماء کے کلام اور محققین کے اختیار کردہ ان کے پختہ ضابطہ کے مطابق ہے لہذا متاخرین سے اس کے خلاف جو جزئیات منقول ہیں آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں البتہ لفظ راب کے بارے میں جو کچھ ذکر ہوا اس میں مجھے توقف ہے کیونکہ قیاساً یہ ربوبیت سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اگرچہ کسی دوسرے معنی کے لئے بھی مستعمل ہے اور اہلِ لغت مشتقات قیاسیہ کا ذکر کرتے ہی نہیں اور نہ ہی وہ سماع پر موقوف ہوتے ہیں ورنہ وہ قیاسی ہی نہ رہیں اور قیاس کو اس وقت رد کیا جا سکتا ہے جب اس کے ترک پر نص ہو۔ لاجرم تاج العروس میں ہے کہ راب ربہ یربہ سے اسم فاعل ہے جس کا معنی دوسرے کے معاملے کا کفیل ہونے کے ہیں اھ اور صحتِ نماز کا اعتبار صحتِ معنی کے احتمال پر ہوتا ہے اگرچہ وہاں احتمالات فاسدہ بھی ہوں، جیسا کہ اس پر شامی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ ردالمحتار میں ہے احتمال کے وقت فساد منتفی ہوجاتا ہے کیونکہ خطا کا یقین نہیں رہتا اھ غنیہ میں ہے تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کسی طور صحتِ معنی کے احتمال اور عدمِ احتمال پر عمل ہوگا جیسا کہ ہم نے فقہا کا وُہ ضابطہ بیان کیا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں اھ فافہم (ت)

(۷) یُوں ہی مشدّد کو مخفف، مخفف کو مشدد پڑھنا فسادِ معنی میں فسادِ نماز ہے جیسے ظللنا بتخفیف لام

---

[1] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب الباء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۲
[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری ,, مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی بیان احکام زلۃ القاری ,, سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۴

ایاك بتشدید کاف نہیں ورنہ نہیں جیسے ماودعك بتخفیف دال اکبر بتشدید راء،

فی الغنیۃ تخفیف المشدد الاصل فیہ انہ ان کان لایغیر المعنی کأن قرأ وقتلوا تقتیلا لاتفسد وان غیر بان ترك التشدید فی رب الفلق ونحوہ فاختیار عامۃ المشائخ انہا تفسد کذا فی الخلاصۃ وذلك التفصیل علی قول المتقدمین وتقدم انہ الاحوط وحکم تشدید المخفف کحکم عکسہ وکذلك اظہار المدغم وعکسہ فالجمیع فصل واحد[1] اھ ملخصا۔

غنیہ میں ہے کہ جو لفظ مشدد کو مخفف پڑھنے میں قاعدہ یہ ہے کہ اس کو مخفف پڑھنے سے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آتی مثلاً قتلوا تقتیلا (شد کے بغیر پڑھا) تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جاتا ہے مثلاً رب الفلق وغیرہ میں شد کو ترک کردیا تو عام مشائخ کے ہاں مختار یہی ہے کہ نماز فاسد ہوگی کذا فی الخلاصہ، اور یہ تفصیل متقدمین کے قول کے مطابق ہے اور پہلے گزر چکا کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے، مخفف کو شد کے ساتھ پڑھنا یا مشدد کو مخفف پڑھنا دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ اسی طرح مدغم کا اظہار یا اس کا عکس ہو تو ان تمام صورتوں کا ایک ہی حکم ہے اھ ملخصاً (ت)

اقول ھکذا فی کتب اخری حکم الفساد بتخفیف الرب وعندی فیہ وقفۃ فقد قال فی القاموس قد یخفف[2] اھ ونقلہ الصاغانی عن ابن الانباری وانشد المفضل ؎

وقد علم الاقوام ان لیس فوقہ
رب غیر من یعطی الحظوظ ویرزق[3]

نقلہ فی لسان العرب وغیرھا کما فی التاج۔

اقول (میں کہتا ہوں) اسی طرح دیگر کتب میں رب کے مخفف پڑھنے پر فسادِ نماز کا حکم دیا گیا ہے اور میرے نزدیک اس میں توقف ہے، کیونکہ قاموس میں ہے کہ اس میں کبھی کبھی تخفیف کی جاتی ہے اھ اسے صاغانی نے ابن الانباری سے نقل کیا ہے اور مفضل نے یہ شعر کہا ہے: ؎

ان اقوام نے یہ جان رکھا ہے کہ ان سے اوپر رب کے سوا کوئی نہیں جو رزق اور نعمتیں عطا کرے۔

تاج العروس کے مطابق یہ شعر لسان العرب وغیرہا میں منقول ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۸
[2] القاموس المحیط فصل الراء من باب الراء " مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۲
[3] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب الباء مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۰

(۸) س ص وغیرہما حروف کی باہم تبدیل میں بھی فساد معنی ہی پر لحاظ ہے بحالت عدم فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبان عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط و سراط وہ تبدیل کسی قاعدۂ عرب کے موافق ہو جیسے وہ ہر کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو اس میں سین کو ص پڑھنا صحیح ہے بعض نے قبل و بعد کی قید نہیں لگائی اور ت کی معیت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی، بعض نے کہا جس کلمہ میں ص کے بعد ط مہملہ یا غ معجمہ یا سین کے بعد ق یا خ معجمہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز معجمہ بھی جائز، اور جس ص کے بعد د مہملہ ہو اگر ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز روا اور متحرک ہے تو ناجائز و مفسد نماز، قنیہ میں ہے:

سئل جار اللہ عمن قرأ وصطا او واصبغ اوصقرا او مصخرات بالصاد مکان السین فقال لا تفسد لان کل کلمۃ وقع فیھا بعد السین طاء او غین او قاف او خاء جاز ان یبدل السین صاداً اھ[1]

جار اللہ سے جب یہ پوچھا کہ کوئی شخص وسطاً کو وصطاً، اسبغ کو اصبغ، سقر کو صقر اور مسخرات کو مصخرات یعنی س کی جگہ ص پڑھتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد طاء، غین، قاف یا خا آجائے تو اس سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح حلیہ میں اُس سے نقل فرمایا:

وضبط الحروف فقال کل کلمۃ وقع فیھا بعد السین طاء مھملۃ او غین معجمۃ او قاف او خاء معجمۃ جاز ان یبدل فیھا السین صاداً[2]۔

اور حروف کا ضابطہ اس کے متعلق فرمایا ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وفی المبتغی ومن قرأ مکان الصاد سینا ینظر ان کان صاد بعدھا طاء کالصراط وبعدھا غین کقولہ واصبغ او سین بعدھا قاف کقولہ

المبتغی میں ہے وہ شخص جس نے صاد کی جگہ سین پڑھا وہاں غور کیا جائے گا اگر صاد کے بعد طاء مہملہ ہے مثلاً صراط، یا اس کے بعد غین معجمہ ہو مثلاً واصبغ

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب زلۃ القاری الخ مطبعۃ مشتہرۃ بامہانندیۃ ص ۶۱

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

سلقوکم او بعدھا خا کقولہ یسخرون یجوز مکان السین صادا اوزاء و اما التی بعدھا دال ان کانت الصاد ساکنۃ کقولہ یصدر یجوز بالسین والزاء و اما التی تکون متحرکۃ کقولہ الصمد لایجوز قرأتہ بالسین ولو قرأ بالسین تفسد صلاتہ و علی ھذا یخرج کثیر من المسائل انتھی۔[1]

یا کسی کلمہ میں س کے بعد ق ہو جیسے سلقوکم، یا اس کے بعد خاء معجمہ ہو جیسے یسخرون، تو ایسی صورت میں س کی جگہ ص یا ز پڑھنا جائز ہوگا، لیکن اگر ص کے بعد د مہملہ ہو تو اگر صاد ساکن ہو مثلاً یصدر تو اسے سین یا زاء پڑھنا جائز، اور اگر صاد متحرک ہے جیسے الصمد تو اب اسے سین پڑھنا جائز نہیں، اگر کسی نے سین پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اسی ضابطہ پر بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

عن ابی منصور العراقی کل کلمۃ فیھا عین اوحاء اوقاف اوطاء اوتاء وفیھا سین اوصاد فقرأ السین مکان الصاد او الصاد مکان السین جاز اھ۔[2]

ابو منصور عراقی کہتے ہیں ہر وہ کلمہ جس میں عین، حاء، قاف، طاء یا تاء ہو اور اس کلمہ میں سین یا صاد ہو تو ایسی صورت میں اگر کسی نے صاد کی جگہ سین یا سین کی جگہ صاد پڑھا تو جائز ہوگا اھ (ت)

اقول ھکذا ھو فی الخانیۃ طابع کلکتۃ ۱۸۳۵ء المیلادیۃ باھمال العین والحاء جمیعا وکذا ھو فی الغنیۃ طابع استامبول ۱۲۹۵ھ الھجریۃ ومثلہ فی البزازیۃ طابع مصر سنۃ ۱۳۱۰ھ وفی الخانیۃ طابع مصر من تلک السنۃ باعجام الخاء واھمال العین وھو الموافق لما فی عنایۃ القاضی حاشیۃ العلامۃ الخفاجی علی البیضاوی طبع مصر ۱۲۸۳ھ تحت قولہ

اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ میلادیہ میں یوں ہی عین مہملہ اور حاء مہملہ دونوں کا ذکر ہے، اسی طرح غنیہ مطبوعہ استنبول ۱۲۹۵ھ میں ہے، اور بزازیہ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں، مگر خانیہ مطبوعہ مصر سن مذکورہ میں خاء معجمہ اور عین مہملہ کا ذکر ہے، اور یہ اس کے مطابق ہے جو علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی حاشیہ بیضاوی مطبوعہ مصر ۱۲۸۳ھ میں اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی الصراط المستقیم کے تحت لکھا ہے وہ فرماتے ہیں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطأ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

تعالی الصراط المستقیم حیث قال لغۃ قریش ابدال السین صادا ھنا وفی کل موضع بعدھا عین اوخاء او قاف باطراد اھ والظاھر مما عن القنیۃ والحلیۃ مفسرا اعجامھا جمیعا فلیحرر۔

کہ اس مقام پر بلکہ ہر وہ مقام جہاں اس کے عین، خاء معجمہ یا قاف ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدل کر پڑھنا لغتِ قریش ہے اور یہ مستعمل ہے اھ قنیہ اور حلیہ کے حوالے سے جو کچھ تفصیلاً گزرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب معجمہ ہوں، پس اسے اچھی طرح محفوظ کرو۔(ت)

پچھلے تین مسائل میں کہ بحالتِ فسادِ معنی فسادِ نماز کا حکم مذکور ہمارے امام صاحبِ مذہب اور ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تھا اور وہی احوط و مختار ہے اجلہ محققین نے اُسی کی تصریح فرمائی

ومعلوم ان الفتوی متی اختلف وجب الرجوع الی قول الامام کما نص علیہ فی البحر والدر وحواشیہ وغیرھا من اسفار الکرام۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ جب اختلاف ہو تو فتوے میں قولِ امام کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ اس پر بحر، در اور دیگر مبارک کتب میں تصریح موجود ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

الاولی الاخذ فیہ بقول المتقدمین لانضباط قواعدھم وکون قولھم احوط واکثر الفروع المذکورۃ فی کتب الفتاوی منزلۃ علیہ[2]

بہتر یہ ہے کہ اختلافی صورت میں متقدمین کے قول کو لیا جائے کیونکہ ان کے قواعد نہایت مضبوط ہیں اور ان کے اقوال بہت ہی محتاط ہوتے ہیں اور کتب فتاوٰی کی اکثر فروعات اسی پر مبنی ہیں۔(ت)

اُسی میں ہے:

ھذا بناء علی مختار المتقدمین وھو المختار[3]

یہ متقدمین کے قولِ مختار کی بناء پر ہے اور درحقیقت یہی مختار ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

ھذا ملخص قاعدۃ المتقدمین وھو الذی صححہ المحققون من اھل الفتاوی

یہ قاعدۂ متقدمین کا خلاصہ ہے اور اسی کو اہل فتوٰی محققین مثلاً قاضی خان وغیرہ نے صحیح قرار دیا

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی تحت الصراط المستقیم مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۳۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۷

[3] " " " " " " " " " ص ۴۸۳

کقاضی خان وغیرہ وفرعوا علیہ الفروع فافہم تو شد[1]۔ اور اس پر کئی فروعات کی تخریج کی پس اچھی طرح سمجھ لو تو رہنمائی پاؤ گے۔ (ت)

اگرچہ علمائے متاخرین ان تینوں میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جواز نماز گئے اور بکثرت فروع میں ان کے اقوال خود مختلف و مضطرب رہے،

کما یظھر بالرجوع الی الغنیۃ والنظر الی اقوالھم المنقولۃ فی الفتاوی مع سبر الفروع وردھا الی الاصول۔ جیسا کہ غنیہ کے مطالعہ سے اور ان کے فتاوی میں منقول اقوال میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے باوجود اصول پر فروعات کے جاری اور رد ہونے کے۔ (ت)

(۹) س، ص وغیرہما حرف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور عجز ہو یعنی ص کہنا چاہیں تو س ہی ادا ہو ص نہ نکال سکیں جیسا کہ یہاں عوام کا جنھوں نے قواعد ادا نہ سیکھے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ ان کی اپنی نماز ہوجانے پر فتوی ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کئے جائیں اور جو حرف نہیں نکال سکتے اس سے خالی کوئی سورت یا آیت پاتے ہُوئے سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وُہ حرف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہُوئے جُدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز ان شرطوں کے ساتھ جائز ہونے کے لئے ہے صحیح خواں کی امامت نہیں کرسکتے نہ اس کی نماز ان کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاوی خیریہ میں ہے:

الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ[2]۔ راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ الثغ (توتلے) کی امامت اس شخص کے لئے جائز نہیں جس میں توتلاپن نہ ہو۔ (ت)

اسی میں ہے:

امامۃ الالثغ للفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[3]۔ الثغ (توتلے) کی امامت فصیح کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قد اباہ اکثر الاصحاب لما لغیرہ من الصواب[4]۔ اس کا اکثر علماء نے انکار کیا ہے جبکہ اس کا غیر اس سے بہتر و درست پڑھنے والا موجود ہو۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳

[2] تا [4] فتاوی خیریہ کتاب الصلوٰۃ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰

28

بزازیہ میں ہے:

ان امکنہ ان یتخذ اٰیات خالیۃ عن تلك الحروف فعل والاسکت وان وجد اٰیات خالیۃ عن لثغتہ ومع ذلك قرأ ما فیہا لثغتہ لایجوز وعلی قیاس ما ذکرنا فی المسئلۃ الاولی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر لا یفسد وبہ ناخذ وکذا المستقین مکان المستقیم الا ان غیرہ لایقتدی بہ[1]۔

اگر اس کے لئے ممکن ہے تو ایسی آیات پڑھے جو ان حروف سے خالی ہوں ورنہ ساکت رہے اور اگر وہ ایسی آیات (جن میں اس کو توتلاپن نہیں ہوتا) پر قادر ہونے کے باوجود وہ آیات پڑھتا ہے جن میں توتلاپن ہوتا، تو یہ جائز نہیں، اور پہلے مسئلہ میں ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر اس نے ایک حرف کو کسی حرف کے ساتھ بدل دیا اور درست پڑھنے پر قادر نہ ہو تو فسادِ نماز نہیں آئے گا، اسی پر ہمارا عمل ہے، اسی طرح وہ جس نے مستقیم کی جگہ مستقین پڑھا، مگر کوئی دوسرا اس کی اقتدا نہ کرے۔ (ت)

غنیہ میں محیط، فتاوٰی حجہ، فتاوٰی خانیہ وغیرہا کی عبارات لکھ کر فرمایا:

الحاصل ان اللثغ یجب علیہم الجھد دائما وصلٰوتہم جائزۃ ما داموا علی الجھد وتکلم بمنزلۃ الامیین فی حق من یصحح الحرف الذی عجزوا عنہ لایجوز اقتدائہ بہم ولا تجوز صلٰوتہم اذا ترکوا الاقتداء بہ مع قدرتہم وانما تجوز صلاتہم مع قرأۃ تلك الحروف اذا لم یقدروا علی قرأۃ ما تجوز بہ الصلٰوۃ مما لیس فیہ تلك الحروف واما لو قدروا مع ھذا اقرأوا تلك الحروف فصلٰوتہم فاسدۃ ایضاً ھذا ھو الذی علیہ الاعتماد[2]۔

الحاصل توتلاپن رکھنے والے پر ہمیشہ تصحیحِ حروف کی جدوجہد کرنا ضروری ہے اور جب تک ایسے لوگ جدوجہد کرتے رہیں گے ان کی نمازیں درست ہونگی اور حروف کو صحیح ادا کرنے والے کے حق میں اُمّی کی طرح ہیں لہذا صحیح ادا کرنے والے کو ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے اور یہ لوگ صحیح پڑھنے والے کی اقتداء پر قادر ہونے کے باوجود اگر اقتدا ترک کریں تو ان کی نماز نہ ہوگی اور ان کی اپنی نماز ان حروف کی قرأت کے ساتھ تبھی ہوگی جب یہ قرآن کے کسی اتنے حصے پر قادر نہ ہوں جتنے میں نماز جائز ہوجائے اور اس حصے میں وہ حروف بھی نہ ہوں اور اگر اتنی قرأت کی قدرت کے باوجود انہی حروف کو پڑھتے ہیں تو بھی ان کی نماز فاسد ہوگی یہ وہ ہے جس پر اعتماد ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الفتاوی الہندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری 〃 سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

(۱۰) فجر و ظہر میں طوالِ مفصل، عصر و عشا میں اوساط کا پڑھنا اگرچہ سنّت ہے کما نص علیہ فی المتون (جیسا کہ اس پر متون میں تصریح ہے۔ت) مگر نہ ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ ایک بچہ جس کی ماں شریکِ جماعت تھیں اس کے رونے کی آواز سُن کر حضور پُرنور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف معوذتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں منجملہ اعذار ملالِ قوم و بدآوازیِ امام تک شمار کرتے ہیں کہ کریہ الصوت ہو تو چھوٹی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

اختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام[1] ۔

بدائع میں مقدار مقرر نہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ وقت، امام اور قوم کے باعث قرأت کا حال مختلف ہوجاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ والامام ای من حیث حسن صوتہ وقبحہ[2] ۔

قولہ والامام یعنی اس سے امام کی آواز کا اچھا یا بُرا ہونا مراد ہے۔ (ت)

تو قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو اعظم اعذار اور اہم کاہے۔

(۱۱) فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے بحرالرائق و درمختار و معراج الدرایہ و مجتبی وغیرہا میں اس کراہت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاوٰی حجہ و مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وغیرہا میں تحریمی ٹھہرایا اور یہی کلام امام زیلعی کا مفاد،

کما بیناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید وغیرھا من تحریراتنا۔

جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالے النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید اور دیگر تحریرات میں کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان

فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے، بلکہ شرح المنیہ میں ہے کہ اس

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰
[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۰

کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا[1]

کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کردی۔ (ت)

(۱۲) جماعت اہم واجبات اور اعظم شعائرِ اسلام سے ہے، تو فسقِ امام کے سبب ترکِ جماعت نہ چاہئے اولئے جماعت کے لئے اس کے پیچھے پڑھ لیں اور دفعِ کراہت کے لئے اعادہ کرلیں۔

فی الفتح عن المحیط وفی البحر عن الفتاوی وفی الدر عن النہر عن المحیط، صلی خلف فاسق اومبتدع نال فضل الجماعۃ[2] اھ فی ردالمحتار افادان الصلوۃ خلفھما اولی من الانفراد[3] الخ ومثلہ فی البحر عن السراج فی الفاسق وفی الفتح، الحق التفصیل بین کون تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم فتجب الاعادۃ او تنزیہ فتستحب۔

فتح میں محیط سے، بحر میں فتاوٰی سے اور درمختار میں نہر سے محیط کے حوالے سے ہے فاسق یا بدعتی کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ان کی اقتدا میں نماز تنہا نماز پڑھنے سے اولٰی ہے الخ اور بحر میں معراج کے حوالے سے فاسق کے بارے میں یہی رائے ہے اور فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر مکروہ تحریمی ہے تو اعادہ واجب، اور اگر تنزیہی ہے تو اعادہ مستحب ہے۔ (ت)

بلکہ جب اس کے سوا کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ رہے گی

فی الدر ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ، بحر بحثا[4] اھ قال الشامی قد علمت انہ موافق للمنقول عن الاختیار وغیرہ[5]۔

درمختار میں ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جب ان کے علاوہ کوئی دوسرا امام ان سے میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں، بحر میں اسی طرح بحث ہے اھ۔ امام شامی نے فرمایا کہ آپ نے جان لیا کہ یہ اختیار وغیرہ سے منقول کے موافق ہے۔ (ت)

جب یہ مسائل معلوم ہوگئے تو حکمِ مسئلہ منکشف ہوگیا۔ زید و بکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابلِ امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر

---

[1] ردالمحتار | باب الامامۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۴
[2] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳
[3] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۵
[4] درمختار | " | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳
[5] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۵

چھوٹی چھوٹی بعض سُورتیں جو زید کو خوب صاف وصحیح یاد ہوں۔ انھیں پر اکتفا کرنے میں زید سے وہ خرابیاں واقع نہ ہوتی ہوں، ان سین وصاد وغیرہما حروف بھی ٹھیک ادا کرلیتا ہو، تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انھیں سورتوں پر قناعت کرے ان کے سوا اور ہرگز ہرگز نہ پڑھے جن میں کراہت درکنار نوبت تا بہ فساد پہنچے اور جب اس تدبیر سے وُہ خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پر زید ہی کی امامت رکھیں کہ ہر نماز میں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترکِ سنّت سہی مگر بعذر قوی ہے، اور عذر دافعِ کراہت بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسببِ فسق کراہت بلکہ سخت کراہت ہے، تو زید ہی اولیٰ بامامت ہے۔ اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یا دقصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں اگرچہ کم ہوں تو اسے ہرگز امام نہ کیا جائے، کہ جب پڑے کو کھڑا، مخفف کو مشدّد، مشدد کو مخفف، س کو ص، ص کو س پڑھنے کی عادت ہے تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نماز بالکل باطل ہوجائے گی۔ اس کے کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنٰی نہ بدلیں اور جہاں فسادِ معنی ہوتا وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد و اختیار کی نہیں کہ جہاں چاہی کی جہاں نہ چاہی نہ کی، نہ بے علم آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کہاں معنٰی بگڑیں گے کہاں نہیں، خصوصاً جبکہ س و ص کی تبدیلی بربنائے عجز ہو، عاجز لاجرم کہیں ٹھیک نہ پڑھے گا، اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح ائمہ محققین پر فاسد و باطل ہے، اور بحالتِ عجز تو جمہور ائمہ کے نزدیک امامتِ صحیح خواں کی اس میں اصلاً لیاقت نہیں بلکہ صحیح کے ہوتے ہوئے اس کی خود اپنی نماز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے اس کی اقتدا چھوڑدی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں ہے تو اس کے پیچھے نماز باتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اُس کا علاج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی قابلِ امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عذر و ضرورت نافی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن و اہم یہ کہ بکر اپنے رب جل وعلا سے ڈرے اپنے حال پر رحم کرے فسق و نافرمانی بادشاہ قہار سے تائب ہو کہ اس کے پیچھے نماز بروقت محبوب ومناسب ہو اگر روزِ قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلامی میں صدارت نہ ملنے کی غیرت چاہئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو کوشش کرے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ بٹھانے کے قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے کس قدر غیرت آئے گی ندامت ہوگی، تو یہ اللہ عزوجل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائیے کہ کارکنانِ بارگاہِ سلطانی صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا نہ دیں، اللہ تعالٰی توفیق خیر افیق عطا فرمائے۔ آمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۱ از ریاست رامپور مولوی امداد حسین برادر مولانا ارشاد حسین صاحب ۱۲۹۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس کا ترک بحکم متابعت واجب ہوتا ہے اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ

مستحب مزاحم فرض نہیں ہوسکتا۔ بیّنوا توجروا

الجواب

متابعتِ امام ہر فعل وترک میں علی الاطلاق فرض وواجب کیا معنی مسنون اور مستحب بھی نہیں بلکہ بعض صورتیں خلافِ اولیٰ اور بعض میں محض ناجائز ہوتی ہے،

فی ردالمحتار والمتابعة لیست فرضا بل تکون واجبة فی الفرائض والواجبات الفعلیة وتکون سنة فی السنن وکذا فی غیرها عند معارضة سنة وتکون خلاف الاولٰی اذا عارضها واجب اٰخر اوکانت فی ترك لایلزم من فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحریمة ونظائرہ وتکون غیر جائزة اذا کانت فی فعل بدعة او منسوخ اوما لاتعلق له بالصلاة[1]

ردالمحتار میں ہے متابعتِ امام فرض نہیں بلکہ فرائض اور واجباتِ فعلیہ میں واجب، سُنن میں سنّت، اور اسی طرح ان کے علاوہ میں سنت کے معارضہ کی صورت میں اور متابعت خلافِ اولیٰ ہے جب اس کے ساتھ واجب آخر کا معارضہ ہوجائے، یا ایسی چیز کے ترک میں جس کے فعل سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تحریمہ کے لئے رفع یدین کرنا اور اس کی دیگر نظائر اور متابعت فعل بدعت، منسوخ یا ایسا عمل جس کا نماز سے کوئی تعلق نہ ہو ناجائز ہے الخ (ت)

پھر اگر اس مستحب متروک الامام کے فعل سے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے تو اس کا فعل ہی اولٰی اور انسب ہوگا۔ اور وہ مستحب درجہ استحباب سے بھی نہ گرے گا، چہ جائیکہ بسبب ترک متابعت، حرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہوجائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوارِ قبلہ کو دیکھتے رہیں، کیا اگر امام بحالتِ قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو بحکم متابعت تارکِ واجب و آثم وگنہگار رہوں گے لایقول به عاقل فضلا عن فاضل (اس کا قول کوئی عاقل نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے۔ ت) اسی قبیل سے ہے عمامہ باندھنا مسواک وغیرہ کرنا وغیرذلك من الاٰداب والحسنات التی لایستلزم فعلها مخالفة الامام فی واجب فعلی (اس کے علاوہ وہ آداب وحسنات جن کے بجالانے سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شناعت، اور یہ قاعدہ مسلمہ تعارض واجب و فرض و

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعة الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

مستحب مانحن فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کے صریح ناقض، نظم زندویسی کی وہ روایت ہے جسے علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے شرح منیہ میں نقل فرمایا:

حیث قال تسعۃ اشیاء اذا لم یفعلها الامام لا یترکہا القوم رفع الیدین فی التحریمۃ و الثناء ما دام الامام فی الفاتحۃ و تکبیر الرکوع والسجود والتسبیح فیہما والتسمیع وقراءۃ التشہد والسلام وتکبیرات التشریق[1] اھ (ملخصا)

ان کی عبارت یہ ہے کہ نو اشیاء ایسی ہیں اگر امام انھیں نہ کرے تو قوم ترک نہ کرے تحریمہ کے لئے رفع یدین، ثنا کا پڑھنا بشرطیکہ امام فاتحہ میں ہو، رکوع کی تکبیر، سجود کی تکبیر، ان دونوں میں تسبیح، سمع اللہ لمن حمدہ کہنا، قراءۃ تشہد، سلام اور تکبیرات تشریق اھ ملخصاً۔ (ت)

کہ اگر ہر فعل و ترک میں متابعت امام فرض ہو، تو جس طرح مستحب مزاحم فرض نہیں ہو سکتا، سنن بھی بلکہ واجبات بھی صلاحیت مزاحمت نہیں رکھتے تو ان نو چیزوں میں ائمہ کا یہ حکم کہ اگر امام نہ کرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کیونکر صحیح ہوتا قلت والاستقراء یمنع الحصر والعد ولا ینفی الزائد وبعبارۃ اخرٰی (میں کہتا ہوں تتبع و تلاش نو میں حصر کے منافی ہے لیکن عدد اقل، اکثر کے منافی نہیں اور دوسری طرح گفتگو یوں ہے۔ت) متابعت امام صرف افعال نماز میں منظور ہے یا جو بات نماز سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر امام کھجلائے تو مقتدیوں میں بھی خارش مچ جائے، یا اگر امام احیاناً ٹھنڈی سانس لے تو مقتدیوں کو بھی دھونکنی لگ جائے۔ اور بر تقدیر اول کیا ترک مستحب بھی افعال نماز میں معدود ہے جس میں متابعت حتماً مقصود ہے۔

ثم اقول بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصت تدقیق دی جائے تو اس لزوم متابعت کی سلب کلیت درکنار کلیت سلب واضح اور آشکار۔

لما ذکرنا من انہ لا متابعۃ فی ما لا تعلق لہ بالصلوۃ و ترک المستحب کذلک و ما یتراءی من النقض بما اذا استلزم فعلہ مخالفۃ الامام فی واجب فعلی فانہ ح یجب متابعۃ

اس بنا پر جو ہم نے ذکر کیا کہ ان چیزوں میں متابعت نہیں ہے جن کا نماز سے تعلق نہیں اور ترک مستحب بھی اسی طرح ہے مجھے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس صورت کے ساتھ اعتراض درست نہیں کہ جس کے فعل سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲۸

ف: ابن امیر الحاج کی شرح منیہ مجھے نہیں مل سکی۔ نذیر احمد سعیدی

الامام فی ترکہ کما صرح بہ العلماء فلیس ینقض فی الحقیقۃ لانہا انما ھی فی فعل ذالك الواجب ولزم من اتیانہ ترك ھذا المستحب فالامام ترکہ قصداً اوسھواً والمقتدی لایترکہ لمحض ان الامام ترکہ بل لانہ لوفعلہ لفاتہ ماھو اھم و الزم فصح قولنا لایلزم المتابعۃ فی ترك المستحب مطلقا ای من حیث ھو ھو فافھم فانہ احری بہ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہو کیونکہ اس صورت میں امام کی متابعت اس کے ترک میں واجب ہوگی جیسا کہ علما نے تصریح کی ہے پس یہ حقیقۃً اعتراض ہی نہیں کیونکہ یہ تو فعل واجب کی متابعت کا معاملہ تھا اور اس کے بجالانے سے اس مستحب کا ترک ہُوا پس امام اگر مستحب کو قصداً یا سہواً ترک کرے تو مقتدی محض اس لئے ترک نہیں کرسکتا کہ امام نے ترک کیا ہے بلکہ وہ اس لئے ترک کرے گا کہ اگر وہ اس مستحب کو بجالاتا ہے تو اس سے جو اہم اور زیادہ لازم ہے وہ فوت ہوجائے گا، پس ہمارا قول "مستحب بحیثیت مستحب کے ترک میں امام کی متابعت لازم نہیں" صحیح ٹھہرا پس اسے اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ یہی اس مقام کے لائق ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰے اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بینوا توجروا۔

الجواب

ان دیار میں وہابی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمٰعیل دہلوی کے پیرو اور اُس کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے معتقد ہیں یہ لوگ مثل شیعہ خارجی معتزلہ وغیرہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حدِ کفر تک نہ ہو یا اُس وقت تھا اب کبرائے وہابیہ نے کھلے کھلے ضروریاتِ دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اُس میں اُن کے موافق یا کم از کم اُن کے حامی یا اُنھیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں، تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰے سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتدا اس کی اصلاً صحیح نہیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

مانقل عن بعض السلف من المنع عن الصلٰوۃ خلف المبتدع فمحمول

بعض اسلاف سے یہ جو منقول ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز منع ہے یہ کراہت پر محمول ہے کیونکہ فاسق

علی الکراھۃ اذ لا کلام فی کراھۃ الصلٰوۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذا اذا لم یؤد الفسق والبدعۃ الی حد الکفر اما اذا ادی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلاۃ خلفہ[1]۔

اور بدعتی کے پیچھے نماز کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ اس کا فسق اور بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچے ہوں، اگر حدِ کفر تک پہنچ جائیں تو ان کے پیچھے نماز کے عدمِ جواز میں کوئی کلام نہیں۔ (ت)

اور اسی طرح بحرالرائق میں محیط اور خلاصہ اور مجتبٰی سے منقول ہے:

حیث قال وقیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبی وغیرھا بان لاتکون بدعتہ تکفرہ فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لاتجوز[2]۔

اس کے الفاظ ہیں کہ محیط، خلاصہ اور مجتبٰی وغیرہ میں اسے اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وہ بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچانے والی ہو اگر اس سے وہ کافر ہوگیا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں (ت)

اور جب امام مسجد وہابی المذہب ہو اور اسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اس مسجد کو چھوڑ کر چلا جائے اور دوسری مسجد میں جس کا امام ایسے خبائث سے پاک ہو نماز پڑھے۔ بحرالرائق میں ہے:

وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اخر وعلل لہ فی المعراج بان فی غیر الجمعۃ یجد اماما غیرہ فقال فی فتح القدیر یکرہ الاقتداء بہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد ھو المفتی بہ[3] قلت فاذا کان ھذا حکم الفاسقین فی الاعمال فما ظنک بالفاسقین فی العقائد واللہ

شارح وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ کی نماز اس کی اقتداء میں پڑھ لی جائے اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے، معراج میں اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جمعہ کے علاوہ میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے، اور فتح القدیر میں ہے اس بناء پر اگر جمعہ شہر میں متعدد جگہ ہوتا ہو تو جمعہ میں بھی اقتداء مکروہ ہوگی، اور امام محمد کے قول کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے اور اسی پر فتوٰی ہے قلت (میں

---

[1] شرح عقائد النسفیۃ — مسئلہ ان الفاسق لیس من اہل الولایۃ — مطبوعہ مطبع شرکۃ الاسلام دارالاشاعت قندھار ص ۱۱۵
[2] بحرالرائق — باب الامامۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹
[3] ایضاً

تعالٰی اعلم۔

کہتا ہوں) جب اعمال میں فسق رکھنے والوں کا یہ حکم ہے تو عقائد میں فسق رکھنے والوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہوگا! واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹۳ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی غلام محمد صاحب پنجابی ۸ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروبِ شمس کے پاس مسجد کے موجود ہوا اور وہ جنازہ اہلِ سنّت وجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میّت کے من کل الوجوہ جاہل تھے حتّی کہ نماز سے اور امام اس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید سے پڑھاتا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم وتعلّم رکھتا ہے اور خالص سنّت وجماعت سے ہے اور خالص حنفی ہے اور اُس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اس کے متصور نہیں ہوسکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ ہیں اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اُس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب مگر دعوٰی ہے اور تعلیم وتعلّم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اور اُس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں برابر ہیں اور بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیہ بنانے کو بھی اچھا کہتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں کو ورثائے میّت نے بُلایا تھا اور دونوں کو حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سوا امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام نے کہا لائقِ امامتِ جنازہ کے میں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اس وقت میں نہیں ہیں اور یہی بات شرح وقایہ اور ہدایہ اور سب کتابوں میں موجود ہے عبارت مسئلہ مذکورہ کی یہ ہے:

والاحق بالامامۃ السلطان ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی کما فی العصبات۔

امامت کا زیادہ حقدار سلطان ہے پھر قاضی پھر محلہ کا امام پھر ولی، اس ترتیب سے جو عصبات میں ہے (ت)

اور وہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام الحی نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام الحی نے اس کے پیچھے نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نمازِ جنازہ کا امام الحی مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو، اور نماز کا ترک کرنا امام الحی کا ایسے شخص کے پیچھے

مناسب تھا یا نہ اور سب نمازیں یعنی نماز پانچ وقتی اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی وقاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں، اور اولیائے میت حسبِ تصریحِ سائل محض جاہل تھے توصورتِ مستفسرہ میں امام مسجد کو سب پر تقدم اور اسی کو امام کرنا مستحب و بہتر تھا۔

تنویرالابصار وردالمحتار یقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان (ثم نائبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی ومثلہ فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام الحی[1] اھ ملتقطا وفی الدر تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی[2] الخ۔

تنویرالابصار اور ردالمحتار میں ہے نمازِ جنازہ میں سلطان مقدم ہے (پھر اس کا نائب جیسا کہ فتح میں ہے)، پھر قاضی (فتح میں ہے پھر والی کا نائب پھر قاضی کا نائب اور امداد میں زیلعی کے حوالے سے اسی طرح ہے) پھر محلہ کا امام اھ تلخیصا، اور در میں ہے حکام کی تقدیم واجب اور محلہ کے امام کی تقدیم فقط مندوب ہے بشرطیکہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی اولٰی ہوگا الخ (ت)

شخص دیگر کا ترک جماعت توصرف گناہ تھا کہ بعد اعادہ گناہ کبیرہ موجب فسق ہوا اور تعزیہ رائجہ بنانے کو اچھا جاننا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المومنین سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل بتانا رفض و بدمذہبی، یہی وجوہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت مکروہ ہونے کو کافی تھے۔ خلاصہ و فتح القدیر و ہندیہ وغیرہا میں ہے: ان فضل علیا علیہما فمبتدع[3] (اگر کوئی شخص سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دونوں خلفاء پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ ت) ارکان اربعہ میں ہے:

اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا

وہ شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو

---

[1] ردالمحتار | باب صلوۃ الجنائز | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۶۴۹

نوٹ: ہلالین کے اندر والی عبارت ردالمحتار کی ہے اور باہر والی تنویر الابصار کی ہے جو حاشیہ ردالمحتار پر موجود ہے۔

[2] درمختار | باب صلوۃ الجنائز | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۲۳

[3] خلاصۃ الفتاوٰی | الفصل الخامس عشر فی الامامۃ الخ | ر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۱/ ۱۴۹

علی الشیخین ولا یطعنون فیھما اصلا کالزیدیۃ فتجوز خلفھم الصلٰوۃ لکن تکرہ کراھۃ شدیدۃ۔[1]

شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) پر فضیلت دیتے ہیں اور ان پر ہرگز طعن و تشنیع بھی نہیں کرتے مثلاً فرقہ زیدیہ کے لوگ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن سخت مکروہ۔(ت)

مگر بیانِ سائل اگر سچا ہے تو حضرات آلِ عبا رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسر وہم مرتبہ بنانا تو خود کفرِ صریح اور دوسرا کفر صریح یعنی آلِ عبا کو انبیاءِ سابقین علیہم الصلاۃ والسلام پر تفضیل کو مستلزم اس تقدیر پر تو امامت کیسی، وہ شخص اصلاً وقطعاً کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود لیاقت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقۃً اُن سے صدورِ عبادت معقول نہیں اس صورت میں اس کے پیچھے ترکِ نماز نہ صرف مناسب بلکہ فرض قطعی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسائلِ نماز سے جاہل اور مخارج وصفات و قواعدِ قرأت سے محض ناواقف اور اس پر غیر عامل، ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی سُنّی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویج مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور ان کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی و بیباکی اور عوام کو مغالطہ دہی گو ارتکاب حرام ہو بے تکلف کرتا ہے اور اس مذہب کے علماء و عمائد کی مدح و ستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور ان کے مذہبی مشوروں میں شریک ہوتا ہے اُس مذہب والے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حدِ کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول و مسلّم اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی اور اس مذہب کے اہلِ علم کے پاس مسافت دُور و دراز قطع کرکے جاتا ہے اور اگر کوئی سُنّی عالم مسجد میں وعظ کے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علمائے اہلسنّت کی اہانت اور ان پر افتراء وبہتان اور خلق کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا اس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صدہا و ہزارہا اہلسنت وقف ہوگئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سُنّیوں میں ملا رہ کر عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلائے اس درجہ تقیہ کرتا ہے کہ سُنّیوں کے مجامع ومجالس میں بظاہر شریک رہتا ہے اور سُنّیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبرا اور اُن کے علماء وعمائد کو خاص مسجد میں فحش گالیاں برملا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر تو فی الواقع اس مذہب میں نہیں تو ان کے مسائل تجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کی عوام کے سامنے کیوں تعریف اور

---

[1] رسائل الارکان فصل فی الجماعت مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

ان کی طرف راغب اور متوجہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو قال اللہ وقال الرسول سے غرض ہے نہ اُن کے مسائل سے، گویا اُس کے نزدیک سُنّی علما جو مسجد میں وعظ کہتے ہیں وعظ اُن کا قال اللہ وقال الرسول کے خلاف ہے جو اُسے نہیں سنتا اور جب اُن کے مجامع میں شریک ہونے اور اس مذہب کی تائید و تقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا ہے مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار توبہ کی اور پھر بار اُنھیں افعال کا مرتکب رہا، تیسری بار توبہ کے بعد ایک سُنّی واعظ کو کہ بعد نماز جمعہ کے وعظ کے لئے منبر پر بیٹھ لئے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث عوام کو مغالطہ دہی اور انھیں دام فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اس میں وہ عیاری و چالاکی کی ہے جس کی حقیقت عوام اور ناواقفوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنت پہلے سے اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہذا واعظ سُنّی کو اُٹھا کر اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کے اسی کی مثنوی پڑھوانا باعث برہمی اہلسنت کا ہوا اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے اُن پر حال اس کا منکشف ہوگیا اور نماز اُس کے پیچھے چھوڑدی اور جو واقف ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا روز بروز جماعت میں کمی اور مسجد کی ویرانی اور خرابی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اس کی چالاکیوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور بعض اشخاص جنھیں نماز سے کام نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے مسلمانوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کرکے اس کی حمایت بیجا اور امامت قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اُس شخص کو سُنّی کہا جائے گا یا دُوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں نہیں؛ اور باوجود ان سب امورات کے اُس کی توبہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں؛ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کرکے کسی شخص سُنّی صحیح العقیدہ واقف مسائل و قواعد قرأت کو جس کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی ویرانی نہ ہو اس کی جگہ مقرر کرنا اور اس کی حمایت کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضرور ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا۔

الجواب

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد و خرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوں گی جن سے نماز فاسد ہوجائے گی یا اس میں نقصان آئے گا اور وہ بسبب جہالت کے اُن پر مطلع نہ ہوگا اور ان کی اصلاح نہ کرسکے گا اسی طرح جو شخص مخارج و صفات و حروف و قواعد تجوید سے آگاہ نہ ہو عجب نہیں کہ اُس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیر واقع ہوجائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر موجب فساد نماز کا ہو کیا بلاضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کہ عماد اسلام و افضل اعمال ہے بے احتیاطی

اور امرِ شرع میں مداہنت و سہل انگاری نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان یقبل اللہ صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1] رواہ الحاکم فی المستدرک۔

اگر تمھیں خوش آئے کہ خدا تمھاری نماز کو قبول کرے تو چاہئے کہ تمھارے بہتر تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔(ت)

زید کے اکثر افعالِ مذکورہ فی السوال فسق وگناہ کبیرہ ہیں اور خدا ورسول کی نافرمانی وناراضی کے باعث خلقِ خدا کو گمراہ کرنا راہِ حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اہانت وتحقیر، اُن پر افتراء وبہتان، خدا ورسول جن کی تعظیم کا حکم دیں خلقِ خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں خود کبیرہ ہیں موجب فسق مسقطِ شہادت خصوصاً جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے[2] آگ لکڑی کو کما ورد فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہے۔ت) وعظ علماء سے ناخوش ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے، حق سبحانہٗ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3]۔

کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روکے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ ان میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کوشش کرے اُن کے ویران ہونے میں۔

اسی طرح وعظِ علما کو مکروہ سمجھ کے نہ سننا اور وہاں سے چلا جانا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن ذکر بایٰت ربہ فاعرض عنھا ونسی ما قدمت یداہ انا جعلنا

اور کون زیادہ ستمگار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں سے تو ان سے منہ پھیر لیا اور بھول گیا

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب المغازی والسرایا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۲۲

نوٹ: مستدرک میں "ان یقبل اللہ صلوٰتکم" کی جگہ "ان تقبل صلوٰتکم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] احیاء علوم الدین فضیلۃ المسجد الخ مطبوعہ مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۵۲

نوٹ: احیاء علوم الدین سے کافی جدوجہد کے بعد یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ملی ہے: "الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تأکل البھائم الحشیش" (مسجد میں دنیاوی گفتگو نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح جانور گھاس پھوس کھا جاتے ہیں)۔ اس حدیث میں آگ، لکڑی کا ذکر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم نذیر احمد سعیدی

[3] القرآن ۲/ ۱۱۴

علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقراً[1]

جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے، بیشک ہم نے کردیے اُن کے دلوں پر پردے اُس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ٹینٹ۔

مسلمانوں کے ساتھ عیاری وچالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کرکے جن کے سبب لوگوں کی نماز ان کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے کہ اللہ کے نزدیک قتلِ ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذابِ جہنم کا موجب۔

قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[2] وقال اللہ تعالٰی ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق[3]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے اور فتنہ قتل سے بدتر ہے اور اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے بلاشبہ وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن خواتین کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔(ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرش خدا کانپ جاتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالٰی اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے[4]۔"

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں، ابویعلٰی نے مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔(ت)

جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو رُوسائے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہوگی بدل اہلِ بدعت سے محبت وعقیدت سے دُور دُور سے ان کے پاس جانا اُن کی ترویج

۱؎ القرآن ۱۸/ ۵۷
۲؎ القرآن ۲/ ۲۱۷
۳؎ القرآن ۸۵/ ۱۰
۴؎ شعب ایمان باب فی حفظ اللسان مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

مذہب میں ساعی رہنا اور سُنّیوں کی تعزیر کو اُنھیں گالیاں دینا اُس مذہب پر تبرا کرنا ذوالوجہین ہونا ہے جس پر وعید شدید وارد، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ذوالوجہین کو قیامت میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی۔[1]

قرآن مجید اس حرکتِ شنیعہ کی مذمت سے مشحون ہے۔

قال اللہ عزّ وجل یخٰدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں خبر نہیں۔

اور فرماتا ہے :

اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الٰی شیٰطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون۔[3]

جب مسلمانوں سے ملیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ٹھٹھا کرتے ہیں۔

الغرض زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علما حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد میں چلا جائے، اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ میں اُس کی اقتدا روا رکھتے ہیں اگر کسی طرح اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے، امام علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الھمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں جبکہ قولِ مفتی بہ یہ ٹھہرا کہ جمعہ بھی چند مسجدوں میں ہوجاتا ہے تو نمازِ جمعہ میں بھی اُس کی اقتدا مکروہ ہے کہ دُوسری مسجد میں چلا جانا میسر ہے،

فی البحر الرائق وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اٰخر وعلل لہ فی المعراج بان فی غیر الجمعۃ یجد اماما غیرہ فقال فی

بحرالرائق میں ہے شارح وغیرہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اُس کی اقتدا میں پڑھ لیا جائے البتہ دوسری نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جانا چاہیے، اور معراج میں اس کی علت یہ بیان کی کہ جمعہ کے علاوہ

---

[1] مجمع الزوائد باب فی ذی الوجہین واللسانین مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۸/ ۹۵

[2] القرآن ۲/ ۹

[3] القرآن ۲/ ۱۴

فتح القدیر وعلی ھذا فیکرہ الاقتداء بہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد وھو المفتی بہ لانہ بسبیل من التحول[1] حینئذ۔

بقیہ نمازوں میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے تو فتح القدیر میں کہا کہ اس بنا پر نمازِ جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی کیونکہ امام محمد کے قول کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی قول پر فتوٰی ہے لہٰذا جمعہ میں بھی دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ (ت)

معہذا تکثیر جماعت شرع کو مطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال لوگوں کی قلت رغبت و کمی جماعت کا تھا اُن کی اقتدا مکروہ ٹھہری مثل اعرابی وغلام وولد الزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کی وجہ سے تنفر تام رکھیں اور جو اس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑتا جائے اس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی۔

فی البحر الرائق واما الکراھۃ فمبنیۃ علی قلۃ رغبۃ الناس فی الاقتداء بھؤلاء فیؤدی الی تقلیل الجماعۃ المطلوب تکثیرھا تکثیرا للاجر[2]۔

البحر الرائق میں ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اقتدا کی رغبت لوگوں میں کم پائی جاتی ہے اس وجہ سے جماعت میں حاضری کم لوگوں کی ہوگی حالانکہ کثرتِ اجر کے پیشِ نظر جماعت میں کثیر افراد کی حاضری مطلوب ہے۔ (ت)

علاوہ بریں افعال مذکورہ زید مجرد فسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکلب اور مذہب حق کا دشمن اور خلق خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تو اب کراہت بہ نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگی کہ فسق فی الاعمال وفسق فی العقائد میں زمین وآسمان کا فرق ہے، کبیری شرح منیہ میں ہے:

ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ[3]۔

بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی کا خواستگار رہتا ہے بخلاف بدعتی کے اور بدعتی سے وہ شخص مراد ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہو۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۴۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

یہاں تک تو مجرد کراہت تھی اب جبکہ اُس کے حالات سے معلوم ہُوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہلِ بدعت جو بات کہہ دیں وہ اس کے نزدیک مسلّم ہوتی ہے حتی کہ ان کے کفریات کو مسلّم رکھتا ہے اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہُوا کہ بدعت اُس کی حدِ کفر تک پہنچی ہے اور انتہا اس کے عقیدہ زائغہ کی نہیں معلوم ہوسکتی بلکہ جب اپنے اُن پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور ان کے مذہب سے تبرا کرتا ہے تو ظاہر اس کے حال سے یہ ہے کہ وُہ محض زندیق ملحد بے دین ہے جسے کسی خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دینِ اسلام و مذہب اہلِ سنّت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً باطل و حرام ہے۔

فی البحر الرائق قیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبی وغیرھا بان لایکون بدعتہ تکفرہ فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لاتجوز[1]۔

بحرالرائق میں ہے محیط، خلاصہ، مجتبٰی وغیرہ میں ہے اس کی بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو، اگر اس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ (ت)

کبیری میں ہے:

انما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلایجوز اصلا[2]۔

کراہت کے ساتھ اس کی اقتداء اسی صورت میں جائز ہے جب اس کا اعتقاد حدِ کفر تک نہ پہنچائے اگر وہ حدِ کفر تک پہنچاتا ہے تو بالکل اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ (ت)

اور بعد امتحان و تجربہ کے ظاہر کرفریب مسلمانان کے لئے توبہ کرتا ہے اور ان عقائد و مکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصاً امرِ نماز میں کہ تمام اعمال سے افضل و اتم ہے۔ جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پُوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا تمہیں یقین ہوگیا ہو اور وہ بار بار توبہ کر کے پھر چوریاں کرتا ہو آیا اس کی توبہ پر مطمئن ہو کر پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کردو گے افسوس مالِ دنیوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر و ذلیل ہے تمہاری نگاہ میں ایسا عزیز ٹھہرا کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہم بھی ہو اُس سے پرہیز کرو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں یہ مداہنت اگر بالفرض اس کی توبہ سچّی اور صدق باطن سے ہو تاہم جب حال اس کا مشتبہ ہوچکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے فرض و واجب کیا، کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان معائب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلا اشتباہ درست ہو، اور

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

جو لوگ ایسے شخص کی حمایت کرتے ہیں نماز کے دشمن اور مسجد کی ویرانی اور اہل اسلام کے عمدہ شعار یعنی نماز کی بربادی چاہنے والے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۵: از رنگون مرسلہ سید انتظام علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں: ایک شخص کا دہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے نیت باندھتے وقت ہاتھ اسکا گوش تک نہیں پہنچتا کہ اس کو مس کرے، اس سبب سے بعض لوگ اُس کے پیچھے اقتدا کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی؟

الجواب

خیال مذکور غلط ہے اُس کے پیچھے جوازِ نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولٰی ہونا ہے وہ بھی اُس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز و طہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق و اولٰی ہے۔

فی ردالمحتار تحت قولہ تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وابرص الخ وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیۃ وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ[1] اھ وفی الدر یکرہ امامۃ الاعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولی[2] اھ ملخصا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ماتن کے قول "امرد، بیوقوف، مفلوج اور ابرص کے پیچھے نماز مکروہ ہے" الخ کے تحت ہے یہی حکم اس لنگڑے کا ہے جو اپنے قدم کے بعض حصے پر قیام کرتا ہو، پس اس صورت میں غیر لنگڑے کی اقتداء بہتر ہوگی، تاتارخانیہ صاحبِ جذام کا بھی یہی حکم ہے برجندی، مقطوع الذکر، پیشاب روک کرنے والا اور وہ شخص جس کا ایک ہی ہاتھ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ فتاوٰی صوفیہ میں تحفہ کے حوالے سے یہی ہے اھ اور درمختار میں ہے نابینا شخص کی امامت مکروہ ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ قوم میں سب سے زیادہ عالم ہو تو اس صورت میں وہی امامت کے زیادہ لائق و افضل ہے اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹۶: ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلتی ہے بلکہ بازار میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے پس اُس

---

[1] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۱۶/۱

[2] درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگر باہر نکلنے میں اس کے کپڑے خلافِ شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چمکے یا اوچھے کہ سترِ عورت نہ کریں جیسے اونچی کُرتی پیٹ کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمالِ فتنہ ہو یا اس کی چال ڈھال بول چال میں آثارِ بد وضعی پائے جائیں اور شوہر ان باتوں پر مطلع ہو کر باوصفِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیّوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ،

فان الدیوث من لا یغار علی امرأته او محرمه[1] کما فی الدر المختار وھو فاسق واجب التعزیر فی الدر لو اقر علی نفسه بالدیاثة او عرف بھا لا یقتل مالم یستحل ویبالغ فی تعزیره[2] الخ والفاسق تکرہ الصلاۃ خلفه۔

دیّوث ہر وہ شخص ہے جس کو اپنی بیوی اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو (اس کے پاس غیر مرد کے آنے سے) جیسا کہ دُرِمختار میں ہے ایسا شخص فاسق ہے اور اس پر تعزیر واجب ہے، درمختار میں ہے کہ اگر کوئی اپنی ذات کے بارے میں دیّوث ہونے کا اقرار کرتا ہے یا اس فعلِ قبیح میں معروف ہوا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا جب تک وہ دیاثت کو حلال نہ جانے، لیکن تعزیر میں میں مبالغہ کیا جائے گا الخ اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ت)

اور اگر ان شناعتوں سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں،

فان المرأۃ نفسھا لا تفسق بمجرد کونھا برزۃ تخالط الرجال حتی انھا تصلح مزکیة معدلة للشھود فلا شنعته بذلك علی زوجھا فی الھندیة یقبل تعدیل المرأۃ لزوجھا وغیرہ اذا کانت امرأۃ برزۃ تخالط الناس وتعاملھم کذا فی المحیط السرخسی[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ عورت بذاتہا بے پردہ رہنے اور مردوں سے اختلاط کی وجہ سے فاسق نہیں ہوتی حتی کہ وہ گواہوں کی تعدیل اور تزکیہ کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس بنا پر اس کے خاوند پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہندیہ میں ہے کہ اس عورت کی خاوند وغیرہ کے بارے میں تعدیل قبول کی جائے گی جب وہ ایسی ہو کہ بے پردہ باہر آئے اور مردوں سے اختلاط اور معاملات کرے، محیط سرخسی میں اسی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] و [2] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی الجرح والتعدیل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۲۸

مسئلہ ۵۹۷ تا ۵۹۹ ازمارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مدظلہم الاقدس ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) توتلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۲) ہکلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۳) ایک شخص تھوڑی سی افیون بغرضِ دوا کھاتا ہے اور اسکے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتلے کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہے، خیریہ میں ہے: امامة الالثغ بالفصیح فاسدة فی الراجح الصحیح[1] (توتلے کی امامت فصیح (غیر توتلے) کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ ت)

(۲) اگر ہکلا نماز میں نہ ہکلائے جیسے بعض لوگوں کا ہکلانا وقت غضب سے مخصوص ہوتا ہے صرف غصہ میں ہکلانے لگتے ہیں ویسے صاف بولتے ہیں یا بعض کا ہکلانا بے پروائی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ و احتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہو ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز و تلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جو ہر جگہ ہکلائے اس کی تین۳ قسمیں ہیں:

ایک۱ وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا چ یا پ کہ جہاں رُکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھبرا کر ایں ایں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے تو فسادِ نماز بدیہی ہے۔

دوسرے۲ وہ کہ جس کلمہ پر رُکتے ہیں اُسی کے اوّل حرف کی تکرار کرتے ہیں، اس صورت میں اگرچہ حرف خارج نہیں بڑھتا بلکہ اُسی کلمہ کا ایک جزو مکرر ادا ہوتا ہے مگر ازانجا کہ حرف بوجہ تکرار لغو و مہمل و خارج عن القرآن رہ گیا ان کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے، درمختار میں توتلے کے پیچھے فسادِ نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں:

هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ (توتلے کے بارے میں مختار اور صحیح حکم یہی ہے اور اسی طرح وہ شخص ہوگا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف کی ادائیگی

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

یحرف من الحروف اولایقدر علی اخراج الفاء الابتکرار[1]۔

قادر نہ ہو یا ف کو بدون مکرر کرنے کے ادا نہ کرسکے۔ (ت)

نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

لایصح اقتداء من بہ الفأفأۃ بتکرار الفاء والتمتمۃ بتکرار التاء فلایتکلم الابہ[2] اھ ملخصا

اس شخص کی اقتدا درست نہیں جس کو فأفأۃ کا عارضہ ہو یعنی ف کو تکرار سے پڑھتا ہو یا تمتمۃ کا عارضہ ہو یعنی ت کو تکرار سے پڑھتا ہو یعنی جب بھی ایسے حروف کو بولتا ہے تو وہ حرف تکرار سے ادا ہوتا ہے اھ ملخصاً (ت)

تیسرے[3] وہ کہ ہکلاتے وقت نہ کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ صرف رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے ہیں تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ ہندیہ میں ہے:

الذی لایقدر علی اخراج الحروف الابالجہد ولم یکن لہ تمتمۃ اوفأفأۃ فاذا اخرج الحروف اخرجھا علی الصحۃ لایکرہ ان یکون اماما ھکذا فی المحیط[3]۔

وہ شخص جو کوشش کے بغیر ادائے حروف پر قادر نہ ہو نہ تو وہ تکرارِ ت کرتا ہو اور نہ ہی تکرارِ ف تو جب حروف ادا کرتا صحیح ادا کرتا ہے، تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ نہیں۔ محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کا رُکنا اتنی دیر نہ ہوتا جس میں ایک رکن ادا کرلیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو اس قدر سکوت موجب سجدۂ سہو ہے اور بلاعذر کراہت تحریم کما یظھر من التنویر والدر والغنیۃ ورد المحتار (جیسا کہ تنویر، در، غنیہ اور ردالمحتار میں اس کا بیان واضح ہے۔ ت)، اور اگر ان کا رکنا بعذر ہے جس طرح جمائی یا چھینک یا کھانسی وغیرہا اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رُکن ہوجاتا ہے تو ظاہراً یہاں وہ حکم نہیں، ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولٰی ہے جبکہ بہ سبب حاضرین سے اعلم باحکام طہارت ونماز نہ ہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) نشہ جو ہمارے محاورہ میں سکر وتفتیر دونوں کو عام ہے اور بنص حدیث دونوں حرام اس کے یہی معنی نہیں کہ زمین وآسمان یا مرد وعورت میں امتیاز نہ رہے یہ تو اس کی انتہا ہے اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر اس افیون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتور یا حواس میں اختلال پیدا ہو تو کسی وقت پینک آتی ہو

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

[2] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع الحاشیۃ الطحطاویۃ باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۵۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح امامًا لغیرہ ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

بیٹھے بیٹھے اُونگھ جاتا ہو یا کسی وقت گردن ڈھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں اُن میں لال ڈورے پڑتے ہوں جسے یہ لوگ اپنی اصطلاح میں کیف وسرور کہتے ہیں تو یہ سب صورتیں حرام ہیں اور اُن کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہ بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن کھائے جمائیاں آئیں، اعضا شکنی ہو، دورانِ سر ہو، تاہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خمار پیدا ہونا صاف بتا رہا ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں نفس اس کا خُوگر ہوگیا ہے اور بلاغرض مرض اپنی طلب وشوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقۃً یہ حالت اُسی کو پیدا ہوگی جس دماغ میں افیون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خمار نہیں لاتا، ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالتِ مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اس کے کھانے سے سرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے خمار، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منه حرام مطلقا واما قلیل فان کان للھو حرم وان للتداوی فلا[1] انتھی ملتقطا۔

بھنگ اور افیون کا استعمالِ کثیر کہ اس سے نشہ پیدا ہو تو ہر حال میں حرام ہے، اگر قلیل ہو تو لہو کے لئے حرام ہے اور بطور دوائی حرام نہیں انتہی تلخیصاً (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین اپنی بنام مسجد وقف کی ایک زمانے تک مہتمم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوائے بعض ہنود زید نے ایک کچہری میں کرایہ دار پر خود کرایہ پانے کا دعوی کیا مہتمم مسجد جس کے متعلق اس زمین کا اہتمام تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اُس کے پاس تھے اس کچہری میں موافق مسجد رہا کہ دعوی خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچہری میں دعوی مالکیت کیا اب وہ مہتمم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدم پیروی کی وجہ سے مقدمہ خلاف مسجد تجویز ہوا مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچہری میں، کاغذات سے مہتمم نے صاف انکار کردیا کہ زمین قبضہ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں مہتمم مذکور مسجد کا مہتمم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں؟ اسے امام مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور اب کہ مسلمان اس کی اس حرکت کے باعث ناراض ہیں اُسے امام بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ مہتمم خائن مجرم فاسق ہے اسے مہتمم رکھنا حرام، امام بنانا گناہ، اسے امام

[1] ردالمحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳۲۵/۵

بنانا ناجائز، اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی، درمختار میں،

ینزع وجوبا بزازیۃ لوالواقف درر فغیرہ بالاولٰی غیر مامون[1]۔

وقف شدہ مال چھیننا واجب ہے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہ ہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو خیانت کی صورت میں غیر واقف سے مال چھیننا بطریق اولٰی جائز ہوگا۔ (ت)

غنیہ میں ہے، لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو (امامت کے لئے) مقدم کردیا تو گنہگار ہوں گے۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی من امّ قوما وھم لہ کارھون[3] ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت سے راضی نہ ہوں۔ یعنی جبکہ یہ ناراضی اُس میں کسی نقص شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے کما فی الدر[4] وغیرہ (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۱: ازمونڈیا ضلع بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کرتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

رشوت لینا حرام ہے اور رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے، اور اگر عورت بے ستر نکلتی ہے جیسے بلادِ ہندیہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع وقدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۲: از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

میں بعد فرض ظہر ومغرب وعشا کے سلام پھیرتے ہی یمین ویسار کی جانب رُخ کرکے اللّٰھم انت السلام ومنك السلام پڑھ کر سنتیں پڑھا کرتا ہوں مولوی حبیب الرحمٰن سہارنپوری نے مجھ سے کہا

---

[1] درمختار | کتاب الوقف | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۸۳
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الامامۃ | ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۱۳
[3] المعجم الکبیر | جنادۃ بن ابی امیہ ترجمہ ۲۱۵ | ؍؍ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت | ۲/۲۸۲
[4] درمختار | باب الامامۃ | ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

کرفقہا بعدان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان فرضوں کے بعد اُسی ہیأت پر رہے اور فوراً تطوع میں مصروف نہ ہے اس پر خلیل الرحمان نے یہ کہا کہ تعامل حرمین میں بھی یُوں ہی ہے میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں ممانعت نہ ملی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقدار اللھم انت السلام سے زیادہ توقف نہ کرے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہو افادہ فرمایئے تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبند فرمایئے۔

الجواب

الحمد لله وحده السنة المتوارثة للامام من لدن امام الانام سید الرسل الکرام علیه وعلیهم افضل الصلٰوة والسلام هو الانصراف من القبلة لمن اراد مکثا ما بعد السلام کل الصلٰوة فی ذلك متساویة الاقدام وصرح بذلك وبکراهة بقائه مستقبل القبلة بعد التمام غیر واحد من العلماء العظام فالحق معکم وما زعم مخالفکم فقد افتری فیه علی الفقهاء الفخام قال المولی المحقق محمد بن محمد بن محمد الشهیر بابن امیر الحاج فی الحلیة شرح المنیة ناقلا عن الذخیرة اذا کان فرغ الامام من صلاته اجمعوا علی انه لایمکث فی مکانه مستقبل القبلة سائر الصلوات فی ذلك علی السواء قال وقد صرح غیر واحد بانه یکره له ذلك اھ[1] وقد اخرج الامام ابوداود فی

سب تعریف اللہ کے لئے جو وحدہٗ لاشریک ہے امام الانام سید الانبیاء نبی اکرم علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ و السلام کی ظاہری حیات سے لے کر اب تک امام کےلئے بطور سنت منقول ہے کہ جو شخص سلام کے بعد کچھ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ قبلہ سے رُخ پھیرے۔ قدیم زمانہ سے یہ حکم تمام نمازوں میں برابر چلا آرہا ہے اور تکمیل نماز کے بعد اس کے لئے قبلہ رُخ رہنا مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصریح بڑے بڑے علمائے اسلام نے فرمائی، پس حق تمہارا ساتھ ہے، اور تمہارے مخالف نے جو کچھ کہا ہے وہ فقہاءِ کرام پر تہمت ہے، ہمارے نہایت ہی فاضل محقق محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں جب امام نماز سے فارغ ہوجائے تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ اپنی جگہ پر قبلہ رُخ نہ ٹھہرا رہے اور اس حکم میں تمام نمازیں برابر ہیں اور فرمایا کہ قبلہ رُخ رہنے کی کراہت پر متعدد علما نے تصریح کی ہے اھ اور امام ابوداؤد نے سُنن میں، حاکم نے مستدرک میں ابورمثہ رضی اللہ

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

سننه والحاكم فی المستدرك عن ابی رمثة رضی الله تعالٰی عنه قال صلیت هذه الصلٰوة او مثل هذه الصلٰوة مع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال وكان ابوبكر و عمر یقومان فی الصف المقدم عن یمینه۔ وكان رجل قد شهد التكبیرة الاولٰی من الصلاة یشفع فوثب الیه عمر فاخذ بمنكبیه فهزه ثم قال اجلس فانه لم یهلك اهل الكتاب الا انهم لم یكن بین صلٰوتهم فصل فرفع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بصره فقال اصاب الله بك یا ابن الخطاب[1] (ملخصا) قلت فهذا نص عن صاحب الشریعة صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی انفتاله عن القبلة بعد صلٰوة یتبعها تطوع فلا وجه للنهی عنه و ان خص بعض كراهة المكث مستقبلا بما لا تطوع بعده كما فی الغنیة عن الخلاصة والله سبحٰنه و تعالٰی اعلم۔

تعالٰی عنہ سے روایت کیا، فرمایا کہ میں نے یہ یا اسکی مثل نماز نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما امام کے پاس صفِ اوّل میں کھڑے ہوتے تھے اور ایک آدمی جو تکبیر اولٰی سے نماز میں شامل ہُوا تھا اُٹھ کر دو رکعت نماز ادا کرنی شروع کر دی حضرت عمر اس کی طرف فی الفور بڑھے اس کے کاندھے کو پکڑ کر حرکت دی اور کہا بیٹھ جاؤ اہل کتاب نہیں ہلاک ہُوئے مگر اس لئے کہ وہ اپنی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نظرِ مبارک اٹھا کر دیکھا اور فرمایا اے ابن خطاب اللہ تعالٰی نے تیری رہنمائی فرمائی ہے قلت (میں کہتا ہوں) یہ صاحب شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اس بات پر نص ہے کہ جس نماز کے بعد نوافل ہوں اس میں بھی امام قبلہ سے رُخ موڑے اور قبلہ رخ سے موڑنے پر کوئی نہی وارد نہیں (یعنی انصراف سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں) اگرچہ بعض حضرات نے قبلہ رُخ بیٹھنے کی کراہت کو اس صورت کے ساتھ خاص کیا جبکہ وہ امام بیٹھنے کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنا چاہتا ہو جیسا کہ غنیہ میں خلاصہ کے حوالہ سے ہے واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابو داؤد　باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الخ　مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور　١/١٤٤
المستدرک للحاکم　کتاب الصلوٰۃ لم یہلک اہل الکتاب الخ　"　دار الفکر بیروت　١/٢٧٠

مسئلہ ۶۰۳ از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آکولہ ملک برار مرسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم ولد تاج محمد صاحب
۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم عارضہ برص سے سفید ہوگیا ہو اس کی امامت کےلئے کیا حکم ہے اور اس ملک دکن میں اکثر لوگ ماہِ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھا لیتے ہیں اور اس کو فعل صاحب کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے فی الدر المختار تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[۱] (درمختار میں ہے ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو۔ ت) سواری مذکور بٹھانا اور اس سے منتیں مانگنا بدعت جہال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہلِ بدعت وفساق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے فی ردالمحتار الفاسق کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال الخ[۲] (ردالمحتار میں ہے کہ فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۴ از بدایوں مدرسہ قادریہ ۶ جمادی الآخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہر نے اس مسئلہ میں کہ بخشش ولد الحرام المومن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نماز میں امام بنایا جائے گا یا نہیں؟ اور طریقہ از روئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پا سکتا ہے یا نہیں؟ اور استخلاف اس طریقہ کا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی شیخ اپنے کا درصورت حصول قابلیت جانشین ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور شیخ کو سندِ خلافت اُس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عنداللہ وہی قابلِ مغفرت ہے اور اس کا انجام یقیناً جنت کما نطقت بہ النصوص واجمعت علیہ علماء السنۃ والجماعۃ (جیسا کہ اس پر نصوص کی تصریح اور علماءِ اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے۔ ت) ولدالزنا کی امامت مکروہِ تنزیہی یعنی خلافِ اولٰی ہے جبکہ وہ سب حاضرین میں مسائلِ طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو،

---

[۱] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

[۲] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

فی الدر المختار کرہ امامۃ عبد واعرابی و ولد الزنا الی قولہ الا ان یکون اعلم القوم[1]۔

درمختار میں ہے غلام، اعرابی، ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے، البتہ اس صورت میں مکروہ نہیں جبکہ وہ دوسری قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو۔ (ت)

پھر یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ دُوسرا قابلِ امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائقِ امامت ہے تو اُسے امام بنانا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہلِ حق کے نزدیک وہی ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء[2] (اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مختص فرمالیتا ہے۔ ت) ولد الزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے،

وقد سئل سید الطائفۃ جنید البغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل یزنی العارف فاطرق ملیا ثم قال وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کیا عارف زنا کرسکتا ہے؟ آپ "تلبیہ" کہتے ہُوئے چل پڑے اور کہا اللہ کا امر مقدر و مقرر ہوچکا ہے۔ (ت)

اس کا استخلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظرِ شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلائق اس سے نفور ہوں اور سمجھے کہ کارِ دعوت الی اللہ اور ہدایت خلق اللہ بسبب تنفر ناس منتظم نہ ہوگا تو احتراز فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو بیبیاں صغرٰی و کبرٰی منکوحہ ہیں زید عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلا لحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم و حجاب اپنے ہمسروں اور ہمچشموں کے مباشر اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کا زانی ہونا ثابت و متحقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے، غنیہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان الکراھۃ

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو لوگ گنہگار ہوں گے

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

[2] القرآن ۲/۱۰۵

تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ باموردینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینافیھا بل ھوالغالب بالنظر الٰی فسقہ[1]

اس لئے کہ اس کی تقدیم برائے امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وُہ امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور نماز کے لوازمات کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیتا ہے ممکن ہے وُہ نماز کی بعض شرائط ادا نہ کرے (یعنی چھوڑ دے) یا ایسا عمل کردے جو نماز کے منافی ہو، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے۔ (ت)

اور اگر وُہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہیے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقلیل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے،

کماکرھوا امامۃ ولد الزنا لاجل ذلک وان لم یکن الاثم منہ۔

جیسا کہ فقہا نے اسی حکمت کے پیشِ نظر ولد زنا کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے اگرچہ گناہ اس کی (اپنی ذات کی) طرف سے نہیں ہوا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۶: از گورکھپور محلہ شاہ معروف مکان مولوی محمد مسعود العاقبۃ محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

بہرے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لامانع، ہاں غیر بہرا کہ مرجحات راجحات امامت میں بہرے سے کم نہ ہو افضل و اولٰی ہے کہ نماز میں جس طرح حفظ طہارت بدن و ثوب و مصلی و تصحیح جہت قبلہ کے لئے حاسہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کو اندھے بلکہ ضعیف البصر پر ترجیح دی گئی،

فی الدر یکرہ امامۃ الاعمٰی ونحوہ الاعشی نہر[2] فی ردالمحتار ھوسیئ البصر لیلا ونہارا

درمختار میں ہے نابینے کی امامت مکروہ ہے، اسی طرح اعشٰی (ضعیف البصر) کی بھی نہر۔ ردالمحتار میں اعشٰی کا معنٰی رات اور دن کو کم دیکھنے والا لکھے ہیں۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

قاموس فهذا ذکرہ فی النهر بحثا اخذا من تعلیل الاعمٰی بانه لایتوقی النجاسة[1]۔ قاموس، اس کا ذکر نہر میں اعمٰی کی علت کی بنا پر بحث کیا گیا ہے کہ یہ بھی نجاست سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (ت)

یوں ہی حاسہ سمع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دواماً مگر نادر، بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر نہیں اور وقتِ سہوِ امام اصلاح مقتدیوں کے بتانے سے ہوتی ہے اور وہ سمع پر موقوف جب اس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوجائے مثلاً قعدہ اخیرہ چھوڑ کر اُٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سُنا اور زائد کا سجدہ کرلیا فرض باطل ہوگئے یا اولیٰ چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہوکر سلام پھیر دیا سجدۂ سہو کیلئے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم کر بیٹھا نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فتح مقتدیین سُن کر صحیح کا ارادہ کرلیتا تو اصلاح ہوجاتی علی ما ذکر فی الحلیة من احد القولین وھو الایسر الارفق کما لایخفی۔ اس قول کی بنا پر جو حلیہ میں دو قولوں میں سے ایک ذکر ہے اور یہی آسان اور نرم ہے جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کرلی الی غیر ذلك من وجوہ کثیرة (اس کے علاوہ متعدد وجوہ ہیں۔ ت) تو امامت کے لئے اصلح و اولیٰ وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا کل من کان اکمل فھو افضل[2] (جو بھی ہر لحاظ سے اکمل ہوگا وہی افضل ہوگا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۷: ایک شخص کریہ الصوت اور بہرا ہے، دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کریہ الصوت نہیں ہے اور بہرا بھی نہیں ہے یعنی حواسِ خمسہ اس کے صحیح ہیں تو بحالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعاً مرجح لائق امامت کون ہوسکتا ہے بینوا بالبراھین والکتاب توجروا یوم الحساب (دلائل و براہین اور کتاب اللہ سے بیان کرو اور روزِ حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد کہ یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر وبا پھیلی ہے ا۔ ع۔ ہ، ح۔ ت، ط۔ ث، س، ص۔ ذ، ض، ظ میں تمیز نہیں کرتے جب تو اس بہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر باوصف قدرت کے سیکھے تو ادا کرسکے مگر نہ سیکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی، اور اگر عاجز ہے جیسے توتلا وغیرہ

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] تبیین الحقائق باب الامامة والحدث فی الصلوٰة مطبوعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

تو اس کی اپنی ہو جائے گی جبکہ کسی صحیح خواں کے پیچھے اقتدا نہ پاسکے نہ ایسی کوئی آیت ملے جسے وُہ صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر ہیں تاہم صحیح مذہب پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں۔ کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) درمختار:

لا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ اوترك جھدہ اووجد قدر الفرض مما لالثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]

اس کی نماز اس صورت میں صحیح نہ ہوگی جب اسے ایسے شخص کی اقتدار ممکن ہو جو احسن انداز میں قرآن پڑھ سکتا ہے یا اس نے محنت و کوشش برائے صحتِ حروف ترک کردی یا وُہ بقدر فرض قرأت وہ آیتیں حاصل کرلے جس میں تتلانا نہیں پایا جاتا، توتلے کے بارے میں یہی صحیح تنقیح و مختار حکم ہے اور اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروفِ تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

خیریہ وغیرہا میں ہے:

الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ[2]

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر توتلے کے لیے صحیح نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر یہ معنی کہ صحیح وُہ بھی پڑھتا ہے مگر اس کی قرأت و تجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں کو نفرت پیدا کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

فان من مسائل کراھۃ الامام مفرعۃ علی ھذا الاصل وھو ان من کان فیہ تنفیر الناس وقلۃ رغبتھم فامامتہ مکروھۃ کولد بغی و ابرص شاع برصہ وغیرھما۔

کیونکہ کراہتِ امامت کے بعض مسائل اس ضابطہ پر مبنی ہیں وہ ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے ساتھ لوگوں کو نفرت اور قلتِ رغبت ہو اس کی امامت مکروہ ہے مثلاً ولد الزنا اور برص والا ایسا شخص کہ جس کا مرضِ برص پھیل گیا ہو وغیرہما (ت)

ولہذا تبیین میں فرمایا:

کل من کان اکمل فھو افضل لان

ہر وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل ہوگا کیونکہ

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۵/۱
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱۰/۱

المقصود کثرة الجماعة ورغبة الناس فیہ اکثر[1]۔ مقصود کثرتِ جماعت اور اس میں اکثر لوگوں کی رغبت ہے۔ (ت)

اور اگر یہ بھی نہیں تاہم تساوی علم پر غیر بہرا اس سے احق و اولٰی ہے۔

اولاً تجوید قرأت میں اُس سے زائد ہے۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامة تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلٰوة ثم الاحسن تلاوة وتجویدا للقرأة[2]۔ امامت میں آگے بڑھنے کے بلکہ ہمیشہ کے لئے امام مقرر کرنے میں زیادہ مستحق ولائق وہ شخص ہے جو صحت وفسادِ نماز کے مسائل سے زیادہ آگاہ ہو (علم میں اگر برابر ہوں تو) پھر زیادہ لائقِ امامت وہ شخص ہے جو تلاوت اور تجویدِ قرأت کے لحاظ سے اچھا ہو۔ (ت)

ثانیاً اُس کا بہرا ہونا بھی اُس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے کما بیناہ فی المسئلة الاولٰی (جیسا کہ مسئلہ اولٰی میں ہم اسے بیان کر آئے۔ ت)

ثالثاً بہ نسبت اس کے خوش آوازی اور زیادہ مؤید ہے ولہذا وہ بھی مرجحاتِ امامت سے شمار کی گئی۔ نورالایضاح مراقی الفلاح میں ہے: ثم الاحسن صوتا للرغبة فی سماعه للخشوع[3] (پھر وہ شخص جس کی آواز حسین ہو کیونکہ اس کے سُننے میں رغبت اور خضوع پیدا ہوتا ہے۔ ت) لوگ اگر اس کے ہوتے ہوئے اس بہرے کو امام کریں گے شرعاً بُرا کریں گے، درمختار میں ہے: لوقدموا غیر الاولی اساؤا وبلا اثم[4] (اگر لوگوں نے غیر اولٰی کو مقدم (پیش امام) کر دیا تو بغیر گناہ کے ان لوگوں نے بُرا کیا (یعنی ترکِ سنّت کی وجہ سے بُرا کیا اور گنہگار نہ ہوئے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۸: از براہم پور ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو فقط ظہر وعشا کی پھیری جائے گی یا فجر وعصر ومغرب کی بھی، اور افیون کھانی کیسی ہے افیونی فاسق ومستحقِ عذاب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامة والحدث فی الصلٰوة مطبوعہ المطبعة الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] درمختار باب الامامة ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[3] مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

[4] درمختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

الجواب

ضرور فاسق و مستحقِ عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے:

نهی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن کل مسکر و مفتر۔ رواه الامام احمد وابوداود عن ام المؤمنین ام سلمة رضی الله تعالٰی عنها بسند صحیح۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی۔ اسے امام احمد اور امام ابوداؤد نے بسندِ صحیح ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

اگر افیونی پینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لا تقربوا الصلٰوة و انتم سکٰری حتی تعلموا ما تقولون۔[2]

نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اُس کے پیچھے نماز ممنوع ہے،

لان الصلٰوة خلف الفاسق تکرہ کراهة تحریم[3] کما حققه فی الغنیة وغیرها۔

کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی تحقیق غنیہ وغیرہ میں کی ہے۔ (ت)

اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو،

فان کل صلاة ادیت مع کراهة تحریم تعاد وجوبًا[4] کما فی الدر وغیره بل وکذا علی قول من قال بالتنزیه فان الاعادة اکمال لا تنفل کما لا یخفی والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

کہ ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے بلکہ اس کے قول پر بھی یہی حکم ہے جو اسے مکروہ تنزیہی قرار دیتا ہے کیونکہ اعادہ اکمال ہے فالتو اور بیفائدہ نہیں جیسا کہ واضح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳

[2] القرآن ۴/۴۳

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

مسئلہ ۶۰۹ تا ۶۱۲: از کلکتہ مسجد دھرم تلا مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

تسلیم بقصد تکریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں آپ کے اوصاف حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کے خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتوٰی پر آپ کے دستخط اور مہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رسا ہوں کہ عند اللہ وعند الرسول اپنے خاص دستخط اور مہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدم بوسی کی از حد تمنا ہے دُعا فرمائیں، فتوٰی یہ ہے:

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ بامامت[1] کدام شخص اولٰی است وامامت[2] حرام زادہ مکروہ تحریمی است یا نہ وامامت[3] شخص بدپنداشتہ قوم مکروہ تحریمی است یاچہ واگرکسے[4] در مسجد از امام حی افضل باشد بامامت کدام اولی است۔ بینوا توجروا

تم پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو اس مسئلہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ امامت[1] کے لئے افضل شخص کون ہوتا ہے؟ حرامزادہ[2] کی امامت مکروہِ تحریمی ہے یا نہیں؟ جس[3] شخص کو قوم بُرا جانے اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے یا کیا ہے؟ اگر[4] مسجد میں محلہ کے امام سے کوئی افضل شخص موجود ہو تو امام کس کو بنانا اولٰی ہے؟ (ت)

الجواب

(۱) ہر کہ عالم تر در سنّت نماز بود در امامت آں اولٰی است پس از آں اقرأ ثم اورع ثم معمر است کما فی الھدایۃ والعلمگیریۃ وملتقی الابحر وجامع الرموز۔

(۱) ہر وہ شخص طریقہ نماز میں زیادہ عالم و آگاہ ہے وہ امامت کے زیادہ لائق ہے اس کے بعد سب سے اچھا قاری، پھر سب سے صاحبِ تقوٰی، پھر زیادہ عمر والا لائقِ امامت ہے ہدایہ، عالمگیری، ملتقی الابحر اور جامع الرموز میں اسی طرح ہے۔

(۲) امامت حرامزادہ مکروہ تحریمی است لما فی الھدایۃ یکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمی وولد الزنا لانہ لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ[1] وفی العلمگیریۃ وتجوز امامۃ الاعرابی

(۲) حرام زادہ کی امامت مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے غلام، اعرابی، فاسق، نابینا اور ولدزنا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ اس کا شفیق باپ نہیں جو اسے تعلیم دیتا لہذا اس پر جہالت غالب ہوگی اور (دوسری بات یہ ہے) کہ ایسے افراد کی تقدیم سے لوگ جماعت سے نفرت کرینگے لہذا ان میں سے ہر ایک کا امام بننا مکروہ ہے،

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۱

والاعمی والعبد وولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ الا انہا تکرہ[1] وفی شرح الوقایۃ امامۃ بندہ واعرابی وفاسق و اعمی ومبتدع وولد الزنا جائز بود لے مکروہ باشد[2] وفی جامع الرموز فان ام عبد او اعرابی او فاسق او اعمی او مبتدع او ولد الزنا[3] (ای ولد یحصل من وطئ حرام لعینہ) کرہ وفی ملتقی الابحر تکرہ امامۃ العبد والاعرابی والاعمی والفاسق والمبتدع وولد الزنا[4] الخ

(۳) اگر بد پنداشتن بباعث امر شرعی باشد امامت شخص بد پنداشتہ قوم مکروہ تحریمی ست لما فی العلمگیریۃ وقاضی خاں رجل ام قوما وھم لہ کارھون فان کانت الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک[5]۔

عالمگیری میں ہے اعرابی، نابینا، غلام، ولدزنا اور فاسق کی امامت جائز ہے، اسی طرح خلاصہ میں ہے مگر مکروہ ہے۔ شرح الوقایہ میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، بدعتی اور ولدزنا کی امامت جائز مگر مکروہ ہے۔ جامع الرموز میں ہے اگر غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولدالزنا (یعنی وہ بیٹا جو وطئ حرام لعینہ سے حاصل ہو) نے امامت کرائی تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ ملتقی الابحر میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولدزنا سب کی امامت مکروہ ہے الخ۔

(۳) اسے بُرا جاننے کی وجہ اگر کسی امر شرعی کے باعث ہو تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی، کیونکہ عالمگیری اور قاضی خاں میں ہے وہ شخص جس نے کسی قوم کی امامت کرائی حالانکہ وہ قوم اسے پسند نہیں کرتی پس اگر کراہت اس شخص میں کسی فساد کی وجہ سے ہو یا اس وجہ سے کہ اس سے دوسرے افراد امامت کے زیادہ لائق ہوں تو ان دونوں صورتوں میں شخص مذکور کو امامت کرانا مکروہ ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۵
[2] شرح الوقایۃ فصل فی الجماعۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۷۵
[3] جامع الرموز فصل یجہر الامام مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۷۲
[4] ملتقی الابحر فصل حکم الجماعۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۹۳
[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۶-۸۷

ف: مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ کی عبارت نقل نہیں کی صرف مفہوم بزبان فارسی ذکر کیا ہے نیز بعد والی عبارت میں قوسین کے درمیان جامع الرموز عبارت نقل کی ہے جبکہ قوسین سے باہر والی عبارت نقایہ یعنی جامع الرموز کے متن کی ہے اور شرح وقایہ کی عبارت بھی نقایہ کی عبارت جیسی ہے۔ (نذیر احمد سعیدی)

(۴) امامت امام حی اولٰی بود اگرچہ غیرش در مسجد افضل است لما فی العلمگیریۃ دخل مسجدا من ھو اولی بالامامۃ من امام المسجد فامام المحلۃ اولی[1] وفی المنیۃ لودخل فی المسجد من ھو اولی بالامامۃ فامام المحلۃ اولی[2] ھکذا حکم الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابونعیم محمد نقی عفی عنہ اسلام آبادی الجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنہ۔ صح من اجاب حررالفقیر ابوالبرکات غازیپوری۔ مافیہ حق، امام الدین عفی عنہ۔

محلہ کے مقرر امام کو امام بنانا اولٰی ہے اگرچہ کوئی دوسرا شخص افضل موجود ہو جیسا کہ عالمگیری میں ہے ایک ایسا شخص مسجد میں داخل ہوا جو محلہ کے امام سے افضل ہے تو محلہ کے امام کو ہی امام بنانا اولٰی ہے، اور منیہ میں ہے اگر مسجد میں ایسا شخص آیا جو امام مقرر سے افضل ہو تو محلے کا امام ہی بہتر ہوگا، کتاب کا حکم بھی یہی ہے اور یہی مرجع اور جائے پناہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابونعیم محمد نقی عفی عنہ اسلام آبادی الجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنہ۔ صح من اجاب حررالفقیر ابوالبرکات غازیپوری۔ اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے۔ امام الدین عفی عنہ۔

الجواب

اولٰی بامامت کسے است کہ مسائل نماز و طہارت داناتر است در تنویر است الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوۃ[3] در دُرمختار است بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ[4] در ردالمحتار از کافی وغیرہ است الاعلم بالسنۃ اولی ان یطعن علیہ فی دینہ[5]

امامت کے لئے وہ شخص لائق اور بہتر ہے جو مسائلِ نماز وطہارت میں زیادہ آگاہی رکھتا ہو، تنویر میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ درمختار میں ہے بشرطیکہ وہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو۔ ردالمحتار میں کافی کے حوالے سے ہے سنت (یعنی طریقۂ نماز) سے زیادہ آگاہی رکھنے والا شخص امامت کے لئے بہتر ہے بشرطیکہ اس کے دین پر کوئی طعن کرتا ہو۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ھواحق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[2] منیہ یہ عبارت سعیِ بسیار کے باوجود مشہور غنیۃ المصلی سے نہ مل سکی، معلوم ہوتا ہے اس سے کوئی اور منیہ مراد ہے جو کہ مجھے دستیاب نہیں۔ نذیر احمد

[3] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[4] " " " " " " " " "

[5] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۲

جواب سوال دوم و ہمچنیں غلام و دہقانی و کور اگر
درحاضرین غیر ایناں کسے صالح امامت نیست خود واجب
بود تقدیم ایناں زیرا کہ اگر نکند جماعت از دست رود
واجب فوت شود و ایں ناروا بود اگر دیگرے نیز حاضر
است اما ایناں در علم مسائلِ نماز و طہارت برو رجحان
و زیادت دارند ہم ایناں احق و اولیٰ بامامت باشند
چہ جائے کراہت باشد بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد
کہ کمتر از ایشان است آرے اگر آں دیگر از ایشاں
داناتر یا ہر دو در علم مذکور ہمسر و برابر اند آں گاہ امامت ایشاں
مکروہ باشد و از مکروہے تنزیہی بیش نیست یعنی خلاف
اولیٰ ست و اگر امام نمایند روا باشد و باک ندارد و در تنویر الابصار
و درمختار است یکرہ تنزیہا امامۃ عبد و اعرابی
و اعمی الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم
فھو اولی (وولد الزنا) ھذا ان وجد
غیرھم والا فلا کراھۃ بحر بحثا[1]
ملخصا۔ در بحر الرائق از مجتبیٰ شرح قدوری و
معراج الدرایہ شرح ہدایہ ست ھذہ
الکراھۃ تنزیھیۃ لقولہ
فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی[2]
بعد ازاں در فتاوٰی اسعدیہ وغیرہ است فالحاصل
انہ یکرہ لھؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء
بھم کراھۃ تنزیہ ان وجد

جواب سوال دوم غلام، دیہاتی اور نابینا کا
حکم بھی یہی ہے اگر حاضرین میں سے کوئی دوسرا امامت کے
لائق نہ ہو تو خود بخود ان کو مقدم کرنا واجب ہوگا ورنہ
جماعت فوت ہوجائے گی جو واجب ہے اور جماعت
کو فوت کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی
لائق امامت حاضر ہو لیکن یہ لوگ مسائلِ نماز و طہارت
میں اس پر فوقیت رکھتے ہوں تو پھر بھی ان ہی کو امام
بنانا اولیٰ ہے چہ جائیکہ ان میں کراہت ہو بلکہ ایسی
صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا مکروہ ہوگا، کیونکہ
وہ دوسرا ان سے ادنیٰ ہے البتہ اگر دوسرا ان سے
زیادہ دانا اور صاحبِ علم ہو یا دونوں مذکورہ علم میں ہمسر
اور برابر ہوں تو اس وقت ان کی امامت مکروہ ہوگی
اور وہ بھی مکروہ تنزیہی اس سے زیادہ نہیں، یعنی
خلافِ اولیٰ ہوگی، اگر ان کو امام بنالیا جائے تو جائز
ہے، کوئی حرج نہیں۔ تنویر الابصار اور درمختار
میں ہے امامتِ غلام، اعرابی، نابینا، مکروہ تنزیہی
ہے مگر جب وہ مذکورہ افراد فاسق کے علاوہ دوسروں
سے زیادہ صاحبِ علم ہوں تو یہی لوگ امامت کے
لائق ہیں (اور ولدِ زنا) یعنی ولدِ زنا کی امامت بھی
مکروہ ہے مذکورہ افراد کی امامت اس وقت مکروہ ہے
جب ان کے سوا کوئی شخص لائق امامت موجود ہو ورنہ
کوئی کراہت نہیں اس مسئلہ کی بحث بحر الرائق میں

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] بحر الرائق ” ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

غیرھم والا فلا کراھة[1] در رد المحتار
از اختیار شرح مختار و شرح الملتقی للبھنسی و شرح
درر البحار است لو عدمت ای علة الکراھة
بان کان الاعرابی افضل من
الحضری والعبد من الحر
وولد الزنا من ولد الرشدة
والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2]
ملخصاً در جامع الرموز است فان ام عبد
او اعرابی او ولد الزنا کرہ ذلك کراھة
تنزیھه وفی الاختیار لو کانوا افضل
من ضدھم فالحکم بالضد[3]
در خانیه است تجوز امامة الاعرابی
والاعمی والعبد وولد الزنا
وغیرھم اولی[4] در شرح نقایه علامه برجندی
است المراد به الکراھة التنزیھیة
علی ما صرح به فی الزاھدی[5]
در حاشیه درر وغرر للعلامة الشرنبلالی است
وکرہ امامة ولد الزنا اقول الکراھة

میں ہے اھ ملخصاً بحر الرائق میں مجتبیٰ شرح قدوری اور معراج
الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے یہ کراہت کراہتِ تنزیہیہ ہے
کیونکہ اصل (کتاب) میں ان کا قول ہے کہ ان کے علاوہ
کی امامت مجھے زیادہ پسند ہے، پھر اس کے بعد فتاوٰی
اسعدیہ وغیرہ کی عبارت یُوں ہے حاصل یہ ہے کہ ان کی
تقدیم مکروہ ہے اور ان کا غیر موجود ہو تو ان کی اقتداء
مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں۔ ردالمحتار
میں اختیار شرح مختار، شرح الملتقی للبہنسی اور
شرح درر البحار سے ہے اگر علتِ کراہت معدوم ہو مثلاً
اعرابی شہری سے، غلام آزاد سے، ولدِ زنا ولدِ رشد
سے اور نابینا بینا سے افضل ہو تو حکم اس کے برعکس
ہوگا۔ جامع الرموز میں ہے اگر غلام یا اعرابی یا ولدِ زنا
امام بنا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اختیار میں ہے اگر
یہ افراد مذکورہ اپنے مخالف سے افضل ہوں تو حکم
اس کے برعکس ہوگا۔ خانیہ میں ہے اعرابی، نابینا،
غلام اور ولدِ زنا کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ
کی اولیٰ ہے۔ علامہ برجندی کی شرح نقایہ میں ہے کراہت
سے مراد کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح زاہدی

[1] بحر الرائق	باب الامامة	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳۴۹/۱
فتاوی اسعدیہ	کتاب الصلوٰۃ	مطبوعہ مطبع خیریہ مصر	۱۰/۱

نوٹ: اس عبارت کے آخری حصہ یعنی ان وجد الخ میں تلخیص اور تبدیلی ہے تفصیل کیلئے دونوں کتابیں ملاحظہ ہوں۔ نذیر احمد

[2] رد المحتار	باب الامامة	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۴۱۴/۱
[3] جامع الرموز	فصل یجہر الامام	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱۷۲-۷۳/۱
[4] فتاوی قاضی خان	فصل فیمن یصح الاقتداء الخ	مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	۴۴/۱
[5] شرح النقایہ للعلامۃ البرجندی	فصل یجہر الامام فی الجمعۃ الخ	" " "	۱۱۷/۱

تنزیهیة کمافی البحر[1] درحاشیہ علامہ سید احمد
طحطاوی برمراقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد
ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراھة
الاقتداء بالعبد وما عطف علیہ
تنزیهیة ان وجد غیرھم
والافلا[2] اھ باوصف ایں تصریحات جلیلہ
بکراہت تحریم جائے زدن چنانکہ از دو ملایان
گنگوہی وغازی پوری برخلاف رشد امامت
سرزدہ باطل محض است واصلے ندارد وکانھما
اغترا باطلاق الکراھة فی الھدایة
وغیرھا جاھلین بما صرح به
الشراح فی خصوص المسألة وغیرھا
من ان حمل المطلق علی المنع
غیر کلی بل کثیرا ما یطلقون والمراد
خصوص التنزیه وربما یطلقون
والمقصود الاعم اعنی مایشتمل النوعین
الاتری انهم یسردون مکروھات
الصلاة سردا ویدخلون الکل
تحت قولهم کرہ وفیها من کلا
النوعین ولذا قال فی الدر
المختار ھذہ تعم التنزیهیة
التی مرجعها خلاف الاولی فالفارق

نے کی ہے۔ حاشیہ دررو غرر للعلامہ شرنبلالی میں ہے
کہ ولدزنا کی امامت مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے
کراہت تنزیہی مراد ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ مراقی الفلاح
کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے شرح علامہ
سید محمد ازہری سے اور انہوں نے علامہ سید احمد حموی
کے حوالے سے لکھا کہ غلام اور اس کے دیگر معطوفات
کی اقتداء کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ ان کے علاوہ
کوئی دوسرا لائقِ امامت موجود ہو ورنہ مکروہ تنزیہی بھی
نہیں اھ۔ ان واضح تصریحات کے باوجود کراہت تحریم
کے ساتھ فتوٰی جڑ دینا مناسب نہیں ہے جیسا کہ دو
مُلّا حضرات گنگوہی اور غازی پوری سے درست امامت
کے خلاف جو بیان سرزد ہُوا وُہ باطل محض ہے اس
کی کوئی اصل نہیں، گویا انہوں نے ہدایہ وغیرہ میں
کراہت کے اطلاق سے دھوکا کھایا اور خصوصاً اس
مسئلہ اور اس جیسے دیگر مسائل کے تحت شارحین
کی ان تصریحات سے جاہل رہے کہ مطلق کا منع پر
محمول کرنا کلی نہیں بلکہ اکثر اوقات مطلقاً کراہت ذکر
کرتے اور مراد کراہت تنزیہی ہوتی ہے بہت دفعہ
کراہت کو مطلقاً ذکر کرتے ہیں اور اس سے مقصود
تحریمی اور تنزیہی دونوں کا عموم ہوتا ہے کیا آپ نہیں
دیکھتے کہ فقہاء جب مکروہاتِ نماز بیان کرتے ہیں
تو تمام کو وہ لفظ "کرہ" کے عنوان کے تحت لاتے ہیں

---

[1] حاشیہ دُرر وغرر للعلامة الشرنبلالی فصل فی الامامة مطبوعہ مطبعة احمد کامل الکائنة فی دارالسعادة مصر ۱/۸۶-۸۵
[2] حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولاصارف فتحریمیة والا فتنزیهة[1] قال الشامی نقلا عن البحر المکروہ تنزیہا مرجعه الی ما ترکه اولی وکثیرا ما یطلقونه کما ذکرہ فی الحلیة فحینئذ اذا ذکروا مکروھا فلا بد من النظر فی دلیله[2] الخ۔

حالانکہ ان میں دونوں قسم کے مکروہات ہوتے ہیں، اسی لئے دُرمختار میں کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے جس کا انجام ومآل ترکِ اولٰی ہوتا ہے، پس ان دونوں میں فرق دلیل کی بنیاد پر ہوگا، یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہو اور نہ ہی تحریم سے استحباب کی طرف پھیرنے والا کوئی امر ہو تو مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی اھ امام شامی نے بحر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مکروہ تنزیہی کا مآل ترکِ اولٰی ہوتا ہے اور اکثر اوقات اس کو مطلقاً ذکر کرتے ہیں، حلیہ میں اسی طرح مذکور ہے لہذا جب فقہاء کسی مقام پر مکروہ کا تذکرہ کریں تو اس کی دلیل میں نظر غائر کرنا ہوتا ہے الخ (ت)

جواب سوال سوم کراہت قوم اگر بلاوجہ شرعی ست چنانکہ امامت عالمی صالح را بسبب بعض منازعات دنیویہ خود شان مکروہ دارند یا امامت عبد و اعمی و امثالہا را بانکہ افضل و اعلم قوم باشند بد پندارند نگاہ کراہت ایشاں باشد و در حق امامت اثرے ندارد، واگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع ست یا بحالِ عدم اعلمیت یکے از اربعہ مذکورین اعنی عبد و اعرابی وولدالزنا و اعمی است یا آنکہ در قوم کسے ست بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم وجودت قرأت وغیرہما احق واولٰی ازوست دریں حالت ہر کس را باوصف مکروہ داشتن قوم بامامت پیش رفتن

جواب سوال سوم اگر قوم کی کراہت شرعی عذر کے بغیر ہو جیسا کہ صالح اور عالم کی امامت کو اپنے بعض دنیوی تنازعے کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہوں یا غلام، نابینا وغیرہ کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہوں حالانکہ وہ قوم سے افضل ہوں، تو ایسی صورت میں قوم کی اپنی ناپسندیدگی کوئی معنی نہیں رکھتی لہذا ان افراد کی امامت میں وہ اثر انداز نہ ہوگی، اگر کراہت کسی شرعی عذر سے ہو مثلاً امام فاسق یا بدعتی ہو یا چار مذکور افراد غلام، اعرابی، ولدزنا اور نابینا دوسروں سے افضل و اعلم نہ ہوں یا قوم میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس میں شرعی ترجیحات ہوں، مثلاً علم زیادہ رکھتا ہے، تجوید و قرأت کا ماہر ہے تو یہ خود امامت کے

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱
[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۲

ممنوع ومکروہ تحریمی ست ، در متن محقق غزی و شرح
مدقق علائی ست ولو ام قوما وھم له کارھون
ان الکراھة لفساد فیه اولانھم احق
بالامامة منه کرہ له ذلك تحریما
لحدیث ابوداؤد لایقبل اللہ صلوٰۃ
من تقدم قوما وھم له
کارھون وان ھو احق لاوالکراھة
علیھم[1] در مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی از
کتاب التجنیس والمزید للامام صاحب الھدایہ ست
لوام قوما وھم له کارھون
فھو علی ثلثة اوجه ان کانت الکراھة
لفساد فیه اوکانوا احق بالامامة منه
یکرہ وان کان ھو احق بھا
منھم ولا فساد فیه ومع ھذا یکرھونه
لایکرہ له التقدم لان الجاھل
والفاسق یکرہ العالم والصالح[2]
اقول تحقیق مقام آنست کہ اینجا دو چیز ست یکے
فعل آنکس کہ بخودی خود بنا گواری قوم پیش رفت
وایشاں را مکروہ بانہ براقتدائے خود داشت
دوم نماز را پس او علما کہ در صورت مذکورہ حکم بکراہت
تحریم فرمودہ اند بر اطلاق خودش ناظر بر اول ست
یعنی آنکس را ایں چنیں کردن روا نیست اگر میکند

زیادہ لائق اور حقدار ہے ایسی صورت میں جس شخص کو
امام بنانا قوم مکروہ جانے اس شخص کا امام بننا ممنوع اور
مکروہ تحریمی ہے۔ محقق غزی کے متن اور شرح مدقق
علائی میں ہے اگر کسی شخص نے قوم کی امامت کی حالانکہ
وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اگر لوگوں کی نفرت
امام کے اندر کسی خرابی کی بنا پر ہو یا وہ لوگ بہ نسبت امام
کے امامت کے زیادہ حقدار ہوں تو ایسی صورت
میں اس شخص کا امام ہونا مکروہ تحریمی ہے اس کی دلیل
حدیث ابوداؤد ہے جس میں فرمایا ہے: "اللہ تعالٰی
اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو لوگوں کا امام بنا
حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے" اور اگر وہ امام
ہی امامت کا زیادہ حق رکھتا ہو تو اس پر کراہت
نہیں بلکہ لوگوں کا نفرت کرنا مکروہ ہوگا۔ علامہ شرنبلالی
نے مراقی الفلاح میں صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس و
المزید کے حوالے سے ذکر کیا ہے اگر کسی شخص نے قوم
کی امامت کی حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں
تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر کراہت خود
امام میں فساد کی وجہ سے ہو (۲) یا دوسرے لوگ
اس سے امامت کے زیادہ حقدار اور لائق ہوں تو اس کا
امام بننا مکروہ ہے (۳) اور اگر وہ امام ہی دوسروں
سے زیادہ لائق امامت ہو اور بذاتِ خود اس میں کوئی
فساد بھی نہ ہو اس کے باوجود لوگ اسے ناپسند کرتے

---

[1] دُرمختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

گناہگار می شود ونماز خود او خالی از ثواب رود و ہذا معنی
قولہم کرہ لہ ذلک ویکرہ لہ التقدم واما ثانی پس تابع
آں وجہ شرعی است کہ در آنکس حاصل وایشاں را بروجہ
حق بر کراہت حامل است کما عددناہ بعضہ آں وجہ
اگر در نماز موجب کراہت تحریم است کالفسق والبدعۃ
وغیرھما نماز نیز مکروہ تحریمی باشد ورنہ مجرد و تنزیہی
کما فی العبد ونظرائہ الا تری
انہم یصرحون بکراھۃ امامۃ
ھؤلاء تنزیھا ویرسلون ذلک ارسالا
ولا یقیدونہ بتقدمھم برضی القوم
بل یعللونہ بان فیہ تنفیر الجماعۃ
وانما النفرۃ تنشؤ عن کراھتھم ذلک
فدل ان الصلٰوۃ لا تکرہ الا تنزیھا
وان کان التقدم مکروھا لہ
تحریما لانھم کارھون ولو ان التنزیہ
کان مقیدا برضاھم حتی لو
کرھوا کرھت الصلٰوۃ ایضا تحریما
لکانت کراھتھم التی نشأت عن وجہ
شرعی ایضا عائدۃ علیھم بالوبال حیث
وقعتھم فی ارتکاب ماثم لم یکن
لولم تکن وھو کما تری وانما العود
علیھم فی کراھۃ لا عن مستند صحیح
کما علمت بالجملہ موجب کراہت دوگونہ است
یکے ذاتی کہ خود در آنکس وجہے باشد کہ شرعاً
امامتِ او مطلقاً یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف

ہوں تو اس کا امام ہونا مکروہ نہیں کیونکہ جاہل اور فاسق،
عالم اور صالح افراد کو ناپسند کرتے ہیں الخ اقول (میں
کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں، ایک
یہ کہ کوئی شخص خود بخود لوگوں کی نفرت کے باوجود آگے
بڑھے اور لوگوں کو اپنی اقتدا میں نماز ادا کرنے پر مجبور کرنے
دوسری چیز ایسے امام کے پیچھے نماز کا معاملہ ہے، علماء
نے صورتِ مذکورہ میں جو مکروہ تحریمی کا حکم لگایا ہے اس کا
اطلاق پہلے کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی اس شخص کے لئے
ایسا کرنا جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو گناہگار
ہوگا اور اسکی نماز ثواب سے خالی رہے گی فقہاء کے ذکر کردہ
الفاظ "کرہ لہ ذلک ویکرہ لہ التقدم" کا یہی معنی ہے
دوسری چیز کہ اس شرعی وجہ کے تابع ہے جو اس آدمی
میں حاصل ہے اور لوگوں کو کراہت پر بطریق حق راغب
کرتی ہے جیسا کہ ہم نے اس میں سے بعض کا بیان کیا ہے
اگر یہ وجہ نماز میں کراہتِ تحریمی کا موجب ہو مثلاً فسق اور
بدعت وغیرہ تو نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی ورنہ مکروہ تنزیہی،
جیسا کہ غلام اور اس کے ہم مثل میں تنزیہی ہے۔ کیا آپ نہیں
دیکھتے کہ فقہاء نے ان لوگوں کی امامت کے مکروہ تنزیہی
ہونے پر تصریح کی ہے اور فقہاء نے اس میں ارسال واطلاق
سے کام لیا اور ان کے تقدم کو قوم کی رضا کے ساتھ مقید
نہیں کیا بلکہ اس کی علت یہ بیان کی اس میں جماعت کو
متنفر کرنا لازم آتا ہے اور نفرت ان کے ناپسند کرنے
کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اب اس بات واضح کردیا کہ نماز
صرف مکروہ تنزیہی ہوگی اگرچہ اس کا امام بننا مکروہ تحریمی
تھا کیونکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے، اگر مکروہ تنزیہی

اولٰی بود چنانکہ امثلہ اش گزشت دوم خارجی و آں مکروہ پنداشتن قوم است مرتقدم اورا، باز ذاتی بر دو صنف است یکے لحق الشرع چوں فسق و ابتداع و جہل، دوم لحق الغیر چوں حضور صاحب البیت یا امام الحی یا قاضی یا سلطان کہ خلوایشاں از مزیتے کہ دیگرے دارد حامل بر کراہت شد ازیں کراہت ذاتی است وجہ او مرعات حق غیر است پس گویا ایں صنف برزخ است میان ذاتی وخارجی، ونسبت میان اینہا اعنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم وخصوص من وجہ است، جائے ذاتی یافتہ شود نہ خارجی چوں رضائے قوم بتقدم غلامے عامی وجائے بالعکس چوں کراہت قوم تقدم عالمے تقی را بعداوت نفسانی وجاہا باہم آیند وتاثیر ذاتی در نفس نماز است واثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز، ووقوع اثرش بر امام مشروط بوجود اول ست ورنہ خود بر قوم باز گردد بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بر وجہ ثانی نیست، اگر قوم بتقدیم فاسق و ولد الزنا وجاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود ہمچناں اگر میہماناں برضائے خودشاں یکے از ایشاں را بامامت برگیرند بے رضائے صاحب خانہ کراہت نہ رود، وحکم اول متنوع بتحریم وتنزیہ است وحکم دوم در حق امام دائما تحریم دارد و مندفع میشود برضائے قوم لارتفاع العلۃ بخلاف اول کہ در صنف اول او رضائے وعدم رضائے کسے را دخلے نیست لکونہ حقا للشرع المطہر آرے در صنف ثانی رضائے صاحب حق نافی کراہت شود گو رضائے دیگراں نباشد لقولہ صلی اللہ تعالٰی

ان کی رضا کے ساتھ مقید ہو حتی کہ اگر وہ ناپسند کریں تو نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، تو قوم کی وُہ کراہت جو کسی وجہ شرعی کی بنا پر پیدا ہوتی اس کا وبال بھی انھی پر ہوگا کیونکہ وہ ان کے گناہ کے ارتکاب کی وجہ بنی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ گناہ بھی نہ ہوتا اور جیسا کہ معاملہ آپ نے دیکھ لیا اور ان پر گناہ کا لوٹنا اس کراہت میں ہے جو مستند دلیل سے ثابت ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیا، الغرض کراہت کا سبب دو طرح پر ہے، ایک ذاتی کہ اس شخص کے اندر ایسی بات پائی جاتی ہو کہ شرعی طور پر اس کی امامت مطلقاً یا جماعت حاضرہ میں ممنوع یا خلافِ اولٰی ہو۔ جیسا کہ اس کی مثالیں گزریں۔ دوم سبب خارجی ہے وہ یہ کہ قوم خاص اس کے امام بننے کو ناپسند جانتی ہو پھر ذاتی کی دو صورتیں ہیں ایک حق شرع کی بنا پر مثلاً فاسق ہونا، بدعتی ہونا اور جاہل ہونا۔ دوم غیر کے حق کی وجہ سے مثلاً صاحبِ خانہ، امام محلہ، قاضی یا سلطان کا موجود ہونا، کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس اضافی چیز سے خالی ہے جو دوسرے میں ہے لہذا اس وجہ سے کراہت آئے گی اس وجہ سے یہ ذاتی ہے اور اس کی وجہ حق غیر کی رعایت ہے گویا یہ قسم ذاتی اور خارجی کے درمیان برزخ کی طرح ہے، اور تقسیم اول کی دو اقسام کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، ایک جگہ ذاتی ہو خارجی نہ ہو مثلاً قوم کا عام غلام کے تقدم پر راضی ہونا، اور دوسری جگہ اس کا عکس ہے مثلاً قوم کا عداوتِ نفسانی کی وجہ سے متقی عالم کے تقدم کو ناپسند کرنا، اور بعض مقامات پر ان دونوں کا

علیہ وسلم الا باذنہ[1] وفی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ اضیاف فی دار یرید ان یتقدم احدھم ینبغی ان یتقدم المالك فان قدم واحدا منھم لعلمہ وکبرہ فھو افضل[2] الخ اغتنم ھذا التحریر فلعلك لاتجدہ ھذا التحبیر غیر ھذا التحریر پس اعمٰی مثلاً اعلم قوم نباشد وقوم ہم بتقدیم او راضی نے آنگاہ تقدم مراورا مکروہ تحریمی بود ونماز پس او مکروہ تنزیہی واگر قوم بتقدیم او راضی شود کراہت اولٰی مرتفع شود وثانیہ باقی واگر اعلم قوم است پس بحال رضائے قوم ہیچ کراہتے نیست وحال کراہت خود برکار بین است وامام وامامت بری مثلہ فی ذلك نظر ائمۃ الثلثۃ علی مابحثہ فی البحر واختارہ فی الدر وقد ثبت منصوصاً فی الاختیار وغیرہ کما مروان خالفہ فی النھر فلیس مع النص لاحد مقال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال۔

اجتماع ہوتا ہے، ذاتی کا اثر نماز پر پڑتا ہے، خارجی کا اثر ذاتِ امام یا قوم پر ہوگا نماز پر نہیں خارجی کا وقوع اثرِ امام پر وجود اول سے مشروط ہے ورنہ خود قوم پر اثر لوٹ جائے گا بخلاف پہلی (یعنی ذاتی) کے کہ اس کی تاثیر نماز پر وجہ ثانی پر موقوف نہیں، اگر کوئی قوم فاسق یا جاہل ولدزنا کے تقدم پر راضی ہوجاتی ہے تو نماز کراہت سے بری (خالی) نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مہمان صاحبِ خانہ کی رضا کے بغیر اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنائیں تو کراہت ختم نہ ہوگی۔ پہلی صنف کا حکم تحریم وتنزیہی پر منقسم ہے اور دوسری صنف میں امام کے حق میں دائماً تحریم کا حکم ہے اور قوم کی رضامندی پر یہ حکم مرفوع ہوگا کیونکہ اس صورت میں قوم کی رضامندی سے علت ختم ہوجائے گی بخلاف پہلی صنف کے کہ اس میں کسی کی رضا یا عدم رضا کا دخل نہیں کیونکہ وہ شریعت مطہرہ کا حق ہے، ہاں دوسری صنف میں صاحبِ حق کی رضا کراہت کے منافی ہوجائیگی اگرچہ دیگر لوگ راضی نہ ہوں، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کے اذن سے امام ہوسکتا ہے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے کہ کسی گھر میں اگر مہمان کسی کو امام بنانا چاہیں تو مناسب یہی ہے کہ صاحبِ خانہ کو امام بنایا جائے، اگر صاحبِ خانہ ان میں سے کسی کو علم یا بزرگی کی بنا پر امام بنائے تو افضل ہے الخ۔ پس اس تفصیل گفتگو کو غنیمت جان، کیونکہ اس تحریر کے علاوہ اس مسئلہ سے متعلق تفصیلی گفتگو کہیں نہیں ملے گی، پھر نابینا مثلاً جو قوم سے زیادہ عالم نہ ہو اور قوم اس کے تقدم پر راضی نہ ہو تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، اگر قوم اس کے تقدم پر راضی ہو تو پہلی کراہت ساقط دُوسری باقی رہے گی۔ اور اگر قوم سے زیادہ عالم ہو تو قوم کی رضا کی صورت میں کوئی کراہت نہ ہوگی، اور اگر قوم ناپسند

---

[1] جامع الترمذی باب من احق بالامامۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۳۲

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۳

کرتی ہو تو کراہت ان لوگوں پر ہوئی جو ناپسند کر رہے ہیں اور امام اور امامت دونوں اس (کراہت) سے بری ہوں گے، باقی تینوں کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ بحر میں بیان کیا ہے، اور درمختار میں اسے پسند کیا ہے، اور اختیار وغیرہ میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ گزرا، اگرچہ نہر میں اس کی مخالفت ہے مگر نص کے مقابل کسی کا قول نہیں چل سکتا اور اللہ تعالٰی حقیقتِ حال سے زیادہ آگاہ ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم اگر امام الحی از وجوہ خلل خالی است ہموں اولٰی است مگر در حضرت سلطان مسلمین و قاضی شرع و والی اسلام کہ ایناں را بر و تقدیم ست فی الدر المختار اعلم ان صاحب البیت و مثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان اوقاض فیقدم علیہ لعموم ولایتھما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب[1] اھ قال العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی قال فی البنایۃ ھذا فی الزمن الماضی لان الولاۃ کانوا علماء وغالبہم کانوا صلحاء واما فی زماننا فاکثر الولاۃ ظلمۃ جھلۃ[2] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ **اقول** نعم ولکن الفتنۃ اکبر من القتل بلی ان رضوا بتقدیم غیرھم فلا کلام وان کانوا علماء صلحاء کما اذا اذن صاحب البیت لغیرہ واللہ تعالٰی اعلم اھ ماکتبت علیہ

جواب سوال چہارم اگر محلہ کا امام اسباب و وجوہِ خلل سے خالی ہو تو اسی کا امام بننا بہتر ہے مگر اس صورت میں جب مسلمانوں کا حاکم، قاضی شرع اور والیِ اسلام موجود ہوں کیونکہ ان حضرات کو امام محلہ پر تقدیم کا حق حاصل ہے۔ دُرمختار میں ہے: واضح رہے کہ صاحبِ خانہ اور اسی طرح مسجد کا مقررہ امام امامت کے لئے ہر حال میں دوسرے لوگوں سے اولٰی ہیں مگر اس صورت میں کہ جب صاحبِ خانہ یا امامِ معیّن کے ساتھ سلطان یا قاضی ہو تو بادشاہ اور قاضی کے تصرف وولات کے عام ہونے کی وجہ سے ان کو مقدم کیا جائیگا اور حدادی نے والی کو امام معیّن پر مقدم کرنے کی تصریح کی ہے اھ اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں فرمایا بنایہ میں ہے یہ حکم زمانہ ماضی میں تھا کیونکہ حکمران (اصحابِ اختیار) علماء اور صلحاء ہوتے تھے، ہمارے دور میں والی اکثر ظالم اور جاہل ہیں اھ مجھے یاد آرہا ہے اس پر میں نے حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ ٹھیک ہے لیکن فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے، ہاں اگر

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۳

یہ خود کسی کو امام بنانے پر رضامند ہوں تو کوئی کلام ہی نہیں، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔
اگرچہ یہ حضرات خود علماء وصلحاء ہی ہوں جیسا کہ صاحبِ خانہ اگر اپنے غیر کو اجازت دے دے تو کوئی اعتراض نہیں
واللہ تعالٰی اعلم اھ میرا حاشیہ ختم ہوا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

مسئلہ ۶۱۳: مرسلہ حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حفظ قرآن شریف کیا اور عمر اس کی تقریباً ۱۵ برس کی ہے یعنی ۳ ماہ کم ہیں اور احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے وللاکثر حکم الکل (اور اکثر کے لئے کُل کا حکم ہوتا ہے۔ت) حدِ بلوغ میں داخل ہوکر امامتِ تراویح بغرض ختم قرآن رجال کی کرسکتا ہے اور نابالغین کی درصورت عدم بلوغ امامتِ تراویح کرسکتا ہے مثلاً زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کو کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس اجیر نے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس حیلہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یا نہیں، اکثر نابالغین امامتِ تراویح حسبِ تجویزِ مشائخ بلخ کرتے ہیں درصورت عدمِ جواز کیا ان کا حکم یعنی اُن رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یا نہیں؟ درصورت اعادہ ان پر کوئی اسائت ہے یا نہیں؟ خصوصاً یہ مقتدی حافظ ہوکر جماعت نابالغ کرے بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اس پر کیا ہجنت وقباحت؟

الجواب

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وُہ احتلام ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہوجائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہوکر پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بےاقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہوسکتا،

فی الدرالمختار فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی۔[1]

درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

نابالغوں کی امامتِ تراویح تو درکنار، فرائض بھی کرسکتا ہے،

فی ردالمحتار غیر البالغ فان کان

ردالمحتار میں ہے غیر بالغ اگر مذکر ہو تو اس کی امامت

---

[1] درمختار فصل بلوغ الغلام الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

ذکراتصح امامته لمثله من ذکر و انثی و خنثی[1] — درست ہے یعنی اس کا اپنے ہم مثل مذکر، مونث اور خنثی کا امام بننا درست ہے۔ (ت)

مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کرسکتا حتی کہ تراویح و نافلہ میں بھی۔

فی ردالمحتار لایصح اقتداء الرجل بصبی مطلقا ولو فی نفل علی الاصح[2] — ردالمحتار میں ہے اصح قول کے مطابق بالغ مرد کا بچے کی اقتداء کرنا ہر حال میں درست نہیں اگرچہ نفل ہوں (ت)

ہدایہ میں ہے :

المختار انه لایجوز فی الصلوات کلها[3] — مختار قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں اس کی امامت درست نہیں۔ (ت)

اُس حافظ بالغ پر اس حیلہ میں بربنائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لاشتغاله بمالایصح (بسبب ایسے عمل میں مشغول ہونے کے جو صحیح نہیں ہے۔ ت) درمختار میں ہے :

صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانه اشتغال بمالایصح[4] — دیہاتوں میں عید ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مصروف ہونا ہے جو نادرست ہے (ت)

مذہب اصح میں اُن بالغین پر اعادہ میں امامت کیا ہوتی بلکہ ترکِ اعادہ میں امامت ہے استاذ و غیر استاذ سب اس حکم میں برابر ہیں، ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوا نابالغ کے نہ ملتا ہو تو باتباع مشائخ بلخ سنّت ختم حاصل کرلیں فان الاداء علی قول خیر من الترک مطلقا (کیونکہ ایک قول کے مطابق ادا کرنا مطلقاً ترک کرنے سے بہتر ہے۔ ت) درمختار میں ہے :

الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیة وغیرها[5] — بعض کے نزدیک جائز ادا، ترک سے اولٰی ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

پھر مناسب یہ ہے کہ بلحاظِ مذہب اصح اعادہ تراویح کرلیں لیحصل الاحتیاط بالمقدار المیسور (تاکہ بقدر

---

[1] ردالمحتار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۴۲۶
[2] درمختار	"	" مجتبائی دہلی	۱/۸۴
[3] الہدایۃ	"	" المکتبۃ العربیۃ کراچی	۱/۱۰۳
[4] درمختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۱۴
[5] درمختار	کتاب الصلٰوۃ	" " "	۱/۶۱

آسانی احتیاط حاصل ہوجائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز علیحدہ رہی اب اس نے زید کو چھوڑ کر بکر سے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جاکر دو چار روز رہی اس سے طلاق نامہ لکھوا لائی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں ان کو طلاق نامہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سنایا اور سب نے مع مادر ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہوسکتا، پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہوجائیگا۔ چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جاکر نکاح پڑھ دیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلانے سے بھی نہیں آئی نکاح بطمع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دو چار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں۔ امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتوے بھی دیتے رہتے ہیں مسجد کے اندر بوجہ پمپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھڑے لوٹے فرش مسجد پر پڑتی ہیں دوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو بُرا کہتے ہیں اور مارنے کو اس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے، دو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کہتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں۔ جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں پشم پر مارتا ہوں۔ اور جن لوگوں کی عورتیں باہر کی پھرنے والی ہیں اُن کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں۔ فقط، جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

جس شخص کے وہ حالات وعادات واقوال وافعال ہوں وہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ کھلا گمراہ بددین ہے۔

عدت کے اندر نکاح ناجائز وحرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآن عظیم ناطق،

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[1]۔ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے وہ عورتیں جو مطلقہ ہوجائیں وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ (ت)

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں، اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم از کم سخت

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲۸

مکروہ، جب اس کے فسق و بیباکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا جاڑے کے دنوں میں خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کر لیتا ہو، آخر بے غسل کے نماز پڑھنا عدت میں نکاح جائز کر دینے سے زیادہ نہیں ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے :

انهم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة و فعل ماینافیها بل هو غالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالك و هو رواية عن احمد[1]۔

کیونکہ اگر لوگوں نے کسی فاسق کو مقدم (امام) کر دیا تو اس بنا پر گنہگار ہوں گے کہ اس تقدیم کی کراہت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور امورِ دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہے، بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط کو خالی چھوڑنے کا ارتکاب کرتا ہو اور نماز کے منافی بعض اعمال بجالاتا ہو، بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر ایسا کرنا غالب گمان ہے اسی لئے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یوں ہی ہے۔ (ت)

اور خود معاملہ نماز میں اس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پروائی اُسی بیان سے ظاہر جو سائل نے لکھے کہ ناپاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بُرا کہتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو جس کی یہ حالت ہے اس کے پیچھے نماز کی اصلاً اجازت نہیں ہو سکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۵: از بنارس محلہ کندی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچہری دیوانی جس میں نماز وقتیہ و جمعہ ہوتا ہے، عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایمائے حاکم ضلع بغرض انہدام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا منجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاوضہ مکان ودیگر از روئے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بعوض اس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کر دی جائے حالانکہ مسجد کا کھودنا از روئے فقہ جائز نہیں ہے۔ عالمگیریہ میں ہے :

لوکان مسجد فی محلة ضاق علی اهله و لایسعهم ان یزیدوا فیه فسألهم بعض

اگر محلہ کی مسجد اہل محلہ پر تنگ ہو گئی ہو اور وہ لوگ اس میں کشادگی نہ کر سکتے ہوں تو اس مسئلہ کے متعلق بعض

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

الجیران ان یجعلوا ذٰلک المسجد لہ لیدخلہ فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضا ما ھو خیر لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی لایسعھم ذٰلک[1]۔

پڑوسی یہ کہتے ہوں کہ مسجد کو ان میں سے کوئی ایک حاصل کرے اور اپنے گھر میں شامل کرے اور اس کے عوض متبادل بہتر جگہ مسجد کے لئے خرید دے تاکہ اہل محلہ مسجد میں کشادگی حاصل کرسکیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ (ت)

اس جلسہ میں بعض وہ بھی شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انھوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کئے بلکہ مولوی صاحب موصوف سے لوگوں نے دریافت کیا تو موصوف صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے نہ دیتا تو کیا بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈالتا، حالتِ اکراہ میں تو وہ عیاذًا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں۔ حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکمِ ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہلِ اسلام سے امرِ مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی، مولوی صاحب نے اکراہ کو قَطعَ اَوْ قَتلَ کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ توریہ کو کہا جس کی قید کتبِ فقہ میں ہے۔ الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہوجانے کا خیال ہے۔ حنفیوں پر اکثر طعنے بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں۔ مولوی صاحب کو امام نماز کا ازروئے شرع و مصلحت بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

یہ شخص بنصِ قطعی قرآن شریف فاسق وفاجر ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو باز رکھے خدا کی مسجدوں کو ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں۔

عذر اکراہ محض جھوٹا ہے، جو کمیٹیاں رائے زنی کے لئے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکام کی طرف سے کٹہرے پر نجری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یوں رائے نہ دی تو قتل کردئے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کردئے جائیں گے، بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ ہاں دنیا پرست بغرض خوشامد میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۷

[2] القرآن ۲/ ۱۱۴

اگر دین و ایمان گنوا کر حکام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بکلیۂ کاذبہ اکراہ چاہیں مسجد ڈھائیں چاہے خدا و رسول کو گالیاں سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۱] (عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) ایسے لوگ نہ عند اللہ معذور ہو سکتے ہیں نہ عند الحکام مجبور ؎

مبادا دل آں فرومایہ شاد
کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جو دنیا کی خاطر دین کو ہوا کے حوالے کر دیتا ہے۔ ت)

خردمند انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فروش نہایت ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ جس نے ذراسی خوشامد کے لئے دین جیسی عزیز چیز کو خیرباد کہا اس سے جو ہو جائے تھوڑا ہے، جس نے ادنٰی طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ سے رُوگردانی کی اس سے حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خسر الدنیا والاٰخرۃ ذلک ھو الخسران المبین[۲] (دنیا و آخرت کا گھاٹا یہی صریح نقصان ہے۔ ت) اور مسئلہ اکراہ میں یُوں بے قید الفاظ جو خدا اور رسول کی جناب میں منہ بھر کر اس شخص نے کہے وہ بھی اس کے سُوئے ادب و قلتِ دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوفِ جان کے وقت بھی حکم عزیمت یہی ہے کہ کسی طرح اصلاً کلمۂ کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت یہ کہ حتی الامکان توریہ کرکے پہلو داربات سے جان بچائے، اگر توریہ پر قادر تھا اور اُسے چھوڑ کر صریح کلمۂ کفر بولا قطعاً یقیناً کافر ہو جائے گا، درمختار میں ہے:

ان اکرہ علی الکفر باللہ تعالٰی اوسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ و یوری و قلبہ مطمئن بالایمان، و ان خطر ببالہ التوریۃ ولم یورکفر وبانت دیانۃ وقضاء، نوازل و جلالیۃ ویوجر لوصبر لترکہ الاجراء المحرم[۳] الخ باختصار۔

اگر کسی کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ معاذ اللہ کفر کرے یا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ گالی دے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائیگا تو اسے اجازت ہے کہ زبان پر ایسے کلمات کو جاری کر دے جن کا مطالبہ کیا گیا ہو لیکن توریہ (یعنی حتی الامکان پہلو داربات کے ذریعے جان بچانے) سے کام لے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن اور قائم رہے اور اگر اس کے دل میں توریہ کا خیال آیا مگر اس نے توریہ نہ کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت قضاءً و

---

[۱] القرآن ۲۶/ ۲۲۷ [۲] القرآن ۲۲/ ۱۱
[۳] درمختار کتاب الاکراہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۶

دیانۃً بائنہ ہوجائیگی قوازل اور رجلا لیہ ، اور اگر صبر و ہمت سے کام لے تو اجر پائے گا کیونکہ وہ اس نے حرام کام کے ارتکاب کا ترک کیا ہے الخ اختصاراً (ت)

ایسے شدید فاسق کو افضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہِ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرأت ہے، جب وہ ادنٰی طمع یا خوشامد کے لئے مسجد ڈھانے کے لئے موجود ہے تو ادنٰی تکلیف یا کاہلی کے باعث بے نہائے یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا لگتا ہے، ایسے کو امام بنانے والے گنہگار رہیں گے، مسلمانوں کو چاہئے ہرگز ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اگر ناواقفی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے :

لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ باموردینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینافیھا بل ھوالغالب بالنظر الی فسقہ[1]

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنا دیا تو وہ اس بنا پر گنہگار ہوں گے کہ ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فاسق امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور دین کے لوازمات کو بجالانے میں سُستی کرتا ہے۔ پس ایسے شخص سے یہ بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط چھوڑ دے اور نماز کے منافی عمل کو بجالائے ، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے۔ (ت)

امام بنانا درکنار، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایسے کی صحبت سے دُور بھاگو، اُسے اپنے سے دُور رکھو کہیں وُہ تمھیں بہکا نہ دے، فتنہ میں نہ ڈال دے"۔ صحیح مسلم شریف میں ہے : ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[2] (تم اپنے آپ کو ان فساق سے بچاؤ تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں ۔ ت) اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت و توفیق بخشے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱۶ ازملک اپر برہما چھاؤنی مشکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیانِ دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دُکان کرتی ہیں اور باہر نکلتی ہیں سر کھول کر اور بجائے پاجامہ کے تہمد باندھتی ہیں، چلتے میں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو، اور مرد اُن کے منع نہیں کرتے، اور جب ان کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۰

خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں نکاح پڑھا لیتے ہیں۔ اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہوئے ہیں جن کی عورتوں کا ذکر ہوچکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے؟

الجواب

ران کھولنا حرام ہے، اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں۔ اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[1]۔ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[2]۔ تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روزِ قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے تو وہ فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[3]۔ اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہگار ہوں گے(ت)

بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے۔

فی الدرالمختار دیوث من لایغار علی امرأتہ اومحرمہ[4]۔ دُرمختار میں ہے وہ شخص دیوث ہوتا ہے جو اپنی بیوی اور کسی محرم پر غیرت نہ کھائے۔ (ت)

ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے بے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا، قال اللہ تعالٰی: لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[5] (کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۶۶/ ۶

[2] صحیح بخاری باب الجمعۃ فی القرٰی والمدن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۲۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ 〃 سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب التعزیر 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۸

[5] القرآن ۶/ ۱۶۴

مسئلہ ۱۶۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کاربہائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے: مُردہ کا نہلانا اور اس کی اجرت لینا، سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کی اُجرت لینا، مُردے کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا اور سُود کھانا خفیہ طور سے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سُود لینا گناہِ کبیرہ ہے، یُوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وُہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہوگا یا بعد عادت کے کبیرہ ہوجائے گا۔ ناخواندہ لوگوں سے پڑھوا کر اُجرت لیتا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کئے کہ بے پڑھوں کو بُلاتا ہے اور براہِ فریب اُن کی قرآن خوانی ظاہر کرکے اُجرت لیتا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوتِ قرآن کریم پر اُجرت لینا ہی ناجائز ہے کما حققہ السید المحقق الشامی فی رد المحتار وشفاء العلیل (جیسا کہ سید محقق شامی نے ردالمحتار اور شفاء العلیل میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ت) اور مُردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اُجرت لینے میں دو صورتیں ہیں اگر یہ فعل اسی شخص پر موقوف نہ ہو اور لوگ بھی مل کر یہ نہ کرے تو وہ کرسکتے ہیں جب تو اُن پر اُجرت لینی جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا تو اُجرت لینی حرام ہے۔

فی الھندیۃ عن الخلاصۃ رجل استاجر قوما یحملون جنازۃ اویغسلون میتا ان کان فی موضع لا یجد من یغسلہ غیر ھؤلاء و من یحملہ غیر ھؤلاء فلا اجرلھم وان کان ثمۃ اناس فلھم الاجر وحفر الحفار علی ھذا وفی موضع لا اجر لھم لو اخذوا الاجر لایطیب لھم۔[1]

ہندیہ میں خلاصہ سے ہے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو جنازہ اٹھانے یا میت کو غسل دینے کے لئے کرایہ پر حاصل کیا اگر تو وُہ ایسی جگہ ہے جہاں ان کے علاوہ اور کوئی دُوسرا غسل دینے والا نہیں اور نہ ہی جنازہ اٹھانے والا کوئی ہے تو ان کے لئے کوئی کرایہ لینا روا نہیں ہے، اور اگر وہاں دوسرے لوگ ہیں تو پھر ان کے لئے کرایہ لینا جائز ہے۔ قبر کھودنے والے کا معاملہ بھی یہی ہے اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کرایہ لینا ان کے لئے جائز نہ تھا اور انہوں نے کرایہ لے لیا تو یہ ان کے لئے اچھا کام نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۵۲

اور مُردے کے کپڑے وغیرہ جو بہ نیت تصدق دئے جاتے ہیں اگر یہ لینے والا محتاج ہے یا غنی ہے اور دینے والے کو اس کا غنی ہونا معلوم ہے یا وہاں بطور رسم امام نماز یا ملّائے مسجد کو یہ چیزیں دی جاتی ہیں خواہ وہ محتاج ہو یا نہیں تو لینا جائز ہے اگرچہ غنی کے لئے کراہت سے خالی نہیں۔ اور اگر یہ شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اُس سے لے لئے تو حرام ہے۔

کمالایخفی وقد نبہ فی الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ علی ادق من ھذا۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اس سے بھی بڑھ کر سخت تنبیہ ہے۔ (ت)

اور گناہِ کبیرہ خواہ ابتداءً کبیرہ ہو یا بعد عادت کبیرہ ہو جائے موجبِ فسق ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اُسے امام بنانا گناہ ہے کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ (جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ہاں گناہِ کبیرہ خفیہ ہو یا علانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں بندے اس پر حکم نہیں کرسکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن کما اوضحہ فی الدر المختار من الشھادۃ فی بیان تقییدھم شرب الخمر بالادمان (جیسا کہ درمختار میں شہادت سے متعلق گفتگو میں جہاں انھوں نے فقہاء کا شربِ خمر کو دوامِ شرب کے ساتھ مقید کرنے کو بیان کیا ہے۔ ت) اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اسمٰعیل دہلوی مصنفِ تقویۃ الایمان کو حق جانتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کے ضلالت و کفریات پر آگاہی ہو کر اُسے اہلِ حق جانتا ہو تو خود اُس کی مثل گمراہ بددین ہے اور اُس کے پیچھے نماز کی اجازت نہیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب اطلاع ہو اعادہ واجب ہے،

کما ھو الحکم فی سائر اعداء الدین من المبتدعین الفسقۃ المرتدۃ المفسدین۔ جیسا کہ یہی حکم تمام ان اعداء دین کا ہے جو بدعتی، فاسق، مرتد اور فساد پھیلانے والے ہیں۔ (ت)

اور اگر آگاہ نہیں تو اُسے اس کے اقوالِ ضالہ دکھائے جائیں، اس کی گمراہی بتائی جائے، رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ بطور نمونہ مطالعہ کرایا جائے۔ اگر اب بعد اطلاع بھی اُسے اہلِ حق کہے تو وہی حکم ہے، اور اگر توفیق پائے حق کی طرف فاخوانکم فی الدین (تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۶۱۹ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بغرض پیشہ کے جو شخص تصاویر دیوتائے اہلِ ہنود کی مثل نیسو و راون و رام چندر و سیتا وغیرہ کی بناتا ہے اور فوٹو گرافر اور مغلم اور حرامی اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ سر بازار پھرتی ہیں تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھی ہو تو اعادہ اس کا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے، اور معبودانِ کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون[1]۔ رواہ الائمۃ والشیخان عن عبد اللہ بن مسعود عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روزِ قیامت مصوروں پر ہوگا۔ اس کو ائمہ اور بخاری ومسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کے حوالے سے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نقل کیا ہے۔

یوں ہی مغلم، فاسق، فاجر مرتکب کبائر ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من یعمل عمل قوم لوط[2]۔ رواہ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ملعون ہے جو قومِ لوط کا کام کرے۔ اس کو امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

جس کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلا یا پیٹ یا سر کے بال یا پنڈلی کا حصہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کُھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حدِ مقدور تک نہ روکتا ہو بندوبست نہ کرتا ہو وہ بھی فاسق و دیّوث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء[3]۔ رواہ الحاکم والبیہقی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیّوث اور مردوں کی صورت بنانے والی عورت۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری باب عذاب المصورین یوم القیمۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۰

[2] مسند احمد بن حنبل مروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ " دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۷

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الرجل تیخذ الغلام والجاریۃ المغنیین ۱؎ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۲۶

درمختار میں ہے :

دیوث من لایغار علی امرأته او محرمه[1]۔ جو اپنی عورت یا اپنی کسی محرم پر غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے۔

اسی طرح اگر عورت جوان اور محلِ فتنہ ہے اور اس کے باہر پھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کر باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوث ہے اگرچہ پُورے ستر کے ساتھ باہر نکلتی ہو، ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے۔ کما حققه فی الغنیة وفصلناه فی فتاوٰنا (جیسا کہ اس کی تحقیق غنیہ میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ت) اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولٰی ہے جبکہ وُہ سب حاضرین سے زیادہ مسائلِ نماز و طہارت نہ جانتا ہو، اگر امام نہ ملے توضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے۔ اس عذر سے ترکِ جماعت جائز نہیں فان الواجب لایترك لاجل (واجب کو کسی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ ت) خلافِ اولٰی اور دفعِ کراہت کے لئے اعادہ مستحب[2] کما بینه فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۰: از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور مسّے کثرت سے ہوگئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے و نیز کثرت مسّوں سے اخراج ریح فضلہ براز کا دھبّا بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ جو ہجوم مسّوں کی وجہ سے وقت اجابت کسی جگہ اندر الجھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے، زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا، دو یا تین پاجامے رکھنا اور ان کا وقتاً فوقتاً دھوکر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہوسکا خاص کر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے درگزر کرتا ہے مگر اس صورت میں وُہ کیا کرسکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہوا اور بعد کو اور نمازی آکر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے۔ ان دقتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہئے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر حالت ایسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بدلے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہوجائے گا یعنی براز ساڑھے چار ماشہ سے زائد یا وہ زرد پانی روپیہ بھر کی مساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھونے کی کوئی ضرورت

---

[1] درمختار باب التعزیرات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

[2] ؎ " باب صفۃ الصلٰوۃ " " " ۱/۷۱

نہیں ورنہ بے دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی اور جبکہ وہ حالتِ معذوری میں ہے یعنی کوئی وقت کامل نماز کا ایسا گزر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہ ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگرچہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کرسکتا، لوگ اگر آکر شامل ہوں جہر کرے تکبیر آواز سے نہ کہے وہ لوگ خود الگ ہوجائیں گے۔ اور اس پر بھی جُدا نہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کردے کہ میں معذور ہوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو۔

فی الدر المختار ان سال علی ثوبہ فوق الدرھم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لوغسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلاۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتوی[1]۔

درمختار میں ہے اگر معذور کے کپڑے پر درہم سے زیادہ نجاست بہہ گئی تو اس کے لئے اس کا نہ دھونا اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس کو دھوئے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کپڑے اس کے نجس ہوجاتے ہیں اگر اس کے فارغ ہونے سے پہلے نجس ہو تو اس کے لئے دھونے کو ترک کرنا جائز نہیں۔ فتوی کے لئے یہی قول مختار ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۱ از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص قواعدِ تجوید سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں؟ اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنٰی میں فساد آتا ہے مثلاً حرف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ ء ت س ہ ز پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروفِ مدہ ہوجائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں، جس طرح بعض جہال نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے یا لا الی اللہ تحشرون بلام تاکید کو لا الی اللہ تحشرون بلائے نافیہ کہ تغیر معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتمد محققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کما حققہ ورجحہ المحقق فی الفتح والحلبی فی الغنیۃ وغیرھما (محقق نے فتح میں اور حلبی نے غنیہ میں اور دیگر لوگوں نے اپنی کتب میں اس کی تحقیق

---

[1] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۳

کی ہے۔ ت) اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد داں وغیر قواعد داں کسی کی اس کے پیچھے نہ ہوسکے گی فان صلٰوۃ الماموم مبتنیۃ علی صلٰوۃ الامام (کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہے۔ ت) اور اگر وہ غلطی یُوں ہے کہ حرف بروجہ صحیح ادا نہیں کرسکتا جس طرح آج کل عام دہقانیوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتوٰی اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل کما افادہ العلامۃ الغزی والعلامۃ الخیر الرملی وغیرھما (جیسے علامہ غزی اور علامہ خیر رملی اور دیگر علمائے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ت) اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر عجز یُوں ہے کہ سیکھنے کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کرکے چھوڑ دی اگر لپٹا رہتا تو اُمید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی ان کے نزدیک بھی خود اس کی اپنی نماز کو بھی باطل کرے گی کما فی الخلاصۃ والفتح وغیرھما عامۃ الکتب (جیسے خلاصہ، فتح اور ان کے علاوہ عام کتب میں ہے۔ ت) غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں وقد فصلنا القول فی تلک المسائل فی عدۃ مواضع من فتاونا (ہم نے ان مسائل پر اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ ت) اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فسادِ معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح، پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تجوید کے امور ضروریہ واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے مد متصل بقدر ایک الف وغیرہ فما فصلنا فی فتاوٰی لنا فی خصوص الترتیل (جس کا ہم نے اپنے فتاوٰی میں ترتیل کے تحت تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ ت) جب بھی اُسے امام نہ بنایا جائے کہ نماز اس کے پیچھے بشدت مکروہ ہوگی لاشتمالھا علی امر مؤثم وکونہ فاسقا بتمادیہ علی ترک واجب متحتم (کیونکہ وُہ ایسے امر پر مشتمل ہے جو گناہ ہے اور اس کا فاسق ہونا اس شک میں ڈالتا ہے کہ کہیں وہ حتمی واجب کا ترک نہ کر بیٹھے۔ ت) اور اگر ضروریات سب ادا ہولیتے ہیں صرف محسنات زائدہ مثل اظہار اخفا و روم و اشمام و تفخیم و ترقیق وغیرہا میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں، ہاں قواعد داں کی امامت اولٰی ہے لان الامام کلما کان اکمل کان افضل (وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل امام ہوگا۔ ت) واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۲: از بنگالہ سلہٹ موضع پیام مرسلہ جناب سورج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدین ۱۳ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید نے دربارۂ جائداد مشترک فیہ بینہما نزاع مقدمہ کچہری کیا عمرو فتحیاب ہُوا زید اس گاؤں کا امام ہے اب عمرو نے بوجہ تعصب و مخاصمت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچہری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کے جھوٹ بولا تم لوگ اب اس کے پیچھے نماز مت پڑھو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا، تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اس کے جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد نہیں پیش کیا گیا ہے، دعوٰی بلادلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے

نہ نکالا اور نہ کسی نے اُس پر دروغگوئی کا کبھی شک کیا، اگر بالفرض اُس کی کذب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہوجائے تو زید قابلِ امامت رہے گا یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز اس کے پیچھے ہوجانے میں تو اصلاً شبہ نہیں بحدیث صلوا کل بر و فاجر[ف]، اور کچہری میں مقدمہ ہار جانے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا، کچہریوں میں ہزاروں بار جھوٹے سچے اور سچے جھوٹے ٹھہرتے ہیں، انگریزی کچہریاں تو شرعِ مطہر سے علاقہ رکھتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے اسلامی محکمے ہی پوری پابندی شرع سے صراحۃً کنارہ گزیں، جہاں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی باآنکہ قاضیٔ شرع جس کے خلاف حکم فرمادے اُسے فقہا دفع تناقض کے لئے صار مکذبا شرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بنا پر کاذب و فاسق و مرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے کہ حکم حاکم بنظرِ ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا بشر وانکم تختصمون الی و لعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی ما نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیئ من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع قطعۃ من النار[1]۔ رواہ الشیخان عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

میں بھی ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو ممکن ہے تم میں سے کوئی آدمی دلیل پیش کرنے میں ہوشیار ہو اور دلیل کی وجہ سے دوسرے پر غالب آجائے اور میں دلائل سننے کے بعد اس کے مطابق فیصلہ کردوں، تو جس کے حق میں دوسرے بھائی کے حق کا فیصلہ ہوا ہو وہ اس کو نہ لے کیونکہ وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہ یا سہو یا جہل کے باعث اپنے آپ کو حق پر جان کر دعوٰی یا جواب دہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصدِ کذب نہ کیا حکمِ فسق اس پر نہ ہوا،

ومثل ذلک کثیر فی خصومات الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم بل ھو المتعین فیھم۔

اس کی مثالیں مقدماتِ صحابہ میں بہت ہیں بلکہ یہی ان میں متعین ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب من اقام البینۃ بعد الیمین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰

ف: حدیث کے الفاظ تفصیلاً یوں ہیں: صلوا خلف کل بر و فاجر و صلوا علی کل بر و فاجر و جاھدوا مع کل بر و فاجر۔ نذیر احمد سعیدی

علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وُہ بغیر کسی ایسے اظہار کے جو بظاہر خلاف واقع ہے حاصل نہ ہوسکتا ہو تو اپنے احیائے حق کے لئے ایسی بات کا بیان شرعاً جائز ہے اگرچہ سامع اُسے کذب پر محمول کرے۔ درمختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه[1] الخ و تمام تحقیقه فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن الامام حجة الاسلام۔

اپنے حق کے حصول اور اپنے آپ سے ظلم کو دُور کرنے کے لئے کذب مباح ہے الخ اور اس کی پُوری تفصیل امام حجۃ الاسلام کی تبیین المحارم کے حوالے سے ردالمحتار میں ہے (ت)

بالجملہ صورت مذکورہ میں صرف بیان مدعا علیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے دعوٰی یا تائیدِ دعوٰی میں کوئی بات خلاف کہی تو اس سے واقعی کاذب و فاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا، ہاں اگر شہادتِ شرعیہ سے زید کا کذاب فاسق بے حرمت ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچے تو بیشک اُسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہوگا کما ھو حکم الفاسق (جیسا کہ فاسق کا حکم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۳ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی مصلّے پر فرض نماز پڑھنا بایں صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہوجائے گی اور اگر برابر ہے کہ نہ بیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہوسکے اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اُس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد، اور اگر مرد نے وقت تحریمہ نیتِ امامتِ زن کی تھی تو دونوں کی گئی۔ فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

المرأة اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان قدماها بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلاتهما بالجماعة وان کان قدماها

کسی خاتون نے جب اپنے خاوند کے ساتھ گھر میں نماز ادا کی ہو اگر اس کے قدم خاوند کے قدم کے مقابل ہوں تو دونوں کی نماز با جماعت جائز نہ ہوگی اور اگر اس کے قدم

---

[1] درمختار فصل فی البیع من کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/۲۵۴

خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع رأس المرأة فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لان العبرة للقدم[1]

خاوند کے قدم سے پیچھے ہوں اگرچہ خاتون کا قد لمبا ہونے کی وجہ سے اس کا سر حالت سجدہ میں خاوند کے سر سے آگے واقع ہوتا ہو تو پھر بھی دونوں کی نماز درست ہوگی کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الزیلعی قال المعتبر فی المحاذاة الساق والکعب فی الاصح وبعضهم اعتبر القدم اھ فعلی قول البعض لو تأخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان کان ساقها وکعبها متأخرا عن ساقه وکعبه وعلی الاصح لا تفسد وان کان بعض قدمها محاذیا لبعض قدمه[2] الخ۔

زیلعی کہتے ہیں کہ اصح قول کے مطابق محاذات میں پنڈلی اور ٹخنے کا اعتبار ہے اور بعض نے قدم کا اعتبار کیا ہے اھ تو بعض کے قول پر اگر قدم کا کچھ حصہ مرد سے پیچھے ہوا نماز فاسد ہوگی اگرچہ اس کی پنڈلی اور ٹخنے مرد کی پنڈلی اور ٹخنے سے پیچھے ہوں، اور اصح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ بعض قدم عورت کا مرد کے بعض قدم کے محاذی ہو الخ (ت)

درمختار میں ہے:

حاذته مشتهاة ولا حائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجة تسع رجلا فی صلاة مطلقة مشترکة تحریمة واداء واتحدت الجهة فسدت صلاته لو مکلفا ان نوی الامام وقت شروعه لا بعده امامتها والا ینوها فسدت صلاتها[3] اھ مختصرا۔

مرد کے محاذی ایسی خاتون ہوگئی جو صاحب شہوت ہو اور ان کے درمیان کوئی مرد اور آڑ حائل نہ ہو، آڑ کم از کم بلندی میں ایک ہاتھ کے برابر اور موٹائی میں ایک انگلی کے برابر کا اعتبار ہے یا یہ کہ دونوں کے درمیان فاصلہ اتنا چھوٹا ہو جو ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو (کہ آڑ اور فاصلہ کی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی) اور یہ کہ نماز مطلق (یعنی رکوع سجدہ والی) ہو تکبیر تحریمہ و ادا میں دونوں مشترک ہوں اور جہت بھی ایک ہو تو مرد کی فاسد ہوجائے گی اگر وہ مکلف ہو (یعنی عاقل بالغ ہو) اور امام نے شروع نماز کے وقت اس خاتون کی امامت

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمن یصح الاقتداء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۵

[2] ردالمحتار باب الامامۃ " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۲۳

[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

کی نیت کی ہو کہ نماز شروع کرنے کے بعد، اور اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو اس نا تون کی نماز فاسد ہوگی اھ اختصاراً (ت) ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۶۲۲ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود خور اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جُھوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز پڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ جواز و عدمِ جواز کی کیا دلیل ہے ؟

الجواب

سُود خور اور رشوت خور اور جُھوٹی گواہی دینے والا اور قصداً بعض اوقات نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ۔

کما فی الغنیۃ عن الحجۃ واقرہ فی ردالمحتار وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاۃ ورای عدی التقلید ۔

جیسا کہ غنیہ میں فتاوٰی حجہ سے مروی ہے ردالمحتار میں اسے ثابت رکھا ، اور اس کی تفصیل ہمارے رسالے "النھی الاکید عن الصلاۃ ورای عدی التقلید" میں ہے ۔ (ت)

اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصّہ خواہ یُوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو تو باریک کہ ستر نہ کرسکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وہ خود دیوث ہے فاسق ہے ۔

فان الدیوث کما فی الحدیث وکتب الفقہ کالدر وغیرہ من لایغار علی اھلہ[1] ۔

حدیث اور کتب فقہ مثل درمختار وغیرہ کے مطابق دیوث وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی بیوی پر غیرت نہیں کھاتا ۔ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ تمام بدن کے پورے سترِ عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلاً جیٹھ ، دیور ، بہنوئی یا اپنے چچا خالہ ماموں پھوپھی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورات جو خُوب موٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لئے باہر آتی جاتی ہیں یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حدِ قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی ، تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے

---

[1] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخری[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۵، ۶۲۶: از لسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمٰن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں؟

(۲) کون سی صورت میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز؟

الجواب

(۱) بہت لوگ ہیں ازانجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وہ وہابی جن کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہے، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: الصلٰوۃ خلف اھل الھواء لاتجوز (اہلِ ہواء کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ت) جو قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے فسادِ معنٰی ہو، جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ معذوری کے وجہ، مثلاً جسے معاذ اللہ سلس البول یا ہر وقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے۔ اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارتِ صحیحہ کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی، مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کرلیا یا فصد لگواکر وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ ان کے سوا اور بکثرت صورتیں ہیں کہ کتبِ مذہب میں اس کی تفصیل ہے۔

(۲) نابینا کے کپڑے پر اگر نجاست بقدر منعِ نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور خلاف اولٰی ہے جبکہ سب حاضرین سے علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ وہی امام کیا جائے گا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲۷: از گورا بازار ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گورا بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے میں شریک ہوئے اور اقرار بھی کیا اور ماسوا اس کے اور کچھ بھی نہیں اس سبب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب امام اوّل ایک مولوی کو بلاکر لایا اور کچھ دے کر اور یہ بھی سُنا گیا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا، مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس نے کچھ حق بھی بیان کیا

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴

اور کچھ طرفداری بھی کی، آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں ولا تشتروا بأیتی ثمنا قلیلا، اور مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے یتیموں کی حق تلفی جو کی وہ بھی معاف ہوئی یا نہیں یا امام اول کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا اور دلوانا پڑے گا یا نہیں، اور ایک آدمی خوش الحانی کو ضروریات سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے از روئے شرع شریف کے یا نہیں؛ اور ایک شخص پابندی نماز کی نہیں کرتا ہے فارسی میں دخل بہت ہے وہ امامِ اوّل کو چاہتے ہیں کہ یہ رہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے، اور امام دوسرے کی حقیقت یہ ہے کہ علمِ حدیث وتفسیر وفقہ واصولِ عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی، آیا اس کا ثبوت شرع شریف میں ہے یا نہیں؛ اور امام اول کی اقتدار ابھی تک بعض لوگ مکروہ جانتے ہیں۔ بینوا توجروا مع حوالہ کتاب۔

الجواب

پرایا مال بے اذن شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن[1] چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوجاتا ہے، اور یتیموں کا مال ناحق لینا سخت تر کبیرہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[2]۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔

یتیموں کا حق کسی کے معاف کئے معاف نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کردیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للضرر (کیونکہ ولایت نگرانی کیلئے حاصل ہوتی ہے نقصان دینے کے لئے نہیں۔ ت) بلکہ خود یتیم و نابالغ بھی معاف نہیں کرسکتے نہ ان کی معافی کا کچھ اعتبار ہے للحجر التام عما ھو ضرر (کیونکہ نقصان دہ معاملہ میں تصرف کرنے سے انہیں مکمل روک دیا گیا ہے۔ ت) محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہئے کہ ضرور دلادے، ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہوسکے گا، مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۶

[2] القرآن ۴/ ۱۰

32 امامِ اوّل کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حققہ فی الغنیۃ عن فتاوی الحجۃ واقرّہ فی ردالمحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاونا (جیسا کہ فتاوٰی حجہ کے حوالہ سے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں اسے برقرار رکھا۔ اس مسئلہ کا بیان ہمارے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر موجود ہے۔ ت) جس شخص نے کھلے کر بعض ناحق باتیں امامِ اوّل کی طرفداری کے حق میں ملادیں وہ ضرور آیۂ کریمہ ولا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا[1] اور آیۂ کریمہ لاتلبسوا الحق بالباطل[2] کا مورد ہوا، امام کے لئے خوش الحانی کچھ ضرور نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے، شرع مطہر پر افترا کرتا ہے، بلکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اتراتا ہے یا کم سے کم اتنا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کے بدلے اپنے الحان بنانے کا خیال رہتا ہے۔ فتاوٰی قاضی خان و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ولکن یقدموا الدرستخوان فان الامام اذاقرأ بصوت حسن یشغلہ عن الخشوع والتدبر والتفکر[3]

قوم کے لئے ایسے شخص کو تراویح میں امام بنانا جو خوش الحان ہو مناسب نہیں البتہ درست پڑھنے والے کو امام بنا سکتے ہیں کیونکہ امام جب قرأت کرے گا تو اس کو اچھی آواز خشوع، تدبر اور تفکر سے غافل کردے گی۔ (ت)

امامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خواں وصحیح العقیدہ ہو، فاسق نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم علماؤکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[4] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر تمھیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہئے کہ تمھارے علما تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے واسطہ وسفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب عزوجل کے درمیان۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۴۱ [2] القرآن ۲/۴۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶

[4] المعجم الکبیر مروی عن مرثد الغنوی " المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۳۲۸

نوٹ: اصل کتاب میں فلیؤمکم علماؤکم کی جگہ فلیؤمکم خیارکم ہے۔ نذیر احمد سعیدی

خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزری، ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ:

العلماء ورثۃ الانبیاء[1] (علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں)

اور ہدایہ میں ہے:

من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی[2] — جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی۔

لکن لم یعرفہ المخرجون وقال الزیلعی ھو غریب (لیکن اصحابِ تخریج کے ہاں یہ حدیث معروف نہیں امام زیلعی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔ ت)

امام اول اپنی اس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے جبکہ سچی توبہ نہ کرے اور مال لینے کی توبہ بغیر مال واپس دئے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یتیموں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ۔

مسئلہ ۶۲۸: ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ

ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکرانِ ضروریاتِ دین رافضی یہ بالاجماع کافر مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل، کچھ غیر کافر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بدمذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنھوں نے اب ندوہ جما کے اپنے دین کی بیخ کنی کی، ندوے کی رُوداد وں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضل گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز یا ناجائز جیسے عامہ غیر مقلدین،

کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید۔ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں کی ہے۔ ت)

یا گناہ و مکروہ تحریمی، کما بیناہ فی غیر موضع من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ بیان کیا ہے۔ ت) یُوں ہی وُہ خود نہ پہلے بدمذہب تھے اور نہ اب کلمات بدمذہبی کے مکرر لکچراروں کے

---

[1] صحیح البخاری — باب العلم قبل العلم والعمل الخ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/ ۱۶

[2] الہدایہ — باب الامامۃ — " المکتبۃ العربیۃ کراچی — ۱/ ۱۰۱

اقوال ضلالت سُنے، پسند کئے اور ان پر راضی ہوئے، ان کی اشاعت کی حمایت کی، یہ سب کل بوجہ رضا و نصرت باطل اہلِ باطل وارباب ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریکِ حال ہوگئے، کچھ وہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کہا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سُن کر شریک ہوگئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور ہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ شرح منیہ وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۹ از بریلی محلہ سرخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہِ وہابیین یعنی فرقۂ غیر مقلدین اھل سے اہلِ سنت وجماعت میں یا خارج ان سے اور فرقِ ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوفِ فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

فی الواقع فرقۂ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، ان سے مخالطت آگ ہے۔ صورتِ مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی[1] اور ہم نے ابراہیم واسمٰعیل سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے گھر کو صاف رکھیں گے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف وتطیب[2] حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے محلوں میں مساجد بنانے اور انھیں ستھرا و نظیف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا۔ (ت)

نجاستیں درکنار قاذورات مثل آب دہن وآب بینی باآنکہ پاک ہیں مسجد سے ان کا دُور کرنا واجب تو بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۲/۱۲۵

[2] سنن ابوداؤد باب اتخاذ المساجد فی الدور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۶

اھل البدع شرالخلق والخلیقۃ[1] بدمذہب تمام مخلوق سے بدتمام جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے،

اصحاب البدع کلاب اھل النار[2]۔ بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کُتّے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ وفساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصفِ قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جاسکتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

والفتنۃ اشد من القتل[3]۔ فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

عینی شرح بخاری و درمختار وغیرہما میں تصریح ہے کہ مسجد سے موذی نکال دیا جائے ولو بلسانہ اگرچہ صرف زبانی ایذا دیتا ہو۔ نجاستیں دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں اور بدمذہب ع

ہر چہ شوئی پلید تر باشد

(جتنی بار دھویا جائے پلید ہی رہتا ہے)

اعاذنا اللہ منھم ومن حالھم وعقائدھم واعمالھم بجاہ نبیہ الکریم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم۔ اللہ تعالٰی اپنے پیارے نبی علیہ وآلہ افضل الصلٰوۃ والسلام کے صدقے میں ان سے ان کے حال اور عقائد واعمال سے محفوظ رکھے (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۰: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اسے منع نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دیوث کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کہ ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں

---

[1] کنز العمال البدع والرفض من الاکمال مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۲۳
جامع الصغیر مع فیض القدیر " دار المعرفۃ بیروت ۳/۹۴

[2] کنز العمال فصل فی البدع " موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۱۸
جامع الصغیر مع فیض القدیر " دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۲۸

[3] القرآن ۲/۱۹۲

یا سر کے بالوں کا کوئی حصّہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور شوہر باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیّوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۱ ازجائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب

۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابند صوم وصلٰوۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف، دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امامت وغیرہ میں۔ بینوا توجروا

الجواب

امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائطِ امامت سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق مجاہر ہوں، قرآن عظیم صحیح پڑھتے حروف مخارج سے بقدر تمیز ادا کرتے ہوں، سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز و طہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو، پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر جو عمر میں بڑا ہو، پھر جو خوش خلق ہو، پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو، یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں۔ جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے۔

فی التنویر والدر الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلٰوۃ بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ ثم الاحسن تجویدا ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس ثم اکثرھم تہجدا ثم الاشرف نسبا[1] اھ مختصرا۔

تنویر اور درمختار میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وہ فحش گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو، اس کے بعد جو قرأت وتلاوت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو، پھر صاحبِ تقوٰی، پھر عمر میں بڑا، پھر جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو، شارح نے کہا خُلق ضمہ خا کے ساتھ لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں۔ پھر زیادہ تہجد گزار، پھر خاندانی شرف والا اھ اختصاراً (ت)

ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اس کی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں، جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہیے،

لان التنفیر من اشد ما یحترز عنہ کیونکہ یہاں سب سے زیادہ جس بات سے بچنا ضروری ہے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

ھھنا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقا بشروا ولا تنفروا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وہ لوگوں میں نفرت سے بچنا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا (ہر حال میں) خوشخبری دینے والے بنو نفرت پھیلانے والے نہ بنو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳۲ ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

مجلس مبارک کی عدم حاضری اور قیام سے کراہت اگر بربنائے وہابیت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امر اہم میں مصروف ہے یا وہاں پڑھنے والا روایاتِ بے اصل یا نظم و نثر خلافِ شرع پڑھے گا یا صاحبِ مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعاً اسی صاحبِ مکان پر ہے وغیرہ ذالک من الموانع (ان کے علاوہ دیگر موانع سے۔ ت) اور قیام سے کراہت صرف اس مسئلے میں کہ خطا کے باعث ہے نہ اصولِ وہابیت مان کر، تو ان صورتوں میں اُس کے پیچھے نماز درست بلاکراہت ہے مگران بلاد میں صورت انکار و کراہت بے ضلال اصولِ وہابیت نہیں پائی جاتی مجلس مبارک و قیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو وہابی گمراہ خاسر ہیں اور وہابیہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ۔ کما حققناہ فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا ورسالتنا النھی الاکید وغیرھا (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں متعدد مقامات پر اور اپنے رسالے النھی الاکید وغیرہ میں خوب کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۳ ۷۔ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ زبانی نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اُسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کل مسائلِ نماز سے واقف ہے مگر وہ گاہ گاہ مسجد میں آتا ہے اس کی موجودگی میں اسی معین امام کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے؟

الجواب

تعزیوں کی تعظیم اور آج کل کے ناجائز مرثیوں کا پڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور وُہ دوسرا حافظ اگر بلا عذرِ شرعی جماعتِ مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترکِ جماعت بھی فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدۃً پُورا سُنّی ہو، قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو، فاسق نہ ہو، مسائلِ نماز و طہارت سے خوب واقف ہو۔ اور اگر یہ دوسرا حافظ سُنّی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دُوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذرِ صحیح شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں، اس کے ہوتے ہُوئے وہ امام مقرر نماز نہ پڑھائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۴ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امامِ مقررہ موجود ہو اس کی بغیر اجازت دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بے اس کی اجازت کے دُوسرے کو امامت نہ چاہئے جبکہ وُہ امام معیّن صالح امامت ہو یعنی سُنّی صحیح العقیدہ کہ قرآنِ عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو۔ درِمختار میں ہے:

امام المسجد الراتب اولٰی بالامامۃ من غیرہ مطلقا[1] الخ وفی ردالمحتار من التتارخانیۃ مایفید المنع ان ام بلا اذن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مسجد کا مقررہ امام ہر حال میں دُوسروں سے افضل ہوتا ہے الخ ردالمحتار میں تتارخانیہ سے جو کچھ مذکور ہے وہ مفید منع ہے اگر دُوسرا بلا اجازت امامت کرائے (ت)، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۵ ۲۸ رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امرد لڑکوں سے محبت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا تجویز کرلیتا ہے، خلوت میں بھی وہ لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں بعض وقت انھیں پیار کرتے بھی دیکھا گیا ہے اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچنا ہُوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا، آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے۔ اب دُوسری مسجد میں آیا، یہاں بھی وہی حال ہے، ایسی صورت میں لے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار بحوالہ تاتارخانیہ باب الامامۃ 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

الجواب

ایسے شخص کو کہ متہم ہے امام بنانا نہ چاہئے لان التھمۃ توجب تقلیل الجماعۃ وھو عکس مقصود الشریعۃ (کیونکہ تہمت جماعت کی قلت کا سبب ہے اور وہ مقصود شریعت کے خلاف ہے۔ ت) مسلمانوں کو چاہئے کہ دوسرے شخص سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق وغیر متہم کو کہ قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو اور نماز و طہارت کے مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام مقرر کریں، اور یہ شخص کہ کسی طرح اُس عادت سے باز نہیں آتا امامت سے جُدا کر دیا جائے، نہ مسجد میں سکونت کرے لان الخلوۃ القبیحۃ بالامرد اخبث من الخلوۃ بالاجنبیۃ فینزہ المسجد عنہ (کیونکہ بے ریش لڑکے کے ساتھ خلوت قبیحہ، اجنبیہ خاتون سے بھی بدتر ہے، لہٰذا اس سے مسجد کو پاک کرنا ضروری ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۶: از حیدر آباد دکن یاقوت پورہ مسجد کمیلہ مکان ۲۰۹ مرسلہ سید عبداللطیف صاحب بتوسط مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب مہتمم تحفہ حنفیہ ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و مستفیدان شریعت مصطفوی و تابعین مذہب حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نوجوان خوبصورت لائق امامت، قرأت سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور مسائل ماتجوزبہ الصلوٰۃ سے واقف مذہب حنفی کے تابع ہیں، دوسرے صاحب حال میں مذہب حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار فرمائے ہیں، فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اوّل کے ناواقف ہیں مگر مسائل ماتجوزبہ الصلوٰۃ اور قدرے ریش بھی رکھتے ہیں پس حالتِ مندرجہ بالا میں حسبِ قواعدِ حنفیہ لغرض امامت بلاکسی علت و کراہت کے ہر دو صاحب میں سے کس کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس مقام پر کثرت سے مقتدی تابعین مذہب حنفی کے بوقتِ جماعت موجود ہوں۔ السائل حسین خاں حنفی

الجواب

عبارت سوال ابہام و اجمال و تعدد احتمال رکھتی ہے دوسرے صاحب فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں ممکن کہ یہ ناواقفی صرف امور زائدہ میں ہو جن پر صحت و فسادِ نماز مبنی نہیں اگرچہ واجبات تجوید بلکہ واجبات شرع سے بھی ہوں یا شرعاً خواہ تجویداً بھی صرف محسنات و مستحسنات ہوں جیسے وقف و وصل و مد و قصر و اظہار و اخفاء و تفخیم و ترقیق و روم و اشمام وغیرہا کہ اکثر ان میں واجبات تجوید سے ہیں اور امثال و مد متصل کی رعایت شرعاً بھی واجب اور ترک حرام مگر ان میں کسی کا ترک اصلاً مفسدِ نماز نہیں اور ممکن کہ امورِ لازمہ میں ہو جیسے تمایز حروف جہاں تغیر موجب فسادِ معنی ہو، صورتِ ثانیہ میں صاحب دوم کے پیچھے نماز باطل و فاسد ہوگی بخلاف صورتِ اولٰی، اور دوسرے صاحب قدرے ریش بھی رکھتے ہیں اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے تھوڑی داڑھی نکلی ہے، پہلے صاحب محض امرد ہیں اس تقدیر پر پہلے صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی،

فی الدرالمختار تکرہ خلف امرد[1] فی رد المحتار الظاھر انہا تنزیھیۃ والظاھر ایضا کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ[2]

درمختار میں ہے بے ریش لڑکے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے جیسے کہ شیخ رحمتی نے کہا کہ وہ لڑکا مراد ہے جو خوبصورت چہرے والا ہو کیونکہ وہ فتنے کا محل ہے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ دوسرے صاحب قدرے ریش باقی رکھتے ہیں اگرچہ زیادہ کتروا دیتے ہیں بخلاف صاحب اول کہ اصلاً نہیں رکھتے اس تقدیر پر دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور انھیں امام بنانا گناہ کہ داڑھی مُنڈانا اور کتروا کر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے مُنہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسق معلن کی امامت ممنوع و گناہ ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ عن الحجۃ وحققناہ فی فتاوٰنا (غنیہ میں حجّہ کے حوالے سے اس پر تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور مذاہب اربعہ حقّہ سے کسی دوسرے مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتداء میں چند صورتیں ہیں،

(۱) اس خاص نماز میں معلوم ہو کہ امام نے کسی فرض یا شرط وضو یا نماز یا امامت مطابق مذہب حنفی کی رعایت نہ کی وقد استبان بعضہ مع مالہ وعلیہ فی فتاوٰنا (ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر کچھ تفصیل سے اعتراضات مع جوابات ذکر کئے ہیں۔ ت) اس صورت میں اُس کے پیچھے حنفی کی نماز محض باطل۔

(۲) خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ غالباً امور مذکورہ میں مذہب حنفی کی مراعات نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) عادت بھی معلوم نہیں تو اس کی امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں۔

(۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخف ہے مگر ایک گونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں۔

(۵) خاص اس نماز کا حال معلوم ہے کہ اس میں اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عند الجمہور کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتدا کرے،

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

فی الدر المختار تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ اوعدمہا لم یصح وان شک کرہ[1] اھ وقد فصلنا القول فیہ فیما علی رد المحتار۔

درمختار میں ہے مخالف مذہب کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک ــــــــ بحرالرائق کی وتر کی بحث میں یوں تفصیل ہے اگر مقتدی کو اس بات کا یقین ہو کہ شافعی المذہب دوسرے مسلک کی شرائط و ارکان کی رعایت کرتا ہے تو اقتداء میں کراہت نہیں، اور عدمِ رعایت کا یقین ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے اور اگر رعایت اور عدمِ رعایت میں شک ہو تو مکروہ اھ اس بارے میں ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ فی وتر البحر الخ ھذا ھو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ وقواعد المذھب شاھدۃ علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاۃ مواضع الخلاف جاز والافلا، قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلک الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما ھو ظاھر سیاق کلام البحر وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملا علی قاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والافلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلاکراھۃ وفی غیرہ معہا[2] اھ مختصرا۔

ماتن کا قول فی وتر البحر الخ یہی قول معتمد ہے کیونکہ محققین کا اس کی طرف میلان ہے اور قواعدِ مذہب بھی اس پر شاہد ہیں، اور کثیر مشائخ کا قول ہے اگر اس امام کی عادت مواضعِ اختلاف میں رعایت کرنا ہو تو اقتداء جائز ورنہ جائز نہیں، ماتن کا قول ان تیقن المراعاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرائضِ نماز یعنی شروط و ارکان کی رعایت کرتا ہو اگرچہ واجبات وسنن کی رعایت نہ کرتا ہو جیسا کہ بحرالرائق کے سیاقِ کلام سے ظاہر ہے، شرح المنیہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، ملا علی قاری کے رسالے میں ہے کہ جو امام مواضعِ اختلاف میں احتیاط اور رعایت کرتا ہو تو ہمارے اکثر مشائخ جوازِ اقتداء کے قائل ہیں ورنہ اقتداء جائز نہیں اور معنی یہ ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء بلاکراہت جائز اور نہ رعایت کرنے والے کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے اھ مختصراً

---

[1] دُرمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۳
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۱۹

امام بحرالرائق (نے) مجتبٰی سے (نقل کیا) ہے:

ذاکان مراعیا فالاقتداء بہ صحیح علی الاصح ویکرہ والا فلا یصح اصلاً اھ (ملخصا)

اگر وہ شافعی المذہب رعایت کرنے والا ہو تو اصح قول کے مطابق اسکی نماز صحیح اور مکروہ ہے ورنہ بالکل صحیح نہیں اھ ملخصاً (ت)

اقول والتوفیق بنفی کراھۃ التحریم فی المراعی واثبات کراھۃ التنزیہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان میں موافقت یُوں ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء میں کراہت تحریمی کی نفی ہو اور کراہت تنزیہی کا اثبات ہو۔ (ت)

نیز بحر میں ہے:

الاقتداء بالشافعی علی ثلثۃ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی مذھب الحنفی فلا کراھۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فلا صحۃ لکن اختلفوا ھل یشترط ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملۃ صحح فی النھایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی، و فی فتاوی الزاھدی (اذا راہ احتجم) ثم غاب فالاصح انہ یصح الاقتداء بہ لانہ یجوز ان یتوضأ احتیاطا) وحسن الظن بہ اولی الثالث ان لایعلم شیئا فالکراھۃ۔

شافعی امام کی اقتداء کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شافعی سے مذہب حنفی کی رعایت کرنا معلوم ہو تو اس کی اقتداء میں کراہت نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عدمِ رعایت معلوم ہو تو اس کی اقتداء درست نہیں، لیکن فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ شرط ہے کہ اس سے عدمِ رعایت کا علم خاص اس نماز کے اعتبار سے ہے جس میں اقتداء مطلوب ہے یا فی الجملۃ کا اعتبار ہے۔ نہایہ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر کتب نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور فتاوی زاہدی میں ہے کہ جب کوئی حنفی شافعی کو دیکھے کہ اس نے پچھنے لگوائے پھر وہ غائب ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے کیونکہ ممکن ہے اس نے احتیاطاً وضو کرلیا ہو اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بہتر اور اولٰی ہے تیسری

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

[2] بحرالرائق باب الوتر والنوافل " " " " " " ۲/۴۶

ف: اس عبارت میں قوسین کے درمیان والی عبارت کا اضافہ ضرورت کے تحت کیا ہے اصل میں عبارت ملخصاً مذکور ہے جو قوسین سے باہر ہے۔ نذیر احمد

صورت یہ ہے کہ امام کے بارے میں کسی قسم کا علم نہ ہو (یعنی نہ رعایت کا نہ عدمِ رعایت کا)، تو اس صورت میں اس کی اقتدار مکروہ ہوگی۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مفسد نماز ہے مثلاً قرآن عظیم کی غلط خوانی بحدِ افساد معنی یا اس خاص نماز کے وقت طہارت وغیرہا کسی شرطِ نماز یا شرطِ امامت کا فوت، جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں، اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بوجہ اجتماع امردیت وحسنِ صورت اولٰی یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کریں جس میں اصلاً کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتدا کریں، اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلاً داڑھی حدِ شرع سے کم کرنا یا فرائض و شرائط نماز میں مذہب حنفی کی پروا نہ کرنا اگرچہ یہ دو یا ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی وجہ تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحب اول سے بہتر امام نہ ملے تو اسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں، اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امامت نظیف ملے تو اُسی کی اقتدا کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اُس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہب حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہتِ تحریم نہیں تو اگر معلوم ہو کہ صاحب دوم خاص اس وقت شرائط حنفیہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملنے کی حالت میں اُسی کی امامت اولٰی کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلا کراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں بوجہ امردیت وحسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاۃ معلوم نہیں تو اور کوئی امام نظیف نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہئے کہ اب مذہب جمہور و مشرب منصور پر کراہت تنزیہ میں دونوں شریک ہوئے اور مخالف المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقاً نماز مکروہ تحریمی ہے اگرچہ مراعاۃ شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اُس کی اقتدا پر تنہا نماز پڑھنے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی۔ ردالمحتار میں ہے:

خالفھم العلامۃ الشیخ ابراھیم البیری بناء علی کراھۃ الاقتداء بھم لعدم مراعاتھم فی الواجبات والسنن وان الانفراد افضل لولم یدرک امام مذھبہ وخالفھم ایضا العلامۃ الشیخ رحمہ اللہ السندی تلمیذ ابن الھمام فقال الاحتیاط فی

علامہ شیخ ابراہیم البیری نے ان حضرات کی اس بناء پر مخالفت کی ہے کہ ان کی اقتدار مکروہ ہے کیونکہ یہ واجبات وسنن میں رعایت نہیں کرتے اور اگر اپنے مذہب کا امام نہ ملے تو تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام ابن ہمام کے شاگرد شیخ سندی رحمہ اللہ تعالٰی نے بھی ان حضرات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ

عدم الاقتداء بہ ولو مراعیا۔ اگرچہ مخالف رعایت کرنے والا ہو پھر بھی اقتدا نہ کرنے میں احتیاط ہے (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۷ از مانو گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۲۲ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع اہل اسلام شافعی مذہب ہیں عالم جن میں ایک مرتبہ اور چند مرتبہ حج بھی کر آئے ہیں مگر تارک نماز سنت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نماز سنت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کر لیتے ہیں، ان کی امامت واسطے پیروامام حنفی کے کیسی ہے؟

الجواب

شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، دو صبح سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد، اور دو مغرب وعشاء کے بعد، جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق ملامت وعتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار وفاسق ومستوجب عذاب ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ صرح بہ الغنیۃ عن الحجۃ (اس کے بارے میں حجہ کے حوالے سے غنیہ میں تصریح ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۸ از مانو گاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستورات باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پالکی کا نہ دستور ہے نہ جانتی ہیں غرضکہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضرورت کو پاپیادہ جانا، پوشش ان کی بجائے پاجامہ ایک تہبند مثل غلاف تکیہ کمر سے گھٹنوں تک، بدن پر مثل ہندوستان چھوٹے کپڑے یا دوپٹہ کے استعمال میں نہیں، ایک جُبّہ کے مثل پہنتی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے۔ رہا سر کا پردہ، جب گھر سے باہر نکلنا ہُوا تو ایک تہبند مثل بالاتحریر کے اندر جسم میں پہن لیا، سر اور کمر تک کا پردہ ہو جاتا ہے، مگر چہرہ کھُلے رکھنے کی عادت ہے، ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں، ان کا نکلنا عام وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں، یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب، ان لوگوں کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں، اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

بندوبست نہ کریں تو دیوث ہیں، اور ایسوں کو امام بنانا گناہ۔ اور اگر تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے پردے میں خوب چھپا ہوا ہے صرف منہ کی ٹکلی کھلی ہوئی جس میں کوئی حصہ کان کا یا تھوڑی کے نیچے کا یا پیشانی کے بال کا ظاہر نہیں تو اب فتویٰ اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضا سے ہو تو اُن کی امامت سے بھی احتراز انسب کہ سد فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳۹ از ماؤ گاجہ ملک پراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الاخری یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجاء کلوخ سے نہیں اسی وقت پیشاب کیا اور فوراً پانی سے استنجاء لے لیا ان کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

اس صورت میں ترکِ سنت ضرور ہے مگر صرف پانی اگر انقطاع قطرہ ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان مل جاتا ہے تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک پر ان کی امامت کو ناجائز کہا جائے جبکہ ان کا منشا کوئی امر قبیح مثل استخفاف سنت حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۴۰ از حیدر آباد دکن مرسلہ حسین خان بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے مذہب حنفی ترک کر کے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات حضرت جناب سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمایا اس لئے میں نے بھی تبدیل مذہب کیا، پس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسب اصولِ حنفیہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائق اقتدار موجود ہوں۔

الجواب

ان بلاد میں کہ جہاں نہ حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتابیں، حنفیت چھوڑ کر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، انتقال کرنے والا اگر مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحۃً مراد شرع کے مضاد ہوگا کہ شرع نے طلب علم کا حکم فرمایا اور یہ ترک علم و طلب جہل کرتا ہے حاشا للہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق و ہدی و رشاد ہیں مگر جہاں نہ جس مذہب کے عالم نہ کتابیں وہاں اس کا اختیار صراحۃً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے لئے علم و عمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکام حنفیت سے آگاہ نہ تھا تو فاسئلوا اھل الذکر[۱] (اہل ذکر سے پوچھو۔ت) کے امتثال پر تو قادر تھا اب کہ وہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہل ذکر بھی یہاں نہیں تو صراحۃً جہل کے ساتھ عجز علم اور اپنے منہ پر شریعت مطہرہ کا دروازہ بند کرتا ہے واللہ الھادی۔

---

[۱] القرآن ۱۶/۴۳

مسئلہ ۱۴۲۶ از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پاکر پندرہ بیس مردانِ اہلِ اسلام نے مشورہ کرکے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر مواہیر علمائے دین چسپاں تھیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مدتِ درازسے امامت کرتے ہیں اور نمازِ جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کاروں کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کرلی ہیں، اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں وارد حال مقیم ہیں کہ جو غیر اللہ کا جانور ذبح کرتے ہیں مولوی صاحب بھی ان کے یہاں کھاتے ہیں جمعہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اُٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو، اور جو لوگ کہ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا کہ منبر پرسے تم اُترو یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے جن مردانِ اہلِ اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقرر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے اُن کے رُوبرو اذان کہی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاقی ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، پیش امام نے اُسی وقت مسئلہ باجازت نماز مواہیر علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں، یہ کلام مولوی صاحب کا سُن کر جن اہلِ اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر مواہیر علمائے دین موجود اور چسپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو مواہیر علمائے دین کیونکر اس پر چسپاں کرتے، اگر تمھاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوسکتی ہے تو نہ ہو ہماری نماز تو ہوسکتی ہے، یہ کلام اہلِ اسلام کا سُن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہوجانے نماز جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی، تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہوجانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی ہوسکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال گگے لائق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کے لئے امام وہی ہوسکتا ہے جس کا تقرر بادشاہِ اسلام سے چلا آتا ہے، وہ کہ جسے بضرورت عام مسلمان مقرر کرلیں نمازِ جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بعد ختم جماعت اپنے چند آدمیوں کو لاکر اُسی مسجد میں دوبارہ خطبہ و نماز قائم کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ پچھلی نماز نہ ہُوئی، اور یہ دُوسرا شخص گنہگار ہُوا، اور فتوٰی شرعی کو زمین پر پھینک دینے سے اُس کا حکم بہت سخت ہوگیا، عالمگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے۔ یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴۲ ازکلی ناگر پرگنہ پُورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدتِ دراز سے امامت کرتا ہے اور بہ مشورہ اہلِ اسلام پیش امام ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا اور ایک عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر میں گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہیئے یا نہیں؟

الجواب

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کروایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح ساعی ہوا یا اس پر راضی ہوا تو وہ فاسق ہے اُسے ہرگز امامت نہ کرنی چاہیئے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلکہ کوئی عورت کسی طرح معاذ اللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اُسے حمل رہا اُس نے اس کی پردہ پوشی کے لئے اسقاط کرایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ پوشی امر حسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴۳ ازکلی ناگر پرگنہ پُورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ بولا اور یہ کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے معزول کیا جائے، اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اُس کا جواب دیا جائے، ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا نادانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴۴ تا ۶۵۰ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سُورتی رحمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

(۱) کیا امامت میں شرعاً وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام ہونا ضرور ہے، غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو۔

(۲) کیا اہلسنّت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُس کے خاندان سے باہر جانا اُن کی حق تلفی ہے۔

(۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا۔

(۴) اگر امامت کے شرعاً احق و الیق علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین، صالح، متدین، جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہُوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنانا چاہیں یا اس میں کوشش کریں اُن پر شرعاً الزام ہے یا نہیں۔

(۵) امامت پنجگانہ و امامت جمعہ وعیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے۔

(۶) اگر کسی گھرانے میں سابق سے امامت رہی ہے پھر ان کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہو کر اسے امامت سے معزول کیا ہو اور باآنکہ اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالمِ دین کو امامت کے لئے انتخاب کیا اور برسوں اُس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلانزاع اُس کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفعۃً وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بنا پر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم وممنوع، اور یہ دعوٰی مسموع ہے یا ممنوع و مدفوع، اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سند مہری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعاً مستند ہے یا نہیں۔

(۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر علمِ دین کی ترجیح دفع کرنے کو حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر (ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ ت) پیش کریں تو ان کا استدلال صحیح ہے یا باطل۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سہام فرائض پر تقسیم ہو اور بحکم آیہ کریمہ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1] (اللہ تعالٰی تمہیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ دو بیٹیوں کے برابر بیٹے کا حصہ ہوگا۔ ت) دوہرا حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو اور بحکم آیہ کریمہ ولھن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد[2] (ان بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ ہے اگر خاوند اولاد چھوڑ گئے ہوں۔ ت) آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ پیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وارث تو وہ بھی ہیں، عورات و اطفال کا اصلاً اہلِ امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شَے میں جاری ہوسکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو معاً پہنچنا لازم، اور امامت میں تعدد محال، تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے، یہ صریح جہل مبین ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعتقادھم ان خبز الاب لابنہ لایفید لما فیہ من تغییر حکم الشرع ومخالفۃ شرط الواقف واعطاء الوظائف من تدریس وامامۃ وغیرھا الی غیر مستحقھا[3] وکذلک اعتقادھم ان الارشد اذا

ان کا یہ اعتقاد کہ باپ کی روزی بیٹے کے لئے ہے مفید نہیں، کیونکہ اس میں حکمِ شرع کی تبدیلی ہے اور واقف کی شرط کی مخالفت ہے اور تدریس، امامت وغیرہ پر غیر مستحق کے لئے وظائف کا عطا کرنا ہے اسی طرح ان کا یہ اعتقاد کہ زیادہ صاحبِ عقل اپنی مرضِ موت میں جب اپنی

---

[1] القرآن ۴/۱۱ [2] القرآن ۴/۱۲

[3] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۴۲۲

فوض واسند فی مرض موته لمن اراد صح لان مختار لا رشد ارشد فهو باطل لان الرشد صفة قائمة بالرشيد لا تحصل له بمجرد اختيار غيره له[1] كما لا يصير الشخص الجاهل عالما بمجرد اختيار الغير له فی وظيفة التدريس وكل هذه امور ناشئة عن الجهل واتباع العادة المخالفة لصريح الحق بمجرد تحكيم العقل المختل ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم (ملخصاً) والله تعالٰی اعلم۔

مرضی کے مطابق کسی کو حقوق تفویض کر دیتا ہے تو صحیح ہے کیونکہ عقلمند کا اختیار درست ہی ہوتا ہے، لیس یہ باطل ہے کیونکہ وقف کے معاملات میں رشد ایسی صفت ہے جو رشید کے ساتھ قائم ہوتی ہے، یہ محض غیر کی پسندیدگی کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں ہوجاتی، جیسا کہ جاہل شخص کے لئے غیر کے محض وظیفہ تدریس پسند کرنے سے جاہل عالم نہیں بن سکتا، یہ تمام امور جہالت اور ایسی عادت پر مبنی ہیں جو عقل میں خلل کی بنا پر صریح حق کے خلاف حکم جاری کرتی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں بھی جاہل رافضیوں کا خیال ہے۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ تھی۔ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ ناحق دبا بیٹھے کہ مولٰی علی حضور کے خاندان اقدس میں سے تھے نہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، آج تک اُن کے جُہال عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جا سکتی صدیق وفاروق کیونکر اس کے مستحق ہوگئے، اور اہلسنت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے، اس میں وہی مستحق مُقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) امامت اصل حق حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی اُمت کا امام ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی انی جاعلك للناس اماما[2] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے بلاشُبہ میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ت) اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اُس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر، اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبانِ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال، تو امامت خاص حقِ علماء ہے اس میں جہال کو اُن سے منازعت کا اصلاً حق نہیں ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامة اعلم قوم ہے۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۴۲۲
[2] القرآن ۲/۱۲۴

تنویر الابصار و دُرمختار وغیرہما میں ہے :

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلوٰۃ[1] والله تعالٰی اعلم۔

امامت کے لئے مقدم ہونے بلکہ مقرر کرنے میں زیادہ حقدار وہ ہے مجمع الانہر جو شخص احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ (ت)

(۴) بیشک جو عالمِ دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعت مطہرہ کا مخالف اور اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کا خائن ہے۔ حاکم و عقیلی، طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للّٰہ منہ فقد خان اللّٰہ و رسولہ والمؤمنین[2] والله تعالٰی اعلم۔

جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور ان میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی۔ (ت)

(۵) امامت جمعہ و عیدین و کسوف، امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے۔ پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان، صحیح القراءۃ، صحیح الطہارۃ، مرد، عاقل، بالغ، غیر معذور امامت کرسکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر (نماز ہر نیک و فاجر کے پیچھے جائز ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاقِ امامت رکھتا ہو، یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے :

اوّل : وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانی : جہاں سلطنتِ اسلام نہیں وہاں امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالث : جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[2] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ دارالفکر بیروت ۴/۹۲

ف : مستدرک میں فیھم کی جگہ فی تلک العصابۃ کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ ، اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں ، اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی ، جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا ، ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے ، اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو ، نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں اُن کا امام عام ہو اور بحکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے ، جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وُہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو ، اُس کے ہوتے ہُوئے اُن کی قرارداد کوئی چیز نہیں ۔ تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے :

یشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء الاول المصر وفناءہ والثانی السلطان او مامورہ باقامتھا۔[1]

جمعہ کی صحت کے لئے سات اشیاء کا ہونا شرط ہے پہلی شہر اور فنائے شہر ، دوسری خود بادشاہ یا وُہ شخص جس کو بادشاہِ وقت نے جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو ۔ (ت)

فتاوٰی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۳۵۱ میں ہے :

اذا خلی الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔[2]

جب زمانہ ذی کفایت سلطان سے خالی ہو جائے تو معاملات علماء کے سپرد کئے جائیں اور امت پر ان علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور وہی حکمران کہلائیں گے اگر کسی معاملہ پر سب کا اتفاق مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ والے اپنے علماء کی اتباع کریں ، اگر زیادہ علماء ہوں تو ان میں سب سے زیادہ صاحبِ علم ہو اس کی اتباع کریں ، اگر سب برابر ہوں تو قرعہ اندازی کر لی جائے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

---

[1] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۹

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث فی بیان العلوم المندوب الیھا مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

الامر منکم[1] — اور اپنوں میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ (ت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ (اس پر علامہ زرقانی نے شرح المواہب اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ[2]۔ — عوام کا خطیب مقرر کرنا اس وقت معتبر نہیں ہے جبکہ مذکورہ افراد موجود ہوں، اگر مذکورہ افراد نہ ہوں تو عوام کا خطیب مقرر کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خان و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز[3] الا ان یکون الامام امرہ بذلك[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگا جب امام نے اسے اس بات کا حکم دیا ہو۔ (ت)

(۶) عالم سے اُن کی منازعت مذموم وممنوع اور ان کا دعوٰی مردود و نامسموع، جوابات سابقہ میں واضح ہولیا کہ امامت میں وراثت نہیں، نہ وہ کسی کا حقِ خاندانی ہے بلکہ حقِ علمائے دین ہے اور انھیں کو تقدیم و ترجیح ہے خصوصًا امامتِ جمعہ وعیدین کہ یہاں بے اُن کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہا سال تک عالم کا امامت کرنا اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیانہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ ان کے خاندان سے باہر کوئی امام نہ ہو، نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے، امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہا سال دوسرے کو اُس میں تصرف کرتے دیکھ کر ساکت نہ رہتے، اب کہ منازعت تازی بات (نیا معاملہ) ہے جس طرح ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شے میں برسوں تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعوٰی کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعوٰی ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ غزی سے ہے:

سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ — ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کا ایک

---

[1] القرآن ۴/ ۵۹

[2] درمختار — باب الجمعہ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۰

[3] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۹۴

[4] فتاوٰی قاضی خان — باب صلوٰۃ الجمعہ — " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۶

مدة تزید علی ثلث سنوات وله جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذبور ھدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی[1]۔

گھر ہے وہ اس میں تین سال سے زائد عرصے سے قیام پذیر ہے اور اس کی ایک جانب پڑوسی بھی ہے مذکورہ شخص اس گھر میں گرانے اور بنانے ہر طرح کا تصرف کرتا ہے اور مدت مذکورہ میں اس کا پڑوسی اس کے تصرف سے آگاہ بھی ہے تو کیا اس کا دعوٰی قابل سماعت ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق اس کا دعوٰی قابل سماعت نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی[2]۔

تصرف پر محض اطلاع ہی دعوٰی سے مانع ہوتی ہے۔ (ت)

اور مجرد سند اگرچہ مہری ہو کوئی حجت شرعی نہیں، نہ ہرگز ثبوت میں پیش ہونے کے قابل۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

احضر صکا فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیین وطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار واما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط[3]۔

کسی شخص نے ایسا اشٹام پیش کیا جس میں ماضی کے حکمران اور قاضیوں کے دستخط تھے اور قاضی سے اس اشٹام کے مطابق فیصلہ چاہا تو فقہا کہتے ہیں کہ قاضی اس اشٹام کے مطابق فیصلہ نہیں کرسکتا کیونکہ قاضی دلیل و حجت کا پابند ہوتا ہے اور حجت گواہ یا اقرار کا نام ہے، رہا معاملہ اشٹام کا تو وہ قابل حجت نہیں کیونکہ تحریر ایک دوسرے سے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر میں ہے: لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ[4] (تحریر پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کے

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الدعوی حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار (افغانستان) ۴/۲

[2] " " " " " " " " " " " " " "

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۴۲

[4] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸

مطابق عمل کیا جائے گا۔ ت) فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ تحریر کبھی جعلی اور جھوٹی ہوتی ہے اسی طرح کبھی تحریر تحریر کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی علم

(۷) زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساق وفجار بھی ہوں گے فرمایا ستکون علیکم امراء یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتہا[2] (تم پر ایسے امراء وارد ہوں گے جو نمازوں کو وقت سے مؤخر کریں گے۔ت) اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتداء سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف آتشِ فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء فاسق سے اہم و اعظم تھا قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بڑا و بدتر ہوتا ہے۔ت) لہذا دروازۂ فتنہ بند کرنے کے لئے ارشاد ہُوا صلوا خلف کل بروفاجر[4] (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ت) یہ اس باب سے ہے: من ابتلی ببلیتین اختار اھونہما (جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہوجائے تو ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ت) اور فقہاء کا قول تجوز الصلاۃ خلف کل بروفاجر (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔ت) اُسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہوجاتی ہے اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہِ تحریمی ہو، اُن مدعیوں کے لئے اس حدیث ومسئلہ فقہ میں کوئی حجت وسند نہیں نفسِ جواز وصحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ام نجعل المتقین کالفجار[5] (کیا ہم صاحبِ تقوٰی کو فاجر لوگوں کے برابر کردیں گے۔ت) یہی فقہاء برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم قوم کو ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ، پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ وعیدین وکسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ بمعنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی کما تقدم بیانہ" پھر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لئے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لئے محصور کردیں کہ خاندان سے باہر کسی عالمِ دین کو بھی اُس کا استحقاق نہ مانیں اور عالمِ دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل بروفاجر کے عموم کا دامن تھامیں اور اسی امامت کو

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱
[2] مسند الامام احمد بن حنبل مروی عن عبادہ بن الصامت مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۱۴
[3] القرآن ۲/ ۲۱۷
[4] سنن الدارقطنی باب صفۃ من تجوز الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۵۷
[5] القرآن ۳۸/ ۲۸

ہر نیک و بد کا مساوی حق قرار دیں۔ جب ہر صالح و طالح اُس میں یکساں ہیں تو تمہارے خاندان کی خصوصیت کہاں ہے اور جب ہر فاسق و بدکار کے پیچھے روا بتاتے ہو تو عالمِ دین صالح ثقہ متقی سے کیوں اُلجھتے ہو، معلوم ہُوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی لیس، اللہ تعالٰی اتباعِ شرع و اطاعتِ علمائے دین کی توفیق بخشے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵۱ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزاوار ہے یا نہیں، اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے: ؎

در شریعت ہست مکروہ اے کیا ۔۔۔ در امامت پیش کردن کور را

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ ۔۔۔ چشم روشن بہ دگر باشد سفیہ

الجواب

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرأت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضرِ جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابلِ امامت ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

یکرہ تنزیھا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولٰی اھ[1]

نابینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولٰی ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحبِ علم ہو اھ مختصراً (ت)

حضرت مولوی قدس اللہ تعالٰی اسرارنا بسرہ النوری اُن آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے اُنھیں کام ہے جس کی چشمِ باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے فضل و احق بالتقدیم ہے کہ علم لدنّی علم رسمی سے بدرجہا اجل و اکمل ہے۔

قال اللہ تعالٰی واتقوا اللہ ط و یعلمکم اللہ[2] و قال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور اللہ سے تقوٰی اختیار کرو اور اللہ تعالٰی ہی تمہیں علم کی دولت سے نوازتا ہے، اللہ

---

[1] درمختار ۔۔۔ باب الامامۃ ۔۔۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۔۔۔ ۱/۸۳

[2] القرآن ۲/۲۸۲

والذین لایعلمون[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵۲: از گنڈہ نالہ مرسلہ وزیر احمد ۹ جمادی الاخری یوم شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید تمسکات میں سُود لکھوالیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف لکھوالیتا ہُوں اور چار پانچ برس ہُوئے کہ اُس نے مع سُود نالش کرکے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز نہیں، جس طرح سُود لینا حرام ہے یُونہی سود لکھوانا حرام ہے بلکہ حدیث میں دوسرے کے لئے سُود کا کاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی[2]، اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سُود لینے والا دونوں برابر ہیں[3]، تو خود اپنے لئے سُود لکھوانا کیونکر موجبِ لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی نالش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرضکہ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب معلوم ہو جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دُہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دُہرانا جدا واجب اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علاوہ۔ لہٰذا توبہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵۳: ۹ رجب المرجب یوم یکشنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وہ شخص لائقِ امامت ہے یا نہیں:

(۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اس میں کبھی نیچے کی آیت اُوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھُوٹ جاتی ہے۔

(۲) فجر کی نماز اکثر قضا پڑھا کرتے ہیں۔

(۳) ظُہر کا وقت کبھی سونے میں گزر جاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آجاتا ہے۔

(۴) مغرب کا وقت سیرِ بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے

---

[1] القرآن ۹/۳۹

[2] صحیح مسلم باب الربا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[3] ایضاً

کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو پڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نماز کا میں کچھ پابند نہیں ہوں۔

(۵) اپنے وضو کا لوٹا اور گھڑا نہانے کا علیحدہ رکھتے ہیں۔

(۶) ایک رافضی سے بے تکلفی ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مذاق بے تکلفانہ اور معشوقانہ ہوا کرتا ہے۔

(۷) نماز کے مسائل معلوم نہیں ہیں۔

الجواب

سہواً کسی آیت میں تقدیم وتاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادراً ہو تو مضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہو تو ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولٰی ہے جبکہ دوسرا صحیح خواں صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معلن قابلِ امامت موجود ہو، نمازِ فجر اتفاقاً قضا ہوجانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو، مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا، اگر کوئی علّت صحیح شرعی قابلِ قبول نہ رکھتا ہو تو بے پروائی ضرور اسے حدِ فسق تک پہنچائے گی اور فاسق کو امام بنانا منع ہے۔ جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا ماندگی کے سبب اتفاقاً ایسا سوجائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ[1]۔ سونے میں قصور نہیں، قصور جاگنے میں ہے۔

اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرۂ نصف النہار سے ڈھل گیا اس کے بعد سویا اور وقت بالکل گزار دیا تو اس پر الزام ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار (جیسا کہ اس پر ردالمحتار میں تصریح کی ہے۔ت) اور جبکہ اس کا عادی ہو، بارہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اور اُسے امام بنانا گناہ، یُونہی اگر اتنے سونے کا عادی ہو کہ فرض ظہر پڑھتے ہی وقتِ عصر واقعی آجاتا ہے سنّت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترکِ سنّتِ مؤکدہ کی عادت کے سبب آثم وگنہگار اور امام بنانے کا ناسزاوار ہے، مغرب کا وقت سیر بازار میں تنگ کردینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی ظاہر ہوجائیں کہ حقیقۃً تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ وممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل درجہ جماعت اولٰی ضرور متروک ہوئی وقد حققناہ فی فتاونٰا ان الواجب ھو ادراک الجماعۃ الاولی (ہم نے فتاوٰی میں اس کی تحقیق یہ کی ہے کہ

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی من نام عن صلوٰۃ اونسیہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۳

جماعت اولیٰ کا پانا واجب ہے۔ ت) تو اُس کے ترک کی عادت بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع ، اور وُہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہوں اپنے ظاہر پر بدتر و شنیع تر فسق ہے ، اپنے وضو اور نہانے کے لئے برتن علیحدٰہ رکھنا اگر براہِ تکبر ہو تو سخت کبیرہ اور براہِ وہم و وسوسہ ہو جب بھی ممنوع ، اس کا مرتکب فاسق افسق ہے یا وہمی احمق، دینِ اسلام میں نہ چھوت ہے نہ وساوس پروری ۔ روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضۃ (جیسا کہ ہم نے رد الرفضہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور مرتدین سے میل جول حرام ۔ اور مسجد میں ایسا مذاق سُنّی صحیح العقیدہ سے بھی حرام ۔ لاجرم شخص مذکور سخت فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے اور اُس کی امامت ممنوع ۔ اُسے امام بنانا حرام ، اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ، اور نماز کے مسائلِ ضروریہ کا نہ جاننا بھی فسق ہے ، بہرحال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵۴: از فیض آباد ڈاک خانہ شہزادپور مرسلہ عبداللہ طالب علم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہوگیا ہے یہاں تک حالت گزرگئی کہ نمازِ جماعت میں تفرق ہوگیا ہے، حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے بینوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے ، اُسے امام بنانا گناہ ہے ، اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے ۔ ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ (یعنی الفاسق) کراھۃ تحریم[1]۔

شرح المنیہ میں ہے کہ اس (فاسق) کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلٰوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[2]۔

ہر وُہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اُس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۵۵: از گونڈہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانانِ گونڈہ عموماً و حافظ عبدالحفیظ صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈہ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

زید کہ صاحبِ علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سید و معمر و پابندِ صوم و صلٰوۃ ہے مگر اکثر جماعت سے نماز

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

ادا نہیں کرتا اپنے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں مگر اعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم رتبہ ہیں اور محتاط و متقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت وضد بھی ہے اور پیشتر یہ معترض بھی اُس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورۂ بالا کی درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کا ترکِ جماعت کرنا اگر کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اس کے پیچھے ہر نماز بلاکراہت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکورین کا اُس کی اقتدا سے احتراز اس صورت میں محض جہالت و بیجا ہے، اور اگر وہ بلاعذر شرعی ترکِ جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اُس کی اقتدا سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارکِ جماعت ہے ترکِ جمعہ کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی جمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول[1]

معراج میں ہے ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتداء نہ کی جائے کیونکہ جمعہ کے علاوہ باقی نمازوں میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے اھ فتح میں ہے اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمعہ بھی اس وقت مکروہ ہوگا جب امام محمد کے قول جو مفتی بہ ہے کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو، کیونکہ ایسی صورت میں دوسرے امام کی اقتدا میسر ہوسکتی ہے(ت)

دُرمختار میں ہے:

الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ عامۃ مشائخنا وھو الراجح عند اھل المذھب فتسن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکہا مرۃ[2] اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مردوں کے لئے جماعت سنتِ مؤکدہ ہے۔ بعض نے واجب کہا ہے اور اکثر مشائخ اسی پر ہیں، اور اہلِ مذہب کے ہاں بھی یہی راجح ہے پس جماعت سنت ہو یا واجب، اس کا ثمر کسی ایک دفعہ ترک کی صورت میں ظاہر ہوگا اھ ملتقطا۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

مسئلہ ۶۵۶: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابح البقر کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بدمذہبی یا فسق وغیرہا موانع شرعیہ نہ ہوں ذبحِ بقر کوئی مانع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵۷: حیات النبی ہونے سے خالد کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی، حافظِ قرآن مذکور کو انکار ہے یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے لوٹا لایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

خالد گمراہ بددین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں، حضور پُرنور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لوٹا لانا کارِ شیطان وخلاف رائے مسلمانان ہے،

قال اللہ تعالٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[1] واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جو مومنین کے علاوہ کسی کے راستے کی پیروی کرتا ہے ہم اسے اس طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف وُہ پھرتا ہے اور اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۵۸: مسئولہ عبدالرحیم صاحب ٹھلیا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت بہرا ہے تکبیر اولٰی کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے، بیوی اس کی بے پردہ دکان پر چونے فروخت کرتی ہے، دوپٹہ موسم سرما میں گاڑھے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ وتن زیب کا اوڑھتی ہے اور کُرتی دس گیارہ گرہ لانبی پہنتی ہے مگر کلائیاں ہردو کُھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اُس کے شوہر کو کُلیاً حال معلوم ہے بچشم خود دیکھتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے، اگر وُہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اس کی حالت بہرے ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں؟ علاوہ گزارش مندرجہ بالا کے نہایت بدآواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اُس سے حجت وتقریر

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱۵

جہالت کے ساتھ کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ اُس کی عورت کلائیاں کھولے باہر پھرتی دکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے جس سے بدن چمکتا ہے اور اُس کا شوہر ان احوال سے واقف ہوکر حسبِ مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اسے امام بنانا گناہ ہے، اور اگر وہ عورت کو ہدایت بھی کرے اور اس الزام سے توبہ کرکے پاک ہوجائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہے تو اس کی امامت بالکل باطل ہے اور اُس کے پیچھے نماز اصلاً نہ ہوگی۔ مگر یہ الزام وہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں ورنہ ان کی خود بھی نماز نہیں ہوسکتی وہ سب ایک سے ہوئے، اُن سب پر فرض ہے کہ حرفوں کی اتنی صحت کرلیں جس سے نماز صحیح ہوجائے، جب تک ایسا نہ کریں گے اُن سب کی نماز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے نماز فاسد ہو اور اس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور بہرا ہونے کی پروا نہ کی جائے جبکہ وہ عورت کا بندوبست کرلے اور اگر اور بھی صحیح العقیدہ غیر فاسق صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بندوبست بھی کرلے اُس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولٰی ہوگی کہ جب یہ ایسا بہرا ہے کہ تکبیر کی آواز نہیں سُنتا تو نماز میں اگر اس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ سُنے گا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶۵۹: از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے کہ جو صرف حافظِ قرآن و فارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بازار میں مسلمان سے لڑتا اور مغلظات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں مؤذن سے سخت کلامی اور اس کی حسب ونسب پر مجمع مقتدیان میں الزام لگاتا ہو مؤذن و بعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت وکینہ رکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے اور میری روزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور مؤذن سے سلام علیک ترک کردی ہو ایسے امام کی اقتدار بلاکراہت جائز ہے یا کچھ کراہت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان سے بلاوجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا[1]۔ بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہوجاؤ۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب الہجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۷

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم :

لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق الثلث [1] — کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی سے تین دن سے زائد سلام وکلام قطع کرے ۔ (ت)

اور فحش بکنا خصوصاً برسرِ بازار معصیت وفسق ہے ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس المومن بالطعان ولا الفحاش ف [2] — مومن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش بکتا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الحیاء من الایمان والبذاء من النفاق [3] — حیا، ایمان کا حصہ ہے اور بے حیائی نفاق کا حصہ ہے ۔ (ت)

خصوصاً اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے ۔

قال اللہ تعالٰی یعظکم اللّٰہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین [4] — اللہ تعالٰی کا فرمان ہے : اللہ تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے تم آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرو اگر تم اہلِ ایمان ہو (ت)

بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب ۔ فتاوٰی حجہ پھر غنیہ پھر ردالمحتار میں ہے : لوقدموا فاسقا یاثمون [5] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو وہ گنہگار ہوں گے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۶۶۰: از سیتاپور ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر رفض کا شُبہ ہے اُس کی نشست اُن لوگوں کے

---

[1] صحیح البخاری باب الھجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۷
[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی اللعنۃ ” امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۹
مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۰۵
[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی العی مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲۳
[4] القرآن ۲۴/۱۷
[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

ف : اعلحضرت کی ذکر کردہ عبارت میں ” الفحاش “ کا لفظ ہے جبکہ کتب احادیث جن سے حوالہ منقول ہے ان میں ” الفاحش “ کا لفظ ہے ۔ نذیر احمد سعیدی

پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اُسے دیکھا اور اُس سے توبہ کو کہا جائے تو توبہ بھی نہیں کرتا اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی، سُنّیوں میں سُنّی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لڑکوں کا معلّم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شبہ کے واجب ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس دلیل سے، حالانکہ وہ اہلسنّت کے سامنے کوئی بات عقیدہ روافض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ثابت و محقق ہو کہ رافضیوں میں رافضی اور سُنّیوں میں سُنّی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وُہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے کما بیناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ ہم نے اسے النھی الاکید میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ تبرائی روافض زمانہ اُن سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافر ان اصلی ہیں اور یہ مرتد، اور مرتد کا حکم سخت تر واشد کما حققناہ فی المقالۃ المسفرۃ (اس کی تحقیق ہم نے اپنے مقالے مسفرہ میں کی ہے۔ ت) اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک و مشتبہ ہے جب بھی اُسے امامت سے معزول کرنا بدلائلِ کثیرہ واجب ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں)

دلیل اوّل علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت و سنّت ہونے میں تردّد ہو تو وہاں سنّت ترک کی جائے، بحرالرائق پھر ردالمحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے:

اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ[1] مختصراً

جب حکم سنّت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو بدعت پر عمل کی بجائے ترک سنّت راجح ہے (ت)

المحیط پھر فتح القدیر اواخر سجود السہو میں ہے:

ما تردد بین البدعۃ والسنۃ ترکہ لان ترک البدعۃ لازم واداء السنۃ غیر لازم[2]

جب بدعت اور سنّت کے درمیان تردّد ہو تو سنّت کو ترک کردیا جائے کیونکہ ترکِ بدعت لازم اور ادائے سنّت غیر لازم ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سُنّی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنّت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اسے امام کرنا حرام قطعی

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۵

[2] فتح القدیر باب سجود السہو " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۵۵

جب سنت ومکروہ کے تردد میں ترک سنت کا حکم ہوا تو جائز و حرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب الترک ہوگا۔

دلیل دوم علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب و بدعت ہونے میں تردد ہو تو وہ ترک نہ کی جائے۔ فتح وحلیہ وبحر وردالمحتار وغیرہ میں ہے:

واللفظ لهذا فی النوافل قد تقرران ما دار بین وقوعه بدعة اوواجبا لایترك[1]

بیان نوافل میں اس (ردالمحتار) کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ بات مسلمہ ہے جس کام کا وقوع بدعت اور واجب کے درمیان متردد ہو تو اسے (یعنی واجب کو) ترک نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ شخص سُنّی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت وواجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز و فرض قطعی کے تردد میں اُسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا۔

دلیل سوم شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام[2] جب ایک چیز میں حلت وحرمت دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ حُرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی کما فی الاشباہ والنظائر (جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے۔ ت) یہ سُنّی ہو تو امامت حلال اور رافضی ہو تو حرام، تو غلبہ حرمت ہی کو دیا جائیگا۔

دلیل چہارم عبادات میں احتیاط مطلقاً واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم واعظم عبادات ہے جس کے لئے علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت وفساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہوتی ہو اور متعدد وجوہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کرکے اُس کے فساد ہی کا حکم دیں گے، فتح القدیر صلاۃ المسافر میں ہے:

"هذه مسائل الزیادات" مسافر ومقیم ام احدهما الاخر فلما شرعا شكا فی الامام استقبلا لان الصلوة متی فسدت من وجه وجازت من وجوه حكم بفسادها وامامة المقتدی مفسدة واحتمال كون كل منهما

یہ مسائل زیادات کے ہیں مسافر اور مقیم میں سے ایک نے دوسرے کی امامت کی، جب دونوں نے نماز شروع کی تو انھیں امام کے بارے میں شک ہوگیا کہ میں امام ہُوں یا دوسرا، تو نماز نئے سرے سے ادا کریں کیونکہ نماز جب ایک جہت سے فاسد اور کئی وجوہ کی

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۱۶

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ اذا اجتمع الحلال الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۴۴

مقتدٍ یا قائم فتفسد علیھما[1]۔ بنا پر صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جائیگا' اور مقتدی کا امام ہونا مفسدِ نماز ہے اور ایسی صورت میں یہاں ہر ایک کے مقتدی ہونے کا احتمال باقی ہے لہذا دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی (ت)

ظاہر ہے کہ برتقدیر سنیت اُس کے پیچھے نماز صحیح اور برتقدیر رفض فاسد، تو اس کی امامت کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔

دلیل پنجم علماء فرماتے ہیں قاضی محض تہمت وحصول ظنی پر تعزیر دے سکتا ہے بحر و نہر و درمختار وغیرہا میں ہے : للقاضی تعزیر المتھم وان لم یثبت علیہ[2] (قاضی محض تہمت کی بنا پر تعزیر جاری کرسکتا ہے اگرچہ ثبوت نہ ہو۔ت) جب تہمت ایسی چیز ہے جس کے سبب بے ثبوت صریح ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہوجاتی ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لئے احتیاط کرنی کیوں نہ واجب ہوجائے گی جس کی اصل فرضیت ہے جس شخص نے اُس کے حال سے مطلع ہوکر اُسے مسلمانوں کا امام یا اپنے لڑکوں کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف و پاک امام ومعلم بکثرت مل سکتے ہیں اُس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اُس پر اپنے فعل سے توبہ اور اپنے مقرر کئے ہُوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی وعقیلی و طبرانی و خطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[3]۔ جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اور ان میں وہ شخص موجود تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔(ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی شرح میں ہے :

ای نصبہ علیھم امیرا او قیما او عریفا او اماما للصلٰوۃ[4]۔ یعنی اس نے لوگوں پر امیر، نگہبان، محاسب یا نماز کے لئے امام بنایا۔(ت)

پھر اگر یہ شخص توبہ بھی کرے تو بمجرد توبہ اُسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ ایک زمانہ ممتد تک اُسے معزول رکھیں اور اور اُس کے احوال پر نظر رہے، اگر خوف وطمع وغضب ورضا وغیرہا حالات کے متعدد تجربے ثابت کردیں کہ واقعی یہ

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ المسافر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

[2] درمختار باب التعزیر " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۹

[3] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ " دارالفکر بیروت ۴/۹۲

ف : مستدرک میں فیھم کی جگہ فی تلک العصابۃ کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۳۹۶

سُنّی صحیح العقیدہ ثابت قدم ہے اور روافض سے اصلاً میل جول نہیں رکھتا بلکہ اُن سے اور سب گمراہوں بددینوں سے متنفر ہے اس وقت اسے امام کرسکتے ہیں۔ فتاوٰی قاضی خان پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

الفاسق اذا تاب لایقبل شہادتہ مالو یمض علیہ زمان یظہر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذٰلک مفوض الٰی رأی القاضی[1]

فاسق جب تائب ہوجائے تو اس وقت تک اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک اتنا زمانہ نہ گزر جائے جس میں توبہ کا اثر ظاہر ہوجائے۔ اور صحیح یہی ہے کہ یہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔ (ت)

امیر المؤمنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید وفروخت نہ کریں بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں۔ تعمیل حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سَو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہوجاتے۔ جب ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہوگیا اس وقت اجازت فرمائی۔

اخرج ابو الفتح نصر بن ابراھیم المقدسی فی کتاب الحجۃ وابن عساکر عن ابی عثمان النھدی عن صبیغ انہ سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المرسلات والذاریات و النازعات فقال لہ عمر الق ما علٰی رأسک فاذا لہ ضفیرتان فقال لو وجدتک محلوقا لضربت الذی فیہ عیناک ثم کتب الٰی اھل البصرۃ ان لاتجالسوا صبیغا قال ابو عثمان فلوجاء ونحن مائۃ تفرقنا عنہ[2] واخرج ابوبکر بن الانباری فی کتاب المصاحف

ابو الفتح نصر بن ابراہیم مقدسی نے کتاب الحجہ میں اور ابن عساکر نے ابوعثمان نہدی سے انھوں نے صبیغ سے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت عمر سے سورہ المرسلات، الذاریات، والنازعات کے بارے میں پُوچھا تو حضرت عمر نے انھیں فرمایا اپنا سر کا کپڑا اٹھاؤ، جب اس نے کپڑا اٹھایا تو اس کے دو چوٹیوں کی صورت بال تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر میں تجھے حلق کیا ہوا پاتا تو میں وہ (سر) اڑا دیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ پھر اہل بصرہ کی طرف آپ نے خط لکھا کہ صبیغ کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ابوعثمان کا بیان ہے اگر صبیغ آجاتا اور ہم سَو کی تعداد میں ہوتے فوراً ہم سب اس سے جُدا ہوجاتے، اور ابوبکر بن انباری نے کتاب المصاحف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

[2] کتاب الحجہ

وابن عساكر عن محمد بن سيرين قال
كتب عمر بن الخطاب الى ابي موسى
اشعري رضي الله تعالىٰ عنهما ان لا تجالسوا
صبيغا وان يحرم عطاءه ورزقه[1]
واخرج المقدسي في الحجة عن اسحٰق
بن بشر القريشي قال اخبرنا ابن اسحٰق
او ابواسحٰق قال كتب الى امير المؤمنين
رضي الله تعالىٰ عنه الى ابي موسى اما بعد
فان الاصبغ بن عليم التميمي تكلف ما كفي
وضيع ما ولي فاذا جاءك كتابي هذا فلا تبايعوه
وان مرض فلا تعودوه وان مات فلا
تشهدوه قال فكان الاصبغ يقول قدمت
البصرة فاقمت بها خمسة وعشرين
يوما وما من غائب احب الي ان القيه من
الموت ثم ان الله الهمه التوبة وقذفها في
قلبه فاتيت اباموسى وهو على المنبر
فسلمت عليه فاعرض عني فقلت
ايها المعرض انه قد قبل التوبة
من هو خير منك ومن عمر واني
اتوب الى الله عز وجل مما اسخط
امير المؤمنين وعامة المسلمين فكتب
بذلك الى عمر فقال صدق
اقبلوا من اخيكم[2]

میں، اور ابن عساکر نے امام محمد سیرین سے نقل کیا کہ حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط لکھا کہ صبیغ کو پاس
نہ بٹھاؤ، اس کو عطا اور رزق سے محروم رکھا جائے اور
المقدسی نے اسحاق بن بشر قریشی سے کتاب الحجہ میں نقل
کیا ہے کہ ہم سے ابن اسحٰق یا ابو اسحٰق نے بیان کیا
امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسیٰ کو خط لکھا حمد و
صلوٰۃ کے بعد اصبغ بن علیم تمیمی نے جو کچھ اسے کافی تھا
اس میں تکلف کیا اور اس نے اپنی ولایت کو ضائع کیا
جب آپ کے پاس میرا پیغام آجائے تو اسکے ساتھ خرید و فروخت
نہ کرو، اگر وہ بیمار ہوجائے تو عیادت نہ کرو، اگر وہ
مرجائے تو جنازہ میں شریک نہ ہونا۔ راوی کہتا ہے
اصبغ کہتا تھا میں بصرہ گیا وہاں پچیس دن ٹھہرا، مجھے
موت سے بڑھ کر کوئی غائب شئی محبوب نہ تھی، پھر
اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور دل میں توبہ کا خیال
پیدا کیا تو پھر میں ابوموسیٰ کے پاس آیا آپ منبر پر
تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا انھوں نے اعراض
کیا، میں نے کہا اے اعراض کرنے والے! اس ذات
نے توبہ قبول کر لی جو تجھ سے اور عمر سے بہتر ہے اور میں
ہر اس معاملہ سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جس پر
امیر المؤمنین اور عام مسلمان ناراض تھے، پھر ابوموسیٰ
نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ معاملہ لکھا،
تو آپ نے فرمایا وہ سچ کہتا ہے اپنے بھائی کو

---

[1] کتاب المصاحف لابی بکر ابن الانباری

[2] کتاب الحجۃ

واخرج الدارمی ونصر والاصبہانی کلاھما
فی الحجۃ وابن الانباری فی المصاحف
واللالکائی فی السنۃ وابن عساکر فی التاریخ
عن سلیمٰن ابن یسار ان رجلا من بنی تمیم
یقال لہ صبیغ بن عسل قدم المدینۃ وکان
عندہ کتب فکان یسئل عن متشابہ القراٰن
فبلغ ذلک عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فبعث الیہ
وقد اعد لہ عراجین النخل فلما دخل
علیہ قال من انت؟ قال انا عبد اللہ صبیغ،
قال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وانا عبد اللہ عمر
واوماً الیہ فجعل یضربہ بتلک العراجین
فما زال یضربہ حتی شجہ وجعل الدم
یسیل علی وجھہ، فقال حسبک یا
امیر المؤمنین واللہ فقد ذھب الذی
اجد فی راسی[1] واخرج الدارمی و
ابن عبد الحکیم وابن عساکر عن مولی
ابن عمر ان صبیغ العراقی جعل یسئل
عن اشیاء من القراٰن فی اجناد المسلمین
(وساق الحدیث الی ان قال) فارسل عمر
الی یطلب الجرید فضربہ بھا حتی ترک
ظھرہ دبرۃ ثم ترکہ حتی برئ ثم عاد لہ
ثم ترکہ حتی برئ ثم دعا بہ
لیعود بہ فقال صبیغ یا امیر

قبول کرو۔ دارمی، نصر اصبہانی دونوں نے حجہ میں اور
ابن انباری نے مصاحف میں، لالکائی نے سنت میں
اور ابن عساکر نے تاریخ میں سلیمان بن یسار سے روایت
کیا کہ بنو تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام صبیغ بن عسل تھا
وہ مدینہ آیا اس کے پاس کچھ کتب تھیں وہ قرآن کے
متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا اس بات کی
اطلاع حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنچی تو آپ نے
اسے بلایا اور اس کے لئے کھجور کی دو چھڑیاں تیار کیں،
آیا تو آپ نے پوچھا، تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں
اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ آپ نے فرمایا، میں اللہ کا بندہ
عمر ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اس کی طرف اشارہ
کیا اور ان دو چھڑیوں کے ساتھ اسے مارا حتی کہ وہ
زخمی ہوگیا اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ وہ کہنے لگا
اے امیر المومنین! مجھے چھوڑ دو یہی کافی ہے اللہ کی
قسم جو کچھ میرے دماغ میں (خمار) تھا وہ جاتا رہا۔ اور
دارمی، ابن عبد الحکیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر کے
آزاد کردہ غلام سے بیان کیا کہ صبیغ عراقی مسلمانوں کے
مختلف گروہوں سے قرآن کی بعض اشیاء کے بارے
میں سوال کرتا تھا (آگے چل کر کہا) حضرت عمر نے مجھ سے
چھڑی منگوائی اور اسے پیٹا حتی کہ اس کی پشت کو زخمی
چھوڑ دیا پھر مارا پھر چھوڑ دیا حتی کہ وہ صحیح ہوگیا، پھر
آپ نے دوبارہ اس کو مارا حتی کہ وہ صحیح ہوگیا پھر آپ نے
اسے بلایا تاکہ پھر اس کی پٹائی کی جائے۔ تو اس نے کہا

---

[1] سنن الدارمی باب من ہاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۱

المؤمنین ان کنت ترید قتلی فاقتلنی قتلا جمیلا و ان کنت ترید تداوینی فقد واللہ برئت فاذن لہ الی ارضہ وکتب الی ابی موسی الاشعری ان لا یجالسہ احد من المسلمین فاشتد ذلک علی الرجل فکتب ابو موسی الاشعری الی عمر ان قد حسنت توبتہ، فکتب ان یاذن للناس فی مجالستہ۔[1]

اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو بہتر انداز میں قتل کیجئے اور اگر میرا علاج فرما رہے ہیں تو اللہ کی قسم اب میں درست ہوں۔ آپ نے اسے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت دے دی اور ابو موسٰی اشعری کو لکھا کہ اسے مسلمانوں کی کسی مجلس میں نہ بیٹھنے دو۔ اس شخص پر یہ معاملہ گراں گزرا حتی کہ حضرت ابو موسٰی اشعری نے حضرت عمر کی طرف خط لکھا کہ آپ نے اس کی توبہ درست کر دی ہے، تو حضرت عمر نے لکھا کہ اب لوگ اسے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ (ت)

بلکہ اگر اس کا مکر و زور و کذب و فریب ظاہر و مشہور ہو تو بعد توبہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اسے امام کرنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر بھی اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصاً روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصاً جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خوف کا قدم درمیان ہو۔

امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ کی کتاب بدائع پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

المعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شہادتہ ابدا و ان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سہوا او ابتلی بہ مرۃ ثم تاب اھ[2] ونسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ۔

جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کی عدالت ثابت نہیں لہذا اس کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو بخلاف اس شخص کے جس نے سہواً یا وقتِ مجبوری کبھی ایک دفعہ جھوٹ بولا ہو اور پھر توبہ کر لی ہو اھ ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے حسنِ توبہ، معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانۂ ارتداد مبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ اُن لوگوں سے میل جول رکھتا، اُن کی مجالسِ وعظ میں جاتا ہے، اُس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اُسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سُنّی کہتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن الدارمی باب من ہاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۵۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۸

مسئلہ ۶۶۱: زید وہابیہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کا لڑکا نابالغ بعمر تخمیناً ۱۲ سال امسال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنفیہ اہلسنّت وجماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکورہ بالا کے پیچھے قرآن شریف سُن لیا جائے، اس کے پیچھے تراویح وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کرسکتا اور اگر وہ عقیدہ بھی وہابیہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہابی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۲: از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ جناب ہدایت اللہ خاں صاحب ۱۹ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابندِ شریعت نہیں ہیں ایک حافظ ہے اور مسائل سے بھی واقف ہے مگر داڑھی اس کی کسی قدر کتری ہوئی ہے موافقِ شرع نہیں دوسرے کا لباس ووضع تو موافقِ شریعت ہے اور کچھ مسائل سے بھی کسی قدر واقفیت رکھتا ہے مگر قرآن مجید بمقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں ہے مگر مسائلِ نماز سے واقف ہے قرآنِ عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمتِ پولیس کرچکا ہے پنشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن میں جو شخص وضو وغسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں فاسد ہوں اُس کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سُنّی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت و اصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے، جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی پنشن پائے اُسے امام بنانے میں حرج نہیں، اور جو داڑھی حدِ شرع سے کم کراتا ہو وُہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے، سُنّی ہونا جو ہم نے جوازِ امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحتِ نماز کی' اُس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بدمذہب بھی نہ ہو جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ، اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا اور جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی۔ غیر مقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پادری کے پیچھے' والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶۳ ازمور بینج ضلع بریسال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کا گھاؤ ہوگیا ہو لیکن لنگڑا یا انگلیاں گرانہ ہو اچھی طرح اُٹھ بیٹھ سکتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور جس کو سوزاک ہو یا منہ بانکا ہوگیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کہ اُٹھنے بیٹھنے میں دیر لگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہُوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا گزرا کہ وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ تھی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ایک ہی بار ٹپکنا پایا جائے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہوجائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہوسکتی، یہی حکم سوزاک کا ہے اگر پیپ بہتا ہو، اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں۔ جس کا منہ معاذ اللہ ٹیڑھا ہوگیا ہو اگر اس کے سبب قرأت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور اگر حروف صحیح نکلتے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بدنمائی پیدا ہوگئی ہو تو اس کی امامت اولی نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں، جو ضعف کے سبب دیر میں اُٹھتا بیٹھتا ہو اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اُٹھ کر بقدر تین بار سبحٰن اللہ کہنے کے بیٹھا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۴ ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد اہلسنّت وجماعت کا امام اور وہ بھی مدعی ہے کہ میں سُنّی ہوں مگر اس کی رشتہ داری وقرابت روافض سے ہُوئی ہے، اس کی پھپھیاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہمشیرگان کے روافض سے نکاح ہُوئے اور اُس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعوٰی قبول ہوگا یا نہیں، تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائع کرنا باعثِ نجات خیال کرتے ہیں محمول ہو کہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنّت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، بفرض محال اس کے دعوٰی کو سچ سمجھا جائے اور اس کو سُنّی خیال کیا جائے تو نکاح اُس کا اور اس کی ہمشیرگان کا صحیح ہوا یا نہیں، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اُن کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ رافضیوں کے یہاں مناکحت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نخواہی رافضی ہونا واضح نہیں ہوتا کہ

بعض احمق ناداں جاہل سُنّی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وُہ بھی ہیں کہ اُسے بُرا سمجھتے ہیں اور پھر اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہا بیہودہ وجوہ کے سبب اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھپھیوں بہنوں کے نکاح میں وُہ بھی عذر کر سکتا ہے کہ یہ فعل اُس کے باپ دادا کا ہے بلکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کر دیا اور ایسی وجوہ سے کسی کے قلب وعقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے، اور جب وُہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور اُس کی کوئی بات عقیدۂ اہلسنّت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کرکے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا۔[1] اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، افلا شققت عن قلبہ[2] (کیا تُو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ ت) مگر امام بنانے کے لئے فقط سُنّی تصور کرنا ہی کافی نہیں بلکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دیکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلا ملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب کما فی فتاوی الحجۃ والغنیۃ وغیرھما من الاسفار الکثیرۃ وقد حققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ فتاوی الحجہ، غنیہ اور دیگر متعدد کتب میں ہے، اور ہم نے اس کی تحقیق النھی الاکید میں کی ہے۔ ت) اور اگر باوصف ان بیاہتوں کے ان لوگوں سے بالکل جُدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کافر و مرتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے، یُوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ رد الرفضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب معتمدہ کی صاف تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمرد وسرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زناکار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلکہ جانتا ہے کہ وُہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا پھر اس عورت کو جُدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق وزانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق درکنار خود کفر ہے۔ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے: من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[3] (جس نے

---

[1] القرآن ۴/۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل مروی عن اسامہ بن زید مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۲۰۷

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہوگیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶۵: از ڈاک خانہ چوبکہ تحصیل وضلع مظفر پور موہرہ کنہیا لال مسئولہ غلام محمد صاحب ۲۰ صفر ۱۳۲۱ھ

مسند نشین شریعتِ غرا جناب مولٰینا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قدمبوسی عرض یہ ہے کہ جو کہ کمترین کے آبا و اجداد تھے وہ سب گاؤں کے امام تھے اور قدیم ایام سے امامت کرتے چلے آئے ہیں اور کمترین کے جناب دادا صاحب بھی خود گاؤں کے استاد تھے اور کمترین کے جناب والد بزرگوار بھی استاذی اور امامت کرتے تھے اور ان کے بعد میں بھی استادی طریقہ رکھتا ہوں کہ گاؤں کے بہت سے لڑکوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی بھی دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم امام ہو کر پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاؤں کے ایک شخص زمیندار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام رکھیں ورنہ نہ رکھیں کہ امام نوکر کی جگہ ہوتا ہے خواہ نوکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرضکہ اس نے بہت بیہودہ گالی بھی نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کمترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت فتوٰی حدیث اور شریعت کے تحریر کرکے ارسال فرمائیں کہ اُس کو تعزیر لگائی جائے از حد مہربانی ہوگی اور کمترین کا حق گاؤں پر ہے یا نہیں اور شریعت میں اُس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتوٰی مع آیات و احادیث کے ارسال فرمائیں۔

الجواب

کسی مسلمان کو بلا وجہِ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت حلال نہیں ہوسکتیں اور اُن کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اسّی کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے اُن سے ہلکی گالی بھی بلا وجہِ شرعی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[1]

جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہِ شرعی ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اور علمِ دین کے اُستاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اُسے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلا وجہِ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت بے جا اور بلا وجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں بلا وجہ خلل ڈالیں، اللہ قادرِ مطلق اُن کی روزی میں خلل ڈالے اُن کا رزق تنگ کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کما تدین تدان[2] (جیسا تُو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ

---

[1] کنز العمال الباب الثانی فی الترہیبات مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰

[2] کنز العمال الباب الاول فی المواعظ الترغیبات " " " ۱۵/ ۷۷۲

کریگا) ان لوگوں کو لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں، استاد سے خطا بخشوائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اُسے موقوف نہ کریں، ہاں اگر سببِ شرعی ہو تو بہ نرمی اُس سے کہیں اگر وہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کرسکے تو نرمی کے ساتھ الگ کردیں اس وقت اس امام کو بھی بے جا ہٹ مناسب نہیں، امامت کسی کا حق و میراث نہیں، اور وجہِ شرعی کے سبب اہلِ جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اُسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۶ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمشیرہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس رہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب وہ بالغ ہوا اس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ لڑکا ولد الحرام ہے ولد الزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی ولد الزنا کو کہتے ہیں اور یہ شرعاً اپنے اُسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، ہاں اگر جماعت کو اس کے ولد حرام ہونے کے باعث اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وجہِ تقلیلِ جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائلِ نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو تو اسی کی امامت اولٰی ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو انھیں سمجھایا جائے کہ اُن کی یہ نفرت خلافِ حکم و بے محل و بے جا ہے، یہ تو یہ اگر کوئی ولد الزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں زائد ہو وہی مستحقِ امامت ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

ان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسدة ویجب علیه ان یفارقهما وان فارقها بعد الدخول فعلیها العدة ویثبت النسب[1] (ملخصاً)

اگر دو بہنوں کا کسی نے دو عقدوں میں نکاح کیا تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا اس پر اس آخری کی تفریق واجب ہوگی، اگر اس نے دخول کے بعد تفریق کی تو اس خاتون پر عدت لازم ہوگی اور نسب ثابت ہوجائے گا (ملخصاً)۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم العبد لانه لا یتفرغ للتعلم و الاعرابی لان الغالب فیهم الجهل وولد الزنا

غلام کی تقدیم مکروہ ہے کیونکہ اسے حصولِ علم کے لئے وقت نہیں ملتا، اور اعرابی کی تقدیم بھی مکروہ ہے کیونکہ اکثر

[1] فتاوٰی ہندیہ القسم الثالث المحرمات بالرضاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۷

لانہ لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیرا الجماعۃ فیکرہ[1] (ملخصا)

طور پر یہ لوگ جاہل ہوتے ہیں، ولدزنا کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ اس کا والد شفیق نہیں جو تعلیم کا انتظام کرے، ایسے افراد اکثر طور پر جاہل رہتے ہیں اور ان کی تقدیم سے لوگوں کو جماعت میں شمولیت سے نفرت پیدا ہوگی لہذا انکو امام بنانا مکروہ ہے۔ (ت)

اختیار شرح مختار میں ہے:

ان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدۃ والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2]۔

اگر اعرابی شہری سے، غلام آزاد سے، ولدزنا ولد نکاح سے اور نابینا بینا سے افضل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نحوہ فی شرح الملتقی للبھنسی وشرح درر البحار ولعل وجھہ ان تنفیر الجماعۃ بتقدیمہ یزول اذا کان افضل من غیرہ بل التنفیر یکون فی تقدیم غیرہ[3]۔

شرح الملتقی للبہنسی اور شرح درر البحار میں بھی اسی طرح ہے، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ جب وہ دوسرے سے افضل ہے تو اس کے امام بننے کی صورت میں جماعت سے لوگوں کی نفرت کا ازالہ ہوجائے گا، بلکہ اس صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا نفرت کا سبب بنے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولی[4]

مگر یہ کہ فاسق کے علاوہ قوم سے زیادہ عالم ہو تو وہی امامت کے زیادہ لائق ہے (ت)

اُسی میں ہے:

لو امقوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ

اگر کسی نے امامت کرائی حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے اگر کراہت خود اس میں کسی خرابی کی بنا پر ہو یا

---

[1] الہدایۃ | باب الامامۃ | مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی | ۱/۱۰۱
[2] الاختیار لتعلیل المختار | باب الجماعۃ | دار فراس للنشر والتوزیع | ۱/۵۸
[3] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۴
[4] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۲

كره ذلك تحريما وان هو احق لا والكراهة عليهم[1]۔ والله تعالٰى اعلم

اس بنا پر کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ حقدار تھے دونوں صورتوں میں اس پر کراہت تحریمی ہوگی اگر وہ خود امامت کا زیادہ حقدار تھا تو اس پر کوئی کراہت نہ ہوگی اور لوگوں پر کراہت ہوگی۔ (ت)

مسئلہ ۶۶۷ ۱۳۳۱ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاتحہ و علم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلکہ سجدہ میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صف والے بخوبی سُن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی کچھ سُن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح باجماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

الجواب

اگر علمِ غیب بعطائے الٰہی کثیر و وافر اشیاء واسماء وصفات واحکام وبرزخ ومعاد واشراط ساعت وگزشتہ وآئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بددین ومنکر قرآنِ عظیم واحادیثِ متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ملنا ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین کا منکر یقیناً کافر، یُوں ہی تلبیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور وہابیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بددین ہے اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر ومرتد ہے، یُوں ہی جو اُن عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائدِ کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں، درمختار و مجمع الانہر و بزازیہ وغیرہا میں ہے: من شك فی کفرہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وُہ خود کافر ہوگیا۔ ت) ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علمِ غیب کثیر و وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اُس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان ومایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاتحہ کا انکار خاص وہابیہ ہی کا شعار ہے اور وہابیہ اہلِ ہوا سے ہیں اور اہلِ ہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے، فتح القدیر میں ہے:

لا تجوز الصلاۃ خلف اهل الاهواء[3]

اہلِ ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

[2] درمختار باب المرتد " " " ۳۵۶/۱

[3] فتح القدیر باب الامامۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۴/۱

تو اگر امام میسر ہو بہتر، ورنہ تنہا نماز پڑھی جائے۔ ہاں اگر وہاں وہابیت نہ ہوتی تو فقط اتنی بات پر کہ تسبیحاتِ رکوع و سجود بآواز کہتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر اور امام نہ ملتا تو اسی کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا جاتا مگر بحالِ وہابیت ہرگز اقتدا جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶۸ تا ۶۷۴ از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) ایک شخص اُس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقۂ فطر لیتا ہے حتی کہ وہ خود صاحبِ زکوٰۃ ہے، اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ایسی جگہ سے نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دائم المریض اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحتِ الفاظ کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی شمولیت جماعت سے اجتناب چاہئے یا نہیں؟

(۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور مدرس تدریس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترکِ جماعت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) وہ شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اُس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں، اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفسدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہئے؟ آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پر ادا کرے؟

(۵) وہ امام جو اُس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اُس کے مقتدی ہمیشہ فحش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اُس کے پیچھے اُن کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں؟

(۶) اندر مسجد کے جمع ہو کر دنیاداری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطاوار ہیں یا نہیں؟

(۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات، سُنن کے پوری ہو جائے فقط۔

الجواب

(۱) غنی کو صدقۂ فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اُسے معزول نہ کرسکیں تو وہاں ترکِ جماعت کا یہ عذر صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً أ، ع یا ت، ط ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترکِ جماعت نہیں کہ وُہ جماعت کیا نماز ہی نہیں، یونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترکِ جماعت جائز نہیں، اُن کے گناہ اُن کے گناہ ہیں اور ترکِ جماعت اُس کا گناہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر امام مسجد فاسق معلن یا بدمذہب یا بے طہارت یا غلط خواں ہے اُسے آگے پیچھے یا اُس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلکہ فتنہ اُٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اُسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وُہ امامت کرسکتا ہے اور ان کی نماز اس کے پیچھے روا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لئے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہوکر دنیا کی بات کرنا ضرور خطا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اوّلاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً أ، ع یا ت ط یا ث، س، ص یا ح، ہ ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتے۔ دوسرے وضو، غسل، طہارت صحیح رکھتا ہو۔ سوم سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ہو، تفضیلی وغیرہ بدمذہب نہ ہو نہ کہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں، یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وُہ بھی انھیں کے مثل ہے۔ شفا شریف و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہوجائے گا۔ (ت)

چہارم فاسق معلن نہ ہو، اسی طرح اور امورِ منافی امامت سے پاک ہو، ان کے بعد ذی علم ہونا شرط صحت و حلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط مذکورہ رکھتا ہے اُس کے پیچھے نماز ہوجائیگی اگرچہ اولیٰ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

مسئلہ ۶۷۵: جو شخص داڑھی اپنی مقدارِ شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ ترشواتا ہے اُس کا امام کرنا نماز میں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہِ تحریمی۔ غنیہ میں ہے: **لو قدموا فاسقا یاثمون**[1] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔ ت) اور دلائل مسئلہ لحیہ کی تفصیل ہمارے رسالہ **لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی** میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۷۶: از سیتاپور ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضا ہوگئی ہو اُس کے پیچھے نماز امامت درست ہوگی یا نہیں؟ اتفاق سے قضا ہوگئی ہو۔

الجواب

بلاقصد جس کی نماز قضا ہوجائے اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۶۷۷: ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیں ایسی حالت میں امامت ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ بعض بعض جگہ بوجہ کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہوجاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہوکر نماز ادا کریں۔

الجواب

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لئے نماز قضا کردینا سخت حرام و گناہِ کبیرہ ہے، جو ایسا کرتے ہیں سب فاسق ہیں، سب پر فوراً توبہ فرض ہے، کیا نہیں جانتے کہ کھیتی بھی اسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تمہاری کھیتی برباد کردے تو تم کیا کرسکتے ہو، نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لئے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تمہاری کھیتیوں میں بہت برکت دے، جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں اُن سب پر توبہ تو فرض ہے ہی، جب توبہ کرلیں اُن میں سے جو قابلِ امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ نہ پڑھیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر، تو جماعت ہوسکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

کی ظہر، تو جماعت نہیں ہوسکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷۸: امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو، اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے، تو فاسق ہوگیا۔ اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۷۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر حسین وجمیل خوب صورت ہو کہ فساق کے لئے محلِ شہوت ہو تو اس کی امامت خلافِ اولٰی ہے ورنہ نہیں،
درمختار میں ہے، تکرہ خلف امرد[1] (امرد کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتی المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة[2] واللہ تعالٰی اعلم (شیخ رحمتی نے کہا امرد سے مراد خوبصورت چہرے والا لڑکا ہے کیونکہ وہ فتنے کا محل ہے۔ ت)

مسئلہ ۶۸۰: از قصبہ دھام پور ضلع بجنور محلہ بندو قچیاں مرسلہ محمد سعید صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک جامع مسجد کا پیش امام جو ابدی نماز پڑھاتا ہے وجماعت کثیرہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور جملہ قصبہ والے اور دیہات والے خوش ہوں اور دس پانچ آدمی بسبب خصومت نفسی کے اس پیش امام کے پیچھے نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور وہ مسجد کے صحن میں یا دیوار کے پاس کھڑے رہیں اس انتظار میں کہ جماعت ہوجائے تو ہم دوسری جماعت اپنی کرکے نماز پڑھیں اور اگر وہ لوگ قبل آجائیں تو امام کے مصلے پر کھڑے ہوکر نماز پڑھ کر چلے جائیں یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر امام سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ومخالف عقائد غیر مقلدین ووہابیہ دیوبندیہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابلِ جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق معلن نہیں، غرض اگر کوئی بات

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

اُس میں ایسی نہیں جس کے سبب اُس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ براہِ نفسانیت اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گنہگار ہیں اُن پر توبہ فرض ہے اور اس کی عادت ڈالنے سے فاسق ہوگئے لیکن اگر امام میں ان عیوب میں سے کوئی عیب ہو اور اس کے سبب یہ لوگ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کرتے ہوں تو درست و بجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۱: از پیلی بھیت محلہ درگا پرشاد مکان فخر الدین صاحب مرسلہ حافظ شمس الدین صاحب ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) جو شخص کہ سُودی دستاویز لکھتا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ مثل تھانیدار یا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چونگی اگر پنجوقتہ نماز کے پابند نہیں وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پُوری ہو۔ فقط

الجواب

(۱) سُودی دستاویز لکھنا سُود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سُود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

جب اُس کا تمسک لکھنا مُوجبِ لعنت اور سُود کھانے کے برابر ہے تو خود اس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث و بدتر ہے ایسے شخص کو امام نہ کیا جائے، ہر وہ نوکری جس میں خلافِ شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اس میں سُودی تمسکوں کا لکھنا اور ان کی تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ تھانے دار اگر رشوت لے یا جُھوٹ مقدمے بنائے، جُھوٹی گواہیاں دلوائے، لوگوں سے دبا دھمکا کر مال حاصل کرے جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں ورنہ چالان میں خلافِ شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں، ہاں چونگی کا ملازم اگر چونگی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ جو دباؤ ڈال کر زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں اُس سے بچائے تو اس

---

[1] صحیح مسلم باب الربا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

میں حرج نہیں کما فی الدّر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) وہ اگر قابلِ امامت ہو تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔

(۴) امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو مقتدی اُس کے پیچھے ہے اُس کا سجدہ بطور مسنون بآسانی ہو جائے بلا ضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو منع ہے یونہی فاصلہ کثیر عبث چھوڑنا خلافِ سنّت مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۲ تا ۶۸۳ سرکڑہ ضلع مراد آباد مسئولہ سید عبدالعزیز صاحب ۵ محرم شریف ۱۳۳۲ ہجری

(۱) باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اس کی خطا معاف بھی کر دی تو اس کی خطا معاف ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالتِ مرض میں پے در پے ساقط ہو گئے تو پانچویں جمعہ میں نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطا معاف ہو گئی اور اب اُس کے پیچھے نماز جائز ہو جائے گی، اور اگر وہ نافرمانی و ایذائے پدر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی جس کا پھیرنا واجب ہے، اور اسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی مہربانی سے ہزار بار خطا معاف کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطا نہیں اللہ اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت گناہ شدید کبیرہ ہے، تو فقط باپ کے معاف کئے کیونکر معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابلِ حاضری جمعہ نہ تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۴ از بتھو ضلع وڈاک خانہ بتھو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولدالزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

ولدالزنا کا بیٹا کہ نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا ولدالزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں، ہاں اگر اہلِ جماعت اُس سے نفرت کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اُسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وہ خود بے قصور ہے جیسے معاذ اللہ برص وجذام والے کی امامت مکروہ ہے جبکہ باعثِ تنفیرِ جماعت ہو اگرچہ مرض

میں اس کا کیا قصور ہے، درمختار میں ہے: تکرہ خلف ابوص شاع بوصہ[1] (ایسا برص والا شخص جس کا برص پھیل گیا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

کذا اجزم برجندی والظاھر ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع لیکون ظاھرا[2] اسی طرح جذام والے کا حکم ہے، برجندی، اور ظاہراً علّت نفرت ہی ہے اسی لئے ابرص کے ساتھ پھیل جانے کی قید کا اضافہ ہے تاکہ واضح ہوجائے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۸۵: از قصبہ نگینہ ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عنایت اللہ خاں صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لئے یا کسی وارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لئے روپیہ سودی تمسک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہب حنفیہ میں کیسا ہے خصوصاً جمعہ و عیدین کا امام بنانا۔ عنایت اللہ صاحبِ نصاب ہے۔ فقط

الجواب

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالتِ اضطرار و مجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں، دینے لینے والے دونوں ملعون۔ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔(ت)

ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ، کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۶: مسئولہ علاء الدین صاحب عرضی نویس کچہری دیوانی پرتاب گڈھ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۹
[3] صحیح مسلم باب الربا " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷
ف: صحیح مسلم، باب الربا میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث مذکور ہے۔ نذیر احمد

ختمِ قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخوشی اپنے شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت؟ اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختمِ قرآن مجید کی شیرینی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اُس کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے؟ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے؟ فقط

الجواب

قیام وقتِ ذکرِ ولادت حضور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین و مصر و شام و سائر بلادِ اسلام میں رائج و معمول ہے ضرور مستحسن و مقبول ہے۔ علامہ سید جعفر برزنجی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین و دیگر بلادِ عرب و عجم میں پڑھا جاتا ہے اُس رسالہ میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذوو روایۃ و درایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرماہ۔[1]

بے شک ذکرِ ولادتِ اقدس کے وقت قیام کرنا اُن اماموں نے مستحسن جانا جو اصحابِ روایت و اربابِ درایت تھے تو خوشی اور شادمانی ہو اُس کے لئے جس کی نہایت مراد و غایت مقصود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو۔ (ت)

یہاں آج کل اس قیامِ مبارک کو بدعت و ناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذلھم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی انھیں خوار کرے۔ ت) اور وہابیہ زمانہ اب بدعت و ضلالت سے ترقی کرکے معراجِ کفر تک پہنچ چکے ہیں بہرحال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام، یُوں ہی ختمِ قرآنِ عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امرِ حسن و محمود ہے اُسے بدعت بتانا اُنھیں اصولِ ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب و ممانعت کی یہ معیار بتائی تھی:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[2]

رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو۔ (ت)

مگر وہابی صاحبوں نے معیارِ ممانعت یہ رکھی ہے کہ جسے ہم منع کردیں اُس سے بچو اگرچہ اللہ و رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو، غرض یہ اس کا شرک فی الرسالت ہے، اُس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے، والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] رسالہ میلاد مبارک للعلامہ سید برزنجی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قیام بوقت ذکر تولد خیر الانام، جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵/ ۲۶

[2] القرآن ۵۹/ ۷

مسئلہ ۶۸۶ تا ۶۹۱ از ضلع بھنڈارہ محلہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص حافظِ قرآن ہے اور جبراً پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعتِ مسلمین اسکی مندرجۂ ذیل باتوں سے ناخوش ہیں اور اپنا پیش امام نہیں بنانا چاہتے، حافظ صاحب پہلے گورنمنٹ ملازم تھے رشوت کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی۔

(۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنہ لے کر رسید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر رسید جلا دی کچہری میں انکار کیا کہ آٹھ آنہ نہیں لیا جس سے اس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہُوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب لے چکے تھے اور صاف انکار کردیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے۔

(۳) حافظ صاحب اپنے پیر و مرشد پر طعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلّہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص اُن کے پیر و مرشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ اُن کے باپ دادا کا میراث ہے کیا، اور اپنے پیر کی بات پر فتوٰی بلواتا ہے حالانکہ پیر مرحوم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری، بعد اس طعنہ تشنیع کے پیر مرحوم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہُوئی یا خلافت سے نکل گئے۔

(۴) حافظ صاحب نے چمڑا قربانی کا جو کہ صاحب نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کے اپنے صرف میں لے آئے۔

(۵) اور سیّد کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں؟

اتنی باتیں حافظ بنو علی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلہ کا بخوبی جانتا ہے اس پر بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً، اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہُوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا، اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے، اس لئے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہُوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیل وار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں؟ زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حدِ ادب۔

الجواب

جس سے مقتدی اُس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے بالشت بھر بھی

وعد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون[1] (اونچی نہیں ہوتی یعنی بارگاہِ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصورِ شرعی کے سبب۔

والا فالوبال علیھم کما فی الدر المختار[2] وغیرہ (ورنہ وبال ان لوگوں پر ہوگا، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ صورتِ مستفسرہ میں اُس شخص میں متعدد قصور ہیں رشوت لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہِ کبیرہ ہے، حدیث میں فرمایا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[3] رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔

پیسے لے کر مکر جانا اور اس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانا اور رسید جلا کر مسلمان پر جھوٹا دعوٰی کرنا اور اسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہِ کبیرہ ہیں، ان وجوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، اور جبراً امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعالِ شنیعہ سے علانیہ توبہ نہ کرے۔ قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکا دے کر اپنے صرف میں کرلی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہِ کبیرہ ہے، اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کہی تھی پھر نہ دی تو بیجا ہے مگر جب اس الزام نہیں جبکہ کسی عذر شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے۔ چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے

قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[4] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے (ت)

پیر پر طعنہ و تشنیع ارتدادِ طریقت ہے اس سے خلافت در کنار بیعت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ سید حاجتمند کو

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وھم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: جس کتاب سے حدیث کا حوالہ دیا ہے اس میں "فوق اذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[3] کنز العمال الفصل الثالث فی الھدیۃ والرشوۃ ″ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۳

ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں "کلاھما" کا لفظ نہیں ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[4] القرآن ۹/۷۷

زکوٰۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ عدم جواز کما بیناہ فی الزھر الباسم (جیساکہ ہم نے اس کو الزہرالباسم میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۲ تا ۶۹۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہ کبیرہ میں مبتلا رہتا ہو اور وہ حسبِ ہدایت گناہ سے باز آکر اکمل الفضلاء دین واسلام کے رُوبرو توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہ تعالٰی نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا؟

(۲) اس کی امامت جائز ہے؟

(۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ[۱] (وہ اللہ تعالٰی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ت) اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ[۲]۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔

توبہ کے بعد اُس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں، بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ و فی روایۃ من ذنب قد تاب منہ[۳] وبہ فسر ابن منیع۔ رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کرچکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے اس کو ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن قرار دیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۵ از میرٹھ چھاؤنی ویلر کلب مرسلہ عمر بخش خانساماں ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع مبین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث

---

[۱] القرآن ۴۲/۲۵

[۲] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

[۳] جامع الترمذی باب از ابواب صفۃ القیمۃ " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۷۳

وجوہات ذیل کے معزول کر دیا گیا ہے:

(۱) اتہامِ زنا

(۲) اتہامِ سرقہ دریہائے مسجد وغیرہ، اسبابِ مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا۔

(۳) بعلِ عمل قوم لوط، جس کے مشاہدہ و معائنہ کے چند اشخاص معتبران شاہد ہیں وغیرہ وغیرہ، اب وُہ شخص بغیر اجازت بانی مبانی مسجد و متولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنانِ غیر محلہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی و متولی مسجد نے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمیع وجوہات بالا کے جائز ہے یا نہ۔ فقط

الجواب

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہوتی ہے الحدیث (ت)

مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقہ بتائے جاتے ہیں وہی ممانعتِ امامت کو بس ہیں بلکہ جو ایسے افعالِ شنیعہ سے متہم ہو چکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگیں اگر ثبوت نہ بھی ہو تاہم اس کی امامت میں تقلیلِ جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ وہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی کما فی الدر وغیرہ (جیسے کہ فقہاء نے اس مسئلہ کی تصریح کی ہے اس شخص کے بارے میں جس کا برص پھیل گیا ہو والعیاذ باللہ تعالٰی، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) بہرحال وہ عالم متقی صحیح خواں کے مقابل کسی طرح مستحقِ امامت نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ بانیٔ مسجد و اہلِ محلہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مفوض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ للاجانب (کیونکہ امام کا مقرر کرنا بانی کا حق ہے پھر مقتدی حضرات کا امام مقرر کرنے میں اجنبی لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ ت) تو غیر اہلِ محلہ کا

---

[1] القرآن ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

اسے مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں ہوسکتا نہ حالتِ مذکورہ میں کہ قوم بروجہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے خود اسے امام بننا ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا وعد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون[1] تین آدمیوں کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی (یعنی بارگاہِ عزت میں رسائی تو بڑی چیز ہے) ان میں ایک وہ شخص ہے جو کچھ لوگوں کی امامت کرے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۶: از کانپور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سہ منارہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ وحدیث بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لنگڑا کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں اور دُہنا پیر درست ہے قیام، رکوع، سجود بخوبی کرسکتے ہیں۔ یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کرسکتے ہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں؟ با عبارت ودلائل کے تحریر فرمائیں کہ سامعین کو کسی قسم کا شبہہ نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلاشبہہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اُس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہئے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے، یہ سب اُس صورت میں ہے کہ دونوں شخص شرائط صحت وجواز امامت کے جامع ہوں صحیح خواں صحیح الطہارۃ سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ورنہ جو جامع شرائط ہوگا وہی امام ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولٰی[2] مختار قول پر سیدھا کھڑے ہونے والے کی نماز کبڑے شخص کے پیچھے درست ہے اگرچہ اس کا کُبڑا پن رکوع کی حد تک ہو۔ اسی طرح لنگڑے کا حکم ہے۔ البتہ دوسرے آدمی کی امامت افضل واولٰی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں "فوق اٰذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

مسئلہ ۶۹۷: از تحصیل چونیاں ضلع لاہور مسئولہ انوار الحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت سستی ہے خاصکر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں، چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری میت کو غسل دے سکے یا نکاح پڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں، چنانچہ ایک گاؤں بنام تیرتھ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا صبح کو گیا اور وہیں وفات پائی، اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہر کہارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہابی مذہب رہا، بعد ازیں چند سال سے چکڑالوی مذہب ہے۔ اب مذکورہ امام مسجد کی فوتیدگی پر اُس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلقہ گھروں کی آمدنی میرے کام آئے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکڑالوی مذہب سے توبہ کی مجھے امام مسجد مقرر کرو۔ چنانچہ اس کے ہم خیال چند دوستوں نے اس کو پگڑی پہنائی اور اس کو امام مسجد مقرر کر دیا۔ اب چند مسلمان اُس کے مخالف اُٹھے جن کو اس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا اُنھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا، اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے توبہ خالص کر دی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کنارے ہو جاؤں گا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کافر کی توبہ منظور رہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی۔ پکے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اُس کے موافق ہو جائیں گے پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتوٰی دیا جائے کہ اس کو نکالا جائے اور اس کے فتنہ سے بے فکر ہو جائیں۔ فقط

الجواب

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لئے غایت احتیاط درکار ہے یہاں تک کہ ہمارے علمائے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک سے فاسد تو اُسے فاسد ہی قرار دیں گے۔ امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لان الصلوٰۃ متی فسدت من وجہ و جازت من وجوہ حکم بفسادھا[1]۔

کیونکہ جب ایک جہت سے نماز فاسد ہو اور کئی وجوہ کی بنا پر صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ (ت)

جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

کوئی عذر نہیں کہ اگر تُو نے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمانے والا ہے نیز اسی سنیت حنفیت کا اظہار کرتے ہُوئے اگر وہ مرجائے گا ہم اُس کے جنازہ کے ساتھ وہ طریقہ برتیں گے جو ایک سُنّی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے لان انما نحکم بالظاھو واللہ تعالٰی اعلم بالسرائر (کیونکہ ہم ظاہر پر حکم لگانے کے پابند ہیں، دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ ت) مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام بھی بنالیں اگر واقع میں وہ سچے دل سے تائب ہُوا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اور اگر امامت لینے کے لئے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل و فاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم احتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اُسے امام کیا جائے وہ پیسہ کے معاملہ میں گواہی کے لئے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کرلے اُس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک زمانہ اُس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ و صلاح و تقوٰی کے آثار اُس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گواہی قبول کرادینے کے لئے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الفاسق اذا تاب لاتقبل شھادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذٰلک مفوض الی رای القاضی[1]۔

فاسق اگر توبہ کرلے تو جب تک اتنا وقت نہ گزر جائے جس میں اس پر توبہ صدق کا اثر ظاہر ہو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ معاملہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔ (ت)

بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ سُو بار توبہ کرے، بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

والمعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شھادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا او ابتلی بہ مرۃ ثم تاب[2]۔

جو جھوٹ میں مشہور ہو وہ عادل نہیں ہوسکتا اس کی ہمیشہ گواہی قبول نہ ہوگی اگرچہ وہ تائب ہوجائے بخلاف اس شخص کے جس سے جھوٹ سہواً سرزد ہوا ہو یا وہ جھوٹ میں کسی ایک دفعہ مبتلا ہوا ہو پھر اس نے توبہ کرلی ہو۔ (ت)

جب دو پیسے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اُس کے لئے کس درجہ احتیاط واجب

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

[2] ایضاً

شریعت مطہرہ ہرگز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی، جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے خائن ہوں گے۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[1]۔ رواہ الحاکم وصححہ وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اور ان میں وہ ہو جو اس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی۔ اس کو حاکم نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۸: از صدر بازار اسٹیشن و ڈاک خانہ رانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ (آپ کا کیا ارشاد ہے اللہ آپ پر رحم کرے۔ ت) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن و امام یعنی دونوں کام پر مامور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زدوکوب کرتا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمہاری نماز وظیفہ کرنا تمہارا اللہ تعالٰی کے رُوبرو کیا کام دیں گے؟ در جواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں و شراب پیتے ہیں اُسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھ کے وظیفہ و نماز کرنا ہے، تو زید مذکور نے نماز وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے، تو اس صورت میں زید کا مسجد میں اذان کہنا و نماز اس کے عقب پڑھنا عند الشرع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کئے ہوئے، اور یہ کس درجہ میں شمار ہوگا، آیا گناہ کبیرہ میں یا کہ درجۂ کفر میں۔ درصورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجۂ کفر میں، تو زید کی زوجہ اس کے عقد سے خارج ہوجائے گی یا نہیں؟ اور زید مذکور کو بعد تائب ہونے کے زوجہ سے ازسرِنو ضرورت درستگی عقد کی پڑے گی یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق و فاجر، مرتکب کبائر، مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے۔ ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے نہ کہ مارنا جس سے مسلمان تو مسلمان کافر بھی پرہیز کرے گا اور گھن کھائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۹۲

ف: مستدرک میں "فیھم" کی جگہ "فی تلک العصابۃ" کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ وعد منھم العاق لوالدیہ[1]۔ | تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ان میں سے ایک وُہ جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔(ت)

ایسا شخص قابلِ امامت نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یأثمون[2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ت) تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[3]۔ | کیونکہ امامت کے لئے اس کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔(ت)

اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب، جب وُہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھا دے یا نہانے کی ضرورت ہو جاڑے کے سبب بے غسل پڑھا دے اور وُہ جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بیہودہ و بے معنی ہے مگر اُس سے تکفیر نہیں ہوسکتی اُس میں تاویل ممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹۹: مسئولہ سید اشرف علی صاحب ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اس جماعت میں شریک ہو یا نہیں؟ فقط

الجواب

اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض وارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل ہے اور اگر حال رعایت وعدم رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اُس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورتِ اول و دوم میں شریک ہوجائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۰۰: مرسلہ معظّم حسین صاحب از بدایوں محلہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنّت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث نمبر ۱۳۱۸۰ مااسند سالم عن ابن عمیر مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۳۰۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اُس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز ہرگز نہ آئے اُس شخص کو امام کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور مقتدی اس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟ زیادہ حدِ ادب۔ فقط

الجواب

والدین اگر بلا وجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضا میں حدِ مقدور تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ، اور اگر ناراضی تو اُن کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پروا نہ کی وہ کھنچے تو یہ بھی کھنچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا، واخفض لهما جناح الذل من الرحمة[1] (بچھائے ماں اور باپ کے لئے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے) اس کے خلاف و اصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸۰ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ جناب استاذی مولوی رحم الٰہی صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہراً و باطناً کدورت رکھتا ہے حتّٰی کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام علیک کہتا ہے خالد جوابِ سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے، ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ اور زید جماعت ترک کرکے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے، اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

محض دنیوی کدورت کے سبب اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام، خالد کی زید سے کدورت اور ترکِ سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام، اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام، اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمّے الزام نہیں زید خود مجرم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸۱ از قصبہ لبی پرہ اسٹیشن سرہند گورنمنٹ پٹیالہ مسئولہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کی نسبت یہ مشہور کیا گیا ہے کہ

---

[1] القرآن ۱۷/ ۲۴

ہر دو باہم فاعل ومفعول تھے یعنی اغلام کرتے تھے، زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثلِ پدر و برادر قصبہ ہذا میں امامت کرتے ہیں زید کے افعالِ قبیحہ کی خبر اس کے پدر و برادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جس کی اطلاع اُن کو بذریعہ تحریرات کے دی گئی مگر باینہمہ انھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر و توبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وُہ خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے فاعل ومفعول کو بہنگام اختلاط کسی شخص نے بچشم خود نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پایہ ثبوت پر پہنچا رہے ہیں مثلاً برادر بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جا دیکھنا اور بکر کی گوشمالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا اور رہا یہاں پولیس کے رُوبرو زید کا اقبالی بیان تحریر کرانا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زیب و زینت اس درجہ رکھنا اور اس کے پدر و برادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا، پس دریافت طلب امر ہے کہ جو شخص خلاف وضع وحرام فعل کریں یا کرائیں ان کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر مفعول کے پدر و برادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کرکے ان کو منع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ امید کہ قول مفتی بہ بحوالہ کتب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل ومفعول بھی اگر بالغ وغیرہ مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات وسُوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنین والمؤمنات بانفسہم خیرا۔[1]

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سُنا کہ مومن مردوں اور خواتین نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[2]

بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے الحدیث (ت)

اس پر لحاظ وکارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت ومعروف ہو تو فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ، اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب، اور اگر ثبوت شرعی واقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اُڑ گئی ہو جس کے سبب

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

اُن سے نفرت اور اُن کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے،

وان لم یثبت الذنب بل لو لم یکن لان المناط النفرۃ کمن شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اگرچہ گناہ ثابت نہ ہو بلکہ ہو ہی نہ کیونکہ بنیاد تو نفرت ہے اس شخص کی طرح جس کا برص پھیل گیا ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

پدرو برادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1] وقودھا الناس والحجارۃ[2] وقال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ[3]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: اے اہلِ ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ فرمان بھی ہے: وہ اس بُرے کام سے منع نہیں کرتے تھے جو بُرا کام لوگ کرتے تھے (ت)

اُن کی یہ حالت اگر معروف ہو تو اُن کا بھی وہی حکم ہے کہ نہیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ فتاوٰی حجہ و غنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[4] (اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ ت) اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اُسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بئس مطیۃ الرجل زعموا[5]۔ رواہ احمد و ابوداؤد عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شک اور تخمینہ کی بنیاد پر خبر دینا قبیح ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے (ت)

تو حرام خور بھی ہیں اور اول سے سخت تر، دُور کرنے کے سزاوار، اور اگر بقدر قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ

---

[1] القرآن ۶۶/۶ [2] القرآن ۲/۲۴
[3] القرآن ۵/۷۹
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[5] مسند احمد بن حنبل ماروی عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۴۰۱
سنن ابوداؤد باب فی الرجل یقول زعموا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۳

6/6

اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں،

قال اللہ تعالٰی لاتزروازرۃ وزراخری[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی (ت)

لیکن افواہ عام کی بنا پر نفرت وتقلیل جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہِ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہِ تحریمی اور گناہ نہیں، یہاں بحمداللہ تعالٰی فتوٰی پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، بفضلہٖ تعالٰی بفضلہٖ تعالٰی تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین وافریقہ وامریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتا آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں بحمداللہ تعالٰی حضرت جدامجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۶ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے[۹۱] برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے اکاون[۵۱] برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے، اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ[۱۲] مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں بحمداللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا بعونہٖ تعالٰی ولہ الحمد، معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت دُنی ہمت ہیں جنہوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دُور دُور کے ناواقف مسلمان کئی بار پُوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ بھائیو! ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین[2] میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے (ت) اگرچہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بمبئی محلہ قصابان پوسٹ ۳۰ مرسلہ مولوی عبدالرزاق ۱۷ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند ماہ تک پہلے ایک مسجد میں امامت کرتا رہا اور وہاں پر زید کی کئی حرکتیں معلوم ہوئیں کہ پیشاب کرکے ڈھیلا نہ لینا بلکہ پیشاب و پاخانہ کرکے اُسی وقت اُسی جگہ پانی سے استنجا کرکے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا اور بازاری عورتوں کے ساتھ خلا ملا مزاح وتمسخر کرنا' ان باتوں کا چرچا اہل جماعت میں ہونے کو تھا کہ زید دوسری مسجد میں منتقل ہوگیا وہاں بھی اس کی وہی حرکتیں بدستور قائم رہیں، جب لوگوں نے اُس کو لنگوٹ باندھنے اور ڈھیلا نہ لینے کی نسبت پُوچھا تو کہا میں معذور ہوں ڈھیلا نہیں لے سکتا اور لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں۔ اور خلا ملا عورتوں سے بدستور ہے لوگ اس کی ایسی حرکتوں سے سخت بیزار ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی سخت ناراض ہیں، بلکہ لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا، چند لوگ اپنی نفسانیت سے اُس مکار کی حمایت پر اڑے ہیں باوجود اس کے معذور ہونے اور یہ حرکتیں معلوم ہونے کے

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴

[2] القرآن ۲۶/ ۱۲۷

بھی اس کو علیحدہ اس منصب سے نہیں کرنا چاہتے اب زید نے اپنی سقاکی اور بے دینی کی وجہ ان کو یہ سبق پڑھا رکھا ہے کہ حدیث میں ہے :

دع ما یریبك الی مالا یریبك وان افتاك المفتون[1] ——— کہ تجھے کسی چیز میں شک یا شبہہ آجائے تو اس کو چھوڑ دے اگرچہ مفتی لوگ فتوٰی دیں ——— تو تُو اس کو نہ مان، غرض اس کی اس بیان سے یہ ہے کہ میری نسبت اگر کوئی شخص فتوٰی طلب کرے تو اُس فتوے کو قبول مت کرو اور چھوڑ دو اور اثنائے بیان میں یہ افترا، اہلِ اسلام پر مجلس وعظ میں کیا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا کوئی گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو۔ اب بتلائیے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو کہ ڈھیلا نہ لیتا ہو معذور ہو نجس کپڑوں سے نماز پڑھاتا ہو، دروغ گو ہو، مفتری ہو اور مسلمانوں کو ٹھگنے والا فریبی ذکرِ خیر سے مانع ہو۔ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟ اور جو اس کی حمایت کرے اُس کا کیا حکم ہے ؟ اور ایسے کو اس منصب سے خارج کرنا چاہئے یا نہیں ؟ اور اس حدیث دع ما یریبك الخ کا کیا مطلب ہے ؟ جو ایسے مسئلے اپنی گھڑت لگا کر لوگوں کو گمراہ کرے اس کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

یہاں چند امور قابلِ لحاظ :

(۱) مرد کو پیشاب کے بعد استبرا کہ اثرِ بول منقطع ہو جانے پر اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے فرض ہے یعنی عمل کہ واجب کی قسمِ اعلیٰ ہے جس کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا ولہذا بعض نے فرض بعض نے واجب بعض نے لازم فرمایا کہ فرض و واجب دونوں کو شامل ہے پھر اس میں طبائع مختلف ہیں، بعض کو وہ نم کہ سوراخِ ذکر پر بعد بول زائل ہونے ہی اطمینان ہو جاتا ہے کہ اب کچھ نہ آئے گا، بعض کو صرف دو تین بار کھنکارنا کافی ہوتا ہے، بعض کو ذکر کا دو یا ایک بار اوپر سے نیچے کو مل دینا اور بعض کو ٹہلنے کی حاجت ہوتی ہے دس قدم سے چار سو قدم تک، بعض کو بائیں کروٹ پر لیٹنا، بعض کو ران پر ران رکھ کر ذکر کو دبانا۔ غرض کہ مختلف طریقے ہیں اور ہر شخص اور اس کی طبیعت (مختلف ہوتی ہے)، درمختار میں ہے :

یجب الاستبراء بمشی اوتنحنح او نوم علی شقہ الایسر ویختلف بطبائع الناس[2]۔

بول کا اثر ختم کرنا لازم ہے خواہ پیدل چلنے، خواہ کھنکارنے یا بائیں جانب لیٹنے سے ہو اور لوگوں کی مختلف طبائع کی وجہ سے حکم مختلف ہوتا ہے (یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے)۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر ما اسندوا ثلۃ بن اسقع مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۲ / ۷۸
مجمع الزوائد باب التورع عن الشبہات مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۱۰ / ۲۹۴

[2] درمختار فصل فی الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۵۷

ردالمحتار میں ہے:

فی الغزنویۃ المرأۃ کالرجل الا فی الاستبراء فانہ لا استبراء علیھا بل کما فرغت تصبر ساعۃ لطیفۃ ثم تستنجی ومثلہ فی الامداد وعبر بالوجوب تبعا للدرر وغیرھا وبعضھم عبر بانہ فرض وبعضھم بلفظ ینبغی وعلیہ فھو مندوب کما صرح بہ بعض الشافعیۃ ومحلہ اذا أمن خروج شیئ بعدہ فیندب ذلک مبالغۃ فی الاستبراء او المراد الاستبراء بخصوص ھذہ الاشیاء من نحو المشی والتنحنح اما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبہ بزوال الرشح فھو فرض، وھو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبہ وقال عبرت باللزوم لکونہ اقوی من الواجب لان ھذا یفوت الجواز لفوتہ فلا یصح لہ الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح[1] اھ

غزنویہ میں ہے عورت مرد کی طرح ہے البتہ عورت پر استبراء لازم نہیں، بلکہ جیسے ہی فارغ ہو تھوڑی دیر کے بعد استنجاء کرسکتی ہے، اس کی مثل امداد میں بھی ہے اس نے درر وغیرہ کی اتباع کرتے ہُوئے لفظ وجوب سے تعبیر کیا ہے اور بعض لوگوں نے لفظ "فرض" بعض نے لفظ "ینبغی" اور "علیہ" سے تعبیر کیا ہے، پس یہ مندوب ہے جیسا کہ بعض شوافع نے تصریح کی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب اس کے بعد کسی شیئ کے خروج کا خوف نہ ہو تو یہ استبراء میں مبالغہ کے لئے مندوب ہے یا استبراء سے مراد یہ مخصوص اشیاء ہیں مثلاً چلنا اور کھنکارنا، رہا نفسِ استبراء یہاں تک کہ قطروں کے زائل ہونے کے ساتھ دل مطمئن ہوجائے تو وُہ فرض ہے اور وجوب سے بھی یہی مراد ہے اسی لئے شرنبلالی نے کہا آدمی پر استبراء لازم ہے یہاں تک کہ بول کا اثر زائل ہوجائے اور دل مطمئن ہوجائے اور کہا کہ میں نے اسے لفظ "لزوم" کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا کہ یہ واجب سے اقوٰی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجاتا ہے پس نمازی کے لئے وضوء میں شروع ہونا اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ پیشاب کی چھینٹوں کے زائل ہونے سے دل مطمئن نہ ہوجائے۔ (ت)

زید اگر ایسا ہو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھنکھارنے یا ملنے سے اُسے اطمینان صحیح ہوجاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجاء کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہوجاتا ہے اور اگر مثلاً ٹہلنا وغیرہ اسے درکار ہے بے اسے ادا کئے پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اس کی نماز باطل،

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۵۳

امامت تو دُوسری چیز ہے، تو حالتِ زید مشکوک ہُوئی، بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبراء کی حاجت ہے کرلیتا ہُوں زیادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنی معذوری کا عذر پیش کرنا اس کی حالت کو مشتبہ تر کرتا ہے اور وُہ خو. حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتوٰی دیں تو اُس نے خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس کی امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اس کی امامت پر فتوٰی بھی دے تو نہ مانا جائے۔

(۲) یہاں تک تو اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہُوئی حدیث سے اُس کے چھوڑنے کا حکم ہُوا مگر اگلا بیان صراحۃً اُس کی امامت کو باطل محض کر رہا ہے اور وُہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتاتا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محلِ استنجاء پر زخم ہو یا دانے پکے یا پکنے پر ہیں جن میں ریم ہے اُن کے سبب ڈھیلے کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر تھی کہ اُس سے نہ وضو رہتا نہ کپڑے پاک، دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب وریم نہ دیتے ہوں مگر اس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہُوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہُوں، صاف دلیل روشن ہے کہ وُہ دانے آب وریم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا نجس ہوتا ہے جب تو نماز کے وقت اُسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذور شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معذوروں کے لئے یقیناً باطل محض ہے کما نص علیہ فی الکتب کلہا (جیسا کہ تمام کُتب میں اس پر تصریح موجود ہے۔ ت)

(۳) اس شناعت کبرٰی کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں ورنہ اُس میں اور بھی وجوہ ہیں جن پر شرع مطہر اُسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلا ملا مزاح تمسخر۔ اشباہ وغیرہا میں ہے: الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام[1] (اجنبی عورت کے ساتھ خلوت (یعنی تنہائی میں ملنا) حرام ہے۔ ت) تو یہ حرام کا مرتکب، پھر اُس پر مُصر، پھر اُس میں مشتہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ ت)

تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[3] کیونکہ امامت کے لئے اُس کو مقدم کرنے میں اُس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اُس کی اہانت لازم ہے (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱۱
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[3] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ ؍؍ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما فی الغنیۃ وغیرہا واقرہ فی ردالمحتار (غنیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے اور ردالمحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ ت) تو جتنی نمازیں اُس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب مقتدیوں پر اُن سب کا پھیرنا واجب، اگر نہ پھیریں گے گنہگار رہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہوں کما حکم کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم[1] کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہر نماز کا حکم ہے، دُرمختار وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ ت)

(۴) مقتدیوں کا اُس کے عیوب کے باعث اُس کی امامت سے ناراض ہونا۔ ایسے کی نماز اُس کے کانوں سے اُوپر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہِ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے مُنہ پر ماردی جاتی ہے اور اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق رؤسھم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان[2]۔ رواہ ابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔

تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت برابر اُوپر نہیں اُٹھائی جاتی، ایک وہ شخص جو قوم کا امام بنے مگر لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ ایک وہ عورت جو اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ اور دو بھائی جو آپس میں جھگڑا کرنے والے ہوں۔ اس کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلاۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون ورجل اتی الصلوۃ دبارا والدبار ان یاتیھا بعد ان تفوتہ و

تین اشخاص کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ شخص جو قوم کا امام بنا حالانکہ لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ دُوسرا وہ شخص جو نماز کی طرف (جماعت کے فوت ہونے کے بعد یا نماز کا وقت فوت ہونے کے

---

[1] درمختار | باب صفۃ الصلوۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۷۰
[2] سنن ابن ماجہ | باب من ام قوماً وہم لہ کارھون | " آفتاب عالم پریس لاہور | ص ۶۹

رجل اعتبد محررا[1] ۔ رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بعد آئے تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام بنائے ۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایما رجل ام قوما وھم کارھون لم تجز صلاتہ اذنہ[2] ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن طلحۃ ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص بھی قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کی نماز کانوں سے اوپر نہیں جاتی ۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلوۃ ، ولا تصعد الی السماء ، ولا تجاوز رؤسھم رجل ام قوما وھم لہ کارھون و رجل صلی علی جنازۃ ولم یؤمر وامرأۃ دعاھا زوجھا من اللیل فابت علیہ[3] ۔ رواہ ابن خزیمۃ عن عطاء ابن دینار وبسند اٰخر عن انس بن مالک متصلا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تین افراد کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا نہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور نہ ان کے سروں سے بلند ہوتی ہے ایک وہ شخص جو قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں ۔ دوسرا وہ شخص جو جنازہ پڑھائے حالانکہ اسے اجازت نہ دی گئی ہو ۔ تیسری وہ خاتون جسے رات کو خاوند طلب کرے تو وہ انکار کردے ۔ اسے ابن خزیمہ نے عطاء بن دینار سے اور ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متصلاً روایت کیا ہے ۔ (ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لا تجاوز صلاتھم اٰذانھم

تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے بلند نہیں ہوتی

---

[1] سنن ابوداؤد — باب الرجل یؤم وہم لہ کارھون — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/ ۸۸
سنن ابن ماجہ — باب من ام قوماً وہم لہ کارھون — " " " — ص ۶۹
[2] المعجم الکبیر — ما اسند طلحۃ بن عبید اللہ حدیث ۲۱۰ — " المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت — ۱/ ۱۱۵
[3] صحیح ابن خزیمۃ — باب الزجر عن امامۃ المرأۃ حدیث ۱۵۱۸ — " المکتب الاسلامی بیروت — ۳/ ۱۱

العبد الاٰبق حتّٰی یرجع وامرأۃ باتت و زوجھا علیھا ساخط و امام قوم وھم لہ کارھون[1] رواہ الترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال حسن غریب۔

ایک بھگوڑے غلام کی حتی کہ وہ لوٹ آئے۔ دوسری وہ خاتون جو رات اس حال میں بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ تیسرا وہ شخص جو قوم کا امام بنا حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے کہا یہ حسن غریب ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما[2]۔

اگر کسی نے قوم کی امامت کرائی حالانکہ وہ قوم اسے پسند نہ کرتی تھی اگر خود اس میں خرابی کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ اہل تھے تو اس صورت میں اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ت)

(۵) اُس کے سبب تفریق جماعت کہ سوال میں ہے لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا جس کے سبب تفریق جماعت ہوا سے امام بنانا منع ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والا نہ کہ وہ خود فساد رکھتا ہے، دُرمختار میں ہے:

کذا تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[3] اھ واستظھر فی ردالمحتار ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع ولیکون ظاھرا[4] اھ اقول لیس محل الاستظھار بل العلۃ ھی ھی لاشک ثم الذی یظھر لی ان کراھۃ الصلاۃ خلفہ تنزیھیۃ کما ھو قضیۃ کلام الشامی اذ یقول تحت قول الدر ھذا وکذلک،

اسی طرح اس صاحبِ برص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو اھ ردالمحتار میں اس کی علت نفرت قرار دیا اس لئے ابرص کے ساتھ الشیوع (یعنی پھیلنے) کی قید لگائی تاکہ معاملہ واضح ہوجائے اھ میں کہتا ہوں یہ مقام ظاہر کرنے کا نہیں بلکہ علت یہی نفرت ہے اس میں کوئی شک نہیں، پھر مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ ابرص کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء من ام قوما وہم لہ کارھون مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۷
[2] و [3] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[4] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولٰی تاتارخانیۃ وکذا اجذم برجندی[1] اھ وان لم ارہ فی امامۃ البرجندی من شرحہ للنقایۃ لکن کراھۃ تقدیمہ اذا بلغ التنفیر الی ترک الناس الجماعۃ کما فی السوال ینبغی ان تکون کراھۃ تحریم لما فیہ من النقض الصریح لمقصود الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شرعیۃ الجماعۃ وایجابھا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا والتنفیر المعلل بہ فی الھدایۃ کراھۃ تقدیم العبد والاعمی والاعرابی لایبلغ عشر ھذا بل ھو نادر محتمل وھذا غالب متحقق فافترقا ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی عزوجل۔

جیسے علامہ شامی کے کلام کا تقاضا ہے کیونکہ وہ درمختار کے اسی قول کے تحت لکھتے ہیں: اسی طرح وہ لنگڑا ہے جو اپنے پاؤں کے کچھ حصہ پر کھڑا ہوتا ہو، اس کے غیر کی اقتدا بہتر واولٰی ہے "تاتارخانیہ" اور اسی طرح ہاتھ کٹے کا معاملہ ہے "برجندی اھ" اگرچہ میں نے برجندی مع شرح نقایہ برجندی کے باب الامامۃ میں یہ مسئلہ نہیں پایا لیکن جب اس کی تقدیم کی ناپسندیدگی اتنی بڑھ جائے کہ لوگ جماعت کو چھوڑنا شروع کردیں جیسا کہ سوال میں ہے، تو ایسی صورت میں اسے کراہت تحریمی قرار دینا چاہئے کیونکہ اس میں تو شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقصود کی صریح مخالفت ہے اور وہ مقصود جماعت کا مشروع اور واجب ہونا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لوگوں میں محبت بشارت پیدا کرو نفرت نہ پھیلاؤ۔ اور وہ نفرت جس کی بنا پر صاحبِ ہدایہ نے غلام، نابینا اور اعرابی کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے وہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتی بلکہ وہ نادر اور ایک احتمال ہے اور یہ غالب و ثابت ہے پس ان دونوں میں فرق ثابت ہوگیا یہ میرے نزدیک ہے، اور حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے۔ (ت)

(۶) اُس کا کہنا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو، اگر وہ تعمیم و تصمیم کرتا تو بمبئی کے لاکھوں مسلمان مردوں، مسلمان پارسا بیبیوں پر صریح تہمت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذف گناہِ کبیرہ ہے اور قذف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعمیم کو روکا اور "نہ ہوگا" کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں بیبیوں کی حرمت پر دھبا لگایا اور اسے خاص مجلس وعظ میں کہہ کر مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور ان میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی ایذا دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۶

اذانی فقد اذی اللہ۔[۱] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ۔[۲]

جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پھیلے اُن کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

جب اس پر دونوں جہان میں عذاب شدید کی وعید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہُوا اور مرتکبِ کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان برسرِ مجلس وعظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق معلن ہُوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔

(۷) ظاہر ہے کہ وُہ جاہل ہے اور باوصفِ جہل اُس نے فتوے پر اقدام کیا اور ارشادِ اقدس حدیث کو لغو اور مفتیانِ شریعتِ مطہرہ کے فتووں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو ردِ فتاوٰیٔ شریعت پر دلیر کیا تو بلاشبہہ وہ ضال و مضل ہُوا خود گمراہ اور اوروں کو گمراہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔[۳] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی و ابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور اُن سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بے علم فتوٰی دیں گے آپ بھی گمراہ ہُوئے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اس صورت میں اس کی امامت درکنار اس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔[۴]

ان سے دُور رہو اور اُنھیں اپنے سے دُور کرو کہیں تمھیں

---

[۱] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۲۸۳

[۲] القرآن ۲۴/ ۱۹

[۳] صحیح البخاری باب الحرص علی الحدیث مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰
صحیح مسلم باب رفع العلم وقبضہ الخ ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۰
جامع الترمذی باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم ؍؍ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۹۰

[۴] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰

رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اسے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نمازوں کی خرابی بلکہ تباہی وبربادی چاہنے والے اور اللہ ورسول کے خائن۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔

گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر وایضا فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو دانستہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے گا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور صحیح المختارہ میں بھی حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[3]۔ رواہ الحاکم وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو کسی جماعت میں ایک شخص کو اُن پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ اسے حاکم، ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لئے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] المعجم الکبیر ما اسند اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۶۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۷

[3] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۹۲

ف: مستدرک میں "فیھم" کی جگہ "فی تلک العصابۃ" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تقلید اُس پر نہیں یا اہلِ ورع کے لئے ان خاص امور دقیقہ میں ہے جن پر ظاہر شریعت مطہرہ سے فتویٰ جواز ہوگا اور متورع محتاط کا قلب اس پر مطمئن نہ ہوگا وہ اس سے بچے گا نہ اس لئے کہ فتویٰ معتبر نہیں بلکہ اس لئے کہ ایسی جگہ مقامِ تقویٰ فتویٰ سے اعلیٰ ہے۔ ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سُوئی میں ڈورا ڈال سکتی ہوں، امام نے ان کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا آپ کون ہیں؟ کہا میں بشر حافی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمایا ایسا ورع تمہارے گھر سے نکلا ہے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از چوپرا ڈاکخانہ بانسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز جمعہ بعد نمازِ فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز پیش مصلّی پر خواہ اشراق ہو یا قبل الجمعہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ مصلّی اگر واقف نے صرف امامت کے لئے وقف کیا ہے تو امام وغیر امام کوئی اُسے دُوسرے کام میں نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلالۃً تخالفت۔ اور اگر صرف امام کے لئے بطور مذکور وقف ہُوا ہے تو امام اس پر نوافل بھی پڑھ سکتا ہے دُوسرا کچھ نہیں، اور اگر عام طور پر وقف ہُوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلالۃً تو غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض ونوافل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس وتدریس کے بھی، کما فی القنیۃ (جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۵: از حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القوی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے، اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور اگر اپنی نماز پڑھ بھی لی تو نمازِ جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں، اور عیدین بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نمازِ تراویح بھی۔ پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں گے تو حضور ہم بے نماز ہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہُوئی، اور سُنّی بس ہم دو تین شخص ہیں، اوّل حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہوجائیں کیونکہ ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے پنج وقتہ نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہے، وہ

تو معاف ہونی چاہئیں، کیونکہ بےخبری میں ایسی خطا ہوئی، اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے۔ حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے کیونکہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں، گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ہوگی ہی نہیں، فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرماتے ہیں:

ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز[1] اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اس میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح، کوئی نماز ان کے پیچھے ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ اگر ان کو قابلِ امامت یا مسلمان جاننا بھی درکنار، ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ علمائے حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[2] جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں، انھیں علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دس برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں)، دکھائیے اور رسالہ "تمہید ایمان" پڑھ پڑھ کر سنائیے الحمدللہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز مانیں یا اُسے مسلمان مانیں ان شاء اللہ تعالٰی اللہ عزوجل ضرور ہدایت واثر بخشے گا اور مسلمان ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سُنّی عوام اپنے لئے پنجگانہ و جمعہ و عیدین و جنازہ سب کے لئے مقرر کریں گے اور اگر بالفرض کوئی نہ سُنے تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ و عید و جنازہ وغیرہ میں جماعت کر سکتے ہیں ایک اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لئے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجئے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہو جائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ و عیدین اعلان کے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

ساتھ ہوں ظاہر کردیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ وعید فلاں جگہ ہوگی، جسے اللہ تعالٰی ہدایت دے گا شریک ہوجائے گا، اُن کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں اُن کا علاج ایک تو توبہ ہے، دوسرے یہ ضرور ہے کہ اُن نمازوں کی قضا پڑھی جائے، اندازہ اتنا کرلیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں۔ اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بسے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وُہ کہے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا یہ بتاؤ فوری ضرورت کے مسئلے کس سے پُوچھوں تو کیا اُس سے کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پُوچھ لیا کرو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۷ ازموضع سریا ڈاک خانہ تیلوتھو ضلع شاہ آباد آرہ مرسلہ شیخ مدار بخش ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اردو خواں مؤذنی بھی کرتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقہ فطر مال زکٰوۃ وکھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلّہ اور پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وُہ بھی لیتا ہے اور اس کا پیشہ یہی ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ امام کے لئے کون کون شرائط ہیں؟ کیسے شخص کو امام ہونا چاہئے؟ اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وُہ فقیر ہے صاحبِ نصاب نہیں، نہ سیّد ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اُسے جائز ہے اور اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کیلئے صحیح الاسلام، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءۃ، سُنّی صحیح العقیدہ، غیر فاسق معلن درکار ہے، جس میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہوگی اسکے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں یا مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہے تو اسکی امامت جائز نہیں، واجب ہے کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور یہ سب باتیں اُس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں، پھر دوسرا اگر نماز وطہارت کے مسائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی اولٰی ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰۸ تا ۱۰۱۰ از کراچی گاڑی احاطہ محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد مولیڈنہ واکانی مہمیز ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) جس امام کو اس کے عقائد پُوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو امام وقتِ مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہے کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرشِ اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا، حالانکہ مصلیوں کی آسانی کے لئے جماعت نے وقت مقرر کیا، اُس کو کیا سمجھنا چاہئے۔

(۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتداء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جس امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ لیعنی سیدھا ہاتھ ٹکما ہو اور بائیں ہاتھ سے آبدست لیتا ہو استنجا کرتا ہو وضو کرتا ہو اور کھانا کھاتا ہو امام ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اپنا عقیدہ و مذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اُس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے، اُس کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے کہ بطلانِ نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرائضِ اسلام سے ہے اُس کے لئے سخت احتیاط مطلوب، یہاں تک کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا :

لان الصلٰوۃ متی فسدت من وجہ وجازت من وجوہ حکم بفسادھا[1] واللہ تعالٰی اعلم

جب کسی ایک وجہ پر نماز فاسد ہو اور متعدد وجوہ کی بنا پر درست تو فسادِ نماز کا حکم ہوگا۔ (ت)

(۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدد اس قدر ہوتا ہے کہ وہ چند منٹ کا آگا پیچھا روا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلاوجہ شرعی تکاسل ہے اور اس جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اُس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اُسے امام بننا گناہ ہے اور بحکم حدیث اُس کی نماز مقبول نہ ہوگی۔

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا الی ان قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و من ام قوما وھم لہ کارھون[2]۔

تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت برابر بھی بلند نہیں ہوتی، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ ایک وہ شخص جو کسی قوم کا امام بن جائے حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں (ت)

اور اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج رکھنے والوں پر وبال ہے کما نص علیہ فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں اس پر نص موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) ہو سکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام کیا جائے گا کما نصوا علیہ فی المتون والشروح والفتاوٰی (جیسا کہ متون، شروحات اور فتاوٰی جات میں اس مسئلہ کے متعلق

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وھم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف : سنن ابن ماجہ میں "فوق اذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

نصوص موجود ہیں۔ (ت)، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷: ازکراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم، محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام صدر را بباعث افتادن از ستور در یک دست تشنج واقع شدہ است ازیں وجہ دست ماؤفہ او بوقت تکبیر تحریمہ مس نرمہ گوش نمی شود آیا دریں صورت امامتِ او بلاکراہت جائز است یا نہ؟

صدر کے امام کا ہاتھ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے بے حس و حرکت ہوگیا ہے اس وجہ سے وُہ اپنا ماؤف ہاتھ بوقت تکبیر تحریمہ کان کی لو تک نہیں اٹھا سکتا، اس صورت میں اس کی امامت بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہموں احق بامامت است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جائز ہے بلکہ اگر وُہ قوم سے زیادہ عالم ہے تو امامت کا مستحق وہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۸: از سیتاپور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جب ایک عالم اور شریف ہے اگرچہ سید نہیں، ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحقِ امامت ہے؟ صرف سید ہی کو استحقاق ہے؟

الجواب

عالم بہرحال زیادہ مستحقِ امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق معلن نہ ہو، اور دونوں عالموں میں جسے علمِ نماز و طہارت میں ترجیح ہو وُہ مقدم ہے، اور اس میں مساوی ہوں تو قرأت و ورع و سن وغیرہا مرجحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی، عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا ہو اگر عالمِ دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)۔ (ت)

مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہوسکتا اس میں کوئی تخصیص نسب وغیرہ کی نہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۳۹/ ۹

مسئلہ ۱۳: از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چاراماموں میں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبلی حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر حنفی کا شافعی امام بنے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہر ترک کردے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے؟

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتدا حرام اور نماز باطل، اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض وشرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ، اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت واحتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کئے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ سُنّی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے، اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتدا مکروہ تنزیہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس وقت تک جتنی نمازیں اُن کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے اُنھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہوگئیں یا نہیں؟

الجواب

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے؟ کہا سوا آٹھ بجے ہیں، اور بجے تھے سوا نو۔ یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز چھوڑ دی جائے۔ سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بھی بج چکے۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی دس روپیہ کو خریدی اور پُوچھنے پر کہا پانچ کولی ہے تو یہ کوئی جھُوٹ قابلِ مواخذہ نہیں۔ یُونہی سوا نو میں سوا آٹھ داخل داخل ہیں۔ مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترکِ جماعت کرتا ہے دُہرا گنہگار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بُلانا اور خود باز رہنا۔

37
37

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو (خود) نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از قصبہ زنگ لاہور مسئولہ ابو رشید محمد عبدالعزیز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شوئی کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

میتِ مُسلم کو نہلانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے، اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے نہلانے پر اُجرت لینا بھی جائز ہے بہرحال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دُوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرضِ عین ہے اور اس پر اُجرت لینا حرام، ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱: از روپی ڈیہہ ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسلہ سید علی ناریل فروش ۸ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کی زوجہ سے زنا کیا، بکر نے یہ حالات کماحقہ معلوم کرکے زوجہ مذکور کو طلاقِ بائن دی اور خود بھی تائب ہُوا، بکر یہاں کی جامع مسجد کا پیش امام بھی ہے، اب بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وہ بوجہ صحتِ مذہب و طہارۃ وصحتِ قرآۃ وغیرہا شرعاً قابلِ امامت ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱: از موضع کوتانہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد و محمد عبداللہ خاں و محمد اسمٰعیل خاں ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ محمدی ومفتیانِ شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی فرقہ کا حنفی المذہب اہلِ سنّت وجماعت کے محلہ کی مسجد کا ایک ماہ وچند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ وہابیہ میں مرگئے۔ حُسنِ اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسولِ مقبول محبوبِ رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمد وثنا بیان فرمائی اور امام مسجد

---

[1] القرآن ۶۱/ ۲

نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اسی روز شب کو ایک شخص باشندہ محلہ نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان نو وارد سے مجلسِ مولود شریف کرائی، امام مسجد شامل نہ ہوا، صبح کو بوقتِ ظہر دریافت کیا کہ تم مجلسِ مولود شریف کی نسبت کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ اچھا کہتا ہُوں، پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو؟ امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا۔ پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہُوئی تھی اس میں شامل کیوں نہ ہوئے؟ جواب دیا کہ وہاں پر قیام و نعت ہوتی ہے اس لئے میں شامل نہیں ہُوا۔ پھر کہا گیا کہ نعت کے معنی حمد و ثنا و تعریف کے ہیں، حضرت رسولِ کریم رحمۃ للعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو؟ کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مقدسہ کو بعد نمازِ فجر بمواجہہ جملہ نمازیان مسجد امام سے کہا کہ جناب مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب "تجلی الیقین" موجود ہے تمام و کمال انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف و نعت سے کیوں گریز کرتے ہو؟ جواب نہ دیا خاموش رہا، اس مبارک کتاب "تجلی الیقین" کے چند موقع پڑھ کر سُنائے مگر کچھ اثر نہ ہُوا، اب حضورِ والا مفصل و مشرح تحریر فرمائیں کہ حنفی المذہب اہلسنّت وجماعت کی نماز ایسے بدعقیدہ وہابی مذہب کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے بدلائل و برہان قرآن شریف وحدیث شریف جواب مرحمت فرمائیں اللہ جل شانہ، نے حضورِ والا کی ذات ستودہ صفات کو مثل آفتاب عالمتاب کے روشن و منور کیا ہے اسی طرح تا یوم القیام روشن رکھے، مکرر عرض ہے کہ کمترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے نہ کسی کا کوئی عزیز امامت کے لائق ہے صرف لبغض للہ وحب للہ پر عمل ہے۔

الجواب

بیانِ سوال سے ظاہر کہ وُہ شخص وہابی بلکہ وہابیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے، وہابیہ کا اصل عقیدہ نعتِ اقدس سے جلنا ہے مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یُوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کہی کہ "وہاں نعت ہوتی ہے اس لئے شامل نہ ہوا"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر، اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل، اگر مسلمان ہوتا نعتِ اقدس کو دوست رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب شیئا اکثر ذکرہ[1]۔ رواہ ابو نعیم ثم الدیلمی عن مقاتل ابن حیان عن داؤد ابن ابی ھند عن الشعبی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا

جو کسی شئی سے محبت رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اسے ابو نعیم پھر دیلمی نے مقاتل بن حیان، انھوں نے داؤد بن ابی ہند، انھوں نے شعبی سے، انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی نعیم ثم الدیلمی فضیلۃ الشیخ الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۰

ثلاثتهم من رجال مسلم والاربعۃ۔ روایت کیا ہے اس کے تینوں راوی مسلم شریف کے اور اصحاب اربعہ کے رجال ہیں۔ (ت) (یعنی اسے بلند مرتبہ محدثین نے ان سے روایت کی ہے لہذا راوی معتمد ہیں۔ نذیر احمد)

جسے محبت درکنار نفرت ہو ظاہر ہے کہ اُسے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر وہ مسلمان کیسے ہوسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[1] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ اسے ائمہ کرام امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

"تجلی الیقین" کے کلمات سُن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کررہا ہے۔

قال اللہ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوگئی اور وہ جو ان کے سینوں میں (غیظ وعناد) چھپا ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمہیں عقل ہو۔ (ت)

بالجملہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین، اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[3]۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷

[2] القرآن ۳/۱۱۸

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

نماز درکنار بنصِ قرآنِ عظیم اُس کے پاس بیٹھنا حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینّک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین[1]
اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸ : از اوپل ڈاک خانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدا بخش صاحب ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جہلا لوگوں کو صوم وصلوٰۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انھوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیہ دار قبر پرست اور بعضے صرف جمعہ کے نمازی رمضان شریف کے نمازی، عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بدظن کرتے ہیں اور اُن کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھلی ہیں لیکن پُتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے، دوسری تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انھوں نے ویسے ہی رکھا ہے حالانکہ یہ سب محض لغو اور جھوٹ بیان ہے اُنھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے کئے نکاح ہوئے، جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہوئے، اگر یہ ثابت کردیں تو میرا حقہ ترک ورنہ تہمت لگانے والوں کا حقہ ترک ہونا چاہئے۔

الجواب

آنکھ میں پھلی ہونا جبکہ وہ پتلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہو نماز میں اصلاً کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ اُن کے دو نکاح ہوئے اور ایک عورت بے نکاحی رکھی، اوّل تو ایک مسلمان کی طرف نسبتِ زنا بلاتحقیق ہے اور یہ سخت حرام وکبیرہ ہے اور تہمت رکھنے والے پر شرعاً اسّی اسّی کوڑے کا حکم ہے۔

ثانیاً سائل پر اس کا کیا الزام جب تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اُس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے مستحق سزائے شدید کے ہیں جب تک توبہ نہ کریں اُن کا حقہ پانی بند کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹ : از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم مرسلہ میمن حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو خدا کو مجسم ٹھہراوے اس کی اقتداء کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] القرآن ۶/۶۸

الجواب

اُس کی اقتدا حرام ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲۱: از دہلی چاندنی چوک متصل گھنٹہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالمنان صاحب
۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا اب بعض اہلِ محلہ نے اس سے برخلاف ہو کر ایک دوسرے امام کو کھڑا کر دیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہوسکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اول کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بدمذہب، نہ اس کی طہارت یا قراءت یا اعمال وغیرہا کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت، تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتی کہ حاکمِ شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے:

لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ۔[1] بغیر کسی وجہ کے قاضی مقرر امام کو معزول نہیں کرسکتا۔ (ت)

اور اگر واقعی اُس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول، صحاح احادیث میں ہے:

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا (وعد منھم) من ام قوما وھم لہ کارھون۔[2] تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت برابر بلند نہیں ہوتی (اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے) جو کسی قوم کی امامت کروائے حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ (ت)

اور اگر اس میں کوئی وجہ فساد نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القراءۃ ہونا جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت فاسد اور اُس کے پیچھے نماز باطل، محض اس کا معزول کرنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۲۳/۳
ف: ردالمحتار میں یہ عبارت اختلافِ الفاظ کے ساتھ متعدد جگہ پر موجود ہے معنی متحد ہے ۴۲۲/۳، ۴۵۲، ۴۵۹ نذیر احمد

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوما وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹
ف: سنن ابن ماجہ میں "فوق اٰذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

مسئلہ ۲۱ از باندی کوئی مرسلہ منشی عبدالرحمن ملازم ڈاک سفری ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بسبب ہونے حافظِ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امامی وبرائے تعلیم قرآن طفلانِ اہلِ اسلام سنت و جماعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ بعد تک بظاہر کسی قسم کا فرق نہ معلوم ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کے معتقد ومطیع زید ہوگئے۔ جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کراچکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جماچکا تو اپنے منصبِ امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا، غرض زید کا ایک شاگردِ رشید بکر نامی جس کا حافظہ ختم ہوچکا تھا اُس کی شادی ہوجانے کے بعد اُس کے والد نے زید ہی کو زوجۂ بکر کی تعلیمِ قرآن کے لئے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی یہاں تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طول ہوکر ظاہر ہُوا تو بکر سے طلاق دلایا گیا اور زید نے مطلقہ کو خود نکاح میں لاکر فخریہ کہتا ہے اب توموافق ہے شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جوان زید سِن رسیدہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ روش اختیار کرکے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلا ملا رہنے لگا، چونکہ زید دیکھنے والا نواب صدیق حسن بھوپالی کا ہے ہر موقع پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بتاکر جاہلوں کو سیدھا کرلیا کرتا تھا اس پر جو تھوڑے لوگ حق شناس تھے اُن سے الگ رہنے لگا اس درمیان ایک لڑکا ولدالزنا پیدا ہُوا اُس کا عقیقہ کیا گیا یہی زید پیش امام صاحب شریک عقیقہ ہوکر بکرے کی کھال کی غرض سے خوب پلاؤ پر ہاتھ مار کر پکارنے لگے کہ عقیقہ کا کھانا جائز تھا ہرگز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ ان کی پیش امامی پر معترض ہُوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ وغضب میں آکر چلا اُٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی پڑھائیں قہرِ درویش برجانِ درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رُکے رہے آخر جھک مار کر خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی، پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہُوئے معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد نکاح کہنا اب تو حرام نہیں ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرارِ حرام ہوا، اگرچہ یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زنِ زید کی نسبت جو لکھا گیا ہے اگر برضائے زید ہے یا زید بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث سخت اخبث فاسق، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اسے امام بنانا حلال نہیں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور پڑھی تو پھیرنا واجب، سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا، اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہر دار ہے، شوہر نے اُسے اپنا بچہ ٹھہرا کر عقیقہ کیا تو بیشک اُس میں کوئی حرج نہ تھا، نہ اُس کے کھانے میں کوئی حرج۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔ صاحبِ نکاح کیلئے ولد (نسب) اور زانی کے لئے پتھر ہے (ت)

اور اگر عورت بے شوہر تھی اور اس نے عقیقہ کیا تو ازانجا کہ اس سے نسب قطعاً ثابت ہے اور نسب فی نفسہ نعمت ہے جعلہ نسبا وصھرا[2] (اللہ تعالٰی نے آدمی کے رشتے اور سسرال بنائے) اگرچہ جہتِ سبب سے یہ صورت سخت بلا ہے، اس عقیقہ کی تحریم یا اس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ شراب پینے پر بسم اللہ کہے تو کافر، اور پی کر الحمدللہ کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ سخت بلا ہے مگر اس کا حلق سے اُتر جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ نکال دینا' اس شدید عصیان کی حالت میں رب عزوجل کی نعمت ہے۔ فصول عمادی و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکم الامام المعروف بمشتملی (ھندیۃ) انہ یکفر ولو قال عند الفراغ الحمدللہ قال بعض المتاخرین لایکفر[3]۔

جس نے حرام کھایا اور کھانے کے وقت "بسم اللہ" پڑھی امام معروف مشتملی (ہندیہ) نے کہا کہ وہ کافر ہے اور فراغت کے بعد اگر "الحمدللہ" کہا تو بعض متاخرین نے کہا کہ اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ (ت)

البتہ اگر زانی نے عقیقہ کیا تو وجہ نعمت اعلٰی منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اس سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت جُہّال یہ جانتے بھی نہیں کہ عقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں اُس میں شرکت اور اُس کا کھانا ضرور معیوب و شنیع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اُس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے، زید کی امامت نامناسب، خصوصاً اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کہ ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اسے امام بنانا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۲۲: زید کچہری میں جاکر مقدمہ دائر کرتا ہے اور اُس کی کوشش اور پیروی میں مصروف رہتا ہے اُس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دُوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے ایک اور اس کا لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے' زید نے لڑکے کا نکاح ثانی بھی کر لیا آیا اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۴۷۰

[2] القرآن ۲۵/۵۴

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۳

الجواب

عورت کو بلانا، نان ونفقہ دینا، اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمہ ہے اس کے باپ کے ذمہ نہیں۔ اللہ تعالٰی ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا۔ ہاں اگر بلاوجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریکِ ظلم ہے۔ اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے مشہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۲۳: از قطب پور ڈاکخانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسئولہ محمد رحمت اللہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

سُود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سُود خور کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سُود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اُس پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[1] ضرورت مند کے لئے نفع کی بنیاد پر قرض حاصل کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور اگر بلا مجبوری شرعی سُود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اُونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سُودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سُود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ، اور نماز کا وہی حال، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۲۴ تا ۷۲۶: از ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں جمعدار مسئولہ عبدالرؤف خاں ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے مسجد میں آنا چھوڑ دے اور حسد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام و قاضیِ شہر ہو خود سب سے مسائل بیان کرے اور سب کو سنائے اور سب کے پہلے جاکر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہوا گوشت کھائے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] الاشباہ والنظائر قاعدہ خامسہ درء المفاسد مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶

الجواب

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہوسکتا وُہ کیسا عالم ہے اور وجہ حسد کیا تا وقتیکہ تفصیل نہ معلوم ہو اجمالی بات کا جواب نہیں دیا جاسکتا، عالم علمائے دین ہیں اور وہابیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور وجوہِ منازعت بھی مختلف ہوتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبیحہ کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق ممانعتِ امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ حدِ فسق کو پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لئے بالقصد مسجد میں نہیں جاتا نماز کے لئے بیٹھا ہے اور کوئی آیا دنیا کی باتیں بھی کرلیں جن میں فحش وغیرہ معاصی نہ ہوں تو اگرچہ ایسا بھی نہ چاہئے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۲ از موضع سہادن پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈروہ ڈاک خانہ ڈروہ تحصیل گنڈہ ضلع پرتاب گڈھ

مسئولہ نجو شاہ ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے؟

(۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں اُن کے پیچھے حنفی کی نماز ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اُس کے پیچھے نہیں ہوسکتی، اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اُس کے پیچھے ضرور ہوسکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولٰی ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتداء میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولٰی ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کراہت شدیدہ ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وُہ نماز پھر پڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہے کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہوگئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے، مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہورِ حال کا

حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اب مجلس میلاد مبارک مطلقاً ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ، اور وہابیہ مرتدین ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ / ۳۴۴ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

(۱) زید نصاریٰ کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

(۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوتی ہے کن لوگوں کی نہیں؟

(۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابلِ امامت ہے یا نہیں؟

(۴) زید حاکمِ وقت کی چوری میں گرفتار ہوا ہو تو وہ قابلِ امامت ہے یا نہیں؟

(۵) زید باطنی غیر مقلد ہو اور اہلسنت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر یہ بھی ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

(۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دو چار مسلمانوں کے منحرف کر دینے سے ایک شخص اس پر الزام لگائے کہ یہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نااتفاقی کرائیں تو اُن کے لئے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصاریٰ کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی حلال میں حلال ہے حرام میں حرام ہے، کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے وہ کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل، اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، اور جو حلال میں اطاعت کرے اُس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں حرج۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو امامت کے لائق ہے اُس کے پیچھے سب کی نماز ہو سکتی ہے اس صورت میں خاصہ کو یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک خاص قسم کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کر سکتا ہے اوروں کی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مجمل سوال ہے بارہا مسئلۂ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بددین لوگ اسے نفاق ڈالنا کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہو سکتا، سائل مفصل لکھے کہ کیا کہتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر توبہ کر چکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج

نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز، اور جب اُس کا غیر مقلد ہونا ثابت و تحقیق ہے تو اس کا براہ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول اللہ و اللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم

(۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے۔

قال اللہ تعالٰی واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (ت)

اگر انھوں نے بیجا الزام لگایا ہے سخت گنہگار وحق العبد میں گرفتار، نفاق ڈالنے کا جواب ۳ میں ہوچکا مجمل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتوٰی کو کسی غرض نفسانی کا مؤید نہیں کرسکتے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانے کے احوال سے واقف نہیں وہ جاہل ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۵: از تحصیل سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسی کسبی زادہ کے پیچھے جو حافظِ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاص کر تراویح ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مکروہِ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علمِ مسائلِ طہارت وصلاۃ میں زائد نہ ہو، ورنہ وہی اولٰی اگر جملہ شرائطِ امامت کا جامع ہو کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۶: از بریلی کانکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئولہ عبدالغنی صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں، دیگر یہ کہ گاؤں کے

---

[1] القرآن ۶۳/ ۱

[2] القرآن ۴۷/ ۱۹

کارندے کے پیچھے جو حال میں کارندگی کر رہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں' اور حضور کو خوب روشن ہوگا کہ جس طرح کارندے اپنی گزرِ اوقات کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر سُنّی صحیح العقیدہ صحیح القراۃ صحیح الطہارۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کر لوگوں کے لئے باعثِ نفرت اور جماعت کے لئے وجہِ قلت ہو اُس کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے۔ گاؤں کے کارندے جن کا غبن اور اسامی وغیرہم سے ناجائز پیسہ لینا ظاہر و معروف ہو اُن کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی' ورنہ کارندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷۳ ازشہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز علی ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجودیکہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہے شامل نہیں ہوتے، بعد ختم جماعت کثیر پانچوں آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں، امام مسجد جو عرصہ سے امامت کر رہا ہے اور اپنا عقیدہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ بُرا کہتے ہیں ایسے کے لئے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے (عقیدہ پیش امام مسجد کا یہ ہے "میں مذہب اہلسنّت و جماعت پر عمل کرتا ہوں، میرا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں، اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل و اعلٰی جانتا ہوں، کراماتِ اولیاء و بزرگانِ دین کا قائل ہوں"۔ ایسا امام اگر وہابی (جو فی زمانہ مشہور کر دئے گئے ہیں) کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہ صحیح و درست ہے جب پیش امام اپنا حنفی ہونا بیان کرتا ہے اور عقیدہ مطابق اہلسنت و جماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول و فعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالفرض کسی پاٹ شالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحتِ امامت کے لئے قادح نہیں ہوسکتا کیونکہ احکامِ شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم شق قلب پر مامور نہیں' وہ اشخاص جو متخلف عن الجماعۃ ہیں اگر کوئی عذرِ شرعی رکھتے ہوں تو معذور رہیں گے اور اگر محض عصبیت و نفسانیت کی جہت سے شریک جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابلِ تعزیر ہیں اہلِ محلہ کو ان سے سلام و کلام ترک کر دینا چاہیے۔

العبد المجیب محمد عبداللہ کان اللہ لہ۔ صحیح ہے محمد منور العلی غفرلہ۔ الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ

الجواب

یہ فتوٰی محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلوتہی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کر دیں

اس پر انھی لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتے وہ تو ایسا کہا ہی چاہیں، حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتوٰی دے چکے کہ گنگوہی و نانوتوی و انبیٹھی و تھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ عقائدِ اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ کو حنفی کہنا یا توحید و رسالت و افضلیت و کرامت کا اپنے آپ کو قائل بتانا ان میں سے کون سی بات کا وہابیہ و دیوبندیہ اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، بلکہ ان چاروں باتوں کے مقر قادیانی تک ہیں اور اپنے آپ کو مقلدِ امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے ان کا کفر اٹھ گیا۔ شریعت بیشک ظاہر پر حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے گا اُس سے علم دین نہ پڑھے گا، پاٹ شالہ اور اسکول کی مثال جہالت ہے کیا کوئی پنڈتوں، پادریوں سے قرآن عظیم و حدیث و فقہ پڑھنے جاتا ہے اور بالفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا عقائد وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہو اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انھیں استاد بنانا اُن کی تعظیم کرنا تو ہے، اور ائمہ دین نے فرمایا جو کسی مجوسی کو تعظیماً "یا استاذ" کہے وہ کافر ہو جاتا ہے، فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و منح الغفار و درمختار وغیرہا میں ہے، ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[1] (اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاذ" کہا تو کافر ہو جائے گا۔ ت) جب صرف تعظیماً "یا استاذ" کہنے پر یہ حکم ہے تو مرتد کو حقیقۃً استاذ بنانا اور اقسامِ تعظیم بجالانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اسے امام نہ بنائے گا نہ اس کے پیچھے نماز پڑھے گا، ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اپنی نمازیں برباد نہ کریں ہم اس کی ایک آسان پہچان بتا دیتے ہیں اس فتوٰی پر جن جن لوگوں کے دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ "حسام الحرمین شریف" میں تمام علمائے حرمین شریفین نے جن جن وہابیوں کو نام بنام کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو، دیکھو ہرگز نہ کہیں گے، تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی متہم ہیں تو ان سے فتوٰی لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل کون سی شریعت نے جائز کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲۸: از بالسک مسئولہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

اگر حنفی مذہب کا امام اس برات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے کا نکاح اُس عورت سے پڑھالیا ہو جس کو طلاقِ ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھالیا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس برات یا ولیمہ میں شامل

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

ہوجائے جس میں کہ مرزائی وغیرہ کا رکن ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، آیا اس کے لئے کوئی تعزیر وغیرہ ہے اور جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورا لعین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

الجواب

فقط اتنی بات کہ جس برات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اس میں قادیانی مرتد اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی شریک تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کردی، ہاں اگر صاحبِ خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام، اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہو کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل، اور اگر اس کو کافر جان کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا اور اس سے توبہ لی جائے، اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کرچکا ہو تو اسے امام بنانا گناہ ہے، امامت سے معزول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۲۵: از ناگپور ممالک متوسطہ محلہ گانجہ کا کھیت مسئولہ چاندمیاں لعل محمد سوداگر ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چوڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنایا، ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اُن کی اقتدا بوجہ چوڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہِ تحریمی ہے اور خود معترض پیشہ طبابت کرتے ہیں، بوجہ نباضی و مس دیگر اعضائے مستورہ بھی اعتراض اس پر واقع ہوگا یا نہیں، بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتدا پر رضامند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جماعت کی رضا عدم رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا ہے جب شرعی نقصان نہ ہو، جہاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام دے سکتی ہے، بلاشبہ اجنبیات کو چوڑی پہنانا اُن کی کلائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق معلن، اور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں، طبیب کا نبض دیکھنا حاجت کے لئے ہے اور ایسی حاجت و ضرورت کہ دیگر اعضاء کا مس بھی جائز ہے، رہا یہ کہ وہ نیتِ فاسدہ کرے یہ ضرور اسے حرام ہے مگر اس کا علم اللہ عزوجل کو ہے، ہاں بلاحاجت مس و نظر ناجائز کرتا ہو تو وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۲۶: از بھنڈارہ محلہ کھم تالاب مسئولہ نجم الدین ریڈر ڈپٹی کلکٹر ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نمازِ پنجگانہ و جمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض حسبِ ذیل ہے، آیا اُن کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ جاتے وقت نصف یا نصف سے کم جھک جانے پر اللہ اکبر کی

ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اُٹھتے وقت نصف یا زائد اُٹھ جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں یہ اس لئے کرتے ہیں کہ مقتدی اُن سے پہلے سجدے سے اُٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں۔

(۲) بقاعدہ مذہب حنفی دونوں زانوؤں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعد ازاں ہاتھ وغیرہ سجدہ کے لئے مطلق نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔

(۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم ملبے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے ہیں اور اسی طرح سجدے سے اُٹھتے وقت بھی ملبے ہو کر اُٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پیر مرض سے بیکار ہو گئے ہیں۔

(۴) بایاں پیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تر بیکار ہے اس لئے ہر جلسہ وقعدہ میں پیر بچھانے کے لئے انھیں دقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پیر اُٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع پر اُونٹ کی بیٹھک کی مانند بیٹھ کر دوسرا سجدہ کر لیتے ہیں۔

(۵) قرأت میں دم پھولتا ہے دم بدم مُنہ سے سانس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہو جایا کرتا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھیں ان میں سے کوئی مانع صحتِ نماز نہیں، نہ ان میں کہیں فعل کثیر ہے، یہ محض گمان غلط ہے، ان میں کہیں ترکِ واجب بھی نہیں سوائے صورت چہارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترکِ واجب کی ہے اس سے اُسے ممانعت کی جائے، اور اگر وہی علم وتقوٰی میں زائد ہے تو اسی کی امامت رکھیں، ہاں اگر اس کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جو احق ہے اُسی کی امامت اولٰی ہے۔

ففی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: اپنے امام اپنے سے بہتر لوگوں کو بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندہ ہوتے ہیں (ت)

اور اسے چاہئے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اُٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتدا کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکس مقصودِ شرع ہے، حدیث میں فرمایا: انما جعل الامام لیؤتم بہ[۲] (امام

---

[۱] سنن الدارقطنی | باب تخفیف القرأۃ لحاجۃ | مطبوعہ نشر السنۃ ملتان | ۲/۸۸
[۲] صحیح البخاری | باب الصلوٰۃ فی السطوح الخ | ″ قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۵۵

اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ت) یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کرلیں گے اس کا لحاظ مقتدیوں پرضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی ہو تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو جھکیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بذٰلک امر النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اصحابہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم (نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم کو یہی حکم دیا ہے۔ت) واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱۱ ازہوڑہ ڈاک خانہ سلکیا گھڑی محلہ بھوٹے بگان اصغر چائے والے کا باڑا مسئولہ شیخ سمن ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طیبین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مطلقاً علمائے حرمین شریفین کو بدعتی وہی بتائے گا جو وہابی ہو اور وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۲ از مطبع شمس المطابع فرخ نگر ضلع گوڑگانواں مسئولہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امور ذیل کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے باوجود زیادہ ہونے قرآن کے درمیان کلام مجید سے یچی پچی یاد پر نماز جہری میں قرأت شروع کردیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عموماً نماز جمعہ میں بھول جانے کی وجہ سے نماز دُہرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحتِ لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلظات بکنا شطرنج سے ماہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو اُن کے پاس بیٹھ کر چال بتانا کچھ قسم کے لوگوں کے ساتھ کوئلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پانسے بنا کر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قماربازان بغیر کسی شرط قائم کئے کھیل کا کھیلنا ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست رازداری رکھنی جو اپنے حقیقی پسر کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہش نکاح رکھتا ہے جس کو حالاتِ مذکورہ کی وجہ سے اہل برادری نے بھی خارج کردیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلظات سنانا شخص مندرج صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورتِ حالات مندرجہ صدر نمازِ جمعہ دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہو جس کی بنیاد شہر اور فرودگاہ افواج تواریخی حساب سے صدہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تعداد شرعی سے زیادہ ہوجاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غسل کرنا جو بے صبری پر دال ہے۔ اصلی معاملہ کو پوشیدہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں علماء سے فتوٰی حاصل کرنا۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کولازم ہے کہ نماز میں وہ سورت یا آیات پڑھے جو اُسے پختہ طور پر یاد ہوں کچے یاد ہونے کی وجہ سے اگر غلطی کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فسادِ معنٰی یا کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو نماز دُہرانا بے معنی ہے اور اس کا الزام جہالت پر ہے نہ کہ قرأت پر، اور اگر ہاں تو بے شک ایسا شخص قابلِ امامت نہیں، خطبہ میں صحتِ لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں، ہاں ایسا خطبہ خلافِ سنّت ہے۔ مغلظات بکنا فسق ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں[1]۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں کو چال بتانا اگر گوشۂ تنہائی میں نہیں بلکہ برملا عام نظر گاہ میں ہے یا اس پر مداومت ہے تو یہ بھی فسق ہے۔ قماربازوں کی طرح پانسے بنا کر اُن سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط نہ لگائی جائے۔ علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے دور کی طرح پانی پینا حرام ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ ت)

بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور حسبِ عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اسّی اسّی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں، مسلمانوں کو اُس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے، اور اے سننے والے جب کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور اسے امام بنانا حرام، فتاوٰی حجہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون[4]۔

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے، اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی الفحش مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹
[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ ابن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰، ۹۲
[3] القرآن ۶/ ۶۸
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

شریعتِ مطہرہ سے سرتابی ہے باطل پر اعانت حرام ہے۔
قال اللہ تعالٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر باہم تعاون نہ کرو۔(ت)
ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وُہ قصبہ مصرِ شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح و جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے: لانہ بسبیل من التحول[2] (کیونکہ دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ت)
اور روزہ میں غل مچانا اور اظہارِ بے صبری کرنا مکروہ ہے، حقیقتِ واقعہ چھپا کر علماء سے غلط فتوٰی لینا شریعت کو دھوکا دینا اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴۳: از منصور پور ضلع مظفر نگر مسئولہ عبدالصمد صاحب سُنّی حنفی صوفی ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
(۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلّت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو باوجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے شرفا کی نماز کامل ہو سکتی ہے یا نہیں۔
(۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کیا کام ایسا آدمی قابلِ امامت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم
(۲) امام پر بلاوجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں، نہ اُسے نماز جنازہ پڑھانا ضرور، اس کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۵: از مدرسہ اہلسنّت منظر اسلام مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب مدرس مذکورہ ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:
(۱) کسی مسجد میں جماعت تیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سُنّی ہے یا وہابی، تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے یا اپنی علیحدہ۔

---

[1] القرآن ۵/۲
[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

(۲) مسجد میں جماعت ہورہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑکر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جبکہ شبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے پڑھے، پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وہ نماز نماز ہی نہیں اگر تصحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فتنہ نہ ہو، اور اپنی جماعت نہ مل سکے تو تنہا پڑھے، اور اگر نقص ایسا ہے کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق معلن، تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں، اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے، اور اگر صرف کراہتِ تنزیہیہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہوجائے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) شرعاً عاق وہ ہے جو بلا وجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے، ان کی نافرمانی کرے۔ ایسا شخص فاسق ہے۔ پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق معلن ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب، اور اگر یہ اُن کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگرچہ معصیت میں ان کا کہنا نہ مانتا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہو تو وہ عاق نہیں اگرچہ وہ سو بار کہیں کہ ہم نے تجھے عاق کیا، جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸: از سہرام برتل ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنۃ عالم باعمل سماع بالمزامیر سنتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے اور اس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مزامیر حرام ہیں ان کا سننا عالم باعمل کا کام نہیں کما بیناہ فی اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر (جیسا کہ اسے اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) اگر اعلانیہ اس کا مرتکب ہو اسے امام نہ کریں، اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹: از سرکار اجمیر مقدس لنگرگلی مسئولہ حکیم غلام علی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع درگاہ شریف حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالٰی

علیہ بعد ہر نماز یہ کہتا ہے کہ اے خداوند کریم! غیر شرع داڑھی منڈے جھوٹے دعویداران خلافت کو سچّا دعویدار خلافت بنادے۔ اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو ان کے مولویوں کو اور جو مولوی خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیرووں کو خُوب بُرا کہتا ہے اس کے پیچھے بموجب شریعت مطہرہ نماز پڑھنا جائز ہے اور جو مولوی اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اُس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب

اس دُعا میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی بُرائی بیان کرنا فرض ہے، یُونہی جھُوٹے مدعیانِ خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شناعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہو ان بیانوں کا بہتر موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مساجد ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں اور نہی عن المنکر اور بیان شناعت گمراہاں اعظم طرق ذکر اللہ و اجل احکام شریعۃ اللہ سے ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَتَوِرعُون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس۔[1] کیا فاجر کو بُرا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی بُرائیاں بیان کرو کہ لوگ اُس سے بچیں۔

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہوکر مشرکین کا رَد فرماتے۔[2]

---

[1] نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۱۲

ف: اس حدیث کا پہلا لفظ نوادر الاصول میں "أتودعون" ہے جبکہ دیگر متعدد کتابوں میں "اترعون" مذکور ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث از باب البیان والشعر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ۲/ ۴۱۰

ف: یہ حدیث ترمذی ۲/ ۱۰۷، سنن ابی داوٗد ۲/ ۳۲۸، مستدرک ۳/ ۴۸۷، ابن عساکر ۴/ ۱۲۹، شرح السنۃ ۱۲/ ۳۷۷ وغیرہ متعدد کتابوں میں موجود ہے، حدیث کا یہ حصہ صحیح بخاری سے مجھے نہیں مل سکا اور صاحب تحفۃ الاحوذی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: وقال صاحب المشکوٰۃ بعد ذکرھذا الحدیث اخرجہ البخاری وقال الحافظ فی الفتح بعد ذکرہ وعزوہ الی الترمذی ما لفظہ وذکر المزی فی الاطراف ان البخاری اخرجہ تعلیقاً نحوہ واتم منہ لکنی لم ارہ فیہ انتھی (تحفۃ الاحوذی مطبوعہ بیروت ۴/ ۳۲) نذیر احمد سعیدی

ان وجوہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عزوجل ونبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت عذابِ نار وغضبِ جبار کا مستحق ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دُنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰: از تلونڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئولہ اقبال محمد ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سید صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پرہیزگار جوان کا پیر بھائی ہے اور دو چار یوم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے اور چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلاوجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہلِ مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تا زندگی رہے گا۔ آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلاوجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی محض کسی خصوصیت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور ان مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لئے کیا اور علانیہ برسرِ مجلس کیا تو قابلِ امامت نہ رہے

---

[1] القرآن ۱۰/۶۹

[2] القرآن ۲۰/۶۱

اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلا وجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام[1]۔ رواہ الشیخان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیر لے وہ ادھر منہ پھیر لے اور اُن میں بہتر وُہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے۔ بخاری و مسلم نے اسے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایحل لمؤمن ان یھجر مؤمنا فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ وان رد علیہ السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الھجرۃ[2]۔ رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے، جب تین راتیں گزر جائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کرے، اگر سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وُہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر رہا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد

مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے، جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی

---

[1] صحیح بخاری باب الھجرۃ از کتاب الادب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۲/۸۹۷
صحیح مسلم باب تحریم الہجرۃ فوق ثلاثۃ ایام " نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۱۶
[2] سنن ابی داؤد باب فی ہجرۃ الرجل اخاہ " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۷
[3] مسند احمد بن حنبل از مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ " دار الفکر بیروت ۲/۳۹۲
سنن ابوداؤد باب ہجرۃ الرجل اخاہ " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۷
ف: مسند احمد بن حنبل کے الفاظ اس طرح ہیں لاھجرۃ فوق ثلاث فمن ھجر اخاہ فوق ثلاث فمات دخل النار۔ نذیر احمد

عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | حالت میں مرے وُہ جہنم میں جائے گا۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

معلوم ہُوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اُس پر وعیدِ نار ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[1] (اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کیا تو گنہگار ہوں گے۔ت) تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا[2]۔ | کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعًا واجب ہے۔(ت)

اور اس میں برابر ہیں وُہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲۷: از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دُوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔

فان تقدیم الفاسق اثم والصلٰوۃ خلفہ مکروھۃ تحریما والجماعۃ واجبۃ فھما فی درجۃ واحدۃ ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح۔ | کیونکہ تقدیم فاسق گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جماعت واجب ہے، پس دونوں کا درجہ ایک ہُوا، لیکن مصالح کے حصول سے مفاسد کو ختم کرنا اھم اور ضروری ہوتا ہے۔(ت)

اور اگر کوئی گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں،

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

لان الجماعة واجبة والصلاۃ خلف فاسق غیر معلن لاتکرہ الا تنزیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ جماعت واجب ہے اور فاسق غیر معلن کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے (ت)

(۲) جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۳ تا ۵۵۵: از سینو نوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خاں صاحب رضوی بریلوی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) فاسق کی کیا تعریف ہے؟ فاسق وفاجر میں کوئی فرق ہے؟ فاسق کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ فاسق معلن کب کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے، اسے ایسا جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھ یا پیر میں انگوٹھی چھلے پہننا یعنی ایک نگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے زائد پہننے والے کا کیا حکم ہے، اُس کے پیچھے نماز کیسی، اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ موردِ گناہ ہے۔

(۳) دو یا تین شخص ایسے جمع ہوکر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت ہیئت لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفظ بالکل ادا نہیں ہوتا، دوسرا خواندہ قرآن کی قرأت کرسکتا ہے ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے، تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علمی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان سورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ھو اللہ شریف وغیرہ، ان میں سے کس کو امام بنایا جائے، اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے، اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف ومشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولٰی، اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ایک آدھ بار پہننا گناہِ صغیرہ اور اگر پہنی اور اتار ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اگر نماز میں پہنے ہو تو اسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، یوں ہی جو پہنا کرتا ہے اُس کا عادی ہے فاسق معلن ہے اور اس کا امام بنانا گناہ اگر اس وقت نماز میں بھی پہنے ہو۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اُسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جُرم ہے۔ اس شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) صورت مذکورہ میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز

باطل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۶ ازمیڑتہ سٹی ضلع جودھپور مسئولہ فخرالدین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :

(۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈلوانے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۲) ایک شخص یہاں میڑتہ میں پیرزادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی تین روز برابر اس کو سمجھایا پر نہیں مانا' کہا کہ مہر دے، کہا کہ مہر میں نے معاف کروایا، پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا، جواب دیا کہ مہر تو میں نے معاف کردیا' اور پھر اس کے چچا وغیرہ نے اس لڑکی کو اس کے گھر بھجوادیا بغیر نکاح کرے، طلاق ہوئی یا نہیں، اس کے بچہ پیدا ہوا وُہ حرام کا ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) یتیموں کو بلاوجہ شرعی تکلیف دینا سخت حرام ہے، یونہی غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعاً غیبت ہو مثلاً فاسق معلن کی غیبت غیبت نہیں اور بدمذہب کی برائیاں بیان کرنے کا خود شرعاً حکم ہے، جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے اور مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے، اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے، فتنہ سورہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے، جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) طلاق ہوگئی اور مہر عورت نے معاف کردیا ہے معاف ہوگیا۔ بچہ اگر طلاق سے دو برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے۔ طلاق دینے سے نماز کی امامت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ یتیم سے بلاوجہ عداوت سخت گناہ ہے، اگر اس کی بلاوجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۸ از چھاؤنی فیروزپور کباڑی بازار مسئولہ حاجی خواج الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زناکار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وُہ ہر ایک کو امام مقرر کردیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ وعیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُس کے پیچھے پڑھ لئے جائیں اور جمعہ کے اعادہ کو چار رکعت ظہر پڑھیں، امام غیر جمعہ وعیدین میں اگر

دوسرے کو کہ صالح امامت ہے اور امام کردیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم وفضل میں زائد ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۵۹ از علی پور پٹرا مسئولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

قاری مکہ معظمہ کا قرأت سیکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر معلمی کیا لیکن داڑھی ترشواتا ہے آیا اس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور مکہ معظمہ میں رہ کر قرأت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کردے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۰ از فتحپور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مقبول حسن خاں نائب مدرس میونسپل اسکول ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نماز فجر قضا ہو وہ نماز ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر صاحبِ ترتیب ہے تو جب تک قضائے فجر ادا نہ کرے ظہر کی امامت نہیں کرسکتا ورنہ کرسکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶۱-۷۶۲ از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بہرے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بہرے کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم وقرأت میں اس سے افضل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اتنی ہی ہے کہ جواب اول میں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۳ از سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین ۶ شوال ۱۳۳۷ھ

عمرو بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۴ از مقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ لنگر کٹرہ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب ممبر جامع مسجد ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا وہابی یا دیوبندی وغیرہ بے دین و بددین نہیں سُنّی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق ومعلن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے، قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں، متعدد اکابر دین نے یہ پیشہ کیا ہے، ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دُوسرا امام سُنّی صحیح العقیدہ قابلِ امامت موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولیٰ ہے۔

فقد کرھوا خلف ابرص شاع برصہ لاجل التنفیر مع انہ لاخطیئۃ لہ فیہ۔

فقہاء نے نفرت کے پیش نظر ایسے صاحبِ برص کے پیچھے نماز کو مکروہ قرار دیا ہے جس کا برص مشہور (پھیل گیا) ہو باوجود اس بات کے کہ اس میں اس کا اپنا ذاتی کوئی گناہ نہیں (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۵ تا ۷۶۸ از میونڈی بزرگ پرگنہ اجاؤں ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہوگیا ہو تو جو اُس کے پیچھے نماز پڑھیں وہ ہُوئیں یا نہیں۔

(۲) جب زانی ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور گاؤں والے اُس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے مستحق اور کس درجہ میں شمار ہیں۔

(۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے سرکشی کی اور اُس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دُکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں، اور اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر راضی ہے اور وُہ امامت کراتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ اوہام ہوتے ہیں، جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اُس کے پیچھے نمازیں کوئی حرج نہ تھا اُن کے اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ ان

کان فاسقا غیر معلن فما الکراھۃ خلفہ الا تنزیھیۃ (کیونکہ اگر وہ شخص فاسق غیر معلن ہو تو اسکی اقتدا میں نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ت)

(۲) جب بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو۔

(۳) اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات[1] (وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ ت) جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں، ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابلِ اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تُو نے توبہ کی اللہ توبہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بجا ہے۔

(۴) اسے جزما طلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لئے ہو بہرحال یہ امر امامت میں خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگزر ہے اور اس میں حرج نہیں اور یہاں راضی ہونا بایں معنیٰ نہیں تھا کہ اس کے افعال خلافِ شرع کو پسند کرتا ہے جن سے وہ قابلِ امامت نہ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶۹: از میونڈی از سید صاحب

(۱) زید اپنی سوتیلی ساس سے زنا کرتا ہے اور زید کے خسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ میرے گھر سے نکل جائے گی، تو وہ کس جُرم کا مستحق ہے اور زید جو اپنی ساس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا مستحق ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا یا میل جول رکھنا کیسا ہے؟

(۲) جس کا پیر ایسا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سُلفہ وغیرہ پینا اور اکثر محافل ناچ رنگ میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ ہوں اور علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کرچکا ہو اس کو فسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمائیں کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علما تو ایسے پیر سے بچنے کا حکم فرمائیں اور وہ نہ مانے اور وہ متبع ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھوانا اور شریکِ حال ہونا کیسا ہے، درست یا غیر درست اور بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نا درست ہیں ان کا بھی پھیرنا واجب ہے کیونکہ اس نے اتباعِ علماء نہیں کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیحیائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیوث ہے، اور وہ جو زنا کرتا ہے

---

[1] القرآن ۴۲/۲۵

اگر اس کا یہ حال صحیح مشہور ہے تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس سے میل جول نہ چاہئے اگر عوام کے اوہام کی افواہ ہے کہ خواہی نخواہی عیب لگاتے ہیں تو اس کا اعتبار نہیں پھر بھی اگر اس کے سبب لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت اور اس کے پیچھے جماعت کی قلت ہو تو اسے امام نہ کریں اگرچہ وہ الزام سے بری ہے، کماشاع برصہ کما فی الدر (جیسے اس شخص کا حکم ہے جس کا برص پھیل گیا ہو، درمختار میں ایسا ہی ہے۔ت)

(۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا[1] (کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعی طور پر اس کی اہانت لازم ہے۔ت) تبیین الحقائق وغیرہ ــــ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور اعادہ کی جائیں اس کا شریک حال مذکور رہنا حرام ہے اُس سے میل جول نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد ظہور الحق صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وُہ حافظ قرآن ہے مگر افیون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے، آیا وُہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

افیونی اور بلاعذر شرعی تارکِ صوم رمضان فاسق ہیں اور اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق ظاہر و آشکارا ہو، اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور افیونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض، قال تعالیٰ حتی تعلموا ما تقولون[2] (اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: حتی کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی ظہور الحق صاحب طالب علم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

اس سوال میں جو اوپر مذکور ہے خلافِ واقعہ محض حسد پر کیا گیا ہے افیونی تارکِ صوم اور پھر اُس پر بلاعذر یہ تینوں لفظ اور ان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انھیں پر مبنی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] القرآن ۴/۴۳

کہ اطبّاء نے امراضِ نزلہ وجریان وغیرہ میں افیون بقدرِ اصلاح تجویز فرمائی ہو وہ عذرِ شرعی کے اندر مجوز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عذرِ شرعی کیا ہے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بباعث سفر یا مرض روزۂ رمضان قضا کرے تو تارکِ صوم ہوگا یا نہیں، اور عذرِ شرعی اس کے لئے ہے یا نہیں، اور حافظ کلام مجید امیوں میں امامت کے لئے شرعاً افضل ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص ایک مدت تک مقتدی رہ کر محض حسد سے الزام لگائے ایسے کبیرہ گناہ کے تو وہ عند الشرع مستوجب کس تعزیر کا ہے۔

الجواب

افیون اتنی کہ پینک لائے مطلقاً حرام ہے، نہ کسی مرض کے لئے حلال ہوسکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ و رسول کے برابر حکیم کون ہے وہ منع فرماتے ہیں اُن کا منع فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہوسکتا، یہ عذرِ شرعی ہے نہ عذرِ شرعی فتوٰی میں دربارۂ افیون لکھا تھا بلکہ دربارۂ صوم درمختار میں ہے: ظاھر المذھب المنع[1] (یعنی حرام چیز سے علاج ظاہر مذہب پر منع ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

اجاب الامام لان المرجع فیہ الاطباء وقولھم لیس بحجۃ حتی لو تعین الحرام مدفعا للھلاک یحل کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ۔[2] (ملخصا)

امام اعظم نے یہ جواب دیا ہے کہ اس میں اطباء کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ان کا قول حجت نہیں، حتّٰی کہ اگر کوئی حرام چیز ہلاکت کو دُور کرنے کے لئے متعین ہوجائے تو وہ حلال ہوجائے گی جیسا کہ ضرورت کے وقت مردار اور شراب (ملخصاً)۔(ت)

ہاں سفر اور مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت و محقق ہو روزہ قضا کرنے کے لئے عذرِ شرعی ہیں، حافظ امیوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں چہ جائے حافظ۔ درمختار میں ہے:

الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولٰی[3]

مگر اس صورت میں کہ جب فاسق کے علاوہ (یعنی مذکورہ افراد میں سے) کوئی شخص قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو وہی امامت کے لئے اولٰی ہوگا۔(ت)

اگر الزام جھوٹا لگائے تو سخت کبیرہ ہے اور اسی کی سخت سزا ہے اور اگر الزام سچا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۴
[3] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزاوارِ سزا ہے مگر وہ امام اس بنا پر الزام سے بری نہیں ہوسکتا کہ اب تک مقتدی کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۲: از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسمعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور اکھاڑے میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سیدالشہداء حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ و حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی مجلسِ میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں یا حسین سلام علیک یا ذکی سلام علیک، یا علی سلام علیک وغیرہ بحالتِ قیام پڑھواتا ہے اور مجلس میں سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خروک شہنائی مشکی باجا وغیرہ بجواتا ہے اور نماز پنجگانہ و جمعہ کے لئے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے بسبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمرو قابلِ امامت ہے یا نہیں، اور عمرو کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

یستحلون الخمر والخنزیر والمعازف[1] وہ لوگ شراب، خنزیر اور مزامیر کو حلال جانیں گے (ت)

ہدایہ میں ہے:

لان الابتلاء بالمحرم یکون[2] (امتحان وابتلاء حرام ہی سے ہوتا ہے۔ ت)

تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق، اور نمازِ عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور جماعت کے لئے بلا عذر شرعی حاضر نہ ہوا کرنا فسق اور جمعہ میں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تعظیم بدعت، عمرو ہرگز قابلِ امامت نہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[3] کیونکہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ ان پر شرعاً اس کی اہانت لازم ہے (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربۃ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیت مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۳

[3] تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

ف: بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں: یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف الخ۔ اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ دیگر متعدد کتابوں نے بھی ذکر کیا ہے سنن ابوداود ۲/ ۲۰۴، السنن الکبرٰی للبیہقی ۱۰/ ۲۲۱، کنز العمال ۱۱/ ۱۳۴، المعجم الکبیر ۳/ ۲۸۲، اتحاف السادۃ المتقین ۶/ ۴۷۲، الترغیب والترہیب ۳/ ۱۰۲۔ نذیر احمد

حضرت سید الشہداء اور حضرت مولٰی مشکلکشا رضی اللہ تعالٰی عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک و یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازگونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سیکریٹری انجمن اسلامیہ ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دُوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی اور فسق و فجور کرتی ہے اور زید اُس کو رکھے ہوئے ہے اور وُہ زوجہ زید زید پر حاوی ہے، زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص کو جس کو میری زوجہ بلاتی ہے میرے گھر آنے سے روکو۔ جب زید سے کہا جائے کہ تم اس کو طلاق دے دو تو بہتر ہے۔ اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اوّل بھی تو لوگوں کو بلاتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دے دوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ تو ایسے اصرار سے زید دیوث ہے یا نہیں۔ اور مسلمانوں کو زید کو اگر وُہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہئے یا نہیں۔ زید نے جو پیش امام مسجد ہے اس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنا لیا ہے اُن میں سے ایک شخص بکر نے کہا کہ ہمارا پیش امام دو دو بوتلیں شراب کی پیے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا۔ پس بکر کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرفداری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیوث ہے اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور اس کا پھیرنا لازم، اور اس کے حامی گنہگار۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] — اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اس کا امکان ہے بندوبست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں۔

قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[2] — اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دُوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت)

نہ اس پر طلاق دینا لازم۔ حدیث میں ہے:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم — ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں آیا

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] القرآن ۶/۱۶۴

فقال ان امرأتی لاتمنع ید لامس قال طلقها قال انی احبها قال فاستمتع بہا ۔[۱] رواہ ابوداؤد ۔

اور عرض کیا میری بیوی کسی مس کرنے والے کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: اس سے استفادہ کر۔ ابوداؤد (ت)

درمختار میں ہے: لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[۲] (خاوند پر فاجرہ عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔ ت)

بکر جس نے وُہ ناپاک کلمات کہے اُن سے صراحۃً شریعت مطہرہ سے عناد ٹپکتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۲: از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ مدرسہ قادریہ تکیہ اعظم شاہ مرسلہ حاجی عبدالجبار صاحب رضوی

کیا حکم ہے شریعتِ مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں، عمرو کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھانا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور مشائخ سادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلیحضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا، اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو جتنی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کرکے سب کا اعادہ کریں یا نہیں؟

الجواب

مسلمانوں کو اتباعِ شریعت چاہئے۔ حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے۔ سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورتوں سے تشبہ اور بحکمِ احادیث صحیحہ کثیرہ معاذاللہ باعثِ لعنت ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء[۳] الخ

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں الخ (ت)

اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جُوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی اکرم

---

[۱] سنن ابوداؤد باب فی تزویج الابکار مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/۲۸۰
سنن نسائی تزویج الزانیۃ ؍؍ نور محمد کتب خانہ کراچی ۲/۷۱
ف: ان حوالوں میں مذکور الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم ایک ہے۔ نذیر احمد سعیدی
[۲] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۴
[۳] المعجم الکبیر ماروی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۲۵۲

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا، ارشاد فرمایا:

"اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبّہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں۔"[1]

حالانکہ جُوتا کوئی جزوِ بدن نہیں جزوِ لباس ہے اور کمان جزوِ لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزوِ بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعثِ لعنت ہوگی۔ الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اُتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک لمبے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلا نہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سُنن زوائد سے ہے حساب کرکے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۶: از مانیا والا ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اور ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہئے یا آگے چلا جائے یا نہیں (اور آگے بڑھنے کی جگہ ہو) بیّنوا توجروا

الجواب

اگر پہلا مقتدی مسئلہ داں ہے اور اسے پیچھے ہٹنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ آئے دُوسرا مقتدی اس کی برابر کھڑا ہوجائے، اور اگر یہ مسئلہ داں نہیں یا اسے پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے، اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو دُوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوجائے مگر اب تیسرا مقتدی آکر نہ ملے ورنہ سب کی نماز مکروہ تحریمی، اور سب کو اس کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۷: از بریلی مسئولہ محمود حسن صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

ما قول علماء اھل السنۃ والجماعۃ رحمکم اللہ ھل تجوز الصلاۃ خلف الامرد الذی ھو ابن ستۃ عشر سنۃ افیدونا الجواب رحمکم اللہ الوھاب۔

علمائے اہلسنت وجماعت رحمکم اللہ تعالٰی کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ سولہ سالہ امرد کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمیں جواب سے مستفید کیا جائے، رحمکم اللہ الوہاب۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب المتشبّھین بالنساء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴

[2] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

الجواب

نعم تجوز ان لم یکن مانع شرعی لانہ بالغ شرعا وان لم تظھر الاثار نعم تکرہ ان کان صبیحا محل الفتنۃ کما فی ردالمحتار عن الرحمتی۔

ہاں جائز ہے بشرطیکہ کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو کیونکہ وُہ شرعی طور پر بالغ ہے اگرچہ بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوئے ہوں البتہ اگر وہ امرد خوبصورت ہے تو پھر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ وہ محلِ فتنہ ہوتا ہے۔ ردالمحتار میں شیخ رحمتی سے یُوں ہی ذکر ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۸۲تا ۱۴۸۸: از کوٹ ڈسکہ مرسلہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ایسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحاً ہوں،

(۱) غسال وذابح ہے اگر کسی صاحبِ میت سے کچھ نہ ملے تو شاکی رہتا ہے۔

(۲) سامانِ مسجد کی مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرمت وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لئے اشیاءِ مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور غبن ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلقہ مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے علیحدہ متصل مسجد ہے اگر حفاظت سامان مسجد کو کہیں تو برافروختہ ہوجاتے ہیں۔

(۳) جماعتِ نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں، اگر کہیں تو ناراض۔

(۴) مرضِ بواسیر عرصہ سے ہے تقاطرِ بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لئے نیچے لنگوٹی رکھتے ہیں پُورے طور پر شکایت مرضِ بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے۔

(۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنٰی آسامی جمعداری خاکروبان ۸ روپے ماہوار پر ملازم ہیں کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور ممبرانِ کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں اور سخت سُست کہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار گزرتا ہے۔

(۶) میاں جی کے اندرون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلابِ زمانہ سے اس محلہ میں مسلمانوں کے گھر نہ رہے اور مسجد غیر آباد ہوگئی، اب میاں جی اس مسجد کو مال مویشی خانہ اور گوبر بھینس خانہ بنا رکھا ہے، طرفہ یہ کہ حق اس مسجد کا برابر لے رہے ہیں۔

(۷) روزہ ماہِ رمضان المبارک اگر معمر ہونے کی وجہ سے نہ بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لئے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب ندارد، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

الجواب

اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳ و نمبر ۶ اُس کے فاسق معلن ہونے کے لئے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارکِ جماعت ہے اور مسجد کو ناپاک و ملوث کرنے والا اور فاسق معلن کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوی الحجہ و غنیہ میں ہے، لوقدموا فاسقا یاثمون[1] (اگر انھوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ ت) اور تقاطر بول اور جریانِ خون اگر لنگوٹ سے بند نہیں ہوتے جب تو آپ ہی اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے، یُوں ہی اگر روزہ رکھ سکتا ہو اور بوجہ کسل نہ رکھے تو سخت شدید فاسق ہے بہرحال اُسے امامت سے معزول کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸۵ از شہر مرسلہ غلام محمد صاحب درزی مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قمیص چوری ہوا اور بکر پر چند قرائن کی وجہ سے بطور شبہ کے چوری ثابت کیا گیا اور جس روز سے بکر پر چوری ثابت ہُوئی اس روز سے تمام محلہ والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی بوجہ شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا تو بہ جائز ہے یا نہیں، دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تو مال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھائی اور زید کے پیچھے بلا توبہ نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شُبہ کے سبب بکر پر چوری ثابت نہیں ہو سکتی نہ اس کے پیچھے نماز منع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸۶ از کلکتہ نارکل ڈانگار لنڈرو گودام مرسلہ شیخ عرفان علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دی وہ مطلقہ مدت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شرعیہ اپنی زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکور بالغ ہُوئی پس اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقدِ شادی کر لی اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس کی ماں ولدالزنا ہُوئی وہ خود ولدالزنا نہیں، اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب و اعمال و

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

قرأت وطہارت وغیرہا میں قابل ہو، ہاں اگر عوام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعثِ قلتِ جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵: از کلکتہ لورچت پور روڈ مرسلہ حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو پچاس روپے ماہوار پر تین سال کے لئے ملازم رکھا، یہ شرط تھی کہ ہم تین سال بعد معزول کرسکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کرکے اپنے دستخط کردئے۔

(۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے کہ جب تک ہم کو کسی واعظ یا لکچرار کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہوجائے کسی کو مسجد میں وعظ ولکچر دینے کی اجازت نہ دو وہ بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر کلکتہ میں اسی مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آنے دیا۔

(۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے غیر حاضر رہتا اور سیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلا جاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پروا نہیں کرتا۔

(۴) متولیوں نے بعد گزرنے میعاد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کرچکا ہے اب بجائے اس کے مقرر کیا ہے تو وہ مزاحم ومانع ہے اور آمادہ فتنہ وفساد ہے اور متولیوں پر خلاف واقعہ توہین آمیز الزام وبہتان مشتہر کرتا ہے آیا ایسے کو امام شرعاً متولیانِ مسجد معزول کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

ضرور معزول کرسکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر اس کو معزول کرنا ہی چاہئے، لایعزل صاحب وظیفۃ الا بجنحۃ[1] وھذہ جنحۃ (صاحب وظیفہ کسی قصور کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا اور یہ قصور ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے مثلاً بوستان گلستان کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب ان میں رنج ہوگیا اور عمرو نے اسے عاک (عاق) کردیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر شاگرد کا قصور تا حدِ فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور ومعروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے

---

[1] ردالمحتار مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۲۳

پیچھے نماز گناہ، اور اگر اس کا قصور نہیں یا حدِ فسق تک نہیں یا وہ بالاعلان اس کا مرتکب نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلافِ اولٰی ہے باقی عاق کر دینا کوئی شے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۸۹: از راب گڈھ صدر بازار بر دکان امیر بخش ٹیلر مرسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ شوال بروز پنجشنبہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گڈھ میں دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پابند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ و مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلاوجہ الگ کردیا اور بجائے اس کے بلارائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کردیا جس پر میں نے متولی صاحب سے پُوچھا کہ سابق پیش امام کس قصور پر علیحدہ کئے گئے تو متولی عبدالصمد صاحب نے بہت غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہماری مسجد ہے ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پُوچھ نہیں سکتے، ایسے امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر پہلا امام معاذ اللہ بدمذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بدمذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہُوا اور معزول کرنا لازم ہے، یُوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے، ایک ہو یا دونوں، اور اگر صحت مذہب و قرأت و طہارت میں بقدر جوازِ نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلاقصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہُوا کہ بلاوجہ ایذائے مسلم کہ لایعزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ[1] (کسی صاحبِ وظیفہ کو بغیر کسی گناہ کے معزول نہیں کیا جاسکتا۔ ت) اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے، مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں ان المسٰجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احدًا[2] (یقینًا مسجدیں اللہ تعالٰی ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ ت) اُس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پُوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و مؤذن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانیِ مسجد اس کے اقارب میں ہو امام و مؤذن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دُوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں، اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولٰی ہے تو اُنھیں کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں۔ درمختار (میں ہے):

---

[1] ردالمحتار مطلب لایصح عزل صاحبِ وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۳

[2] القرآن ۷۲/ ۱۸

الباني للمسجد اولى من القوم بنصب الامام و المؤذن في المختار[1] (وكذا اولاده وعشيرته اولى من غيرهم[2] اشباه اھ شامی) الا اذا عين القوم اصلح ممن عينه الباني[3] (لان منفعة ذلك ترجع اليهم، انفع الوسائل[4] اھ ش)

مختار قول کے مطابق امام اور موذن مقرر کرنے کا حق دیگر لوگوں کی بنسبت بانیٔ مسجد کو زیادہ ہے (اسی طرح اسکی اولاد اور خاندان بھی دیگر حضرات سے زیادہ حقدار ہیں اھ شامی) البتہ اس صورت میں کہ جب قوم بانیٔ مسجد سے اعلیٰ وصالح امام مقرر کرے تو وہی بہتر ہوگا، (کیونکہ اس کا نفع قوم کو پہنچے گا انفع الوسائل اھ ش) (ت)

اور اگر امامت بلاوظیفہ ہے اور پہلا امام شرعاً اس دوسرے سے اولیٰ تھا تو متولی نے دوہرا ظلم کیا راجح کو ہٹانا اور مرجوح کو بڑھانا، اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلاوجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولیٰ بایں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بیجا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقاً جائز ہے جبکہ مذہب وقرأت وطہارت واعمال صحیح ہوں، اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں بہرحال جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹۰: از ناتھدوار ریاست اودیپور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲ جون ۱۹۲۰ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑا بہت واقفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہوگئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں، تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ہونے کا سبب خلاصہ تحریر فرمائیں، اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کی اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سنا تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے اس کا جواب باصواب مع فقہ وحدیث اور کتب فقہ وحدیث کا حوالہ بھی ضرور تحریر فرمائیں، اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء از ناتھدوار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین۔

الجواب

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولیٰ ہے جبکہ علم مسائل نماز وطہارت میں اُس سے کم نہ ہو اور

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰
[2] ردالمحتار " " " " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۵۴
[3] درمختار " " " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰
[4] ردالمحتار " " " " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۵۴

غلطی جس پر لقمہ دیا اگر مفسدِ نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱: از حسن پور مراد آباد مدرسہ مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرورت ہے اگر محلِ شبہہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام وہابی ہے وہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف و قد قیل[1] — حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے نہیں ہوسکتا، حالانکہ یہ کہا گیا ہے۔ (ت)

یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہِ شبہہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲ تا ۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ:

(۱) ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سُنّی حنفی اشخاص کے محلہ میں کسی طرح پر اراضی کا بیعنامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازے پر ایک پتھر جس پر لفظ اہلِ حدیث کندہ ہے نصب کرادیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں بعض ناواقف لوگ سُنّی حنفی ہو کر بھی اکثر اوقات ان کی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر اس مسجد سُنّی حنفی امام کے پیچھے حنفی لوگ غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اور اگر سُنّی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین بالجہر کرے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پر گناہِ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[2] — اہلِ ہوا و بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سُنّی امام کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر اس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ شرعاً مسجد نہیں اور بلاعذرِ شرعی ترکِ مسجد گناہ ہے، حدیث میں ہے:

لاصلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد[1] مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں ہوسکتی ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اُس کے آمین بالجہر سے طبیعت مشوش ہوگی، اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صف قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صف میں کھڑا ہوگا اور یہ صف کا قطع ہے اور صف کا قطع ناجائز ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

من قطع صفا قطعہ اللہ[2] جس نے صف قطع کی اُسے اللہ تعالٰی (اپنی رحمت سے) قطع کردے۔(ت)

معہذا بدمذہبوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے، لاتصلوا معھم[3] (اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ تا ۹۷: از شہر محلہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر فدا حسین صاحب مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) نماز جماعت سُنّی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ مداری دروازہ وسرائے خام کے پیچھے ہوگی یا نہیں۔

(۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر نہ ہو تو حاضرینِ مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام والتزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے؟

(۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے کہ جو اس وقت موجود ہوں کثرت رائے سے منتخب ہوسکتا ہے باوجودیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہوجائے تو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ لاصلوٰۃ لجار المسجد الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۶

[2] سُنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف ؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[3] کنزالعمال الباب الثالث فی ذکر الصحابہ حدیث ۳۲۵۲۸، ۳۲۵۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۴۰

الجواب

(۱) جو مدرسہ خلافِ مذہبِ اہلسنت ہو اس کے طلباء کو امام نہیں بنا سکتے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرأت صحیح ہو سُنّی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرت مقتدیان کی نہ ہو مسائلِ نماز و طہارت سے آگاہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جو شخص شرائطِ مذکورہ کا جامع ہے وہ امام کیا جائے اگرچہ وہ اپنے آپ کو نااہل کہے، اور جو واقعی نااہل ہے وہ امام نہیں ہوسکتا اگرچہ سب کی رائے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۸: مسئولہ مسلمانان شہر کہنہ روہیلی ٹولہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کُرتا اس طرح کا پہنا کرتا ہے جس کی آستینیں کہنیوں کے برابر بلکہ کچھ اونچی ہوتی ہیں یعنی کہنیاں کُھلی رہتی ہیں ایسا کُرتا پہنے ہوئے زید کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا ہے؟ زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کُرتے بنوا کر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت انگرکھا وغیرہ نہیں پہنتا، علاوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کُرتے ایسے ہی آدھے آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت انگرکھا پہن سکتا ہے مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پہن کر جاتا ہے، اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہوجاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں فانہ اذن من ثیاب مھنۃ والصلاۃ فیھا مکروھۃ (کیونکہ یہ اس کے کام کاج والے کپڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ ت) جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربارِ الٰہی بازار سے زیادہ قابلِ تعظیم وتذلل ہے قال اللہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد[1] وقال ابن عمر اللہ احق ان تتزین لہ (اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے، جب تم نماز کے لئے مسجد میں جاؤ اپنی زینت اختیار کرو۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالٰی سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ تو اس کی بارگاہ میں زینت اختیار کرے۔ ت)
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۹ تا ۷۰۰: از قصبہ عمری ڈاکخانہ خاص ضلع مراد آباد مسئولہ غلام مصطفٰی اسرار الحق انصاری قادری ۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین صورتہائے مفصلہ ذیل میں کہ:

---

[1] القرآن ۷/ ۳۱

(۱) وہابی امام کے پیچھے اہلسنت وجماعت کی اقتدار نماز خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ میں درست ہے یا کیا حکم ہے؟

(۲) زید مولویانِ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو عالمِ دین سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم وتکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں ہے اب زید مذکور اہلسنت وجماعت کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت سے نماز سُنّی کی صحیح ہے یا کیا؟

(۳) زید فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا ہے اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلا تکلف پڑھتا ہے اور عمرو سُنّی حنفی ہے اور وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیال نہ ہونے نماز جائز کے، لہذا زید مذکور کی امامت سے عمرو مذکور کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور کیوں؟

(۴) امامِ جمعہ وہابی عقائد کا ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے آیا سُنّی اُس کی امامت میں نمازِ جمعہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو کیا نمازِ ظہر ہی ادا کرے؟

(۵) اگر امام جمعہ نمبران (۲) یا (۳) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنت وجماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نمازِ عیدین کے بارے میں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

(۶) امام سُنّی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سُنّی کامل ہے اور باقی تین صورتہائے متذکرہ نمبر (۲) و (۳) کے ہیں ایسی حالت میں جمعہ قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) نمازِ مغرب یا کسی وقت کی بجماعت ساتھ امام صورتہائے متذکرہ نمبران (۱) یا (۲) یا (۳) کے ہو رہی ہے تو کیا سُنّی المذہب شریک جماعت ہوسکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۸) حافظ نابینا کی امامت جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یا تراویح میں بشرطیکہ سوائے اس کے اور کوئی حافظِ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں؟

(۹) صورتہائے مذکورۃ الصدر نمبران (۲) یا (۳) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح میں اُس کی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہوسکتی نہ اُس کے پڑھنے سے نمازِ جنازہ ادا ہو اگرچہ نمازِ جنازہ میں جماعت وامامت شرط نہیں ولہذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہوجائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہوگئی، اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے مگر وہابی کی تو نماز خود باطل ہے لانہ لادین لہ ولا صلوٰۃ لمن لادین لہ (کیونکہ اس کا تو کوئی دین نہیں اور جس کا

دین نہیں اس کی نماز نہیں ۔ ت)، تو نہ اُس کی اپنی ہو سکتی ہے نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم بدمذہب ہو سُنّی تو سُنّی، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وُہ مرتد ہیں۔ اور شفائے قاضی عیاض و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کے حوالے سے فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] (جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وُہ بھی کافر ہوگیا۔ ت) جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور ان کی حالت کفر وضلال اور اُن کے کفری وملعون اقوال طشت از بام ہوگئے ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر انھیں عالمِ دین جاننے تو ضرور متہم ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وُہ بھی کافر ہے صرف انھیں بُرا جاننا کافی نہیں تو جو انھیں قابلِ امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانہ منھم (کیونکہ وہ بھی انھی میں سے ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) اہلِ سنّت پر فرض ہے کہ اپنا امام سُنّی صحیح العقیدہ جمعہ وعیدین کے لئے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) اس کا جواب انھیں نمبروں میں گزرا۔

(۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین مقتدی نہیں اینٹ پتھر کی مُورتیں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) بارہا بتادیا گیا کہ اُن کے پیچھے نماز باطل اور خود اُن کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے۔

(۸) نابینا کی امامت جائز ہے، ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلافِ اولٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلاً جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازشہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ برمکان جمعدار سکندر خاں مسئولہ عبدالرؤف خاں
۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نجومی ہو یا رمّال یا فال دیکھنے والا اُس پر اُجرت

---

[1] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

نجومی و رمّال قابلِ امامت نہیں، یُونہی جھوٹے فالناموں والے، ہاں اگر جزتطو پر فال دیکھے اور اُس پر یقین کرے نہ یقین دلائے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۰۹: از شہر کہنہ مسئولہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اہلسنت وجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام افضل البشر ہیں، زید و خالد دونوں اہلِ سادات ہیں، زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ خالد کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

الجواب

تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے افضل ہیں، ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولٰی علی کو ان پر فضیلت دے بدعتی بدمذہب ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر و بحرالرائق و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے: ان فضل علیا علیھما فمبتدع[1] (اگر کوئی حضرت علی کو صدیق و فاروق پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ ت) غنیہ و ردالمحتار میں ہے: الصلٰوۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال[2] (بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں مکروہ ہے) ارکانِ اربعہ میں ہے: الصلٰوۃ خلفھم تکرہ کراھۃ شدیدۃ[3] (ان یعنی تفضیلی شیعہ کی اقتداء میں نماز شدید مکروہ ہے۔ ت) تفضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلٰوۃ الاقتداء باھل الہواء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

ف: خلاصۃ الفتاوٰی میں "ان فضل علیا علی غیرہ" ہے۔

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[3] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

ف: عبارت مفہوماً منقول ہے لفظاً نہیں۔ الفاظ یُوں ہیں: فیجوز خلفھم الصلٰوۃ لکن یکرہ کراھۃ شدیدۃ۔

مسئلہ ۸۱۰: شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دکاندار آدمی اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز چیز بیچنا اور جائز طور پر بیچنا کچھ حرج نہیں رکھتا، نہ اُس کے سبب امامت میں کوئی خلل آئے، ہاں اگر ناجائز چیز بیچے یا مکر فریب کذب یا عقود فاسدہ مثل ربٰو وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ بھی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۱ تا ۸۱۲: از صدر بازار بریلی مسئولہ نعمت اللہ خاں محرر پونڈ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید اہل سنت وجماعت ہے، تو زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بکر وہابی ہے اور زید اہلسنت وجماعت ہے، تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سُنی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہوسکتی، امام محمد وامام ابویوسف وامام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

ان الصلوٰۃ خلف اھل الھواء لاتجوز[1] (اہل بدعت وبدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) بلکہ وہابی کی نماز نہ کسی کے پیچھے ہوسکتی ہے نہ خود تنہا، نہ وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہوسکتی ہے اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو کہ صحت نماز کے لئے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ توہین خدا ورسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔ فتاوٰی علمائے کرام حرمین شریفین میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱۳: از موضع برتاپور ضلع بریلی مسئولہ گلزار شاہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قطعاً ہیں اور اُن آدمیوں میں ایک آدمی کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اس کی کمائی خبیث اور اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ۱/۰۶

امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اس میں سے کسی پرہیزگار سُنی صحیح العقیدہ ہو وضو غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۳: از ضلع سیونی چھپارہ محلہ قاضی ممالک متوسط مسئولہ محمد ظہور الحسن صاحب ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو جھوٹا کہتے ہیں وہ یہ ہے:

عن عمرو بن سلمة قال لما كانت وقعة الفتح بادر كل قوم باسلامهم وبدر ابي قومي باسلامهم فلما قدم قال جئتكم والله من عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حقا فقال صلوا صلاة كذا في حين كذا وصلاة كذا في حين كذا فاذا حضرت الصلاة فليؤذن احدكم وليؤمكم اكثركم قرانا فنظروا فلم يكن احد اكثر قرانا مني لما كنت اتلقى من الركبان فقدموني بين ايديهم وانا ابن ست او سبع سنين وكانت علي بردة كنت اذا سجدت تقلصت عني فقالت امرأة من الحي الا تغطوا عنا است قارئكم فاشتروا فقطعوا لي قميصا فما فرحت بشيء فرحي بذلك القميص[1] رواه البخاري وفي رواية النسائي كنت اومهم وانا ابن ثمان سنين[2] وفي رواية لابي داود وانا ابن سبع سنين او ثمان سنين[3] وفي رواية لاحمد وابي داود فما شهدت مجمعا من جرم الا كنت امامهم الى يومي هذا[4]

عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہُوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آں حضرت صلی اللہ تعالٰی کی خدمت سے واپس آئے تو انھوں نے فرمایا واللہ میں تمہارے پاس اُس سچے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہُوا تمھاری امامت کرائے پس انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انھوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں چھوٹا سات برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے سکڑ جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری کے سرین نہیں ڈھانکتے پس انھوں نے کپڑا خریدا اور انھوں نے میرے لئے ایک کرتا بنایا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہُوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا۔ بخاری اور نسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کراتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا، اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا، اور احمد

۱؎ صحیح بخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۶
۲؎ سنن النسائی کتاب الامامۃ ۱/ ۹۱
۳؎ سنن ابو داؤد باب من احق بالامامۃ ۱/ ۸۶
۴؎ مسند احمد بن حنبل حدیث عمرو بن سلمہ ۵/ ۷۱

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو امام بناتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحییٰ کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں، اور اگر کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے، اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حروف کی ادائی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات پر یقین نہیں کرتے، دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

چودہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اس کا قول واجب القبول ہے اور اسے بالغ مانا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اس کی تکذیب نہ کرتا ہو، اور نابالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہوسکتا کہ وہ متنفل ہے اور یہ مفترض اور نفل متضمن فرض نہیں ہوسکتا، حدیث مذکور صحیح ہے اسے جھوٹا کہنا جہل یا عناد، اور اس کے جوابات فتح القدیر و عینی شرح ہدایہ میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۵ از شہر محلہ قراولان مسئولہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں علانیہ کھاتا ہے بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سنی ہے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں وہ فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۶ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ، اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کے

کفر میں شک کرے یا اس کے کافر کہنے میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز محض باطل ہے، اور جس کی گمراہی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابوموسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُرا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب، اور انھیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حدِ شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سُود خور یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولدالزنا یا خوب صورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلافِ اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں، اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائلِ نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لئے جائیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے نماز نماز، الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں، امام اُسے کیا جائے جو سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ مسائلِ نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا رُوحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو، یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۸۱۷ ازمتھریا موہن پور ضلع بریلی مسئولہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلّٰی اگر در میں ڈالا جائے تو کون سے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈال لیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سنّت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو، اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جنوب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں اُس حصّہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصّہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱۸: شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قصداً جھوٹا فتوٰی دیا قابلِ امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہوا اور جہالت سے ایک آدھ بار فتوٰی میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے تائب ہو اور آئندہ باز رہے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائقِ امامت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۹: از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ حشمت علی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت وجماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جو وہابی کو وہابی جان کر اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر وہابی کو قابلِ امامت جانتا ہے خود وہابی ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۰: بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کو اوّل صف میں جماعت میں شریک ہونا چاہئے یا پچھلی صف میں۔ زید کہتا ہے کہ اس کی ممانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھا سکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے، اور یہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہئے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تنہا پڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں؟

الجواب

داڑھی منڈانا فسق ہے اور فسق سے متلبس ہو کر بلاتوبہ نماز پڑھنا باعثِ کراہتِ نماز ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صرف پائجامہ پہن کر، اور داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے، نماز ہو جانا بایں معنی ہے کہ فرض ساقط ہو جائے گا ورنہ گنہگار ہوگا اسے امام بنانا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، باقی اگر وہ صفِ اول میں آئے تو اسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعۃ بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اُجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں، اور وہ قبہ کی

نوکری بھی کرتا ہو۔

الجواب

بیانِ سائل سے واضح ہُوا کہ یہ شخص باوصفِ قدرت اصلاً جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں، اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے، تلاوتِ قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز وحرام ہے کما حققہ العلامۃ الشامی فی اجارۃ ردالمحتار (جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار کے باب الاجارہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے کما صرح بہ فی المتون (جیسا کہ متون میں اس پر تصریح ہے۔ت) مگر نہ اس طرح کہ نوکری نہ ہو تو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارک جماعت باوصف قدرت بیشک فاسق مردود الشہادۃ ہے نص علیہ العلماء الکبار وشہدت بہا الاحادیث والاثار (اس پر اکابر علمانے تصریح کی اور احادیث و آثار اس پر شاہد ہیں۔ت) اُس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی قریب بحرام ہے کما حققہ المولی المحقق ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ شرح المنیۃ (جیسا کہ فاضل محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں تحقیق کی ہے۔ت) جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نمازِ جمعہ بھی ہرگز اس کے پیچھے نہ پڑھی جائے، لانہ بسبیل من التحول کما فی فتح القدیر وغیرہ[1] (کیونکہ وہاں سے منتقل ہونا ممکن ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ایسا ہی ہے۔ت) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے کما افادہ فی فتاوی الحجۃ (جیسا کہ فتاوی الحجہ سے مستفاد ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۲: از پیلی بھیت محلہ بھینسا بہار مکان عبدالکریم صاحب رنگریز مرسلہ عبدالحکیم صاحب
۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا ہے جس وقت پیشاب پھرتا ہے اُس کے بعد میں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجا نہیں سُوکھتا ہے مگر پانی سے استنجا کر کے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے تو سُوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے تیسرے دن پیشاب پھرے، غیروقت بھی آجاتا ہے، ہر روز نہیں آتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظِ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اس کے پیچھے فرض وتراویح وغیرہا سب درست ہیں۔ درمختار میں ہے:

یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ معذور پر عذر کا روکنا یا کم کردینا اس کی اپنی قدرت

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

ولو بصلاتہ مؤمئاً وبردہ لایبقی ذا عذر[1] — کے مطابق واجب ہے خواہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہوسکے، عذر ہٹانے کی صورت میں وہ شخص معذور نہ رہے گا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۳: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلّٰی پر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلّے یعنی فقط صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث وفقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ امام کی تعظیم شرعاً ممنوع ہے نہ یہ انفراد علی الدکان کی قبیل سے ہے، بحرالرائق میں ہے: الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص[2] (کراہت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ ت) منح الغفار میں ہے: بمثل ھذا لاتثبت الکراھۃ اذلابد لھا من دلیل خاص[3] (اس طرح کی چیز سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ ت) البتہ اگر امام براہِ تکبر و استعلا ایسا امتیاز چاہے تو اس کی یہ نیت سخت گناہ وحرام وکبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[4] — اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟ (ت)

اعاذنا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بمنہ وکمال کرمہ اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم — اللہ تعالٰی اپنے فضل وکرم کے ذریعے اس سے ہم سب کو پناہ عطا فرمائے، آمین (ت)

مسئلہ ۸۲۴ تا ۸۲۶: از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) غیر مقلدین کو ہماری مقلدین کی مسجد میں آتے دینا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار — باب الحیض — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۵۳
[2] بحرالرائق — باب العیدین — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۱۶۳
[3] ردالمحتار بحوالہ منح الغفار — باب العیدین — مصطفی البابی مصر — ۱/۶۱۴
[4] القرآن ۳۹/۶۰

(۳) جس کسی محلہ کی مسجد میں محلہ دارانِ حنفیہ نے متفق ہوکر اپنے محلہ کی مسجد میں ایک تو مؤذن اور ایک پیش امام مقرر کر رکھا ہو اور نماز کے وقت مؤذن کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہوجائے تو اذان کہے اور پیش امام مذکور باوضو مسجد مذکور میں یا خاص مصلّے پر بیٹھا ہُوا ہو اس حالت میں بلا رضامندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اُسی محلہ کا یا دوسرے محلہ کا یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں، اگر بلا رضامندی اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلہ داران مذکور منع کرتے ہوں اور وہ نہ مانے تو شرع شریف سے اُن کے لئے کیا حکم ؟ فقط

الجواب

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے، فتح القدیر میں ہے :

ان الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔[1] اہلِ بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ تو معلوم ہوچکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں، ان کی نماز نماز ہی نہیں، تو مسجد میں اُنھیں آنے کا حق نہیں اور اُن کے آنے سے فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بند کرنا فرض ہے اور وہ قصداً مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آمین بالجہر کی آوازوں سے جو قصداً اعتدال سے بھی زائد نکالتے ہیں اور موذی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے۔ درمختار میں ہے :

یمنع منه وکذا کل موذ ولو بلسانه۔[2] ایسے شخص کو دخولِ مسجد سے منع کیا جائے اور اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو منع کیا جائے گا اگرچہ وُہ زبان ہی سے ایذا دے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

(۳) امام معیّن جب موجود و حاضر ہے تو بے اس کی مرضی کے دوسرے کا زبردستی بلاوجہ شرعی امام بن جانا ناجائز و گناہ ہے۔ حدیث میں فرمایا :

الا لا یؤمن الرجل فی سلطانه الا باذنه۔[3] کوئی آدمی سلطان اور حاکم (مراد صاحبِ تصرّف ہے صاحبِ خانہ ہو یا صاحبِ مجلس یا امام مسجد کوئی بھی ہو) کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[3] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶

اور موذن مقرر کے ہوتے کے خلاف مرضی بلاوجہ شرعی اذان دینا اُس کے حق میں ناحق دست اندازی اور نفرت دلانا ہے اور صحیح حدیث میں اسے منع فرمایا بشروا ولا تنفروا[۱] (لوگوں کو خوش کرو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کردینے کا حکم ہے، ہاں اگر امام ناقابلِ امامت ہے مثلاً غلط خواں یا وہابی وغیرہ تو نہ وُہ امام ہے نہ اُس کا پڑھانا امامت۔ یونہی اگر موذن ایسی حالت پر ہو جس کی اذان کے لئے شرعاً حکم اعادہ ہے تو ایسوں کو اذان وامامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۷ از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ شخص امام را خوب نمی داند باعتقاد خود در خانہ نماز میگذارد روا ہست یا نہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق امام کو اچھا نہیں سمجھتا اور نماز گھر میں پڑھتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر فی الواقع امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسق القراءۃ است وتبدیلش نتواند نہ جماعت دیگر در مسجد می تواں کرد آنگاہ بخانہ با اہل خود اقامت جماعت باید کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔

اگر واقعی امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسق القراءۃ ہو اور اس کو تبدیل نہ کرسکتا ہو، نہ مسجد میں دوسری جماعت کرواسکتا ہو تو اس صورت میں گھر میں اپنے اہل کے ساتھ جماعت قائم کرے یا تنہا ادا کرے اگر کوئی دُوسرا گھر میں نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۸۲۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو مکروہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ نماز عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ سے افضل کہ وُہ اسباب تجمل سے ہے اور یہاں تجمل محبوب ومقام اوسکے مناسب اس لئے تلاوتِ قرآن کے وقت تعمم مندوب ہے کما فی فتاوی قاضی (جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ ت) اور نماز میں کہ گویا دربارِ عظیم الشان حضرت ملک السمٰوٰت والارض جل جلالہ کی حاضری ہے رعایتِ آداب بہ نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار ومطاع قوم ہے اُس کے ساتھ احق واَلیق، لہذا نظافتِ ثوب وپاکیزگی لباس وجوہ تقدیم استحقاق امامت سے قرار پائی کما فی الدرالمختار (جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ ت) مگر بایں ہمہ صورت مستفسرہ میں صرف ترکِ اولیٰ

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۴

ہُوا تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ اس کا ثبوت کسی خاص دلیل شرعی سے نہ ہو ورنہ نمازِ چاشت و اشراق وغیرہما ہر مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں، حاشیہ شامیہ میں بحرالرائق سے نقل کیا :

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھة اذلابدلھامن دلیل خاص، وفیھا عن تحریر الاصول خلاف اولٰی مالیس فیه صیغة نھی کترك صلاۃ الضحٰی بخلاف المکروہ تنزیھًا[1] انتھٰی وتمامه فیھا۔

ترکِ مستحب سے ثبوتِ کراہت لازم نہیں آتا کہ اس کے لئے خاص اور مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی میں تحریرالاصول کے حوالے سے ہے، خلافِ اولیٰ یہ ہے کہ جس میں صیغۂ نہی نہ ہو مثلاً نمازِ چاشت کا ترک کرنا بخلاف مکروہ تنزیہی کے اھ اس کی پُوری تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

بالجملہ جب تک اس بارہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت نہ مانی جائے گی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۲۹: از سرکار مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں مسئولہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالا منقبت حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب زید مجدہم ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

جامع کمالات منبع برکات مولٰنا اعظم زادت برکاتہم، پس از سلام مسنون عارض ہوں فساق کی امامت علی المذہب مفتی بہ مکروہ تحریمی قابلِ اعادہ یا مکروہِ تنزیہی یا کچھ تفصیل، اگر فساق کی امامت سے صلحا بھی اور فساق دونوں نماز پڑھیں بر تقدیر اعادہ صرف صلحا کے لئے نماز مکروہ تحریمی قابلِ اعادہ ہے یا صلحا و فساق دونوں کے لئے، اور صلحا اگر منع فساق عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلواتِ خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساق کی امامت سے پڑھنا اولٰی، درمختار میں ہے کہ فساق واعمٰی وعبد وولد الزنا وغیرہ کی امامت تب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

امامتِ فساق کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہیہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیۃ و فتاوی الحجۃ والتبیین والشرنبلالیہ وابی السعود والطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا، اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے تحریمی، بدمذہب کی بدعت اگر حدِ کفر کو پہنچی ہو اگرچہ عند الفقہا یعنی منکرِ قطعیات ہو اگرچہ منکرِ ضروریات نہ ہو، تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی فتح القدیر

---

[1] ردالمحتار مطلب ترک المندوب ھل یکرہ تنزیہا الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۱

ومفتاح السعادۃ والغیاثیۃ وغیرھا (فتح القدیر، مفتاح السعادۃ اور غیاثیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ت) کہ وہی احتیاط جو متکلمین کو اُس کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صحت من وجوہ وفسدت من وجہ حکم بفسادھا[1] (نماز جب کئی وجوہ کی بنا پر صحیح مگر ایک وجہ سے فاسد تو اس کو فاسد قرار دیا جائے گا۔ت) ورنہ مکروہ تحریمی، جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحاء و فساق سب پر اعادہ واجب ہے، جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور اس کی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب و مکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح[2] (مفاسد کا دُور کرنا مصالح کے حصول سے اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ت) ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم۔ اسی طرح اگر اُس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بہت بڑی بُرائی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۰: ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو بلکہ اُسے اُستاد بنانا ہی اُس کے حق میں زہر قاتل سے بدتر ہے فوراً پرہیز کرے کہ صحبتِ بد آدمی کو بدبنا دیتی ہے نہ کہ بد کی تعلیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[4] — اُن سے دُور بھاگو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۱: از فیض آباد ڈاک خانہ شہزادپور مرسلہ عبداللہ طالب العلم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزرگئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہوگیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

[2] الاشباہ والنظائر الخامسۃ درء المفاسد اولٰی من جلب المصالح ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۲۵

[3] القرآن ۲/۲۱۷

[4] صحیح مسلم باب النهی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۰

پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے، ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه (یعنی الفاسق) کراھة تحریم[1] — شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کی تقدیم (یعنی اس کو امام بنانا) کراہتِ تحریمی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلاة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتها[2] — ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳: از کاسگنج ضلع ایٹہ محلہ نواب مرسلہ عباد اللہ صاحب ویکسینیٹر ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بزعم امامت نماز فرض پنجگانہ و نماز جمعہ بجماعت کثیر معمولی جُوتا جو ہر وقت پہنا کرتا ہے پہن کر پڑھاتا ہے وقتِ اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوٰۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں نہ کوئی ذخیرہ کتب دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جائے اور نہ کوئی عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچیں لہذا آپ سے التجا کی جاتی ہے کہ براہِ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب و باب و صفحہ و سطر حسب قاعدہ مرحمت فرمائیے۔

الجواب

تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تُو" ہے اور یہاں جو باپ کو "تُو" کہے بیشک بے ادب گستاخ اور اس آیہ کریمہ کا مخالف ہے لا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما[3] (ماں باپ کو ہُوں نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزت کی بات کہہ) صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جُوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی، امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس و المزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحرالرائق اور فتاوٰی سراجیہ اور فتاوٰی عالمگیریہ جلد پنجم ص ۳۲۱ کتاب الکراہۃ باب خامس میں ہے:

دخول المسجد متنعلا مکروہ[4] (مسجد میں جُوتا پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت) آج اگر کسی نواب کے دربار

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[3] القرآن ۱۷/۲۳

[4] فتاوٰی ہندیۃ باب فی آداب المسجد والقبلۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۱

میں آدمی جُوتا پہنے جائے تو بے ادب ٹھہرے، نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ وفساد پیدا کرنا اور انھیں نفرت دلانا قرآنِ عظیم واحادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳۳ از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگر چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اگر کسی مسلمان کا بستی سے باہر دوسرے محلہ میں مکان ہو اور وہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتی نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتی اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک ہفتہ میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو (فخر) رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جس شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلہ میں نماز باجماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں، نہ اُس کے شریکوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳۴ از شہر فراشی محلہ مسئولہ اہل محلہ معرفت ہدایت اللہ نجار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفضیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلافِ شرع راہ ورسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جس کے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے لٹکتے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت اس موقع کے پیش امام کے اگر نمازِ جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام آمادہ ہو اور ایک گروہ کثیر اس کے امام ماننے اور اتباع کرنے کے خلاف ہو اس پر وہ شخص متعدد آدمیوں کا امام بن کر نمازِ جمعہ ادا کرکے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انبوہ اسی موقع اور جگہ پر وہیں مجوزامام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نمازِ جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اس نے ادا کی ہے جائز ہوئی یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوئیں۔

الجواب

مسلمانو! نماز حکم شرعی ہے احکامِ شرع کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کرلیا، حکمِ شرعی یہ ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لئے سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطانِ اسلام نہ ہو عالمِ دین فقیہ معتمد اعلم اہلِ بلد کے اذن سے امامِ جمعہ وعیدین مقرر ہوسکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو

تو مجبوری جسے وہاں کے عامۂ مسلمین انتخاب کرلیں وُہ امامتِ جمعہ یا عیدین کرسکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطورِ خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امامِ جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامتِ جمعہ و عیدین نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تینوں طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرطِ صحتِ نماز تھا جب شرط منتفی ہو مشروط منتفی، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے لوگوں کا صحیح۔ درمختار میں ہے:

یشترط لصحتہا السلطان او مامورہ باقامتہا[1]۔

جمعہ کی صحت کے لئے سلطان یا اس شخص کا ہونا جس کو سلطان نے اقامتِ جمعہ کی اجازت دی ہو ضروری ہے(ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم[2]۔

جب زمانہ کامل سلطان سے خالی ہوجائے تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور علماء والی بن جائیں گے اور جب علماء کا کسی ایک معاملہ پر اجماع و اتفاق مشکل ہوجائے تو لوگ اپنے اپنے علاقے کے علماء کی اتباع کریں، اگر علاقے کے علماء کی کثرت ہو تو پھر ان میں سے بڑے عالم کی اتباع کریں(ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(نصب العامۃ) الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

(عام لوگوں کا مقرر کرنا) خطیب کو معتبر نہیں جبکہ مذکورہ لوگوں میں سے کوئی ایک موجود ہو۔(ت)

مسئلہ ۸۳۵: از کانپور پرتھی ناتھ اسکول مسئولہ قاضی محمد شمس الدین ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب و کراماتِ اولیاء اللہ کا قائل، علمِ دین و فنِ تجوید سے بہرہ ور حالتِ پیری میں نابینا ہوگیا ہو تو اُس کی امامت کیسی ہے، شرح وقایہ جلد اول، باب الجمعہ صفحہ ۲۴۲ میں مرقوم ہے کہ:

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

[3] دُرِمختار، شرح تنویر الابصار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۰

من صلح اماما فی غیرھا (فی غیر صلوٰۃ الجمعۃ) صلح فیھا ای ان امر المسافر او العبد فی الجمعۃ صحت[1] الخ۔

جو اس (نماز جمعہ کے علاوہ) میں امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس میں بھی امام بن سکتا ہے، یعنی اگر مسافر، مریض یا غلام نے جمعہ کی امامت کرائی تو جمعہ صحیح ہوگا الخ (ت)

کیا اس عبارت مختصر وقایہ و شرح وقایہ سے یہ تنقید مترشح ہوتی ہے کہ جو نابینا متصف بہمہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اُس کے امام بننے سے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی، نسخہ بحرالرائق جلد اول ص ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابینا تھے امام بنائے گئے تھے بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

نابینا سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ بلاشبہہ امام ہوسکتا ہے صرف اس کا "غیر" اولٰی ہے اگر یہ اُس سے مسائل نماز و طہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولٰی ہے کما فی الدر[2] وغیرہ (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں نابینا کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ ت) عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں، ہاں جمعہ و عیدین میں بینا ہو یا نابینا وہی شخص امام ہوسکتا ہے جو خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذون یا وہاں کا اعلم اہل بلد یا اُس کا ماذون ہو ورنہ بضرورت جسے عام مسلمانوں نے ان نمازوں میں امام مقرر کیا نابینا اگر ان پانچ میں سے ہے تو جمعہ و عیدین اسی کے پیچھے ہوسکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اُس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۲۶: از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سُنّی عالم کو یکساں سمجھتا ہے، مسئلہ علم غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں یہ کہتا ہے یہ مسئلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی تقریر اور حجت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور سائل ایک مفتی سُنّی عالم کے جو کہ واجبات سنّت و مستحب سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلاف کمیٹی جو علمائے وہابیہ کر رہے ہیں اُن کی امداد پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کرکے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سُنّی عالم انکار کرتے ہیں تو جواب میں کہتا ہے کہ ہم کس کا منہ پکڑیں لوگ تو سُنّی عالموں کو طرفدار انگریز و ملازم کہتے ہیں، عمرو ایک سُنّی مفتی عالم کا مرید ہے

---

[1] شرح وقایہ باب الجمعہ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۲۴۲
[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

زید کی ان باتوں سے متنفر ہوکر نمازِ جمعہ ترک کرکے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابلِ امامت ہے یا نہیں، معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو شخص وہابیہ اور اہلسنت علماء کو یکساں سمجھتا ہے اُسی قدر بات اُس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اُس کے پیچھے نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے، جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے جُدا کرسکے تو فرض ہے کہ ظہر پڑھے اُس کے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدید و کبیرہ گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو ظہر بھی پڑھ لے اور اگر نہ پڑھے تو نہ جمعہ ہوگا نہ ظہر، فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1] واللہ تعالٰی اعلم

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔(ت)

مسئلہ ۸۳۰: ازمارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ جناب سید ظہور حیدر میاں صاحب ۴ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہمیشہ بوجہ کثرتِ احتلام یا کسی اور مرض جسمی کے بجائے غسل تیمم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اس کو تیمم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کثرتِ احتلام تو خود کوئی وجہ جوازِ تیمم کی نہیں جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو بے صحیح اندیشۂ مضرت کے تیمم سے پڑھے تو اس کی خود نماز نہ ہوگی دُوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو، ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے اور یہ نقصان وخوف یا تو اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے، تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی کی طہارت سے ہونا صحتِ امامت میں خلل انداز نہیں، ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازتِ شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اُس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے: صح اقتداء متوضئ بمتیمم[2] (وضو والے کی اقتداء تیمم والے کے ساتھ صحیح ہے۔ ت) بحرالرائق

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

میں ہے :

ترجیح المذھب بفعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابۃ وھم متوضئون ولم یأمرھم علیہ الصلٰوۃ والسلام بالاعادۃ حین علم۔[1]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عمل اس مذہب کی ترجیح کا سبب ہے کہ اُنھوں نے سردی کی وجہ سے غسلِ جنابت کی جگہ تیمم کرکے اپنی قوم کی امامت کی حالانکہ لوگوں نے وضو کیا ہوا تھا، اور جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا (ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳۸ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نمازِ جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقاتِ پنجگانہ نماز میں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامتِ جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں اور نیز عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ و امامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اجرت اُس کو حلال ہے یا حرام، اور باوجود منع بھی اخذ اُجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین مکروہ ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُجرتِ امامت اگر اس شخص سے قرار پاگئی ہے کہ فی جمعہ یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرارداد نہ ہُوا مگر وہاں اس امامت کی تنخواہ معیّن ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لئے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحۃً یا دلالۃً تعین اجرت ہولیا تو یہ اُجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت و اذان و تعلیم فقہ و تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو ائمہ نے بضرورتِ زمانہ جائز قرار دیا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ اس پر کتب میں نصوص قاطعہ موجود ہیں۔ ت) اور جب تعیّن ہولیا تو اجارہ صحیحہ ہُوا جس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اجارہ صراحۃً خواہ دلالۃً واقع تو ہُوا یعنی اس نے اُجرت کے لئے امامت کی اور قوم نے بھی اسے اجیر سمجھا مگر تعین اجرت نہ بیان میں آیا نہ قرائن سے واضح ہوا تو اجارہ فاسدہ ہے وُہ اُجرت اُس کے حق میں خبیث ہے اُسے تصدق کر دینے کا حکم ہے مگر اصل اجارہ اب بھی باطل نہیں، نہ طلبِ اجرت ظلم ہے ایسا اجارہ اگر مُسعدد بار کرے گا فاسق ہوگا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ،

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶۳

اور اگر سرے سے اجارہ ہی نہ ہُوا نہ صراحۃً نہ دلالۃً اور اب اُجرت مانگتا ہے تو صریح ظلم و فسق و کبیرہ ہے یہاں مطلقاً اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳۹ ۲ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد مصافحہ بہ تخصیص نماز فجر درست نہیں اور اہلِ محلہ کہتے ہیں درست ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اس کے جواز کے قائل نہ ہوگے تو ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اس لئے کہ تمہارا مذہب ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہٰذا فرمائیے کہ شرع شریف میں کس طرح ہے اور کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مصافحہ بعد نماز مباح ہے نص علی تصحیحہ العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض (علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ت) امام اگر سُنّی المذہب ہے صرف اسی مسئلہ میں اس کا خیال بنظر بعض عبارات فقہیہ یہ ہے تو اُسے سمجھا دینا چاہئے کہ تصحیح و ترجیح جانبِ جواز ہے صرف اتنی بات پر وُہ ترکِ اقتدا کا مستحق نہیں، اور اگر بربنائے وہابیت اس کا انکار کرتا ہے تو وہابی بلاشبہہ لائقِ امامت نہیں اہلِ محلہ کو چاہئے ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۴۰ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کی پڑھائی معیّن کر کے لینا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درست ہے مگر بچنا بہتر ہے اللہ کے واسطے پڑھائے اور نمازی اسے حاجتمند دیکھ کر اللہ کے لئے اس کی اعانت کریں یہ صاف کرلیا جائے کہ امامت کی اُجرت کچھ نہ لی دی جائے گی یُوں بلا دغدغہ حلال طیب ہے لان النفی الصریح یزیل حکم دلالۃ الحال فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی قاضی خان[1] (کیونکہ صراحۃً نفی دلالتِ حال کو زائل کر دیتی ہے کیونکہ صراحت دلالت سے فوقیت رکھتی ہے قاضی خان میں اسی طرح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

ف: سعیِ بسیار کے باوجود یہ عبارت فتاوٰی قاضی خان سے نہیں مل سکی۔ درمختار سے یہ عبارت مفہوماً ملی ہے اس لئے اس کا حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

مسئلہ ۸۴۱ از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعد فراغت نماز اگر امام مقتدیوں کو مجبور کرے کہ با تباع اُس کے ویسے ہی بیٹھے رہیں اور نہ اُٹھیں تا تاخیر میں مقتدیوں کا قریب نصف گھنٹہ کے ضائع ہو اور در صورت عدم شرکت بوجہ مجبوری اُن پر اتہام مذکور بیجا لگائے تو یہ چیز کہاں ثابت، اس کے لئے کون سی حدیث ناطق، اور اُس چیز کا نام سنّتِ نبوی رکھنا اور اُن کو مجبور کرنا حق کہ اُن پر الزام توہب کا نہیں بلکہ تلہب کا لگانا شرع شریف میں کس مقام پر وارد ہے؟

الجواب

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں سلام سے تو اُس کی ولایت منقطع ہو چکی عین نماز میں جب تک وہ متبوع تھا اور اُس کی پیروی مقتدیوں پر واجب تھی اُس وقت بھی اُسے حرام تھا کہ سنّت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل وگراں ہو اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فتان بتایا یعنی سخت فتنہ گر، تو بعد نماز بلاوجہ شرعی مجبور کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم وحرام کا نام معاذ اللہ سنّت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنّت پر افترا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴۲ مسئولہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی

تارکِ فرض وواجب نیز سنّتِ مؤکدہ اور تارکِ مستحب ومباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امورِ خمسہ یا تارکِ مستحب ومباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے، سنّتِ موکدہ حکم میں قریب واجب ہے، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور فسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، مستحب ومباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں، نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴۳ از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا جائے اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرو، تو وہ کہتا ہے کہ سورۃ سوچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور وہ دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتدا سے نماز میں کسی

قسم کی کراہت ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سورۃ سوچنے سے اتنی دیر جس میں تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جائے ترک واجب وموجب سجدۂ سہو ہے[1] کما نص علیہ فی التنویر والدر والغنیۃ وغیرھما (تنویر، در، غنیہ وغیرہ میں اس پر نص کی ہے۔ ت) تو یہ جس کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے۔ عالمگیریہ ومحیط میں ہے:

من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القراءۃ کثیرا[3]۔

جو نہ ٹھہرنے کی جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے چاہئے کہ وہ امام نہ بنے، اور اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو قرأت کرتے وقت کثرت سے کھانستا ہو۔ (ت)

جو وقف ووصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھنکارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سزاوار نہیں حالانکہ مراعات وقف ووصل واجبات نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورۃ وفاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو بدرجۂ اولٰی لائق امامت نہیں، ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کہے، کوئی سورۃ ابتداء سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریباً کلمہ طیبہ پڑھنے کے برابر ہوجائے گی، بلاشبہ مباح وسنت ومستحب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد لا الٰہ الا اللہ کے محمد رسول اللہ کی کیا ضرورت ہے، اگر جنت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بقدر سات بار اللہ اکبر کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف سبحٰن اللہ وبحمدہ کہنے سے نماز ہوجاتی ہے۔ بے کرتہ ٹوپی کے نماز ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ صرف پاجامہ سے نماز ہوجاتی ہے۔ یُوں بھی کہتا ہے کہ نماز میں الحمد سورۃ کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اہل اسلام کا سا برتاؤ اس سے چاہئے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن وحدیث وفقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صرف پاجامہ پہنے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بایں معنٰی تو ہوجاتی ہے کہ فرض ساقط ہوگیا مگر مکروہ تحریمی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل سجود السہو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۶۵
درمختار باب سجود السہو ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے۔ فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے نہ پھیرے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے، ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لایصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ من شیئ[1] رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے کہ کندھے پر اس کا کوئی حصّہ نہ ہو۔ اسے امام بخاری ومسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

خطیب بغدادی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی السراویل وحدہ[2] یعنی صرف پاجامے سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ خلاصہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے:

لو صلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ[3]

اگر کسی نے فقط شلوار میں نماز ادا کی حالانکہ اس کے پاس قمیص موجود ہو تو نماز مکروہ ہوگی (ت)

نماز میں فرضیت قرأت کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد اور اجماعِ ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماعِ مستقر کا خلاف اور اب گمراہی و ضلالت بھاف صاف ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

اجمع الائمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم علی ان الصلوۃ لاتصح الامع العلم بدخول الوقت وعلی ان للصلوۃ ارکانا داخلۃ فیھا وعلی ان النیۃ فرض وکذلک تکبیرۃ الاحرام والقیام مع القدرۃ والقرأۃ والرکوع والسجود و الجلوس فی التشھد الاخیر (الی ان قال)

تمام ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے کہ صحتِ نماز کے لئے نمازی کو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ نماز کا وقت شروع ہوچکا ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ نماز کے ارکان نماز میں داخل ہیں، اس پر بھی اتفاق ہے کہ نیت فرض ہے، اسی طرح تکبیر تحریمہ اور قدرت کے ساتھ قیام، قرأت، رکوع، سجود، آخری تشہد

---

[1] صحیح بخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲
صحیح مسلم باب الصلوۃ فی ثوب واحد الخ " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۹۸
[2] تاریخ بغداد حدیث ۲۵۶۴ " دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۳۸
[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۶

ھذا ما وجدتہ من مسائل الاجماع التی لایصح دخولھا فی مرتبتی المیزان[۱]

میں بیٹھنا (آگے چل کر کہا) یہ وہ مسائل ہیں جن پر میں نے اجماع پایا ہے ان کو میری مرتب کردہ کتاب المیزان میں داخل کرنا صحیح نہیں۔ (ت)

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے:

اتفقوا علی ان القراءۃ فرض علی الامام والمنفرد فی رکعتی الفجر وفی الرکعتین الاولیین من غیرھا[۲]۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اور منفرد پر فجر کی دونوں رکعات اور اس کے علاوہ دیگر نمازوں کی پہلی دو رکعات میں قرأت فرض ہے۔ (ت)

بلکہ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

نسب صاحب غایۃ البیان الاصم الی خرق الاجماع وھو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذھابہ الی عدمہ[۳]۔

صاحبِ غایۃ البیان نے اصم کی خرق اجماع کی طرف نسبت کی ہے اور یہ بات واضح کر رہی ہے کہ اصم کے عدمِ فرضیت کا قول کرنے سے پہلے اس کی فرضیت پر اجماع ہوچکا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

من انکر خبر الواحد لایکفر غیر انہ یاثم بترك القبول ھکذا فی الظھیریۃ[۴]۔

خبرِ واحد کا منکر کافر نہیں البتہ ترک قبول کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

من کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[۵]۔

یعنی جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی اور جہنمی ہے (ت)

نماز میں الحمد وسورۃ کی حاجت نہ ماننا بھی جہلِ قبیح اور ارشاداتِ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

۱؎ المیزان الکبرٰی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

۲؎ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ برحاشیہ میزان کبرٰی باب شروط الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

۳؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۴؎ فتاوٰی ہندیۃ مطلب موجبات الکفر انواع الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۵

۵؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح " دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب[1]۔ یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (اسے امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من صلی صلاۃ لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج[2]۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

یعنی جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو وہ ناقص ہے۔ اس کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی ان لاصلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ باہر جاکر منادی کردیں کہ بے سورۃ فاتحہ اور کچھ زائد قرأت کی نماز ناقص ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتجزئ صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعھا غیرھا[4]۔ رواہ الامام الاعظم ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ عن سیدنا ابی سعید الخدری رضوان اللہ تعالٰی علیہ ومعناہ

نماز کام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرأت کے۔ اس کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیدنا ابوسعید الخدری رضوان اللہ تعالٰی علیہ سے روایت کیا اور معناً اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ

---

[1] صحیح بخاری باب وجوب القرآۃ للامام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۴
[2] صحیح مسلم باب وجوب قرآۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ الخ " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۰
[3] المسند لاحمد بن حنبل از مسند ابی ہریرہ " دارالفکر بیروت ۲/۴۲۸
[4] مسند الامام الاعظم مع تنسیق النظام کتاب الصلوٰۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۵۸

نحوہ عند الترمذی وابن ماجۃ۔ نے روایت کیا ہے۔

اور ان سب سے سخت تر وناپاک تر اُس کا وہ قول مردود ہے کہ کلمہ طیبہ میں (خاکش بدہن) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے کی کیا ضرورت! اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو صرف لا الٰہ الا اللہ ماننا کافی ہے محمد رسول اللہ کی حاجت نہیں جب تو قطعاً یقیناً نرا کافر مرتد ہے۔ عورت اُس کی اُس کے نکاح سے نکل گئی، پاس جائے گا تو زنا ہوگا، اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔ اور اگر یہ مراد نہیں تاہم اس ناپاک کلام کی طرز سوق سخت گستاخی و بے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ کہ "جنت میں نہ جائے گا تو کیا اعراف میں نہ جائے گا" دین متین کے ساتھ استہزار کا پتا دیتا ہے۔ بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بدمذہب ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز وممنوع ہے کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید وذکرناہ فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا (اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ النہی الاکید اور اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر کی ہے۔ ت) مسلمان اس سے توبہ لیں اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ اس کے ساتھ وُہ معاملہ برتیں جو بددینوں کے ساتھ چاہئے واللہ الہادی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

۱۳

النّھی الاکید عن الصّلٰوۃ وراء عدی التقلید

(دشمنِ تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا السنن ۞ ووقانا المحن ۞ وجعل فینا کل امام حسن ۞ بہ یُتَأسّٰی وعلیہ یؤتمن ۞ واغنانا ان نقتدی باھل الفتن ۞ والصلٰوۃ الحنانۃ والسلام الاحَقّ ۞ علی الامام الامین الامان الامنّ محمد مربّی الروح والبدن ۞ واٰلہ وصحبہ فی السر والعلن ۞ والائمۃ المجتھدین مصابیح الزمن ۞ کاشفی ماخفی و مظھری مابطن ۞ الثقات السراۃ ھداۃ السنن ۞ السقاۃ الفراۃ من من فراۃ السنن وعلینا بھم یا عظیم المنن ۞ واشھد ان

تمام خُوبیاں اُس ذاتِ اقدس کے لئے جس نے ہمیں صحیح راہ کی ہدایت عطا کی اور ہمیں محنت و مشقت سے بچالیا، ہم میں اچھے و اعلٰی امام بنائے جن کی اقتدا کی جاتی ہے اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے، ہمیں اہلِ فِتن کی اقتدا سے محفوظ کیا۔ نہایت ہی عاجزانہ طور پر صلاۃ و سلام ہو اس امام و مقتدا پر جو امین، جائے پناہ اور سب سے بڑے محسن ہیں جن کا اسم مبارک محمد ہے جو رُوح و بدن کے مربّی ہیں، ان کی آل و اصحاب پر بھی سرّاً و جہراً، ان ائمہ مجتہدین پر بھی جو اپنے اپنے زمانے کے لئے چراغ ہیں، مخفی امور کو کھولنے اور باطنی معاملات کو ظاہر کرنے والے، رازوں کے پختہ محافظ سُننِ نبی کی طرف ہادی، سنن کی نہر فرات سے مشکیزے بھر بھر کر پلانے والے، اے احسان فرمانے والے ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمتوں کا نزول ہو۔ میں گواہی

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ ربہ و سلم و من ؛

دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں، ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں، ان پر ان کے رب کی طرف سے صلٰوۃ وسلام اور کرم ولطف ہو۔ (ت)

امابعد یہ چند سطور کاشفۃ السطور جلیلۃ الفائدہ جمیلۃ العائدہ ہیں اظہار صواب میں اُس سوال کے جواب میں جو فقیر ناسزا عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفراللہ لہ وحقق املہ واصلح عملہ کے پاس مولوی فضل الرحمٰن صاحب حفظ عن الشرور امام جامع مسجد فیروزپور کا بھیجا بھیجا فیروزپور ملک پنجاب سے آیا، فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ مسمّٰی بہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین لکھنے میں مشتغل، اور اُس کے بعد اور چند مسائل دیگر بلاد کو مسئلہ پنجاب پر حق تقدم حاصل، جب اُن سے فراغت پائی اس کی نوبت آئی النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز وانجام اس رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ناروا ہے اس کے ضمن میں اُن کے بعض عقائد واحوال ومکائد ودیگر فوائد بہ نہایت اجمال تحریر میں آئے، مولٰی سے مسئول کہ قبول فرمائے اہل اسلام وسنّت کو نفع پہنچائے، از انجا کہ موضوع رسالہ رد مخالف نہیں، لہٰذا لحاظ مجادل سے کنارہ گزیں کہ وہ تو ایک فتوٰی ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا مظہر جسے اُس رنگ کا کلام مشتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ کی طرف رجوع لائے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وافضل الصلاۃ علی الحبیب الجمیل و اٰلہ وصحبہ بالوف التبجیل اٰمین اٰمین یاعزیز یا جلیل۔

نقل عبارت استفتا

مسئلہ ۲۵: باسمہ سبحانہ۔ بخدمت بابرکت حضرت مولٰینا وبالفضل والکمال اولٰنا مخدوم مکرم معظم حضرت مولٰینا احمد رضا خاں صاحب سلمہ الرحمٰن۔ سلام مسنون بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ للہ اس استفتا کا جواب مرحمت فرمائیں کہ عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔ مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خورد جو شاگرد مولویان لکھنؤ کے علاقہ فیروزپور کے ہیں اول انھوں نے رسالہ شاہ طبو جس میں حضرت ابن عربی اور مولٰینا روم و مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہم الرحمۃ کی تکفیر درج تھی اور وہ رسالہ مطبع فیروزپور میں حافظ محمد صاحب لکھنوی نے چھاپا، ا

اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کر دیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالۂ تصریح الجاث فرید کوٹ کے صفحہ ۱۴ کے متن و حاشیہ میں مندرج ہے۔ پھر جب ریاست فرید کوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب بشمول علما غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصت نامہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء مطبوعہ ریاست فرید کوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۷ میں بھی اس کا نام بزمرۂ غیر مقلدین شامل ہے۔ پھر مسائل اور واقعات ان کے بھی صریح غیر مقلدی کی دلیل ہیں جس کا نمونہ ایک یہ ہے کہ مسماۃ فاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلقہ کیا اور طلاق نامہ تحریر ہوا تو بائیس روز بعد از عدت کے اندر ہی مولوی مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح بابومین ملازم مسکوٹ لال کرتی سے منعقد کر دیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچڑاں کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہوتا ہے، اس پر جواب دیا گیا کہ دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر وغیرہ کے صریح لکھا ہے کہ خلع طلاق ہے بسند حدیث بخاری وغیرہ کے اور جمہور اماماں سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کما فصل فی باب الخلع (جیسا کہ باب خلع میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ت) اور باب عدت میں بھی مذکور ہے کہ طلاق اور خلع اور لعان سب کی عدت تین حیض ہیں اھ مترجماً، پس یہ نکاح عدت کے اندر حنفی مالکی شافعی سب کے نزدیک ناروا ہے جو شخص غیر مقلد ایسے اطوار کا طور رکھے اور حرام کو حلال بنا دینے تک نوبت پہنچائے تو اس کے پیچھے اقتدا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ حررہ فقیر محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد صدر بازار فیروزپور پنجاب ۱۰ شوال ۱۳۰۵ھ (محمد فضل الرحمٰن)

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو زید و عمرو کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی شان عظیم میں بعد وضوحِ حق اس کلمۂ ملعونہ کہنے کا جواب جو روزِ قیامت ملے گا بس ہے، وہ حضرات جرأت شعار جسارت وثار جن کا مسلک عامۂ ائمہ و علمائے کبار کو عیاذاً باللہ مشرک بنائے اُن سے مدارک دقیقہ حقائق اولیاء تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اس میں ایک رسالہ مستقلہ تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو حدیثِ بخاری:

حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ

جب میں بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سمع (کان) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بنتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ

التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا (الٰی قولہ تعالٰی) وما ترددت عن شیئ انا فاعلہ ترددی عن قبض[ف۱] نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ[1]۔

بن جاتا ہُوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔ اس کے پاؤں بنتا ہُوں جس سے چلتا ہے (آخر میں اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے) میں کسی شیئ کے بجالانے میں کبھی اس طرح تردّد نہیں کرتا جس طرح جانِ مومن قبض کرتے وقت تردّد کرتا ہُوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو بُرا جانتا ہُوں۔ (ت)

وحدیث[۲] مسلم:

یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی، یا ابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمنی، یا ابن اٰدم استسقیتك فلم تسقنی[2] اخرجاھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اے ابن آدم! میں بیمار ہُوا، تُو نے میری عیادت نہیں کی، اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے مجھے کھانا نہیں دیا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا، تُو نے مجھے پانی نہیں دیا ان دونوں کو بخاری و مسلم دونوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث[۳] مشہور:

قم الی امش الیك وامش الی اھرول الیك[3]۔ اخرجہ احمد[ف۲] عن رجل من الصحابۃ والبخاری بمعناہ عن[۴] انس وعن[۵] ابی ھریرۃ

اے بندے! تُو میری طرف اُٹھ میں تیری طرف چل پڑوں گا، تُو میری طرف چل میں تیری طرف دوڑ پڑوں گا۔ اس کو امام احمد نے ایک صحابی سے اور امام بخاری نے معنًا اسے حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۳

[2] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ۲/۳۱۸

[3] المسند لاحمد بن حنبل حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۴۷۸

ف۱: بخاری شریف کی روایت میں "عن نفس المؤمن" ہے قبض کا لفظ بخاری شریف میں موجود نہیں البتہ فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۱۱ ص ۳۰۱ پر یہ عبارت ہے "اوقع فی الحلیۃ" آخر میں "عن قبض روح المؤمن"۔ نذیر احمد

ف۲: مسند احمد بن حنبل میں آغازِ حدیث یوں ہے: قال اللہ تعالٰی یا ابن اٰدم قم الی الخ۔ نذیر احمد

والطبرانی فی الکبیر عن[۲] سلمان رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث:

واذا احب اللہ عبداً لم یضرہ ذنب[۱] اخرجہ الدیلمی والامام الاجل القشیری وابن النجار فی التاریخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جب اللہ تعالٰی کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو اسے کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ اسے دیلمی، امام اجل قشیری اور ابن نجار نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث:

الدنیا والاٰخرۃ حرام علی اھل اللہ[۲]۔ اخرجہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	دنیا و آخرت اہل اللہ پر حرام ہیں۔ اسے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث[۹]:

انزل القراٰن علی سبعۃ احرف، لکل حرف منھا ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع[۳]۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر	قرآن سات حروف (لغتوں) پر نازل ہوا، ہر حرف کے لئے ظاہر اور باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد (انتہائے معنی) ہے اور ہر حد کے لئے ظاہر

---

[۱] الرسالۃ القشیریۃ باب التوبہ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصطفی البابی مصر ص ۴۵
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۷۷

[۲] " " " ۳۱۱۰ " " " " " ۲/ ۲۳۰

[۳] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۱۰۷ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۰
" " " " حدیث ۸۶۶۷ و ۸۶۶۸ " " " ۹/ ۱۴۶

ف: معجم کبیر میں مکمل حدیث ایک جگہ پر دستیاب نہیں ہو سکی بلکہ دو حصوں میں مختلف مقامات سے ملی ہے جبکہ جامع صغیر مع فیض القدیر جلد ۳ مطبوعہ بیروت صفحہ ۵۴ پر یہ حدیث مکمل انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے اور حوالہ بھی طبرانی عن عبداللہ بن مسعود کا دیا ہے، ہوسکتا ہے اعلٰحضرت رحمہ اللہ نے جامع صغیر سے دیکھ کر یہ حدیث نقل کی ہو۔ مجمع الزوائد جلد ۷ مطبوعہ بیروت ص ۱۵۲-۵۳ پر بھی یہ حدیث از عبداللہ ابن مسعود منقول ہے۔ نذیر احمد

معاجيمه عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالٰى عنه ـ

اور باطن سے اطلاع کا مقام ہے۔ اس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث ۱۰:

قوله عزوجل اعطيهم من حلمي وعلمي[1] اخرجه احمد والطبراني في الكبير والحاكم في المستدرك والبيهقي في شعب الايمان باسناد صحيح عن ابي الدرداء رضي الله تعالٰى عنه ـ

اللہ عزوجل کا فرمان ہے میں انھیں اپنا حلم وعلم عطا کرتا ہوں۔ اس کو احمد و طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۱:

من زهد في الدنيا علمه الله بلا تعلم وهداه بلا هداية وجعله بصيرا وكشف عنه العمى[2] ـ اخرجه ابو نعيم في حلية الاولياء عن سيد الاولياء امير المؤمنين علي كرم الله تعالٰى وجهه ـ

جو دنیا سے محفوظ رہا اسے اللہ تعالٰی بغیر حصولِ علم کے علم اور بغیر حصول ہدایت ہدایت دیتا ہے، اسے صاحبِ بصیرت بناتا ہے اور اس سے گمراہی اور تاریکی کو دُور کردیتا ہے۔ اسے امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سید الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۲:

دع عنك قول معاذ فان الله يباهي به الملئكة قاله لرجل قال له معاذ بن جبل رضي الله تعالٰى عنه تعال حتى نؤمن ساعة فشكاه الرجل الى النبي صلى الله

قولِ معاذ کو چھوڑ دو (یعنی قولِ معاذ کو برا نہ جانو) کیونکہ اللہ تعالٰی ملائکہ میں اس کے ساتھ فخر فرماتا ہے۔ یہ بات آپ نے اس شخص سے فرمائی جسے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا تھا کہ آؤ ہم ایک گھڑی ایمان

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/۴۵۰
نوادر الاصول الاصل الحادی والعشرون فی خصوصیۃ ہذہ الامۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۹ و ۳۲
[2] حلیۃ الاولیاء فضائل ومناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۱/۷۲

تعالیٰ علیہ وسلم، وقال اومانحن بمؤمنین فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک[1]۔ اخرجہ سیدی محمد بن علی الترمذی عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایک اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کیا ہم اہل ایمان نہیں؟ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ جملہ فرمایا تھا۔ اس کو سیدی محمد بن علی ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

وحدیث[۱۳]:

کان عبد اللہ بن رواحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذالقی الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول تعال نؤمن بربنا ساعۃ فقال ذات یوم لرجل فغضب الرجل فجاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ الاتری الی ابن رواحۃ یرغب عن ایمانک الی ایمان ساعۃ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرحم اللہ ابن رواحۃ انہ یحب المجالس التی تباھی بھا الملئکۃ علیہم السلام[2]۔ رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا جب بھی کسی صحابی رسول سے ملاقات ہوتی تو کہتے آؤ ہم اپنے رب کے ساتھ ایک گھڑی ایمان لائیں، ایک دن آپ نے یہی بات ایک شخص سے کہی تو وہ ناراض ہوگیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کے بارے میں نہیں سنا وہ تو آپ پر ایمان لانے کی بجائے ایک گھڑی ایمان کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ بن رواحہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جس پر ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔ اسے امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

وحدیث[۱۴] ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کئے ہیں ایک کو بیان کرتا ہوں اگر

---

[1] نوادر الاصول الاصل اثنی والسبعون فی الذکر الخفی مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۱۱۰

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۶۵

فبثثته واما الاٰخر فلو بثثته قطع ھذا البلعوم¹ اخرجه البخاری۔	دُوسرا بیان کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (ت)
وآیت: يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ²	ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)
وآیت: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ³	اور اے محبوب! وُہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالٰی نے پھینکی تھی۔ (ت)
وآیت: اَيْنَمَا تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ⁴	تو تم جدھر مُنہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ) ہے (ت)
وآیت: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۞⁵	تم فرماؤ رُوح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمھیں اس کا علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (ت)
وآیت: اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۞⁶	(تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ (ت)
وآیت: قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۞ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۞⁷	کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے، اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ (ت)

---

¹ صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۲۳/۱
² القرآن ۴۸/۱۰ ³ القرآن ۸/۱۷
⁴ القرآن ۲/۱۱۵ ⁵ القرآن ۱۷/۸۵
⁶ القرآن ۱۸/۶۵ ⁷ القرآن ۱۸/۶۷ ⁸ القرآن ۱۸/۶۸

وآیت:

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا [۱]

کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں (ت)

وآیت:

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا [۲] قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا [۳]

اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لئے چیرا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو بیشک یہ تم نے بری بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (ت)

وآیت:

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا [۴] قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا [۵]

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا تو اس بندہ نے اسے قتل کردیا۔ موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کردی، بیشک تم نے بہت بُری بات کی، کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے (ت)

وآیت:

قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا [۶]

کہا یہ (وقت) میری اور آپ کی جُدائی کا ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر (یعنی علت و وجہ) بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔ (ت)

---

[۱] القرآن ۱۸/۷۰
[۲] القرآن ۱۸/۷۱
[۳] القرآن ۱۸/۷۲
[۴] القرآن ۱۸/۷۴
[۵] القرآن ۱۸/۷۵
[۶] القرآن ۱۸/۷۸

وآیت :

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ؕ [1] — اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا، یہ پھیر (علت و وجہ) ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ (ت)

وغیرہ ذلک آیات و احادیث سمجھ والوں کے لئے علم باطن اور اُس کے رجال و مضائق مجال و حقائق، اقوال و دقائق افعال کا پتا دینے کو بہت ہیں،

ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نورٍ ؕ [2] — اور جسے اللہ تعالٰی نُور نہ دے اُس کے لئے کہیں نُور نہیں (ت)

یا نہ اس بحرِ عمیق کے لئے ساحل، نہ یہ حضرات اُس کی سیر کے قابل، نہ اس معنی سے اصل غرضِ سائل، لہٰذا فقیر ان و آں سے قطع نظر کرکے نفس مرام مسئول عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتدا کا حکم کیا ہے، اور از انجا کہ اس کی تنقیح اُن کی کشف بعض بدعات پر موقوف لہٰذا اس بارے میں ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنانِ قلم جانب جواب مصروف، ہرچند اس باب میں علماء متعدد تحریریں کرچکے مگر امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالٰی یہ موجز تحریر کافی و کافل وافی و کامل شافی و نافع صافی و ناصع واقع ہو وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق انہ نعم المولٰی و نعم المعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مقدمۃ فی الکلام الاجمالی علی بدعۃ غیر المقلدین

یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں، ائمہ ہدٰی کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنائیں، قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر، بیگاہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کردیں حلالِ خدا کو حرام کہیں، اُن کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی و اظہر بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہلِ بدعت سے اشر و اضر واشنع وافجر کما لا یخفی علی ذی بصر (جیسا کہ کسی بھی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں۔ ت) صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام بغوی و تہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد :

کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال — یعنی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما خوارج کو بدترین

---

[1] القرآن ۱۸/۸۲ [2] القرآن ۲۴/۴۰

انهم انطلقوا الی اٰیاتٍ نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین[1]۔

خلق اللہ جانتے کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اُٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔

بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیۂ کریمہ:

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[2]۔

انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالٰی کے سوا خدا بنالیا۔ (ت)

کہ کفار اہل کتاب اور اُن کے عمائد و ارباب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہل سنّت و ائمہ اہل سنّت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمتِ غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نقل کرکے فرماتے ہیں:

قال المذنب تاب اللہ علیہ واشر منھم من یجعل اٰیات اللہ فی شرار الیھود علی علماء الامۃ المعصومۃ المرحومۃ طھر اللہ الارض عن رجسھم[3]۔

مذنب کہتا ہے اللہ تعالٰی اس پر رحم فرمائے، ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اُتریں انھیں اُمت محفوظ مرحومہ کے علماء پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالٰی زمین کو اُن کی خباثت سے پاک کرے۔ (ت)

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اللھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان[4]۔

نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی الٰہی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں الٰہی! ہمارے لئے برکت بخش ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ۔ (ت)

---

[1] الصحیح البخاری کتاب استتابۃ المعاندین باب قتال الخوارج والملحدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۲۴

[2] القرآن ۹/ ۳۱

[3] مجمع بحار الانوار تحت لفظ حدث مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۴۲

[4] الصحیح للبخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنۃ من قبل المشرق مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۰
باب ما قیل فی الزلازل والآیات " " " ۱/ ۱۴۱

اس خبرِ صادق مخبرِ صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر و اتباع نے بحکم آنکہ ع

پدر اگر نتواند پسر تمام کند

(باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کردے گا)

تیرھویں صدی میں حرمینِ طیبین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھا نہ رکھا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

حاصل اُن کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔ اسی بنا پر اُنھوں نے حرمِ خدا و حرمِ مصطفٰے علیہ افضل الصلوۃ والثنا کو عیاذاً باللہ دار الحرب اور وہاں کے سکّانِ کرام ہمسایگانِ خدا و رسول کو (خاکم بدہانِ گستاخاں) کافر و مشرک ٹھہرایا اور بنامِ جہاد خروج کرکے لوائے فتنہ عظمٰی پر شیطنت کبرٰی کا پرچم اُڑایا۔ علامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولٰنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا ردالمحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیرِ بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستبحوا بذلك قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالٰی شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف[2]

یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں اس وجہ سے اُنھوں نے اہلسنت و علمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُن کی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

---

[1] القرآن ۷ / ۱۲۷

[2] ردالمحتار کتاب الجہاد مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۳ / ۳۳۹

غرض یہ فتنۂ شنیعہ وہاں سے مطرود اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہوکر اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے، بانیِ فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک، یہاں یہ طائفہ بحکم اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا[1] (وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ ت) خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے ع

قدمِ عشق پیشتر بہتر
(عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے)

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنت و عداوتِ اہلِ حق میں پھر ملّۃ واحدۃ رہے، ہرچند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہوتا ہے۔ ت) ان کے امام و بانی و ثانی کو شرک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کافر بنانے کو حدیث صحیح مسلم:

لا یذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزی (الی قولہ) یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیہ فیرجعون الی دین اٰبائھم[2]

مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس[3] سے نقل کرکے بے دھڑک زمانۂ موجود پر جمادی جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے "زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزٰی کی پھر پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نِرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پُوجا بدستور جاری ہوجائے گی"۔ اس حدیث کو نقل کرکے صاف لکھ دیا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہُوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی ہے تو واجب ہُوا کہ رُوئے زمین پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تُو اور تیرے

---

[1] القرآن ۶/۱۵۹
[2] صحیح مسلم کتاب الفتن واشتراط الساعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۹۴
[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰

ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں، کیا تمھارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے، تم سب بھی اُنھیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہُوئے جن کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پُوجا میں مصروف ہیں، سچ آیا حدیثِ[1] مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ حبك الشیئ یعمی و یصم[1] (شَئی کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔ت) شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا، غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرلے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے، اور اس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوٰۃ کے اُسی باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس[2] میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلا فصل دوسری حدیث مفصل اسی صحیح مسلم کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے وہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنے واضح ہوتے اور اُس میں صراحۃً ارشاد ہُوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغازِ بُت پرستی کا منشا کیا ہوگا، وہ حدیث مختصراً یہ ہے:

وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخرج الدجال فی اُمتی فیمکث اربعین فیبعث اللہ عیسی بن مریم فیھلکہ ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر او ایمان الا قبضتہ حتی لو ان احدکم دخل

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اُمت میں دجّال نکل کر چالیس[ع] تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالٰی عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ اُسے ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دو دل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالٰی شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان

ع راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس[ع] دن فرمایا یا مہینے یا برس انتہی، اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے پہلا دن سال بھر کا، دوسرا ایک مہینہ کا، تیسرا ایک ہفتہ کا، باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ (م) (اسے امام مسلم نے حدیث طویل میں حضرات نواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۹۴
[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰

فی کبد جبل لدخلتہ علیہ حتی تقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی خفۃ الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا فیتمثل لہم الشیطان فیقول الا تستحیون فیقولون فما تأمرنا فیامرھم بعبادۃ الاوثان ثم ینفخ فی الصور[1] (ملخصا)۔ (رواہ مسلم)

ہو گا اس کی رُوح قبض کرلے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جاکر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلق باقی رہ جائیں گے فسق وشہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے سُبک اور ظلم وشدت میں درندوں کی طرح گراں و سخت جو اصلا نہ کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمھیں شرم نہیں آتی یہ کہیں گے پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ اُنھیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفخِ صور ہوگا (ملخصاً)۔

عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلعی کھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وہ بعد خروج وہلاکِ دجال وانتقال عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُوئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد[19] ومسلم وترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ[2]۔

قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا رہے۔

اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مزوّر چالاک دلدادۂ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر ومشرک کیونکر بناتا اور اس جھُوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا کہ اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا، سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہُوا۔ مسلمان دیکھیں کہ جو عیار صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پر کی اڑانے میں اپنے باطنی معلم کے بھی کان کتریں جھُوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انھیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں:

من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ

جو جان بُوجھ کر مجھ پر جھُوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن باب الدجال مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۴۰۳

[2] " " " " باب ذہاب الایمان آخر الزمان " " " ۱/۸۴

مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۳/۱۰۷، ۲۰۱، ۲۶۸

من النار[1]۔ دوزخ میں بنالے۔ (ت)

ایسوں کا مذہب معلوم اور عمل بالحدیث کا مشرب مفہوم ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقیہہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے۔ پھر دعوی یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قولِ خیر البریہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں، سبحن اللہ یہ منہ اور یہ دعوی۔ سچ فرمایا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے:

یأتی فی اٰخر الزمان قوم حدثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ لایجاوز ایمانہم حناجرھم[2]۔ اخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القرآن من الجامع الصحیح۔

آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ اسے بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ سے روایت کیا اور مذکورہ الفاظِ حدیث جامع صحیح للبخاری کے باب فضائل القرآن سے لئے گئے ہیں۔

واقعی یہ لوگ اُن پُرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے وہی انداز وہی وتیرے، خارجیوں کا داب تھا اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابند شرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعوی عجب دام درسبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنیں وچناں بزعم خبیث، پھر ان کے اکثر متکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنت کان کھول کر سُن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰

[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بالقراءۃ القرآن الخ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۶،

تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم۔[1]

تم حقیر جانوگے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال کے مقابل۔

بااینھمہ ارشاد فرمایا:

ویقرؤون القراٰن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔[2]
رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر شانِ خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار خارجی بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے انھیں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے:

قیل ماسیماھم قال سیماھم التحلیق۔[3]
رواہ البخاری ولیس بعدہ فی الجامع الصحیح الاحدیث واحد۔

عرض کی گئی، یارسول اللہ! اُن کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا سر منڈانا یعنی[ع] اُن کے اکثر سر منڈے ہونگے۔ اسے بخاری نے روایت کیا، اس کے بعد جامع صحیح میں فقط ایک حدیث ہے یعنی یہ حدیث صحیح البخاری کی آخری حدیث سے پہلے والی حدیث ہے۔

بعض احادیث میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا پتا بتایا مشمّر الازار[ف] (گھٹنی ازار والے) اوکماورد عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا ہے۔ ت) اللہ تعالٰی کی بے شمار درودیں حضور عالم ماکان ومایکون پر، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ع: ظاہر ہے کہ علامت قوم وہ ہوگی جو تمام قوم یا اکثر میں ہو ۱۲ منہ (م)

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶
[2] صحیح البخاری " " " " " " " " " ۲/ ۷۵۶، ۵۷
[3] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قراءۃ الفاجر والمنافق الخ " " " ۲/ ۱۱۲۹

ف: بلکہ ۶۴۴ پر دیگر چند علامات کا بھی ذکر ہے پوری عبارت یوں ہے، غائر العینین مشرف الوجنتین ناشز الجبھۃ کث اللحیۃ محلوق الرأس مشمر الازار۔ اس حدیث میں گستاخ رسول ان علامتوں کا ذکر ہے۔ نذیر احمد

بالجملہ یہ حضرات خوارج نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ غلو وبیباکی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ انھیں بھی نہ سُوجھی تھی کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعوٰی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا

ع طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استاد را

(کتنا اچھا شاگرد ہے کہ استاد کو بھی سبق سکھاتا ہے)

مگر حضرت حق عزوجل کا حسنِ انتقام لائقِ عبرت ہے چاہ کن را چاہ درپیش من حفر بیرا لاخیہ فقد وقع فیہ (جو شخص کسی کے لئے کُنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے۔ ت) حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کو اور بحمد اللہ خود اپنے مشرک وکافر ہونے کا اقرار کرلیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ رُوئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ مستدل بھی اُنھیں کافروں میں کا ایک ہے قضی الرجل علی نفسہ (آدمی نے اپنے خلاف فیصلہ کیا۔ ت) اقرار مرد آزار مرد؛ المرء ماخوذ باقرارہ (آدمی اپنے اقرار پر گرفتار ہوتا ہے۔ ت) مدہوش بیچارہ خود کردہ را علاجے نیست میں گرفتار ہُوا، اور مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لئے اُن کے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ اُمتِ مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔

امام احمد مسند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی اُمت کی نسبت فرماتے ہیں:

اما انھم لا یعبدون شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا ولکن یراؤن باعمالھم[1]

خبردار ہو بیشک وُہ نہ سُورج کو پُوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو، ہاں یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لئے اعمال کریں گے۔

اسی لئے جب قیامت آنے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئیگا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے والحمد للہ رب العٰلمین۔ پھر اہلِ عرب کے لئے خاص فردہ ارشاد ہوا ہے کہ وُہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے۔ احمد و مسلم و ترمذی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطٰن قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم[2]

بیشک شیطان اس سے نا اُمید ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب کے نمازی اُسے پُوجیں، ہاں اُن میں جھگڑے اُٹھانے کی طمع رکھتا ہے۔

---

[1] المسند لامام احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۴

[2] " " از مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ " کتب خانہ رشیدیہ ۳/ ۳۵۴

صحیح مسلم باب تحریش الشیطان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۷۶

جامع الترمذی باب ماجاء فی التباغض " امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹

ابویعلیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان قد یئس ان تعبد الاصنام فی ارض العرب ولکنہ سیرضی منکم بدون ذلک بالمحقرات[1] الحدیث۔ واصلہ عنہ عند احمد والطبرانی بسند حسن۔

یعنی شیطان یہ اُمید نہیں رکھتا کہ اب زمینِ عرب میں بُت پُوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کرا دینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر و آسان سمجھے جاتے ہیں (الحدیث) اسے امام احمد اور طبرانی نے انھیں سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بیہقی حضرت[27] معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تذکیراً اور حضرت[28] عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تقریراً راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرتکم ھذہ ولکن یطاع فیما تحتقرون من اعمالکم فقد رضی بذلک[2]

یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمھارے جزیرے میں اس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کرو گے جنھیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھا ہے۔

امام احمد حضرت[29] عبادہ بن صامت و ابودرداء[30] رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معاً راوی حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرۃ العرب[3]۔

بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو۔

یہ چھ صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ہاں انھیں سن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہُوا کفر و شرک جب سے جزیرۂ عرب سے نکلے وہ دن اور آج کا دن پھر ادھر کا منہ کرنا نصیب نہ ہُوا والحمد للہ رب العٰلمین۔ پھر خطۂ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور اُن کے مضافات کے لیے اس سے اجل و اعظم بشارت آئی جامع[4] ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] مسند ابویعلیٰ از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث ۵۱۰۰ مطبوعہ دارالقبلۃ جدہ و موسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/۶۹

[2] شعب الایمان الایمان وھو باب فی اخلاص العمل الخ حدیث ۶۸۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۴۰

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ؍؍ دارالفکر بیروت ۴/۱۲۶

سے مروی حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تأرز الحیۃ الی جحرھا ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاروية من الجبل[۱]

بیشک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بِل کی طرف، اور بیشک دین حرمین طیّبین کو ایسا اپنا مسکن و مامن بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔

پھر مدینۂ امینہ کا کہنا ہی کیا ہے کہ وُہ تو خاصوں کا خاص اور دینِ متین کا اول وآخر ملجا و مناص ہے صلی اللہ تعالٰی علی من جعلھا ھکذا و بارك وسلم (اللہ تعالٰی اس ذاتِ اقدس پر رحمتیں، برکتیں اور سلام نازل فرمائے جس نے شہرِ مدینہ کو یہ شرف بخشا۔ ت) اُس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا :

اِنّ الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا[۲]۔ رواہ الائمۃ احمد و البخاری ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ وفی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

بیشک ایمان مدینے کی طرف یُوں سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بِل کی طرف۔ اسے ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس معاملہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

انصاف کیجئے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی مثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی ووافی و برہان شافی کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہلِ مدینہ واہلِ مکہ واہلِ حجاز واہلِ عرب و اہل تمام بلاد و دارالاسلام سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی ہند کے چند بے لگام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار بقیۃ السیف انا للہ وانا الیہ راجعون[۳] اسی طرح وُہ متواتر حدیثیں ان کی مبطل مذہب جن میں ارشاد ہُوا کہ اس اُمت مرحومہ کا بڑا حصّہ ہرگز گمراہی پر مجتمع نہ ہوگا، میں اُن کی وفورِ کثرت و کمالِ شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالٰی تحریرِ جُداگانہ میں اُن کی شوکت قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا، ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلادِ اسلامیہ میں اُمتِ مرحومۂ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کروڑوں اربوں آدمی بارك اللہ تعالٰی

---

[۱] جامع الترمذی باب ماجاء ان الاسلام بدأ غریباً الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۸۷
[۲] صحیح البخاری باب الایمان یأرز الی المدینہ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲

فیھم وعلیھم (اللہ تعالٰی ان میں اور ان پر برکت نازل کرے ۔ ت) اس نئے مذہب سے منزہ و بری ہیں اس کے نام لیوا فقط یہی ذلیل وقلیل مشتے چند ہندی و نجدی ہیں طرفہ یہ کہ اُن کے بعض مکلبین اپنی اس شذوذ وقلت ومخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت وسواد اعظم کے مقابل آیہ ولو اعجبک کثرۃ الخبیث[1] (اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت تعجب میں ڈال دے ۔ ت) پڑھتے ہیں ۔ یہ کید ان صاحبوں نے کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ ہیں حضرات روافض سے اڑایا وہ اپنی ذلت وقلت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیاتِ قرآنیہ میں یونہی تحریفیں کرکے خواہی نخواہی مدعا پر جماتے ہیں ، شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں :

کید یازدہم آنکہ گویند مذہب اثنا عشریہ حق ست زیرا کہ اثنا عشریہ قلیل و ذلیل اند واہل سنت کثیر و عزیز وخدائے تعالٰی در حق اہل حق می فرماید وَقَلِیْلٌ مَّاھُمْ ودریں تقریر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالٰے در حق اصحاب الیمین فرمودہ است ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ واگر قلت وذلت موجب حقیت شود باید کہ نواصب وخوارج احق واولٰی بحق باشند کہ بسیار قلیل و ذلیل اند بلکہ حق تعالٰے جابجا ظہور وغلبہ وتسلط در شان اہل حق می فرماید ودر احادیث جابجا باتباع سوادِ اعظم از امت و موافقت با جماعت تاکید فرمودہ اند[2] اھ ملتقطا

گیارھواں فریب ان کا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مذہب اثنا عشریہ حق ہے کیونکہ اثنا عشریہ تھوڑے اور کمزور اور اہلسنت کثیر وغالب ، اللہ تعالٰی نے اہل حق کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے وہ بہت تھوڑے ہیں ۔ اس گفتگو میں اللہ تعالٰی کے کلام میں تحریف ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے اصحاب یمین کے بارے میں فرمایا : اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ ۔ اگر قلت وذلت حق ہونے کا سبب ہوتی تو پھر نواصب وخوارج حق پر ہونے کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ بہت ہی تھوڑے اور نہایت ہی کمزور ہیں ، بلکہ خود اللہ تعالٰے نے جابجا اہلِ حق کے غلبہ ، تسلط اور ظہور کا ذکر کیا ہے اور احادیث میں جابجا اُمت کے سوادِ اعظم کی اتباع اور موافقت با جماعت کی تاکید کی گئی ہے اھ تلخیصاً ۔ (ت)

لطف یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بدمذہبی کے ثمرات لکھے :

ہیچ ملک ناحیہ را از کفار بدست نیاوردہ و دارالاسلام نساختہ بلکہ اگر گاہے ایشاں را ریاست ناحیہ بدست

انھوں نے کسی ملک کو کفار سے چھڑا کر دارالاسلام نہیں بنایا اگر کبھی ان کے قبضہ میں کوئی ریاست آئی بھی تو

---

[1] القرآن ۵/ ۱۰۰

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

آمدہ با کفار مداہنت نمودہ و دار الاسلام را دار الکفر ساختہ اند ہرگاہ در ملکے تشیع رائج شد فتنہ و فساد و نفاق فیما بین فوج فوج باریدہ، حالت ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم را باید سنجید[1] اھ ملخصاً۔

انھوں نے مداہنت بالکفار سے کام لیتے ہُوئے دار الاسلام کو دار الکفر بنادیا، جہاں کسی ملک میں اہلِ تشیع کا غلبہ ہُوا فتنہ و فساد اور نفاق کے باعث لوگ آپس میں گروہوں میں بٹ گئے، ہندوستان کی حالت دیکھ لو اور ملک عرب، شام اور روم کو اس پر قیاس کرلو اھ ملخصاً (ت)

یہ سب باتیں بھی حرف بحرف اس طائفہ جدیدہ پر منطبق اوّل تو انھیں نکلے ایسے گے دن ہُوئے تاہم جب سے سر اُبھارا سارا غصّہ مسلمانوں ہی پر اتارا ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا مسلمانوں ہی کے قتل و غارت کا حوصلہ رہا، آخر کچھ دنوں شوکت بھی پائی، فوج و جمعیت بھی ہاتھ آئی، پھر کون سا ملک کافروں سے لیا، کون سا حملہ مشرکوں پر کیا، ہاں خدا و مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہروں کو دار الحرب بتایا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ماننے والوں کا خون بہایا، آدمی کو جب قوت ملتی ہے دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے جن سے غیظ تھا اُنھیں پر ٹوٹے، خدا و مصطفٰی کے شہر لُوٹے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ وسیعلم الظٰلمون ای المثوی (عنقریب ظالم جان لے گا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ ت) جب وہاں ان کا ستارہ لشکر سلطانی نے گرفتار بیت الوبال کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پُرسان سنّت نہ خبر گیران ملّت اُنھیں جلک علی غاربک (تیری رسّی تیرے کاندھے پر ہے۔ ت) کہہ کر لیا قدموں کی برکت کہاں جائے جب نجد اجاڑ کر ہند میں آئے یہاں اُن کے دم سے جو فتنہ و فساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشمے اُبلے، ظاہر و عیاں ہیں، کس پر نہاں ہیں، خصوصاً اُن شہروں کی تو پوری شامت جن میں اُن کے عمائد کی کثرت کچھ دین قدیم پر جھگڑ رہے ہیں کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں، باپ سُنّی ذرّیت وہابی، شوہر سُنّی عورت وہابی، گھر گھر فتنے آئے دن فساد، عیش منغص چین برباد، ابتداءً بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جمائے، بلادِ اسلام دار الکفر ٹھہرائے، جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہُوا اُدھر مُنی چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا اُسی سال سے اُنھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوٰی دیا، امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

ہندوستان را دریں جزو زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار و صد و سی و سوم ست اکثرش دریں ایام دار الحرب گردیدہ[2]۔

ہندوستان کو اس وقت یعنی ۱۲۳۳ھ میں کہ اس کا اکثر حصہ دار الحرب قرار دیا جا چکا ہے۔ (ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

[2] صراطِ مستقیم فصل چہارم افادہ ۵ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۵

مگر زمانے نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی، اتباع میں اتنا کوئی نہ ہوا کہ ٹوٹے جگ کو جوڑے، ناچار زبانِ قلم وقلمِ زبان سے چلے دل کے پھپھولے پھوڑے، تکفیرِ مسلمین اصل مذہب ہے، کفر وشرک تو پہلا لقب ہے، ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہلسنت کفار حربی ہیں اُن کے خون و مال حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال، موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں،

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ۔[1]

بُغض وبیر اُن کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے (ت)

ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ ھو المستعان علیٰ کل ذی شر۔

اس اللہ کے سوا کوئی طاقت وقوت نہیں جو ہر شر کے خلاف مددگار ہے۔ (ت)

غرض کہیں خوارج کی ہمسنگی کہیں روافض سے ہمرنگی ع

مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم

اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تولنے کے قابل کہ،

حالت ایران و دکن وہندوستان باید دید و حالت ملک عرب وشام وروم وتوران وترکستان را باقیاس باید سنجید۔[2]

ایران و دکن اور ہندوستان کی حالت دیکھ لیجئے اور ملک عرب وشام اور روم وتوران وترکستان کو ان پر قیاس کرلینا چاہئے۔ (ت)

واقعی دیکھیے یہاں ان کی آزادی وبے قیدی سے مذہبِ حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے اُن میں سر اٹھانے کی جان نہیں دین متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ ان صاحبوں سے پوچھئے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب و روم و شام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا اُن برکت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ یہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے، اعلان مشرب کا اختیار بھی ہے، اور وہاں تو یہ اعزاز مذہب جدید کہ نام لیا اور آفت رسید والحمد للہ العلی المجید، غرض کہاں تک کہئے کلام طویل اور فرصت قلیل عرب وعجم کے علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ نے بکرات ومرات اس طائفہ تالفہ کے رد بلیغ فرمائے، اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے بھی متعدد فتاوٰی میں ہر بار کلام تازہ وفوائد جدیدہ بیان میں آئے، یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے

---

[1] القرآن ۳/ ۱۱۸

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید ۱۱۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فاقول مستعینا بالقریب المجیب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع ولازم الاحتراز، انھیں باختیارِ خود امام کرنا تو ہرگز کسی سُنّی محبِ سنّت وکارہِ بدعت کا کام نہیں، اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو سُنّی کو چاہئے دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے حتی کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔ امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد وھو المفتی بہ لانہ بسبیل من التحول[1]۔

امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں فاسق و بدعتی کی اقتدا مکروہ ہے جبکہ شہر میں جمعہ متعدد مقامات پر قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسرے مقام پر منتقل ہونا ممکن ہے (ت)

اور اگر بمجبوری اُن کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کُھلا تو نماز پھیر لے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدت گزر چکی ہو کما حققہ المولی الفاضل سیدی امین الدین محمد بن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی ردالمحتار (جیسا کہ ہمارے عظیم فاضل سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے ردالمحتار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) فقیر غفراللہ تعالٰی لہ اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے، وباللہ التوفیق۔

دلیل اوّل

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہلِ بدعت سے ہے، اور فاضل علامہ سیدی احمد مصری طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی حاشیہ دُرمختار میں ناقل:

من شذ عن جمھور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما ید خلہ

یعنی جو شخص جمہور اہلِ علم وفقہ وسوادِ اعظم سے جُدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

فی النار فعلیکم معاشر المومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]

دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ وکارساز رہنا موافقتِ اہلسنّت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنّیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ اُنھوں نے ان کے اسلافِ نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کہ اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلانِ بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کر وہ بظاہر ادعائے حنفیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سیمائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکر خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے۔ اِن صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہریہ کہتے تھے جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:

داؤد ظاہری ومتابعانش را از اہلسنت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست الخ۔

داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنّت سے شمار کرنا بڑی جہالت وبیوقوفی ہے الخ (ت)

مگر وہ بیچارے باایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدانِ ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب اُنھیں سُنّی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکر ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں، بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور اہلِ بدعت کی نسبت تمام کتبِ فقہ ومتون وشروح وفتاوٰی میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے نماز مکروہ، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

تحریمی ہے یعنی حرام کی مقارب، گناہ کی جالب، اعادہ نماز کی موجب،

کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق بحول ربنا ولی التوفیق فی تحریرلنا مستقل انیق و اجبنا فیہ عما یترا اءی من خلاف ھذا القول التحقیق بقبول اھل التدقیق ولنذکر طرفا من الکلام افادۃ لمزید التوثیق۔

جیسا کہ اس پر ہم نے اپنی مستقل تصنیف لطیف میں اپنے رب کے فضل وکرم سے خوب تحقیق کی ہے اور اس محقق قول کے خلاف شبہات کا جواب بڑی دقیق نظر سے دیا ہے، مزید توثیق کے لئے کچھ گفتگو یہاں کردیتے ہیں۔ (ت)

علما فرماتے ہیں نماز اعظم شعائر دین ہے اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب، اور امامت میں اُس کی توقیر وتعظیم مقصود شرع سے بالکل مجانب۔ طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً اور بیہقی شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ مکّی سے مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[1]۔

جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

اقول وباللہ التوفیق **اوّلاً** ظاہر ہے کہ امام سردار ہوتا ہے اور مقتدی اس کے پیرو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما جعل الامام لیؤتم بہ[2]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وغیرھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امام تو اسی لئے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم وغیرہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلذلک العرش[3]۔ رواہ الامام ابوبکر بن ابی الدنیا

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک وتعالٰی غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی

---

[1] شعب الایمان باب ۶۶ فصل فی مجانبۃ الفسقۃ والمبتدعۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۶،۹۵

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ سابن عبداللہ الرقی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۳۰۷ اور ۵/ ۱۹۱۷
شعب الایمان مطبوعہ بیروت ۴/ ۲۳۰، تاریخ ابن عساکر مطبوعہ بیروت ۶/ ۴۰
تاریخ بغداد مطبوعہ بیروت ۷/ ۲۹۸ اور ۸/ ۴۲۸

43

فی ذم الغیبة عن انس خادم رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم و ابن عدی[3] فی الکامل عن ابی ھریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنھما۔

بل جاتا ہے۔ اسے امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبت میں حضرت انس خادمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور امام عبدالعظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الٰی یوم الدین نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلماتِ تعظیم سے یاد نہ کیا جائے،

حیث قال الترھیب من قولہ لفاسق او مبتدع یا سیدی او نحوھا من الکلمات الدالة علی التعظیم[1]

ان کے الفاظ یہ ہیں کہ فاسق یا بدعتی کو یا سید وغیرہ تعظیم کے الفاظ کے ساتھ پکارنا منع ہے۔

پھر اس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[2] رواہ ابوداؤد والنسائی باسناد صحیح[3]۔

منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہُوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ اسکو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور حاکم کے لفظ یہ ہیں:

اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربہ عزوجل[4]۔ قلت وھکذا اخرجہ البیھقی فی شعب الایمان۔

جب کوئی شخص منافق کو اے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وُہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا میں کہتا ہُوں اور یونہی اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

سبحٰن اللہ! جب فاسق و بدعتی کی زبانی تعریف اور انھیں صرف محلِ خطاب میں بلفظ سردار

---

[1] الترغیب والترہیب الترہیب من قولہ لفاسق الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۵۷۹

[2] " " " " " " " "

[3] " " " " " " " "

[4] " " " " " " " "

نداکرنا موجبِ غضبِ الٰہی ہوتا ہے تو اُسے بحالتِ اختیار حقیقۃً امام و سردار بنانا اور آپ اُس کے تابع و پیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجبِ غضب نہ ہوگا اور بے شک جو بات باعثِ غضبِ رحمٰن عزوجل ہو اُس کا ادنٰی درجہ کراہت تحریم ہے۔

ثانیًا ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھل البدعۃ شر الخلق والخلیقۃ۔[1] بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں۔

بیہقی کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقبل اللہ لصاحب بدعۃ صلوۃ ولا صوما ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین۔[2]

اللہ تعالٰی کسی بدمذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل، بدمذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

امام دارقطنی والوحاتم محمد بن عبدالواحد خزاعی اپنے جزءِ حدیثی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اھل النار۔[3] اہلِ بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں۔

اور ان کے سوا بہت حدیثیں بدمذہبوں کی مذمت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور پُر ظاہر کہ نماز مقام مناجات و راز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا نظافت ایمانی گوارا کرسکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلا عذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں سگانِ جہنم وارد ہوا عقلِ سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہلِ بدعت واہوا زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے

---

[1] حلیۃ الاولیاء مروی از ابوسعید موصلی مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۸/ ۲۸۹
[2] کنز العمال فصل فی البدع ؍؍ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۲۰
الترغیب والترہیب الترہیب من ترک السنۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۶
سنن ابن ماجہ باب البدع والجدل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶
[3] کنز العمال فصل فی البدع ؍؍ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۱۸
الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۰۷۹ ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۵۲۸

نماز سے ممانعت آتی نہ یہ کہ صرف خلافِ اولیٰ ہے پڑھ لو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ثالثاً بدعتی مبغوضِ خدا ہے اور مبغوضِ خدا سے نفرت و دُوری واجب، ولہٰذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1] — اور اگر شیطان تجھے بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور اسی لئے احادیث میں فرقِ باطلہ سے قُرب و اختلاط کا منع آیا احمد و ابوداؤد[2] و حاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم[2] — قدریوں کے پاس نہ بیٹھو نہ اُن سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

عقیلی و ابن حبان[3] انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم[3]۔ — بیشک اللہ تعالےٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب و اصہار چُن لئے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ اُنھیں بُرا کہے گی اور اُن کی شان گھٹائے گی تم اُن کے پاس نہ بیٹھنا نہ اُن کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہ کرنا۔

جن کے پاس بیٹھنا خدا و رسول کو ناپسند ہو جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُنھیں امام بنانا شرع کیونکر گوارا فرمائے گی

والمکروہ تنزیھا سائغ مشروع یجامع الاباحۃ کما نص علیہ العلماء الکرام وذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا "جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ"۔ — مکروہ تنزیہی مشروع اور اباحت کو جامع ہے جیسا کہ علماءِ کرام نے اس پر تصریح کی ہے۔ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالے "جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ" میں کی ہے (ت)

بلکہ اسی حدیث میں روایت ابن حبان ان لفظوں سے ہے،

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] سنن ابوداود باب ذراری المشرکین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۳
مسند احمد بن حنبل از مسند عمر فاروق رضی اللہ عنہ " دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰
المستدرک علی الصحیحین آخر کتاب الایمان " " ۱/ ۸۵

[3] کتاب الضعفاء الکبیر (۱۵۳) احمد بن عمران الاخنسی " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۶

فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔[1]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ اُن کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔

۳ رابعاً ابن ماجہ[2] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤم فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطان یخاف سیفہ اوسوطہ۔[2]

ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُس کو بزور سلطنت مجبور کردے کہ اُس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو۔

بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت[3] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی و لقوھم بوجوہ مکفھرۃ و لتمسوا رضا اللہ بسخطھم وتقربوا الی اللہ بالتباعد منھم۔[3]

اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بغض سے اور اُن سے تُرش رُو ہو کر ملو اور اللہ کی رضامندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دُوری سے چاہو۔

جب فساق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پُوچھنا ہے کہ یہ تو فساق سے ہزار درجہ بدتر ہیں اُن کی نافرمانی فروع میں ہے ان کی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے بُرا جانتے ہیں یہ اُس سے اشد و اعظم میں مبتلا اور اُسے عین حق وہُدی جانتے ہیں، وہ گاہ گاہ نادم و مستغفر، یہ گاہ و بے گاہ مصر و مستکبر، وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر و بدکار اور صلحا کو عزیز و مقرب دربار بتاتے ہیں یہ جتنا غلو و توغل بڑھاتے ہیں اُتنا ہی اپنے نفس مغرور کو اعلٰی و بالا اور اہلِ حق و ہدایت کو ذلیل و پُرخطا ٹھہراتے ہیں ولہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین

---

[1] کنز العمال الباب الثالث فی ذکر الصحابۃ الخ حدیث ۳۲۵۲۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۴۰
ف: صاحب کنز العمال نے "ابن النجار عن انس" کا حوالہ دیا ہے۔

[2] سُنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۳۲۰ باب التاء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۶
کنز العمال حدیث ۵۵۱۸ و ۵۵۸۵ بحوالہ ابن شاہین ؍؍ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۶۷-۸۱

خلق وارد ہوا کما رویناہ (جیسا کہ اس سے متعلق روایت ہم ذکر کر آئے ہیں۔ ت) اور غنیہ شرح منیہ میں ہے :

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق و یخاف و یستغفر بخلاف المبتدع[1]۔

بدعتی، اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہوتا ہے جو عمل کے اعتبار سے فسق سے کہیں بدتر ہے کیونکہ فاسق اپنے فاسق ہونے کا معترف ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی سے ڈرتا اور معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے (ت)

بالجملہ بدمذہبی فی نفسہٖ ایسی ہی چیز ہے جسے امامت دینی سے مباینت یقینی ہے اور اُس کے بعد منع پر دوسری دلیل کی چنداں حاجت نہیں، کس کا دل گوارا کرے گا کہ جہنم کے کُتّوں سے ایک کُتّا مناجاتِ الٰہی میں اُس کا مقتدا ہو، علامہ یوسف چلپی ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں فرماتے ہیں :

بدعۃ المبتدع یفضی الی عدم الاقتداء به سیما فی اھم امور الدین[2]۔

بدعتی کی بدعت اسکی عدمِ اقتدا کا تقاضا کرتی ہے خصوصًا اہم امورِ دین میں (یعنی نمازمیں)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

المبتدع تکرہ امامته بکل حال[3]۔

بدعتی کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو اُن کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے۔ شرح صغیر منیہ میں فرمایا :

یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم و عند مالك لایجوز تقدیمه وھو روایة عن احمد وکذا المبتدع[4]۔

فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے نزدیک اُس کی تقدیم (امامت) جائز ہی نہیں اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی حال بدعتی کا ہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فاسق و بدمذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں : الکراھة

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴
[2] ذخیرۃ العقبٰی فصل فی الجماعۃ " مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸
[3] ردالمحتار باب الامامۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴
[4] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۲

فیہ تحریمیۃ علی ما سبق[1] (اس میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ ت) بحر العلوم عبد العلی لکھنوی نے ارکان اربعہ میں دربارۂ تفضیلیہ فرمایا:

اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزیدیۃ فیجوز خلفہم الصلاۃ لکن تکرہ کراہۃ شدیدۃ[2]۔

ایسے شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہوں اور ان دونوں پر طعن بھی نہ کرتے ہوں مثلاً فرقہ زیدیہ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن شدید کراہت ہے (ت)

جب تفضیلیہ کہ صرف جناب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو حضرات شیخین پر افضل کہنے سے مخالف اہلسنت ہوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذ اللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی یہ تو اشد مبتدعین جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبانِ خدا پر طعن و تشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم درجہ کی کراہت چاہیے ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اور اس کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ بدعتی ہیں۔

فی شرح الفقہ الاکبر عن مفتاح السعادۃ عن تلخیص الزاھدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال فی رجلین یتنازعان فی خلق القراٰن لاتصلوا خلفہما قال ابو یوسف فقلت اما الاول فنعم فانہ لایقول بقدم القراٰن واما الاخر فما بالہ لایصلی خلفہ فقال انہما ینازعان فی الدین والمنازعۃ فی الدین بدعۃ" قال القاری ولعل وجہ ذم الاخر حیث اطلق فانہ محدث انزالہ[3] اھ اقول لعل الامام اطلع منہ

شرح فقہ اکبر میں مفتاح السعادۃ سے تلخیص زاہدی کے حوالے سے امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان دو اشخاص (جو خلق قرآن کے بارے میں تنازع کرتے تھے) کے بارے میں فرمایا ان کی اقتداء میں نماز ادا نہ کرو۔ ابو یوسف فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ایک کے بارے میں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا، لیکن دوسرے میں کیا وجہ ہے کہ اس کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی تو امام صاحب نے فرمایا وہ دونوں دین میں تنازعہ کررہے ہیں حالانکہ دین میں تنازعہ بدعت ہے۔ علی قاری نے فرمایا دوسرے کی مذمت میں شاید یہ

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۴
[2] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ " مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹
[3] شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری فصل علم التوحید علی سائر العلوم مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ص ۵

علی انه یرید المراء لیخجل صاحبه لا اظهار الحق واللہ تعالٰی اعلم۔

حکمت ہو کہ اُس نے مطلقاً اسے قدیم کہا حالانکہ اس کا انزال حادث ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) شاید امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس کے اس ارادے سے آگاہ ہوں کہ اس کا مقصد حق کا اظہار نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر دوسرے ساتھی کو شرمندہ کرنا ہو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

بلکہ محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے حضرت امام اعظم و امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ بدمذہب کے پیچھے نماز اصلاً جائز نہیں۔ محقق علامہ کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں:

روی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف ان الصلٰوة خلف اهل الاهواء لاتجوز۔[1]

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف دونوں سے روایت کیا کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)

اسی میں روایت امام ابویوسف لایجوز الاقتداء بالمتکلم وان تکلم بحق[2] (کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ وہ حق کے ساتھ متکلم ہو۔ ت) کی شرح میں امام ابوجعفر ہندوانی سے نقل کیا:

یجوز ان یکون مراد ابی یوسف رحمه اللہ تعالٰی من یناظر فی دقائق علم الکلام انتھی۔[3]

اس سے امام ابویوسف کی مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے دقائق میں مناظرہ کرے انتہی **اقول**

اقول المناظرة فی دقائقه لایزید علی بدعة او فسق وعلی کل یفید عدم الجواز خلف المبتدع کما لیس بخاف۔

(میں کہتا ہوں) علم کلام کے دقائق مناظرہ زیادہ سے زیادہ بدعت یا فسق کا سبب ہے اور ہر صورت میں یہ واضح کر رہا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے: لاتجوز خلف المبتدع[4] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) **اقول** وباللہ التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے تقول البیع عند اذان الجمعة یجوز ویکرہ ای یصح ویمنع (جیسے تو کہے جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت جائز اور مکروہ ہے یعنی صحیح مگر منع ہے۔ ت) اور گاہے بمعنی حلت لاتجوز الصلٰوة

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] " " " " " " "

[3] " " " " " " "

[4] شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری فصل علم التوحید علٰی سائر العلوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵

فی الارض المغصوبۃ ای لاتحل وان صحت (جیسے کہ ارضِ مغصوبہ میں نماز جائز نہیں یعنی حلال نہیں اگرچہ نماز صحیح ہے۔ت) اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لاسیما جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی رد المحتار وغیرہ (جیساکہ عقود میں اول معنی اکثر ہے ردالمحتار وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ت) تو یہ روایات بھی قول سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی بایں معنی ناجائز ہے،

ومعلوم ان ابداء الوفاق اولی من ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانہ یوفق بین الروایات مہما امکن کما فی الشامیۃ۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

یہ بات مسلّمہ ہے کہ اتفاق کا اظہار، اختلاف کو باقی رکھنے سے اولٰی ہے اسی لئے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو روایات کے درمیان موافقت پیدا کی جائے جیساکہ فتاوٰی شامی میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم(ت)

دلیل دوم

غیر مقلدین بدمذہبی کے علاوہ فاسق معلن بیباک مجاہر بھی ہیں اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، کما اثبتناہ فی تحریرنا ذاک اقول وبہ یحصل التوفیق واللّٰہ تعالٰی ولی التوفیق (جیساکہ ہم نے اپنی تحریر میں اسے ثابت کیا ہے اقول (میں کہتا ہوں) اسی سے توفیق حاصل ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) دلیل اوّل میں اس مسئلے پر بعض کلام اور صغیری وطحطاوی کا نص گزرا اور اسی طرف امام علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نورالایضاح اور علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ مراقی الفلاح میں ارشاد فرمایا اور یہی فتاوٰی حجہ کا مفاد اور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علمائے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا علم میں افضل ہوں تو انھیں کو امام کیا چاہئے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اُس کی عظمت اور وُہ شرعاً مستحقِ اہانت، ملخص امداد الفتاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلایعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الٰی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا[1]۔

فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کا احترام نہیں کرتا تو شرعاً اُس کی اہانت لازم ہے لہذا امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے کسی دُوسری مسجد چلاجانا چاہئے (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

سیّدی احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

قولہ فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ تبع فیہ الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ ۔[1]

اس کا قول " پس اس کی اہانت واجب ہے تو امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے " زیلعی نے اسی کی اتباع کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے (ت)

اور حاشیہ شرح علائی میں فرماتے ہیں :

اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا و مفادھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ اھ ابوالسعود انتھی ۔[2]

فاسق بڑے عالم کو مقدم نہ کیا جائے کیونکہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً لوگوں پر اس کی اہانت لازم ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تقدیم فاسق مکروہِ تحریمی ہے اھ ابوالسعود انتہی (ت)

علامہ محقق حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

العالم اولٰی بالتقدیم اذا کان یجتنب الفواحش وان کان غیرہ اورع منہ ذکرہ فی المحیط ولو استویا فی العلم و الصلاح واحدھما اقرأ فقدموا الاٰخر اساءوا ولا یأثمون فالاساءۃ لترک السنۃ وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانھم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ

عالم تقدیم (امامت) کے لئے بہتر اس وقت ہے جو وہ فحش گناہوں سے بچنے والا ہو اگرچہ وہاں اس سے زیادہ کوئی صاحبِ تقوٰی موجود ہو، اس کا ذکر محیط میں ہے اور اگر دونوں علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک اچھا قاری ہے اس صورت میں اگر لوگوں نے دوسرے کو مقدم کردیا تو بُرا کیا مگر گناہ گار نہ ہوں گے اساءت ترکِ سنّت کی وجہ سے اور عدم گناہ واجب کو ترک نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو ہی امام بنایا ہے، فتاوٰی حجہ میں اسی طرح ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر انھوں نے کسی فاسق کو مقدم کردیا تو گنہگار ہوں گے،

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۳

بامور دینه وتساھله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلاۃ خلفه اصلاً عند مالك و روایۃ عن احمد[1] الخ

اس بنا پر اس کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وُہ امورِ دینی کی پروا نہیں کرتا اور لوازماتِ دین کو بجالانے میں کاہلی کرتا ہے لہذا یہ بھی بعید نہیں کہ وُہ نماز کی کوئی شرط ہی چھوڑ دے یا ایسا فعل کرے جو نماز کے منافی ہو بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر ایسا کرنا اغلب ہے اسی وجہ سے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے (ت)

رہا یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیونکر ہیں یہ تو دو واضح و بیّن، کون نہیں جانتا کہ ان کے اصاغر عموماً دواماً ائمہ شریعت و علمائے ملت و اولیائے اُمت رحمہم اللہ تعالٰی کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب وشتم تو اُن کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اُس نے جانا اور جس نے نہ جانا وُہ اب ان کے رسائل دیکھے باتیں سُنے خصوصاً اُس وقت کے لیے خدا نہ سُنوائے، جب یہ باہم تنہا ہوتے اور اذا خلوا کا وقت پاکر آپس میں کھلتے ہیں یا بعض اہلِ حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی تالیف سے نقل کیے وہی دیکھے فقیر غفراللہ تعالٰی لہ اُن ہفوات مغضوبہ کا زبانِ قلم پر لانا پسند نہیں کرتا اور نہ نقل کرانا تو ان میں **فسقِ اوّل** سب و دشنام اہلِ اسلام ہے، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیثِ مشہور میں فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق[2]۔ اخرجه احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة والحاکم عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عنه وعن عبداللہ بن مغفل وعن عمرو

مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طبرانی نے کبیر میں ان سے اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور حضرت عمرو

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الامامۃ الخ — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۱۳

[2] صحیح البخاری — کتاب الادب باب ماینہی عن السباب واللعن — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۸۹۳/۲

صحیح مسلم — باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق الخ — " " " — ۵۸/۱

مسند احمد بن حنبل — از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ — مطبوعہ دارالفکر بیروت — ۳۸۵/۱، ۴۱۱، ۴۳۳

معجم الکبیر — مروی از عمرو بن نعمان بن مقرن — مکتبہ فیصلیہ بیروت — ۳۹/۱۷

بن النعمن بن مقرن وابن ماجة[٢٩] وعن ابی هریرة وعن سعد بن ابی وقاص والدارقطنی[١٥] فی الافراد عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین۔

بن نعمان بن مقرن سے ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارقطنی نے افراد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے (ت)

فسق دوم طعن علماء طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلثة لایستخف بحقهم الا منافق ذوالشیبة فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط[١]۔

تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا ذی علم، تیسرا امام عادل۔

احمد بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی وحاکم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس من اُمتی من لم یبجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا[٢]۔

میری اُمت سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اور اُن کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔

مسند الفردوس میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

العالم سلطان الله فی الارض فمن وقع فیه فقد هلك[٣] والعیاذ باللہ تعالیٰ

عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، توجو اس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہوجائے۔

فسق سوم عداوت عامہ اہل عرب وحجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں،

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر[٤]

بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا وہ (غیظ وعناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں، وہ بڑا ہے۔(ت)

اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل وتذلیل میں آنا اور بکرات ومرات ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص وعوام میں مشہور و

---

١ المعجم الکبیر مروی از ابوامامہ باہلی مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ٨/ ٢٣٨

٢ مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت مطبوعہ دار الفکر بیروت ٥/ ٣٢٣

٣ کنز العمال بحوالہ مسند الفردوس عن ابی ذر حدیث ٢٨٦٧٣ کتاب العلم مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ١٠/ ١٣٤

٤ القرآن ٣/ ١١٨

مذکور کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے، حال کھلتے ہی تعزیر پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہلِ حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجه فی الدارین (دونوں جہان میں کالا چہرہ ۔ ت) حاصل کیا حالانکہ علاوہ اور باتوں کے اُن سفیہان گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دارالاسلام سے دارالاسلام کو جانا مہاجرت نہیں یہ صورت مجاورت ہے اور مجاورت خود مکروہ تحریمی ہے مگر افراد اولیاء اللہ کے لئے، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (اللہ کی توفیق سے ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" میں کی ہے ۔ ت) تو وہ جہال مدعیان فضل و کمال اس فعل میں بھی آثم تھے خصوصاً جبکہ وہاں جاکر اشاعتِ بدعات چاہی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۠[1] جو مکہ معظمہ میں براہِ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ

ان کے امام العصر جنھیں یہ حضرات شیخ الکل فی الکل کہا کرتے ہیں بخوف مسلمانانِ عرب کمشنرانِ دہلی و بمبئی کی چٹھیاں لے کر حج کو گئے وہاں جو گزری اُنھیں سے پُوچھ دیکھئے اگر ایمان سے کہیں ورنہ صدہا حاضرین و ناظرین موجود ہیں اور خود مکہ معظمہ کے چھپے ہوئے اشتہار شہروں شہروں شہرت پاچکے، غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز سے سخت بغض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بغض العرب نفاق[2] (جو اہلِ عرب سے عداوت رکھے منافق ہے)

فسق چہارم پھر یہ عداوت منجر بہ سب و دشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اُوپر لکھ چکے اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سب العرب فاولٰئك هم المشركون[3] جو اہلِ عرب کو سب و شتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

فسق پنجم مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اُسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہلِ مدینہ

---

[1] القرآن ۲۲/۲۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۱۲ مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/۱۴۶

[3] شعب الایمان فصل فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " دارالکتب العلمیۃ " ۲/۲۳۱

کے ساتھ زیادت ہے اور حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔ اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کوئی شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ بداندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نمک پانی میں۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔ اخرجہ احمد و مسلم و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اہلِ مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا بُرا ارادہ کرے اللہ تعالٰی اُسے ایسا گلادے جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے۔ اسے امام احمد، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من آذی اھل المدینۃ آذاہ اللہ و علیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل منہ صرف ولاعدل۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ اسے مصیبت میں ڈالے اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اس کا نفل قبول کرے نہ فرض۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ اُن سے کہئے تعالوا الٰی کلمۃ سواء بیننا و بینکم (ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ ت) ہم اور تم سب مل کر مُہر کردیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینۃ باب اثم من کاد اہل المدینۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم ارادۃ اہل المدینۃ بسوء ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۴۴۵
مسند احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ؍؍ دارالفکر بیروت ۲/۳۵۷
[3] کنز العمال بحوالہ الطبرانی عن ابن عمر فضائل المدینۃ و ماحولہا الخ حدیث ۳۴۸۳۶ ؍؍ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۷
مجمع الزوائد باب فیمن اخاف اہل المدینۃ و ارادہم بسوء ؍؍ دارالکتاب بیروت ۳/۲۰۷
الترغیب والترہیب الترہیب من اخافۃ اہل المدینۃ الخ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۲/۲۴۱
[4] القرآن ۳/۶۴

حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہوجائیں فبہا ورنہ جان لیجئے کہ یہ قطعاً اہلِ حرمین کے مخالف مذہب اور سُنیانِ ہند وغیرہ کے مثل اُن پاک مبارک شہروں کے علماء کو بھی معاذ اللہ مشرک وگمراہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنے، اور خود ان سے پُوچھنے کی حاجت کیا ہے علمائے حرمین حفظہم اللہ تعالٰی کے فتاوے ان صاحبوں کے رَد میں بکثرت موجود، اُنھیں سے حال کُھل جائے گا کہ مخالفانِ مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دُوسرا بھی اُس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے، عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے، جب وُہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝[1]

وُہ شیطان کے گروہ ہیں، بیشک شیطان ہی کا گروہ گھاٹے میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر معقول کہ یہ اُن کے دشمن نہ ہوں، آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن و امان والی حرمین کو اپنے لیے محلِ خوف و خطر سمجھا اور کمشنر دہلی و بمبئی کی چٹھیوں کو سپر و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فتنِ ششم عداوتِ اولیائے کرام قدست اسرارہم، جس کی تفصیل کو دفتر درکار جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے وُہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبانِ خدا کے نہ ماننے اور اُن کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے انتہی۔ اور چُوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوکِ زبان پر ہے، خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے،

اشد مقت اللہ علی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علی رسولہ و اٰلہ و بارک وسلم۔

سب سے زیادہ اللہ تعالٰی کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ و بارک وسلم کے ساتھ عداوت رکھے (ت)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝[2]

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن ۵۸/ ۱۹
[2] القرآن ۹/ ۶۱

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا[1]

اللہ نے اُن پر لعنت کی دُنیا و آخرت میں اور اُن کے لئے تیار رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

سبحان اللہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتیں:[۹۰]

ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء[2]۔ اخرجه احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم وابونعیم کلھم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور ابونعیم سب حضرات نے حضرت اوس بن ابی اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:[۹۱]

من کلمه روح القدس لم یؤذن للارض ان تأکل من لحمه[3]۔ اخرجه الزبیر بن بکار فی اخبار المدینة وابن زبالة عن الحسن مرسلا۔

جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے۔ اسے حضرت زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں اور ابن زبالہ نے امام حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

امام ابوالعالیہ تابعی نے کہا:[۹۲]

ان لحوم الانبیاء لا تبلیھا الارض ولا تأکلھا السباع[4]۔ اخرجه الزبیر والبیھقی۔

انبیاء کا گوشت زمین نہیں گلاتی نہ درندے گستاخی کریں۔ اسے زبیر اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اور رب العالمین جل مجدہٗ اُن کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ

جو خدا کی راہ میں مارے گئے اُنھیں مُردہ نہ کہو

---

[1] القرآن ۳۳/۵۷

[2] سنن النسائی اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۶۲
سُنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۰
مسند احمد بن حنبل حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۴/۸

[3] الدرالمنثور زیرِ آیۃ وایدناہ بروح القدس مطبوعہ منشورات آیۃ اللہ العظمٰی، قم، ایران ۱/۸۷

[4] اخبار مدینہ لزبیر بن بکار

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ[1]۝ — بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

اور فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ[2]۔ — خبردار شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں شاد شاد ہیں۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور خود حضور پُرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں، قیامت میں ان شاء اللہ تعالٰی مرکر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھُلے گا اور یہ جُدا پُوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بُو بھی جو تُو نے یعنی کہہ کر محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ[3]۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ[4]۝ — بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالٰی پر جھُوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ یہ دُنیا متاعِ قلیل ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) المناک عذاب ہے۔

بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے، اور حضرت حق عزجلالہٗ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب[5]۔ اخرجہ امام البخاری عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل۔ — جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اُس سے لڑائی کا۔ اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے اللہ عزوجل سے بیان کیا ہے (یعنی یہ حدیث قدسی ہے)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۵۴
[2] القرآن ۳/ ۱۶۹
[3] القرآن ۱۶/ ۱۱۶
[4] القرآن ۱۶/ ۱۱۷
[5] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

اور حضور پُر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من عادی اولیاء اللہ فقد بارز اللہ بالمحاربۃ۔ اخرجہ ابن ماجۃ والحاکم والبیھقی فی الزھد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الحاکم صحیح ولا علۃ لہ۔

جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سرِ میدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا۔ اس کو ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے زہد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا یہ روایت صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے۔ (ت)

اللہ تعالٰی اپنے محبوبوں کی سچی محبت پر دنیا سے اُٹھائے اٰمین بجاھھم عندک یا ارحم الراحمین یامن اجبھم فامرنا بحبھم حببھم الینا وحببنا الیھم بجنا ایاھم یا اکرم الاکرمین اٰمین اٰمین۔

فسق ہفتم: ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہوگئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا سمعت الرجل یقول ھلک الناس فھو اھلکھم[2]۔ اخرجہ احمد والبخاری فی الادب و مسلم و ابوداود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب تو کسی کو یوں کہتے سُنے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو وہ اُن سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اسے امام احمد اور بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم اور ابوداؤد نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث سے ثابت ہُوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں وچناں کہتے ہیں خود ہلاکِ عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے :

فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ[3] ○

کون ہلاک ہُوا سوا فاسق لوگوں کے۔

پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہہ ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔ پھر ستم بر ستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے انھیں حلال و مباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں ہیہات اگر تاویل کا قدم درمیان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالٰی نے یہ دین پر استقلال

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۹۶
شعب الایمان باب فی اخلاص العمل حدیث ۶۸۱۲ " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۲۸
[2] الادب المفرد (۳۲۴) باب قول الرجل ھلک الناس حدیث ۷۵۹ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۹۵
[3] القرآن ۴۶/ ۳۵

اور کلمۂ طیبہ کا ادب وجلال بمنہ وکرمہٖ ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بدمذہبان گمراہ ہماری تکفیریں کریں ہم پاس کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں، وہ ہر وقت اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس خیال میں، کہ جہاں تک ممکن ہو انھیں مسلمان ہی بنائیں ۔ جیسے وہ بھوکی اونٹنی جس کے پیچھے ہری ہو لیں رہیں اور ان میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر، وہ ببولوں کی ہریالی پر مہاریں توڑاتی اور پلٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی مہلکہ میں ڈالے، سوار مہمیزیں کرتا تازیانے لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اور اُسے بھی بچالے ؎

هوى ناقتي خلفي وقدامي الهوى

واني واياها لمختلفان

(میری سواری کی خواہش میرے پیچھے ہے اور میری خواہش آگے ہے اور میں اور وہ دونوں مختلف ہیں)

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہلِ حق و مبطلین کا فرق ظاہر، والحمدللہ رب العٰلمین ۝

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ — تم فرماؤ سب اپنے اپنے طریقے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔[1]

تنبیہ : عبارت مذکورۂ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ طائفۂ غیر مقلدین اگرچہ ان فسقیات کے عادی ہیں مگر وہ انھیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کارِ ثواب وعین صواب سمجھتے ہیں یہ اُن کی فہم کی کجی اور مذہب کی بدی ہے اس سے وہ بیباکی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اُسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھا دے یا شرائطِ نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے۔

اقول منع امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں عظمت اور فاسق شرعاً مستحقِ اہانت، یہ بہرحال موجود بلکہ عیوب و ذنوب کو صواب وثواب جانتے ہیں اور زیادہ شدید الورود کہ اس سے فسق ہزار چند ہو جاتا ہے تو اُسی قدر استحقاقِ اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اُتنا ہی شناعتِ امامت میں جوش آئے گا معہذا جس نے تجربہ کیا ہے اُس سے پوچھئے کہ دنیا درکنار خاص امورِ دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر ومعتمدین میں جو شنیع بیباکیاں عظیم سفاکیاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی اُن کی ہوا لگے، کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی ،

---

[1] القرآن ۱۷ / ۸۴

کیا نہ جانا کہ اُن کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی، کیا نہ سُنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجے کے حق میں مباح کردیا اور اُس آفت کے فتوے سے استاد صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کردیا پھر امام العصر کا اُجرت لے کر مسائل لکھنا، ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتوی ہونا کیسی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے، اِن سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالہ سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراء ۱۲۹۹ھ و رسالہ نشاط السکین علی حلق البقر السمین ۱۳۰۳ھ میں ذکر کی، پھر بات بنانے کو احیا و اموات پر ہزاروں افترا و بہتان کرنا، فرضی کتابوں سے سند لانا، خیالی عالموں کے نام گھڑ لینا، نقل عبارت میں قطع و برید کرنا، جرح محدثین کو نسب بدل لینا، احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوا دیدہ و دانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد و متکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کر گزرے، زکیں کھائیں الزام اٹھائے اور باز نہ آئے۔ رسالہ سیف المصطفٰی انھیں امور کے بیان و اظہار میں تالیف ہُوا جس میں عزیزم مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سو ساٹھ ۱۶۰ دیانتوں کو جلوہ دیا۔ پھر کون گمان کرسکتا ہے کہ جرأت و جسارت میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے معہذا آزما لیجئے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وُہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا، تراویح میں بیس رکعت چھوڑیں تو چھتیس ۳۶ کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی نہ چالیس لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول اور امام اسحٰق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا، آٹھ پر گرے کہ آرام کا سبب تھا۔ اور اُن کے بعض مسائل کا نمونہ اِن شاء اللہ تعالٰی قریب آتا ہے۔ مسلمانو! جب حیا کی وُہ ہے کہ جو چاہا کہہ دیا نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام، اجماعِ ائمہ تو کس چیز کا نام، اُدھر آرام طلبی کا جوشِ تام، تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کرلیں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا، آخر یہ پھوپھی بھتیجی خالہ کی حلت سے عجیب تر نہ ہوگا۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[1] — جب تُو بےحیا ہوجائے تو جو چاہے کر۔ (ت)

ع آنرا کہ حیا نیست ازو ہیچ عجب نیست

(جس کو حیا نہیں اس سے کچھ بھی تعجب نہیں)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] المعجم الکبیر مروی از ابو مسعود انصاری حدیث ۶۵۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/۲۳۷

دلیل سوم

اس کی تقریر میں اوّلاً یہ سُننے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیا کیا ہیں اور وُہ علی الاطلاق مذاہب راشدہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالٰی نے فتوائے جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد (مساجد سے وہابیوں کو نکالنے پر جامع دلائل ۔ ت) میں عقائد غیر مقلدین نقل کرکے اُن کے بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں یہاں اُسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہُوں۔

مسئلہ (۱) پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے۔ نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقۂ محمدیہ ترجمہ درر بہیہ مصنفہ قاضی شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ٦ و ٧ پر اس کی تصریح کی اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مُہر کی اور لکھا اس پر موحدین بے دھڑک عمل کریں اور دیباچے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں: متبع سنت اس پر آنکھ بند کرکے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بیبیوں کو پڑھائے۔[1] اور یہی مضمون فتح المغیث مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے۔ یہ وہی کتاب طریقۂ محمدیہ ہے جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ وسہ بارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا۔ اس مسئلے کا مطلب یہ ہُوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجئے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجئے نماز پڑھئے کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (۲) اُسی فتح المغیث کے صفحہ ۵ اور طریقۂ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے: نجاست گُوہ اور مُوت ہے آدمی کا مطلق مگر مُوت لڑکے شیر خوار کا اور لعاب ہے کُتّے کا اور لینڈ بھی اور خون بھی حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سوئر کا اور جو اس کے سوا ہے اُس میں اختلاف ہے اور اصل اشیاء میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔[2] یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کردیا باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا جب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو۔ میں کہتا ہُوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرغی کے گُوہ یا سوئر کے مُوت یا کتے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش و بُروت (مونچھیں)، و جامہ پر عطر و گلاب افشانی فرماکر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کیسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ و مزہ و بُو کو بدل دیں اور غیر مقلد صاحب

---

[1] طریقۂ محمدیہ ترجمہ درر بہیہ (ف: اسی کا دوسرا نام فتح المغیث ہے۔ نذیر احمد)
[2] فتح المغیث

اُس سے وضو کریں اصلاً حرج نہیں کہ آخر جامہ بدن پر کوئی نجاست نہیں، نہ پانی کے اوصاف کسی نجس نے بدلے، پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح و روا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تم اول آیہ کریمہ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ[1] (محبوب فرمادیجئے میں اپنے اوپر نازل شدہ وحی میں نہیں پاتا کسی کھانیوالے پر کوئی کھانا حرام ت) الآیہ سند کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہوسکتی اور اصل اشیا میں طہارت ہے یوں ہی حرمت کا ثبوت بھی بے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیا میں اباحت تو غیر مقلد کو اُن چیزوں کے نوش کرنے میں کیا مضائقہ ہے ؏

گر برتو حلال ست حلالت بادا

(اگر تجھ پر پینا حلال ہے تیرا اپنا حلال کیا ہوا ہے)

مسئلہ (۳) نواب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:

شراب و مُردار و خون کی حرمت اُن کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً مترجماً[2]۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلافِ شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتا یوں کہتا؎

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کئے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسنِ شعر بھی بڑھ جاتا کہ پیتا نہیں سے چھوتا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے۔

مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں:

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست و بر نجاست خمر و دیگر مسکرات و سیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ چیز ہا طہارت ست و در نجاست لحم خوک خلاف ست و دم مسفوح

منی کو نفرت و نظافت کی وجہ سے دھونا ضروری ہے نہ کہ ناپاک ہونے کی وجہ سے، شراب اور دیگر نشہ آور اشیا کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل صالح نہیں جس سے استدلال کیا جاسکے اور تمام اشیا میں اصلاً طہارت ہے،

---

[1] القرآن ۶/ ۱۴۵

[2] روضہ ندیہ شرح دُرربہیہ عربی بیان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ لاہور ۱/ ۲۳

حرام ست نہ نجس اھ ملخصاً[1] | خنزیر کے گوشت کے نجس ہونے میں اختلاف ہے دمِ مسفوح حرام ہے مگر نجس نہیں اھ ملخصاً (ت)

مسئلہ (۵) اُسی فتح المغیث کے صفحہ ۶ پر ہے: کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر[2]۔ یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجئے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجئے وضو ہوگیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ[3] (اپنے سروں کا مسح کرو)۔

مسئلہ (۶) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اُس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے[4]۔

مسئلہ (۷) فتاوی ابراہیمیہ مصنفہ مولوی ابراہیم غیر مقلد مطبوعہ دھرم پرکاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے: وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے[5]۔ انھوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے بھی آگے قدم رکھا وہ بیچارے بھی صرف جواز مانتے ہیں واللہ المستعان علی شر الرفاض وقوم شر من الرفاض (اللہ تعالٰی ہی مددگار ہے روافض کے شر پر اور اس قوم کے شر پر جو روافض سے بھی بدتر ہے۔ ت)

ثانیاً یہ خیال کیجئے کہ انھیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے، اور تعصب وہ شئی ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیشِ عقرب (بچھو کا ڈنگ) ہوکر بتقاضائے طبع ایذا و اضرار پر کمربستہ ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق و خلاف کو دوست رکھتا ہے، اگر علانیہ نہ ہوسکے تو خفیہ ہی کوئی بات کر گزرے اور آپ ہی آپ دل میں ہنس لے، جہاں روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ اُن کی مجالسِ مرثیہ میں جو جاہل سُنی جا بیٹھے انھوں نے قلتین کے چھینٹے شربت میں ملائے، بعض اشقیا نے اسمائے طیبہ پرچوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دیے کہ سُنی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی، پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کہ کوئی خاص چیز کسی مہمان یا حاجتمند سُنی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطعیہ سے آلودہ کردی، یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں، پھر حضرات غیر مقلدین کا تعصب اُن روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی نئی

---

[1] نہج المقبول من شرائع الرسول

[2] فتح المغیث

[3] القرآن ۵/۶

[4] ہدایت قلوب قاسیہ

[5] فتاوی ابراہیمیہ

اُٹھان ہے اب ان کی بیبا کی وجرأت ومسائل مساہلت وشدّتِ عداوت دیکھ کر نہ صرف احتمال قوی بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کئے جائیں ضرور اپنے اُن بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے انھیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کرکے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھانی ہو وہ نفع میں۔

ثالثاً اب یہ غور کیجئے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے اہلِ حق وہدٰی کے مذاہب مختلفہ مثلاً باہم حنفیہ وشافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدا پر کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہا اور اس میں تکثرِ شقوق واختلافِ اقوال بشدت ہوا ہمیں یہاں صرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز وطہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلاف کی پروا نہ رکھے اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ پہلے اس احتیاط ومراعات کے معنے سمجھ لیجئے بعض باتیں مذاہبِ راشدہ میں مختلف فیہ ہیں دو اختلافی مسائل مثلاً فصد وحجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے، مسِ ذکر ومساسِ زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا اُن کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے، دو قلہ پانی میں اگر نجاست پڑجائے اُن کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا[ع] ہمارے نزدیک (ناپاک) ہوجائے گا، اُن کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں رُبع سر کا ضرور، ہمارے مذہب میں نیت وترتیب وضو میں فرض نہیں اُن کے نزدیک فرض، وعلٰی ہذا القیاس، اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہئے جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد وحجامت سے وضو کرلیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مسِ ذکر ومساسِ زن سے وضو کرلیتے ہیں اور ترتیب ونیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی دوسرے پر نہیں اور کرلینے میں بالاتفاق طاہر ہوجائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے، جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف ووفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک اُن کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت یا اور وجہ سے فساد نماز کا مظنہ ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بنا کرسکتا ہے خانیہ وخلاصہ وسراجیہ وکفایہ ونظم وبحر الفتاوٰی وشرح نقایہ ومجمع الانہر وحاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا کتب میں اس کی تصریح فرمائی اور اسے علامہ سندی پھر علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ قاری نے عامہ مشائخ کرام

[ع] بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف مثلاً بُو یا رنگ یا مزہ متغیر نہ ہوجائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہوجائے گا ۱۲ منہ (م)

سے نقل کیا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس، من غیر السبیلین کالفصد ولا یکون متعصبا ولا یتوضأ بالماء الراکد[1] القلیل وان یغسل ثوبه من المنی ویفرك الیابس منه ویمسح[2] ربع راسه ھکذا فی النھایة والکفایة ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیه النجاسة کذا فی فتاوی قاضی خان ولا بالماء المستعمل ھکذا فی السراجیة[1] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب کی اقتدا اُس وقت صحیح ہے جب وہ مقاماتِ اختلاف میں احتیاط سے کام لیتا ہو، مثلاً سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو جیسا کہ رگ کٹوانے پر، اور متعصب نہ ہو اور نہ ہی قلیل کھڑے پانی سے وضو کرنے والا ہو اور منی والا کپڑا دھوتا ہو، اور خشک منی کپڑے سے کھرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی کا مسح کرتا ہو، نہایہ، اور کفایہ میں اسی طرح ہے، اور ایسے ہی قلیل پانی جس میں نجاست گر گئی ہو اس سے وضو نہ کرتا ہو فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے اور نہ ہی ماءِ مستعمل سے وضو کرتا، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اھ ملخصاً (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اما الاقتداء بشفعوی المذھب قالوا لاباس به اذا لم یکن متعصبا وان یکون متوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیه النجاسة[2] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب کی اقتداء کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ متعصب نہ ہو اور یہ کہ سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو اور اس قلیل پانی (جس میں نجاست گر گئی ہو) سے وضو نہ کرتا ہو اھ تلخیصاً (ت)

ع۱ قلت ای بحیث تقع الغسالة فیه بناء علی نجاسة الماء المستعمل ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں یعنی اس وقت جب غسالہ پانی میں گرتا ہو اس قول کی بنا پر جو ماءِ مستعمل کو نجس قرار دیتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

ع۲ قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں یعنی جب مانع نماز کی حد تک پہنچ جائے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ قلت ای لا یجتزئ باقل منه ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں یعنی اس سے اقل پر اکتفاء نہ کرتا ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی من یصلح الاقتداء وفی من لا یصلح منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۴۳

فتاوی امام طاہر بن عبدالرشید بخاری میں ہے :

الاقتداء بشفعوی المذھب یجوز ان لو یکن متعصبا ویکون متوضأ من الخارج من غیر السبیلین ولا یتوضأ بماء الذی وقعت فیه النجاسة وھو قد رقلتین[عـہ] اھ ملخصا

شافعی المذہب کی اقتدا جائز ہے اگر وہ متعصب نہ ہو اور غیر سبیلین سے نجاست کے خروج پر وضو کرنے والا ہو اور اس تھوڑے پانی سے وضو نہ کرتا ہو جس میں نجاست گر گئی ہو اور وہ دو قلوں کی مقدار ہے اھ تلخیصاً (ت)

جامع الرموز میں ہے :

ھذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف فلوشك فی الاحتراز لم یجز الاقتداء مطلقا کما فی النظم فلا باس به اذا لم یشك فی ایمانه ولم یتعصب ای لم یبغض للحنفی (وساق الکلام فی مسائل المراعاة فجمع واوعی ثم قال) الکل فی بحر الفتاوی[۲]

یہ اس وقت ہے جب وہ مقاماتِ اختلاف سے بچنے کا یقین رکھتا ہو اگر اس کے احتراز میں شک ہو تو پھر ہر حال میں اقتدا جائز نہیں، جیسا کہ نظم میں ہے پس اس وقت اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں جب اس کے ایمان میں شک نہ ہو (یعنی انا مؤمن ان شاء اللہ نہ کہتا ہو) اور وہ متعصب نہ ہو یعنی حنفی کے ساتھ بغض نہ رکھتا ہو (اس کے بعد مقاماتِ رعایت پر گفتگو کرتے ہوئے مسائل کو اکٹھا کیا پھر فرمایا) یہ تمام بحر الفتاوی میں ہے۔ (ت)

شرح ملتقی الابحر میں ہے :

جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام یحتاط فی مواضع الخلاف[۳]

حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا اس وقت جائز ہے جب شافعی امام مقاماتِ اختلاف میں محتاط ہو۔ (ت)

عـہ قلت الاولی تعبیر غیرہ کالخانیة بالقلیل ۱۲ منه (م)

میں کہتا ہوں اس کے غیر کی تعبیر بہتر ہے جیسے کہ خانیہ نے "قلیل" کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] خلاصة الفتاوی کتاب الصلوٰة الاقتداء باہل الہوا مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

[۲] جامع الرموز فصل یجہر الامام مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۶۳

[۳] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الوتر والنوافل مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۲۹

علامہ احمد مصری حاشیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں :

صحة الاقتداء اذا کان یحتاط فی مواضع الاختلاف کأن یجدد الوضوء بخروج نحو دم وان یمسح رأسه وان یغسل ثوبه من منی او یفرکه اذا جف[1] الخ

صحت اقتدا شافعی کی اس پر موقوف ہے کہ وہ مواضع اختلاف میں محتاط ہو، مثلاً خون جیسی چیز کے خروج پر نیا وضو کرتا ہو اور سر کا مسح کرتا ہو، منی والے کپڑے کو دھوتا ہو یا خشک ہونے کی صورت میں اسے کھرچ دیتا ہو الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال کثیر من المشائخ ان کان عادته مراعاة مواضع الخلاف جاز والافلا ذکره السندی المتقدم ذکره ح قلت وهذا بناء علی ان العبرة لرأی المقتدی وهو الاصح[2] الخ

اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقاماتِ اختلاف میں احتیاط کی (یعنی وضو و نماز میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہو) تو پھر اس کی اقتداء جائز ورنہ نہیں۔ سندی نے اس کو ذکر کیا اس کا تذکرہ پیچھے بھی گزرا ہے ح۔ میں کہتا ہوں یہ اس بنا پر ہے کہ اس مسئلہ میں اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے اور یہی اصح ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے :

فی رسالة الاهتداء فی الاقتداء لمنلا علی القاری ذهب عامة مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والافلا[3]۔

ملا علی قاری کے رسالہ "الاهتداء فی الاقتداء" میں ہے کہ اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے کہ اگر امام شافعی مقاماتِ اختلاف میں محتاط ہے تو اقتداء جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے :

بقی ان الشامی نقل عن القاری بعد قوله المذکور المعنی انه یجوز فی المراعی

رہا یہ معاملہ کہ شامی نے علی قاری سے اپنے مذکور قول کے بعد یہ نقل کیا ہے : اس کا معنٰی یہ ہے کہ

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۰

[2] ردالمحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۶

[3] " " " " " " " " " " " "

بلاکراھة وفی غیرہ معھا[1] اھ

رعایت کرنے والے کے پیچھے بغیر کراہت جائز ہے اور رعایت نہ کرنے والے کے پیچھے بالکراہت اھ (ت)

اقول وھذا یخالف تصریح الھندیة بعدم الصحة لکن لایعکر علی لانی انما عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وکراھة التحریم فینطبق علی تفسیر القاری و وتصریح الھندیة جمیعا، والذی یظھرلی وارجوان یکون ھو الصواب ان شاء اللہ تعالٰی ان البطلان انما ھو اذا علم عدم المراعاة فی خصوص الصلاة کما اختارہ العلامة السفناقی وجزم بہ وتر الدر وغیرہ والافالصواب مع القاری فتصح لعدم العلم بالمفسد وتکرہ لکونہ غیر محتاط، وان حملت الصحة فی کلام الھندیة علی الجواز وان کان فیہ بعد فیتوافق القولات، ومن الدلیل علی ھذا الحمل ان صاحب الھندیة ادخل کلام قاضی خان تحت مسئلة عدم الصحة وانما نص الخانیة کما سمعت تعلیق نفی الباس بتلک الشرائط فانما یفید بمفھوم المخالفة وجود الباس عند

اقول (میں کہتا ہوں) یہ فتاوٰی ہندیہ کی اس تصریح کے مخالف ہے جس میں انہوں نے عدم صحت کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ بات مجھ پر لازم نہیں آتی کیونکہ میں نے اسے عدمِ جواز کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو فساد اور کراہتِ تحریمی دونوں کو شامل ہے لہذا یہ علی قاری کی تفسیر اور ہندیہ کی تصریح دونوں کے موافق ہے، اور جو چیز مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور میں اُمید کرتا ہوں ان شاء اللہ وہی صواب ہے وہ یہ ہے کہ نماز کا باطل ہونا اس صورت میں جب امام شافعی بالخصوص نماز میں رعایت نہ کرتا ہو (اس بات کا حنفی کو یقین ہو) جیسا کہ اس کو علامہ سغناقی نے اختیار کیا اور دُر وغیرہ کے بیانِ وتر میں اس پر جزم کیا ہے ورنہ اگر علم نہ ہو کہ وہ رعایت کرتا ہے تو علی قاری کی رائے صواب ہے کہ نماز درست ہوگی کیونکہ مفسد کا علم نہیں البتہ مکروہ ہوگی، کیونکہ وہ محتاط نہیں، اور اگر ہندیہ کی عبارت میں صحت کو جواز پر محمول کرلیا جائے اگرچہ اس میں بُعد ہے تو دونوں اقوال میں موافقت ہوجائے گی، اس حمل پر ایک دلیل یہ ہے کہ صاحبِ ہندیہ نے کلام قاضی خاں کو مسئلہ عدمِ صحت کے تحت ذکر کیا ہے، اور خانیہ نے تصریح کی ہے جیسا کہ آپ سُن چکے کہ نفی حرج ان شرائط کے ساتھ معلق ہے اور یہ بات مفہوم مخالف کے طور پر اس

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

عدمها، ووجود البأس لايستلزم البطلان نعم هو مساوق لعدم الجواز بمعنی عدم الحل المجامع لكراهة التحريم، ويؤيد ذلك مانص عليه العلامة الحلبی فی الغنية الاختلاف انما هو فی الكراهة والافعلی الجواز يعنی الصحة الاجماع.

ثم لايذهبن عنك ان الكراهة ههنا للتحريم اذهو الذی يصح تفسير عدم الجواز به كما فعل القاری فافهم وتثبت هذا ماظهر لی وقد بقی خبايا والعبد الضعيف حقق الكلام فی هذا المرام فی فتاواه الملقبة بالعطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية وبالله التوفيق.

بات کی مفید ہے کہ جب شرائط معدوم ہوں تو حرج لازم آئے گا اور وجودِ حرج بطلان کو مستلزم نہیں، ہاں وہ مساوی بنے گا عدمِ جواز بمعنی عدمِ حل کا جو کراہتِ تحریمی کو جامع ہے اور اس کی تائید علامہ حلبی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو غنیہ میں ہیں کہ اختلاف کراہت میں ہے ورنہ جواز یعنی صحت پر اجماع ہے۔

پھر یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہاں کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ تفسیر عدمِ جواز کی اسی کے ساتھ درست ہوتی ہے جیسا کہ علی قاری نے کیا ہے، خوب سمجھ کر اس پر قائم رہو۔ یہ وہ تفصیل تھی جو مجھ پر واضح ہوئی اور ابھی کچھ گوشے رہ گئے ہیں بندۂ ضعیف نے اللہ کی توفیق سے اس مقصد پر اپنے فتاوٰی الملقب بہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں تحقیق کی ہے۔ (ت)

سبحٰن اللہ جبکہ بے احتیاط شافعی کے پیچھے نماز جمہور ائمہ کے نزدیک ناجائز، تو ان مبتدعین تہورین کو اہلِ حق و ہدایت سے کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجۂ اولٰی ناجائز وممنوع تر ہونا چاہئے کما لایخفی۔

تنبیہ: خانیہ وخلاصہ ونہایہ وکفایہ وبحر الفتاوٰی وشرح نقایہ وہندیہ کے نصوص سن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی تفسیر گزری کہ متعصب وہ عہ ہے جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو، اب غور کر لیجئے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمۂ دین سے کس قدر بغض شدید وکین مدید ہے خصوصاً جو عنایت حضرات حنفیہ خصہم اللہ بالطاف الحفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جداگانہ دلیل ہوئی ان کی اقتداء ناجائز ہونے کی،

لكن قال المحقق فی الفتح لا يخفی ان تعصبه انما يوجب فسقه[1] اھ

لیکن محقق نے فتح القدیر میں فرمایا یہ مخفی نہ رہے کہ اس کا متعصب ہونا فسق کا موجب وسبب ہے اھ

عہ **اقول** ایسے ہی شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ سے بغض رکھنے والا اعنی من برأہ اللہ من التعصب کہ اہلِ حق سے بغض نہ رکھے گا مگر بدمذہب اور بدمذہب کے پیچھے نماز ممنوع ۱۲ منہ سلمہ (م)

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۱

اقول قد علمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراھۃ التحریم وان الصلاۃ خلف الفاسق مکروھۃ تحریمیۃ فان اعید الاشکال بما فی الھندیۃ اعدنا الکلام بما قدمنا وح یؤول ھذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لا یخفی وبھذا الحمل تکون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراھۃ خلف الفاسق والمبتدع کراھۃ تحریم واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے پیچھے پڑھ لیا ہے کہ عدمِ جواز بمعنی عدمِ حلت ہے جو کراہتِ تحریمی پر صادق آتا ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے اگر ہندیہ کی عبارت کے ساتھ اشکال کا اعادہ کیا جائے تو ہم سابقہ کلام سامنے لائیں گے تو اس وقت یہ دلیل دوسری دلیل کی طرف لوٹ جائے گی جیسا کہ مخفی نہیں، اور اس حمل کے ساتھ تمام روایات اس تحقیق کی مؤید ہوجائیں گی جو ہم نے کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کی کراہت مکروہِ تحریمی ہے واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔ (ت)

دلیل چہارم

حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریاتِ عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجبِ کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اُس کا مخالف خطا کرجائے وہ کافر [عـہ] ہے کہ اُس نے اُس کا

عـہ کافر سے یہ مراد کہ اُس پر کفر کا اندیشہ ہے والعیاذ باللہ تعالٰی فی الخلاصۃ سمعت القاضی الامام (یرید الامام الاجل قاضی خان) ان اراد تخجیل الخصم یکفر قال عندی لایکفر ویخشٰی علیہ الکفر اھ وقال العلامۃ بدر الرشید الحنفی فی رسالتہ فی کلمات الکفر فی المحیط من رضی بکفر نفسہ فقد کفر اجماعا وبکفر غیرہ

اللہ تعالٰی کی پناہ، خلاصہ میں ہے میں نے قاضی امام (یعنی امام اجل قاضی خاں) سے سُنا کہ اگر کوئی مخالف کو شرمندہ کرنے کا ارادہ رکھتا تو اسے کافر کہا جائے فرمایا اور میرے نزدیک اسے کافر نہ کہا جائے، البتہ اس پر کفر کا خوف و اندیشہ ہے۔ علامہ بدر الرشید حنفی نے اپنے رسالہ میں کلماتِ کفر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محیط میں ہے وہ شخص جو اپنی ذات کے کفر پر راضی ہوگیا وہ کافر ہوگیا یعنی بالاجماع، اور جو کوئی

(باقی اگلے صفحہ پر)

کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر، علماء فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، فتح القدیر میں ہے:

قال صاحب المجتبی واما قول ابی یوسف لا تجوز الصلاۃ خلف المتکلم فیجوز ان یرید الذی قررہ ابوحنیفۃ حین رأی ابنہ حماداً یناظر فی الکلام فنہاہ فقال رأیتک تناظر فی الکلام وتنہانی فقال کنا نناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافۃ ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتریدون زلۃ صاحبکم ومن اراد زلۃ صاحبہ

صاحب مجتبٰی نے فرمایا امام ابویوسف کا قول کہ کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں تو ہوسکتا ہے ان کی مراد وہی ہو جس کو امام ابوحنیفہ نے مقرر رکھا ہے کہ انہوں نے جب اپنے صاحبزادے حماد کو علمِ کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے بیٹے کو اس سے منع کیا، بیٹے نے عرض کی میں نے آپ کو علمِ کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا ہے اور مجھے آپ اس سے منع کررہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا ہم اس حال میں مناظرہ کرتے تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اختلف المشائخ ثم ذکر عن شیخ الاسلام ماحقہ ان یسطر علی الصدور وحاصلہ انہ انما یکون کفراً اذا کان یستحسنہ ثم قال) وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفۃ ان الرضاء بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل اھ قلت وھی ھذہ الروایۃ التی ذکر فی المجتبی قال العلامۃ القاری بعد نقل ما فی رسالۃ البدر الجواب ان روایۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا کانت مجملۃ اوعبارتہ مطلقۃ فلنا ان نفصلہا ونقیدہا علی مقتضی القواعد الحنفیۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

غیر کے کفر پر راضی ہُوا اس میں مشائخ کا اختلاف ہے پھر وہاں شیخ الاسلام کے حوالے سے وہ لکھا جو سینوں پر لکھنے کے قابل ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ کفر اس وقت ہے کہ جب اس نے اسے پسند کیا ہو، پھر کہا ہم امام ابوحنیفہ کی اس روایت پر مطلع ہیں جس میں ہے کہ غیر کے کفر پر راضی ہونا کفر ہے بغیر کسی فرق کے اھ میں کہتا ہُوں یہی وُہ روایت ہے جو مجتبٰی میں مذکور ہے، علامہ علی قاری نے رسالہ بدر کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جب مجمل ہو یا اس کی عبارت مطلق ہو تو ہم کہتے ہیں ہم اس کی تفصیل کرتے ہیں اور قواعدِ احناف کے مقتضا کے مطابق اسے مقید کرتے ہیں اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)

ؔ منح الروض شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی الکفر مصطفی البابی مصر ص ۱۸۰

فقد اراد کفرہ فهو قد کفر قبل صاحبه فهذا هو الخوض المنهی عنه وهذا المتکلم لا یجوز الاقتداء به[1] انتهی۔

اس سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ہمارا ساتھی پھسل نہ جائے لیکن تم اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرکے نظرہ کرتے ہو اور جو شخص اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرے اس نے اس کا کفر چاہا تو وہ اپنے ساتھی سے پہلے کفر کا مرتکب ہوا، پس ایسا غور و خوض ممنوع ہے اور ایسے کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں انتہی (ت)

جب اُس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے تو یہ صریح متعصبین جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین دن رات اسی میں ساعی رہیں اور جب تقریراً و تحریراً اُس کی تصریحیں کرچکے اور مکابرہ ہر طرح اپنی ہی بات بالا چاہتا ہے تو قطعاً اُن کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں اور شک نہیں کہ اپنے زعمِ باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہوجائیں اور جب بحمد اللہ مسلمانوں کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو غم و غصہ کھائیں تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا اور ان کی اقتدا کیونکر روا، واللہ الهادی الی طریق الهدی۔

دلیل پنجم

یہاں تک تو ان کے بدعت و فسق وغیرہما کی بنا پر کلام تھا مگر ایک امر اور اشد و اعظم ان کے طائفہ ناظفہ سے صادر ہوتا ہے جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں یہاں تک کہ احادیثِ صریحۂ صحیحہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اقوال جماہیر فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے ان کا صریح کافر ہونا اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل جانا نکلتا ہے وہ کیا یعنی ان کا تقلید کو شرک اور حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ علیہم اللہ جمیعاً بالطالفۃ العلیۃ سب مقلدانِ ائمہ کو مشرکین کو بتانا کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر ایک کو نہ دو کو لاکھوں کروڑوں کو اور پھر آج ہی کل کے نہیں گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت و ارکینِ اُمت و اساطینِ ملّت و حملۂ شریعت و کملۂ طریقت تھے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ان کے بانی مذہب کے مرجع و مقتدا اور پدرِ نسب و علم و اقتدا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالۂ انصاف میں لکھتے ہیں،

بعد المأتین ظهر بینهم التمذهب للمجتهدین باعیانهم وقل من کان

دو صدی کے بعد مسلمانوں میں تقلیدِ شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

لایعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ[1] اعتماد نہ کرتا ہو۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان وغیرہ تصانیف عالیہ سے امام العصر و دیگر کبرائے طائفہ نے جابجا اسناد کیا اسی میزان میں فرماتے ہیں:

یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذھبہ مادام لم یصل الی معرفۃ ھذہ المیزان من طریق الذوق و الکشف کما علیہ عمل الناس فی کل عصر بخلاف ما اذا وصل الی مقام الذوق و رأی جمیع اقوال العلماء و بحور علومھم تنفجر من عین الشریعۃ الاولی تبتدئ منھا و تنتھی الیھا فان مثل ھذا لایؤمر بالتعبد بمذھب معین لشھودہ تساوی المذاھب فی الاخذ من عین الشریعۃ اھ ملخصا

یعنی مقلد پر واجب ہے کہ خاص اُسی بات پر عمل کرے جو اُس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اُس مقامِ کشف تک پہنچ جائے کہ شریعتِ مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اُسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ اُن کے دریا اُسی چشمے سے نکلتے اور اُسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائیگی کہ وُہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمۂ اولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں اھ ملخصاً۔

یہاں سے ثابت کہ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے اس رتبۂ عظمٰی تک پہنچا اُس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا، یہاں تک امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا:

مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچکس عـــہ

اپنے صاحبِ مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک

عـــہ اقول وانما اراد الاجماع بعد تقرر المذاھب وظھور التمذھب للائمۃ باعیانھم اذ ھوالصحیح لا اضافۃ بین الناس واصحاب

میں کہتا ہوں ان کی مراد تقرر مذاہب اور ظہور تقلید معین ائمہ کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے عام لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] رسالہ انصاف مع ترجمہ کشاف مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹

[2] المیزان الکبرٰی فصل فان قال قائل فعل یجب الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱

بھی جائز نہیں۔ (ت)

سبحان اللہ جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ ۱۱۰۰ سو برس کے عامۂ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے، نہ سہی اگر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا عامۂ اہلسنت واصحابِ حق وہدیٰ غاشیۂ تقلید ائمۂ اربعہ اپنے دوشِ ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت ان چار مذہب میں منحصر ہو گیا جیسا کہ اُس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین ومستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اھل السنة قد افترق بعد القرون الثلثة اوالاربعة علی اربعة مذاھب ولم یبق مذھب فی فروع المسائل سوی ھذہ الاربعة۔[2]

اہلِ سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہوگئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقاتِ حنفیہ و طبقاتِ شافعیہ وغیرہا تصانیفِ علما دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمۂ ہدیٰ و اکابر محبوبانِ خدا گزرے جنھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کیے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتوے دیے اور ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں وچناں ہوئے۔ جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانو گے اُن جماعات کثیرۂ علماء کو کیا جانو گے جنھوں نے تقلید شخصی کے حکم دئے اور یہی اُن کا مذہب منقول ہُوا، امام مرشد الانام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المذاھب کما لایخفی وعدم الاعتداد فی دعوی الاتفاق بمن شذو ندرو کثیر مشتھر کما لا یخفی علی ذی بصر ۱۲ منه (م)

جیسا کہ واضح ہے اور دعویٰ اتفاق میں شاذونادر کا اعتبار نہ کرنا کثیر ومشہور ہے جیسا کہ صاحب بصیرت پر مخفی نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کیمیائے سعادت اصل نہم امر بمعروف ونہی از منکر مطبوعہ انتشارات گنجینہ تہران، ایران ص ۳۹۵

[2] تفسیر مظہری مسئلہ اذا صح الحدیث علی خلاف مذہبہ الخ " ادارہ اشاعت العلوم دہلی ۲/۶۴

محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

مخالفته للمقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین[1]۔
تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع و واجب الانکار ہے۔

شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول:

من جعل الحق متعددا کالمعتزلة اثبت للعامی الخیار من کل مذهب مایهواه و من جعل واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا[2]۔
یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ عنداللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی، وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کرلے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علماء وغیرہم کا ہے۔

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق و اشباہ وغیرہما رسالہ کبائر و صغائر میں فرماتے ہیں:

اما الکبائر فقالوا هی بعد الکفر الزنا و اللواطة و شرب الخمر و مخالفة المقلد حکم مقلده[3] اھ مختصرا
یعنی کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا اھ مختصرا

ملل و نحل میں ہے:

علماء الفریقین لم یجوزوا ان یأخذ العامی الحنفی الا بمذهب ابی حنیفة و العامی الشفعوی الا بمذهب الشافعی[4]۔
دونوں فریق کے علماء یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابوحنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے۔

شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں:

المرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب
فقہا کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب

---

[1] احیاء العلوم الباب الثانی فی ارکان الامر الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۲/۳۲۶
[2] جامع الرموز (شرح نقایہ) کتاب الکراہیۃ ر مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۲۷ ہـ ۹۰
[3] الرسائل الفقہیہ لمولف الاشباہ مع الاشباہ الخ الرسالۃ الرابعۃ والثلاثون الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۹۰۷
[4] الملل والنحل حکم الاجتہاد و التقلید الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۰۵

الی مذھب لہ مذھب فلا تجوز لہ مخالفتہ۔[1] کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اُس کا ہو چکا اُسے اُس کا خلاف جائز نہیں۔

اب فرمایئے تمام مفتی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترکِ تقلیدِ شخصی کو منکر و ناروا بتاتے۔ اکابر ائمہ جن کے قول سے کشف کا شف کہ تقلیدِ امامِ معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے سحاب کلام صاحبِ بحر منترف کہ ترکِ تقلیدِ شخصی کو گناہِ کبیرہ کہتے، علمائے فریقین و فقہائے عظام جن سے ملل و نحل و شاہ ولی اللہ حاکی کہ تقلیدِ معین کی مخالفت ناجائز رکھتے۔ یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے طور پر صریح کفار و مشرکین ٹھہرے۔ اس سے بھی درگزر کرو اُن ائمہ دین کی خدماتِ عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنھوں نے خود اپنی تصانیفِ جلیلہ و کلماتِ جمیلہ میں وجوبِ تقلیدِ معین وغیرہ اُن باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمہارے مذہب پر خالص کفر و شرک میں اُن سب کو تو نام بنام بتعیینِ اسم (خاک بدہانِ گستاخاں) معاذ اللہ کافر و مشرک کہتے گا۔ یہ موجز رسالہ کو اطلاع اہلِ حق کے لئے ایک مختصر فتوٰی ہے جو اپنے منصب یعنی اظہارِ حکمِ فقہی کو بنہج احسن ادا کر چکا اور کرتا ہے اس میں اُن اقوالِ وافرہ و نصوصِ متکاثرہ کی گنجائش کہاں۔ مگر ان شاء اللہ العظیم توفیقِ ربانی مساعدت فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو اُن اقوالِ کثیرہ سے جملہ صالحہ کو ایک نئے طرز پر جلوہ دے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کے اصولِ مذہبی کو اُن کے مستندین ہی کے کلماتِ مستندہ سے ایک ایک کرکے مستاصل کرے گا۔ میں یہاں صرف اُن ائمہ دین و علمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہوں جو خاص اپنے ارشادات و تصریحات کے رُو سے مذہبِ غیر مقلدین پر کافر و مشرک ٹھہرے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اُن میں سے ہیں:

امام[1] ابوبکر احمد بن اسحاق جُوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد، امام[2] ابن السمعانی، امام[3] کیا ہراسی، امام[4] اجل امام الحرمین، امام[5] محمد محمد محمد غزالی، امام[6] برہان الدین صاحبِ ہدایہ، امام[7] طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری صاحبِ خلاصہ، امام[8] کمال الدین محمد بن الہمام، امام[9] علی خواص، امام[10] عبدالوہاب شعرانی، امام[11] شیخ الاسلام زکریا انصاری، امام[12] ابن حجر مکی، علامہ[13] ابن کمال باشا صاحبِ ایضاح و اصلاح، علامہ[14] علی بن سلطان محمد قاری مکی، علامہ[15] شمس الدین محمد شارح نقایہ، علامہ[16] زین الدین مصری صاحبِ بحر، علامہ[17] عمر بن نجیم مصری صاحبِ نہر، علامہ[18] محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی صاحبِ تنویر الابصار، علامہ[19] خیر الدین رملی صاحبِ فتاوٰی خیریہ، علامہ[20] سیّدی احمد حموی صاحبِ غمز، علامہ[21] محمد بن علی دمشقی صاحبِ درمختار، علامہ[22] عبدالباقی زرقانی شارح مواہب، علامہ[23] برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحبِ جواہر اخلاطی، علامہ[24] شیخ محقق

---

[1] عقد الجید باب پنجم اقسام مقلد مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ص ۱۵۸

مولٰینا عبدالحق محدث دہلوی، علامہ[۲۵] احمد شریف مصری طحطاوی، علامہ[۲۶] آفندی امین الدین محمد شامی، صاحب[۲۷] علیہ، صاحب[۲۸] سراجیہ، صاحب[۲۹] جواہر، صاحب[۳۰] مصفّٰی، صاحب[۳۱] ادب المقال، صاحب[۳۲] تتارخانیہ، صاحب[۳۳] مجمع، صاحب[۳۴] کشف، مؤلفان[۳۵] علمگیریہ کہ باقرارِ مؤلف امدادِ المسلمین پانسو علما تھے، یہاں تک کہ جناب[۳۶] شیخ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ، شاہ[۳۷] عبدالعزیز صاحب، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حتّٰی کہ خود میاں[۳۸] نذیر حسین دہلوی اور اُن کے اتباع و مقلدین مگر یُوں کہ فاتٰھم اللّٰہ من حیث لم یحتسبوا (تو اللہ کا حکم انکے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔ ت) والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

اور لطف یہ ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر و دیگر متکلمین طائفہ نے براہِ جہالت و تجاہل استناد کیا اور اُن کے اقوالِ باہرہ و کلماتِ قاہرہ کو جو اصول طائفہ کے صریح بیخکن تھے دامن عیاری میں چھپالیا، ملّی ان شاء اللہ تعالٰی اُس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مغالطہ و تلبیس عوام ہیں ان کے مذہب کو اُن سے اصلاً علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنھیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق و مخالف کی تمیز نہیں یا ہے تو قصداً اغوائے جہال کو سبز باغ دکھاتے ہیں۔ میں بحول اللہ تعالٰی اُس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب عدمِ وجوب کی بحث چھیڑ دینا نرا کید و فریب و تلبیس بد زیب ہے کہ اہل تعیین و اصحاب تخییر دونوں فریق جوازِ تعیین و عدمِ حرج کو تسلیم کئے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید شرک و کفر اُن کے مسلک سے اسے کیا تعلق، وہ امر ابتدائی یعنی عدمِ شرک و جواز کو طے کرلیں اُس کے بعد آگے چلیں، یہ چالاک لوگ اپنے لئے راہ آسان کرنے کو اِدھر سے اُدھر طفرہ کرجاتے ہیں اور ہماری طرف کے ذی علم ارحنا اللعنان اُس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ گربہ کشتن روزِ اول باید، ابتداءً ان ہوشیاروں کی راہ روکا چاہیے کہ پہلے شرک پھر حرمت سے جان بچا لیجئے اُس کے بعد آگے قصد کیجئے۔ فریقین کے اقوال کے اقوال ان حضرات کے رَد میں یک دل و یک زبان، اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں یکساں، بلکہ میں بفضلہ تعالٰی ثابت کروں گا کہ اقوالِ تخییر ان کی رد و تکذیب میں اتم و اکمل ہیں پھر اُن سے استناد یا اُن کا تذکرہ عجب تماشا ہے، میں بعونہ یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متناقض کلام متخالف احکام نکلتے اور جہاں جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کرجاتے ہیں، دعوے میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ، کبھی ایک پائے پر قرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہل بدعت کا یہی وتیرہ ہے خصوصاً جو

ل القرآن ۲/۵۹

اس قدر نو پیدا ہو کہ آخر جمتے جمتے ایک زمانہ چاہیے۔ میں یہاں اصل نزاع کی بحث و تحقیق میں نہیں ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہذا اُس کی طرف رجوع مناسب۔

بالجملہ اصلا محل شبہ نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علماء اولیا وصلحا واصفیا بلکہ امتِ مرحومہ محمدیہ علی مولٰیہا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نَو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔ وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے تو بظاہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقہ ظاہریہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعوٰی ہے امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی واللفظ لمسلم (الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔ ت) حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔[1]

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما۔[2]

جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "یا کافر" کہے تو اُن دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بیشک ہو۔

امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلا بالکفر اوقال عدو اللہ ولیس کذلک الاحار علیہ۔[3] ولا یرمی رجل رجلا بالفسق ولا یرمیہ بالکفر الا

جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر

---

[1] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلك[1]۔ ھذا مختصراً۔

طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں[2]:

ماکفر رجل رجلا قط الاباء بھا احدھما ان کان کافرا والا کفر بتکفیرہ[2]۔

یعنی کبھی ایسا نہ ہُوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وُہ دونوں اُس سے نجات پاجائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور پڑے گی اگر وُہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اُسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علما فرماتے ہیں یُوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالٰی او الشرك بہ وکذلك بالزندقۃ والالحاد والنفاق الکفر[3] اھ ملخصاً

کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کرکے پکارا (تو خود کافر ہوجائیگا) اھ تلخیصاً (ت)

اور زیرِ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا:

کذلك یا مشرك ونحوہ[4] (اسی طرح اسے مشرک وغیرہ کہا تو مشرک ہوجائے گا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق یہ معنی خود انھیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدواللہ ہے اور عدواللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اخبث اقسام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اوّلی رکھتا ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے ع

ترک و ہند در من آں بیند کہ اوست

(ترک اور ہند مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھی عن السباب واللعن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/٨٩٣

[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان من اکفر انساناً الخ حدیث ٢٤٨ " مؤسسۃ الرسالہ بیروت ١/٤١٠

[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ٢/٢١١

[4] " " " العاشر من الانواع الستین السب الخ " " " " " " ٢/٢٢٦

المرؤ یقیس علی نفسہ (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ت) جب اُس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃً یہ اوصاف ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اُس آئینۂ الٰہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اُس کریہ بدنما شکل کو آئینۂ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامنِ آئینہ اس لوث وغبار سے صاف ومنزّہ ہے۔ یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقولون من خیر قول البریۃ (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا قول کہتے ہیں۔ت) ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا: لایجاوز تراقیھم (ان کے حلق سے (اسلام) تجاوز نہیں کرے گا۔ت)

اب فقہ کی طرف چلئے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش وغیرہ عامہ علمائے بلخ وبعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم احادیثِ مذکورہ پر نظر فرماکر اس حکم کو یوں ہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجبِ کفر جانتے ہیں۔ سیّدی اسمٰعیل نابلسی شرح درر وغرر مولٰی خسرو میں فرماتے ہیں:

لوقال للمسلم کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لایکفر واتفقت ھذہ المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فرجع الجواب الٰی بلخ انہ یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الٰی قولہ[1] الخ ملخصا

اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش اسے کافر قرار دیتے، اور مشائخ بلخ میں سے دوسرے علماء کافر نہیں کہتے۔ اتفاقًا یہ مسئلہ بخارا میں پیش آیا اور بعض ائمہ بخارا نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو یہ جواب واپس بلخ بھیجا (یعنی کافر کہا جائیگا) تو جس جس فقیہ نے ابوبکر اعمش کے خلاف فتوٰی دیا تھا انھوں نے ان کے قول کی طرف رجوع کرلیا اھ ملخصا (ت)

رسالۂ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

فرجع الکل الٰی فتاوی ابی بکر البلخی وقالوا کفر الشاتم[2]۔

تمام علماء نے ابوبکر بلخی کے اس فتوٰی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار دیا (ت)

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے:

وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخارا[3]۔

ابو اللیث اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناسب یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے۔ (ت)

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲

[2] شرح فقہ اکبر لملا علی قاری فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ " مصطفی البابی مصر ص ۱۸۱

[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲

اور مذہب صحیح ومعتمد ومرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب ودشنام بے اعتقادِ تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خرِ بے لجام وسگِ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاوٰی ذخیرہ وفصول عمادی وشرح درروغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح نقایہ قہستانی ونہر الفائق وشرح وہبانیہ علامہ عبدالبر و درمختار وحدیقہ ندیہ وجواہر اخلاطی وفتاوٰی عالمگیری وردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار ومختار للفتوی ومفتیٰ بہ ہے۔ علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا تو وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وُہ کافر ہے۔

اقول وباللہ التوفیق توضیح اس دلیل کی علی حسب مراہم (ان کے مقاصد کے مطابق۔ ت) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں،

فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لایجتمعان ابدا ولا یرتفعان قال تعالٰی اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا[1] وقال تعالٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ[2]۔

کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں میں نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع۔ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ (ت)

اب جو یہ شخص مثلاً زید مومن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنے کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اُسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وُہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دینِ اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دینِ اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔ اب عباراتِ علماء سُنئے، ہندیہ میں ہے:

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بھذا بناءً علی

اس قسم کے مسائل میں فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے اسے کافر کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا کذا فی

---

[1] القرآن ۷۶/۳

[2] القرآن ۳۳/۴

اعتقادہ انہ کافر یکفر کذا فی الذخیرۃ[1] انتھی زاد الشامی عن النھر عن الذخیرۃ لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا[2]۔

الذخیرۃ انتہی، شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کیونکہ وُہ ایک مسلمان کو کافر مان رہا ہے گویا اس نے دینِ اسلام کو کفر گردانا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی[3]

"یا کافر" کے ساتھ گالی دینے والے پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا وُہ شخص کافر ہوگا جو مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا:

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل اذا اراد بہ الشتم لایکفر و اذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد ان دین الاسلام کفر ومن اعتقد ھذا فھو کافر[4]

ان مسائل میں مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ اگر قائل نے اس سے گالی مراد لی تو کافر نہیں ہوگا اور جب مخاطب کو کافر جانے گا تو کافر ہوجائے گا کیونکہ جب اس نے ایک مسلمان کو کافر جانا تو گویا اس نے دینِ اسلام کو کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا:

قد اختلف فی کفر من ینسب مسلما الی الکفر ففی الفصول العمادیۃ اذا قال لغیرہ یا کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول یکفر القائل وقال غیرہ لا یکفر

اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی مسلمان کی کفر کی طرف نسبت کی، فصول عمادیہ میں ہے جب کسی نے غیر کو "یا کافر" کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش ایسے شخص کو کافر جانتے لیکن دیگر علماء کافر نہیں جانتے،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطلب موجبات الکفر الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۸

[2] ردالمحتار باب التعزیر " مصطفی البابی مصر ۳/۲۰۱

[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۷

[4] جواہر اخلاطی کتاب السیر فصل فی الجہاد (قلمی نسخہ) ص ۶۹

والمختار للفتوی فی جنس هذہ المسائل[1] الخ ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ نقل الھندیۃ والنھر معاً سواءً بسواء۔

اور مختار مفتی بہ ایسے مسائل میں یہ ہے الخ گزشتہ عبارت کے مطابق ذخیرہ سے ہندیہ اور نہر دونوں کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا:

المختار انہ لو اعتقد ھذا الخطاب شتما لم یکفر ولو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا کما فی العمادی وما فی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع ارید بہ اجماع المتکلمین[2]۔

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے، جیساکہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں، تو اس سے اجماعِ متکلمین مراد ہے۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

قذف مسلما بیاکافر واراد الشتم ولا یعتقدہ کفرا فانہ یعزر ولا یکفر ولو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا[3]۔

اگر کسی نے کسی مسلمان کو "یا کافر" کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی ہو اور اسے کافر نہ جانتا ہو تو ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا، اور اگر مخاطب کو کافر جانتا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

علامہ عبدالغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل:

المختار للفتوی (فذکر عین ما مر عن البرجندی وزاد) ومن اعتقد ان دین الاسلام کفر کفر[4]۔

مختار للفتوٰی یہ ہے (پھر بعینہٖ وہی ذکر کیا جو برجندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دین اسلام کفر ہے وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

---

[1] شرح نقایہ برجندی | کتاب الحدود | مطبوعہ نولکشور لکھنؤ | ۴/۶۸
[2] جامع الرموز | فصل من قذف | " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۴/۵۳۵
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | فصل فی التعزیر | " داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۶۱۰
[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ | النوع الرابع من الانواع الستین الکذب | مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد | ۲/۲۱۲

اس مذہب مفتیٰ بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت وقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اُس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحٰن اللہ کہ کردو کہ نیافت چاہ کن را چاہ در راہ ، مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام و فقہائے عظام پر خود اُنھیں کے ایمان کے لالے پڑ گئے ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ماذا اخاضك یامغرور فی الخطر حتی ھلکت فلیت النمل لم تطر

(تُو نے دیکھا کہ پروانہ کے خونِ ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں دی کہ وہ رات کو سحر کرے ، اے مغرور ! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتی کہ تُو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ اڑتی !)

مگر حاش للہ ہم پھر بھی دامنِ احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار بیں بوجا ہیں کہیں ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یُوں کہتے ہیں اور خدا و رسول کے حضور کہیں یہ لوگ ستم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر بسبہات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں ، اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدواللہ نہیں ، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کفوا عن اھل لا الٰہ الا اللہ لا تکفروھم بذنب ، فمن اکفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے ۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے ۔

اور مروی[2] کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم :

ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ ولا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل[2] الحدیث ۔ اخرجہ

یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرہ اسلام سے خارج نہ بتائیں

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۲/ ۲۷۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳

ابو داود عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ الحدیث۔ اسے ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الاسلام یعلو ولا یعلی[2]۔ اخرجہ الدارقطنی والبیہقی والضیاء عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ اسے دارقطنی، بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتکفروا احدا من اھل القبلۃ[3]۔ اخرجہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اہلِ قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ اسے عقیلی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد:

ولا نکفر احدا من اھل القبلۃ[4]۔ اہلِ قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔ (ت)

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا لایخرج الانسان من الاسلام الاجحود ما ادخلہ فیہ (انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کرسکتی مگر اس شئی کا انکار جس نے اسے اسلام میں داخل کیا تھا۔ ت) یاد ہے اور جب تک تاویل وتوجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہوجائیں مدعیِ اسلام کی تکفیر سے گریز چاہیے، پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح و دیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اور انھیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اور اس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پسِ پشت ڈالتے ہیں ھذا

واقول یظھر للعبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ ان ھھنا فی کلمات العلماء اطلاقا فی موضع التقیید کما ھو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام وانما محل الاکفار باکفار المسلم اذا کان ذلک میں کہتا ہوں عبدِ ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقامِ تقیید میں عباراتِ علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ بہت سے مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت

---

[1] سنن الدارقطنی باب المہر مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۳/ ۲۵۲
صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۰
[3] کنز العمال بحوالہ (طس عن عائشہ) حدیث ۱۰۰۸ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی ۱/ ۲۱۵
[4] شرح فقہ اکبر عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۵

لاعن شبهة او تأويل والا فلا فانه مسلم
بظاهره ولم نؤمر بشق القلوب و
التطلع الى اماكن الغيوب ولم نعثر
منه على انكار شیئ من ضروريات الدين
فكيف يهجم على نظير ما هجم عليه ذلك
السفيه هذا هو التحقيق عند الفقهاء
الكرام ايضا يذعن بذلك من احاط
بكلامهم واطلع على مرامهم رحمة
الله تعالیٰ عليهم اجمعين الاترى ان
الخوارج خذلهم الله تعالیٰ قد اكفروا
امير المؤمنين ومولى المسلمين عليا رضی
الله تعالیٰ عنه ثم هم عندنا لا يكفرون
كما نص عليه فی الدر المختار والبحر
الرائق ورد المحتار وغيرها من معتبرات
الاسفار واما ما مر من تقرير الدليل
على التكفير فانت تعلم ان لازم المذهب
ليس بمذهب واما الاحاديث فمؤولة عند
المحققين كما ذكره الشراح الكرام
اقول ومن ادل دليل عليه قوله
صلى الله تعالیٰ عليه وسلم فی الحديث
المار فهو الى الكفر اقرب فلم يسمه كافرا و
انما قربه الى الكفر لان الاجتراء على الله
تعالیٰ بمثل ذلك قد يكون بريد الكفر والعياذ
بالله رب العلمين ولا حول ولا قوة الا بالله
العلی العظیم۔

کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل و شبہ نہ ہو ورنہ
اگر ایک وہاں شبہ ہوسکتا ہو تو کافر نہیں ہوگا کیونکہ
جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے
اور امورِ غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم
اس کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریاتِ
دین کے انکار میں ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور
کیسے ہوسکتے جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر
ہوا ہے، فقہاء کرام کی یہی تحقیق ہے نیز ہر اس شخص کو
بھی اس بات کا اذعان حاصل ہوگا جس نے فقہاء
رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کا احاطہ کیا اور ان کے
مدعاسے آگاہ ہوا ہو، کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج
(اللہ انھیں رسوا کرے) نے امیر المومنین مولائے مسلمین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے
نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر دُرِ مختار، بحر الرائق،
رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے، اور جو تکفیر
پر تقریرِ دلیل گزر چکی ہے آپ جانتے ہیں لازم مذہب مذہب
نہیں ہوتا، رہا معاملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں
مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے
ذکر کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) سب سے
قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزشتہ
ارشاد گرامی ہے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ
نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے
کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت و دلیری ہے کیونکہ
ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے، رب العلمین
اپنی پناہ عطا فرمائے (ت)

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین و سائر اخلاف طوائف نجدیہ مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزار ہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ و تعالٰی، علامہ ابنِ حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا و تفریطا[1]۔

ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہوگیا اور یہ خسارے اور کمی میں کافی ہے (ت)

تو بحکم شرع ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم، اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حسن الشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[2]۔

درمختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح الوہبانیہ کے حوالے سے ہے جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اسکی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہو اس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔ (ت)

اہلسنت کو چاہیے اُن سے بہت پرہیز رکھیں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں اُنھیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بدمذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ[3]۔

نیک ہم نشین اور بدجلیس کی مثال یُوں ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونکتا ہے مُشک والا یا تو تجھے مُشک ہبہ کریگا یا تو اُس سے خریدے گا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبُو

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مطبوعہ مکتبۃ حقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

[2] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[3] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب المسک مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰

صحیح مسلم کتاب البر باب استحباب الخ " نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۳۰

رواہ الشیخان عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پائے گا۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبک من سوادہ اصابک من دخانہ[1]۔ رواہ عنہ ابوداود والنسائی۔

یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابوداود اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب مثل ریشۃ بالفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ تقلبھا الریاح ظھرا لبطن[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظہ عند ابن ماجۃ مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ اسنادہ جید[3]۔

دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پَر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُلٹا۔ اسے طبرانی نے المعجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیا اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یُوں ہیں، دل کی مثال اس پَر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹا دے رہی ہوں۔ اس کی سند جیّد ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعتبروا الارض باسمائھا واعتبروا الصاحب بالصاحب[4]۔ اخرجہ ابن عدی عن

زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہمنشین پر۔ اسے ابن عدی نے حضرت

---

[1] سنن ابوداود باب من یؤمران یجالس مجالستہ الصالحین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۸

[2] شعب الایمان الحادی عشر من شعب الایمان حدیث ۷۵۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۷۳

[3] سنن ابن ماجہ باب فی القدر آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰

[4] شعب الایمان فصل فی مجانبۃ الفسقۃ الخ حدیث ۹۴۴۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/۵۵

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا و البیہقی فی الشعب عنہ موقوفا و لہ شواھد بھا یرتقی الی درجۃ الحسن۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً اور بیہقی نے انہی سے موقوفاً روایت کیا ہے، اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے حسن کا درجہ حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاك وقرین السوء فانك بہ تعرف[1] رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بُرے مصاحب سے بچ کہ تُو اسی سے پہچانا جائے گا۔ اسے ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں، اور بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ المقالۃ المسفرۃ عن احکام بدعۃ المکفرۃ ۱۳۰۱ھ میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دُوری مناسب، خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب، اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔ امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم۔[2]

اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم۔[3]

اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہیے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ حسین بن جعفر الغزی الجرجانی مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی امامہ حدیث ۲۰۴۳۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۵۹۶
الاسرار المرفوعۃ حدیث ۵۶۸ مطبوعہ بیروت ص ۱۴۸
الفوائد المجموعۃ صلٰوۃ الجماعۃ " ص ۴۲

[3] المستدرک علی الصحیحین ذکر مناقب ابومرثد الغنوی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۲۲۲

دارقطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1]

اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے ۔

اقول والاحادیث وان ضعفت فقد تائیدت اذعن ثلثۃ من الصحابۃ وردت علیھم جمیعا رضوان المولٰی جل وعلا وتقدس وتعالٰی ۔

میں کہتا ہوں یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کررہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی ہیں جن پر اللہ جل وعلا وتقدس تعالٰی کی رضا وارد ہے (ت)

الحمدللہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روزجاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ کو بدرسمائے اختتام ہوئی ، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد و اٰلہ والائمۃ المجتہدین والمقلدین لھم باحسان الٰی یوم الدین و الحمدللہ رب العٰلمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

---

[1] سنن الدارقطنی باب تخفیف القراءۃ لحاجۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۸۸

ماخذ و مراجع

ا

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی م	۸۔۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

۴۲ - التفسیر للنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب القریب	ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقباس	ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ - جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابو نصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابو بکر الاخلاطی	۰
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابو بکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابو بکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

کتاب	مصنف	سنہ وفات
۶۷ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ - حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰ - حاشیۃ علی الدرر ملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۷۱ - حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	۰
۷۲ - الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسیٰ الآفندی	۹۴۵
۷۳ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ - حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷ - حلیۃ المحلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

کتاب	مصنف	سنہ وفات
۷۸ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ - خزانۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ - خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

کتاب	مصنف	سنہ وفات
۸۴ - الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ - الدر المنثور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

ذ

۸۸ - ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹ - ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱ - الرحمانیۃ		
۹۲ - ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ - رغائب القرآن	ابومروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶ - رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ - زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸ - زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی تقریباً	۱۰۱۶
۱۰۰ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲ - السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ - السنن لابی داود	ابوداود سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۰۷ - السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ - السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ - الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ - شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ - شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ - شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ - شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ - شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ - شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶ - شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ - شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ - شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ - شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ - شرح القریبین		
۱۲۱ - شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲ - شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ - شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ - شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ - شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ - شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ - شرح موطا امام مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ - شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ - شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ - شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

۱۳۱ - شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱۳۲ - شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸ - صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱۳۹ - الصراح	ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲ - الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن پیر علی المعروف بپرکلی	۹۸۱
۱۴۳ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴ - عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵ - العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶ - عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷ - عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸ - عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۴۹ - عدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۰۰
۱۵۰ -		

غ

کتاب	مصنف	سن
۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوی الاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

کتاب	مصنف	سن
۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

۱۷۳ ۔ فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ ۔ الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ ۔ فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ ۔ الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ ۔ فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ ۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ ۔ فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰ ۔ القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱ ۔ قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ ۔ القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ ۔ القرآن		

ک

۱۸۴ ۔ الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ ۔ الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ ۔ الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ ۔ کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ ۔ کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ ۔ کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو العباس محمد بن علی	
۱۹۰ ۔ کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱ ۔ کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ ۔ کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ ۔ کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ ۔ کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ ۔ کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

کتاب	مصنف	سن
۱۹۶ - کشف الاسرار	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۲۰۱ - کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲ - کنز الدقائق	عبد اللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳ - الکنی للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶ - کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷ - کتاب الصمت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸ - کتاب الزہد	عبد اللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

کتاب	مصنف	سن
۲۱۰ - لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

کتاب	مصنف	سن
۲۱۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳ - مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸ - مجمع الانہر	الشیخ عبد اللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

۲۱۹	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰	المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱	المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲۳۶	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷	مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸	مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱	المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲	مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳	مصنف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴	مصباح الدجی	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

۲۴۵ ۔ معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶ ۔ المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷ ۔ المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸ ۔ المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹ ۔ معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰ ۔ مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱ ۔ المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲ ۔ المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳ ۔ مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴ ۔ مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۴۱
۲۵۵ ۔ المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶ ۔ المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷ ۔ الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸ ۔ مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹ ۔ مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰ ۔ المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱ ۔ المنتقیٰ فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲ ۔ منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳ ۔ منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴ ۔ ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵ ۔ منہاج	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶ ۔ مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷ ۔ المبتغیٰ	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸ ۔ المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹ ۔ مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

کتاب	مصنف	وفات
۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۳۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

کتاب	مصنف	وفات
۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ انباء الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۲۹۰- الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱- الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲- الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳- الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴- الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵- الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶- ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹